ارمغانِ
پروفیسر ملک محمد اسلمؒ

مرتبین

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر
پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

شعبہ علوم اسلامیہ
جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

ارمغانِ
پروفیسر ملک محمد اسلمؒ

DATA ENTERED

مرتبین

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

UNIVERSITY OF THE PUNJAB

شعبہ علوم اسلامیہ

جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت: اول، فروری ۲۰۱۴ء/ربیع الثانی، ۱۴۳۵ھ
مطبع: پنجاب یونیورسٹی پریس، جامعہ پنجاب، لاہور
قیمت:

Copyright: 2014

Armughan-e-Prof. Malik Muhammad Aslam

A Commemoration Volume

in honour of

Prof. Malik Muhammad Aslam

Compiled by:

Prof. Dr. Hafiz Mahmood Akhtar

Prof. Dr. Jamila Shaukat

February, 2014/ Rabi Al-Thani 1435Hijri

Published by: Department of Islamic Studies

University of the Punjab, Lahore

Price:

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

11-06-2014

Marfat.com

Marfat.com

ارمغان پروفیسر ملک محمد اسلمؒ

شعبہ علوم اسلامیہ،

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

کے

مرحوم اساتذہ کی یادیں - II

Marfat.com

ان شاء اللہ اس سلسلے کی آئندہ کتابیں:

(۱) ارمغان حافظ احمد یارؒ

(۲) ارمغان خالد علویؒ

(۳) ارمغان امان اللہ خانؒ

(۴) ارمغان بشیر احمد صدیقیؒ

Marfat.com

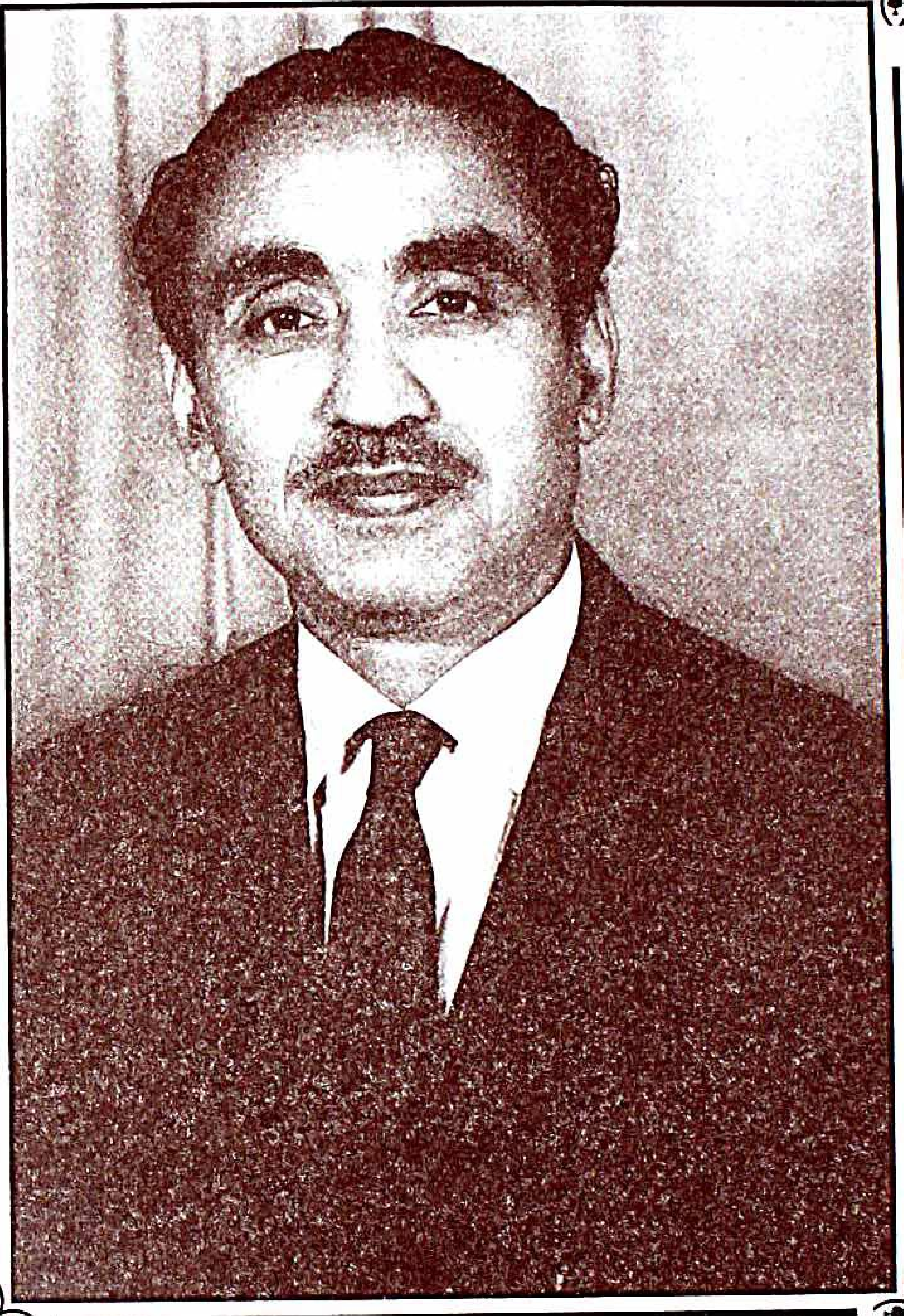

پروفیسر ملک محمد اسلمؒ

Marfat.com

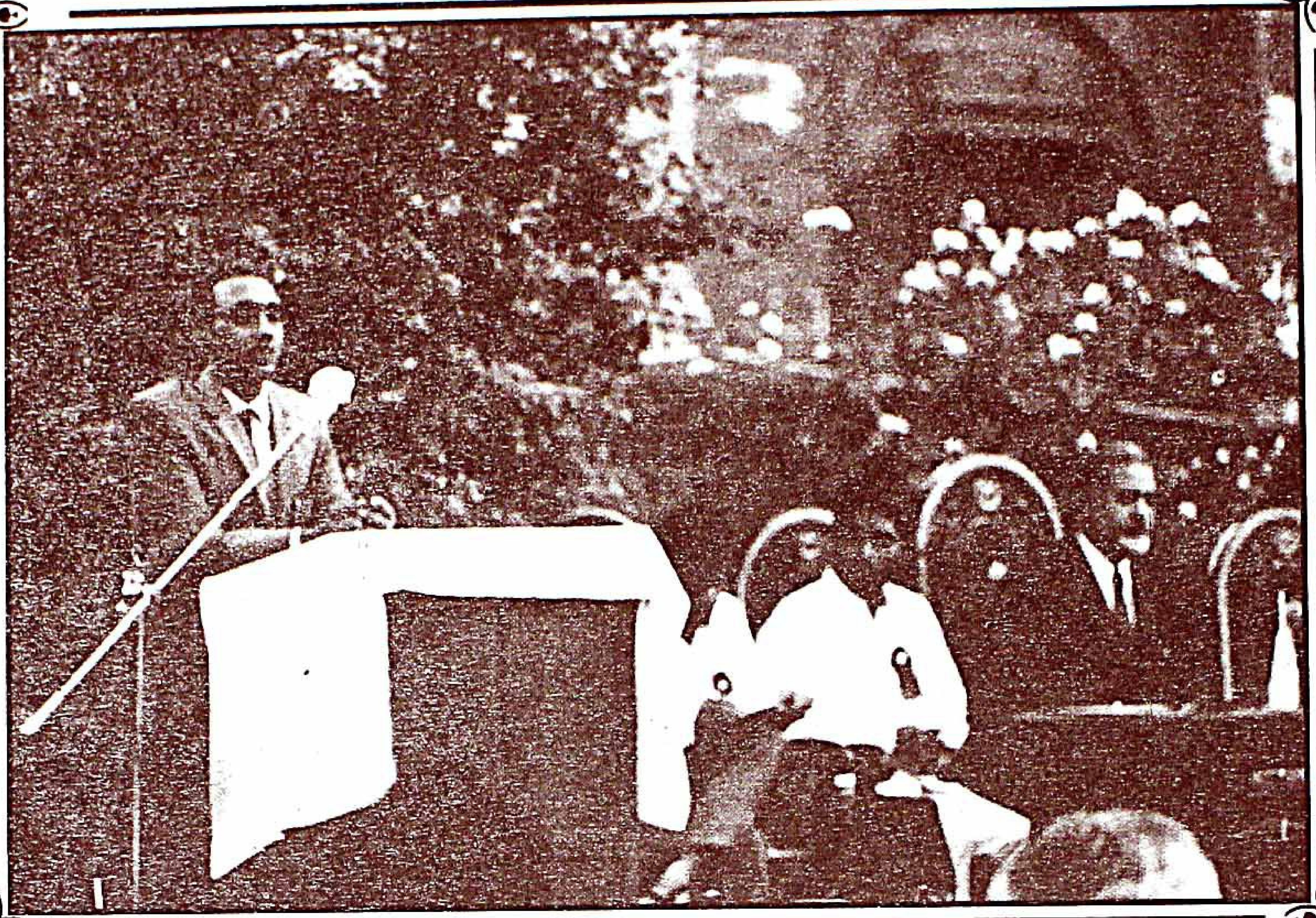

پروفیسر علامہ علاؤالدین صدیقی کے اعزاز میں دی گئی الوداعی تقریب
کے موقع پر پروفیسر ملک محمد اسلم خطاب فرماتے ہوئے

Marfat.com

حُسنِ ترتیب

تقدیم	پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر	i
مقدمہ	پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت	iii
۱۔ پروفیسر ملک محمد اسلم مرحوم (آثار و خدمات)	پروفیسر حافظ محمد ارشد ڈاکٹر اسد اللہ	1
۲۔ برصغیر میں علمِ حدیث کا طائرانہ جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ڈاکٹر میمونہ تبسم	15
۳۔ اصولِ حدیث پر اُردو میں لکھی گئی معروف کتب کا مختصر جائزہ	ظلِ ہما	41
۴۔ ردّ و قبول حدیث۔ چند مباحث	جناب عثمان احمد	77
۵۔ نواب صدیق حسن خانؒ کی خدماتِ حدیث	ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر	91
۶۔ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی کی خدماتِ حدیث	پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ	105
۷۔ التعلیق الصبیح (شرح مشکوٰۃ المصابیح) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا منہج	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی	127
۸۔ عقیدہ معاد، اور احادیثِ نبویہ۔ فکرِ اصلاحی کا تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر عاصم نعیم	153
۹۔ دفاعِ حدیث میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی جد و جہد کا جائزہ	ڈاکٹر محسنہ منیر	197
۱۰۔ برصغیر کے مسیحی ادب میں حدیث نبویؐ	ڈاکٹر ساجد اسد اللہ	237

Marfat.com

۱۱۔ انکارِ حدیث۔۔۔حق یا باطل؟[ایک منکرِ حدیث کے شبہات کے جوابات] — مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ — 263

۱۲۔ بیسویں صدی میں انکارِ حدیث۔تجزیاتی مطالعہ — پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت — 301

۱۳۔ سندِ حدیث۔مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ — ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری — 323

۱۴۔ لمحات من منهج الامام النووی فی شرح صحیح مسلم — عبدالکریم مستور القرنی — 333

۱۵۔ الشیخ رشید احمد الکنکوهی۔ حیاته وجهوده فی علم الحدیث (دراسة تحقیقیة) — ڈاکٹر عبدالباسط خان — 359

شرکاء کا تعارف — 377

۱۶۔ Tradition and Islam — Prof. Malik Muhammad Aslam — 1

Marfat.com

تقدیم

ارمغان کے سلسلہ کتب کی دوسری کتاب ارمغان پروفیسر ملک محمد اسلم قارئین کرام کے لیے پیش خدمت ہے۔ آج سے چند برس قبل جس منصوبے کا تصور ذہن میں آیا تھا، اللہ کے فضل و کرم سے اس کی تکمیل کی طرف شعبہ رواں دواں ہے۔ اس سلسلہ کتب کا بنیادی مقصد تو شعبہ کے اساتذہ قدیم کے نام کو علمی دنیا میں زندہ رکھنا تھا۔ لیکن اس مقصد کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا کہ مقالات میں تحقیق کے جدید معیارات کو ملحوظ رکھا جائے اور تخلیقی کام ہی پیش کیا جائے۔ ہم اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے، اس کا فیصلہ کرنا تو اہل علم ہی کا کام ہے۔

ارمغان علامہ علاؤالدین صدیقی اور موجودہ ارمغان پروفیسر ملک محمد اسلم کے مقالات کو جدید تحقیق کے اصولوں کی روشنی میں جانچا گیا حتی الامکان یہ بات بھی ملحوظ رکھی گئی کی یہ مقالات اس سے قبل کہیں طبع نہ ہوئے ہوں اس طرح اس ارمغان میں شامل ہونے والے مضامین اپنی حیثیت میں تحقیقی مقالات ہیں۔ جن اہل علم نے تحقیقی مقالات لکھے ہیں، شعبہ ان کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ممنون ہے اور امید کرتا ہے کہ ان کا یہ علمی تعاون ہمیں مستقبل میں بھی حاصل رہے گا۔

ارمغان پروفیسر ملک محمد اسلم کی تیاری یقیناً محترمہ پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ کی پرخلوص مساعی جمیلہ کی مرہونِ منت ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کی جس تندہی، اور خلوص کے ساتھ انہوں نے اس جلد کی ترتیب و تشکیل میں محنت کی ہے، اس کا اجر انہیں اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائیں گے۔ اگر ان کی عرق ریز محنت شامل نہ ہوتی تو ارمغان ملک محمد اسلم زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اپنے مضمون اور شعبہ کے ساتھ ڈاکٹر صاحبہ کی پرخلوص دلی وابستگی ہی وہ بنیادی محرک ہے جس کے سبب ارمغان کا سلسلہ آگے بڑھ رہا ہے۔

چونکہ ارمغان کے اس نمبر کا بنیادی مقصد ''برصغیر میں خدمات حدیث'' ہے اس لئے زیادہ تر

Marfat.com

مقالات برصغیر کے نامور علماء کی خدمات حدیث سے متعلق ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر خالد ظفر اللہ کا مقالہ ''مولانا شمس الحق عظیم آبادی''، ڈاکٹر عبدالباسط کا مقالہ ''مولانا رشید احمد گنگوہی''، ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر کا مقالہ ''نواب صدیق حسن کی خدماتِ حدیث''، ڈاکٹر محسنہ منیر کا مقالہ ''دفاع حدیث میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی جدوجہد'' ڈاکٹر محمد سعد صدیقی کا مقالہ ''التعلیق الصبیح (شرح مشکوۃ المصابیح): مولانا محمد اِدریس کاندھلوی'' کا منہج میں ان اکابر علماء کی خدماتِ کا بنظرِ عمیق جائزہ'' پیش کیا گیا ہے۔ مقالہ نگاروں کی کاوشوں کے نتیجے میں ان علماء کے تحقیقات منظرِ عام پر آئی ہیں۔

اس نمبر میں مقالات کے حوالے سے یہ پہلو بھی نمایاں ہے کہ انکارِ حدیث اور استخفافِ حدیث سے متعلق ڈاکٹر جمیلہ شوکت کا مقالہ ''بیسویں صدی میں انکارِ حدیث''، ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری کا مقالہ ''سندِ حدیث اور مستشرقین''، جناب عثمان احمد کا مقالہ ''ردو قبول حدیث'' اور صفی الرحمٰن مبارکپوری'' کا مقالہ ''انکارِ حدیث، حق یا باطل'' بھی اپنے موضوع پر گراں قدر تحقیقی مواد کا حامل ہے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کا یہ مقالہ بہت وقیع ہے جس میں انہوں نے انکارِ حدیث پر بہت تحقیقی اور منفرد قسم کا مواد پیش فرمایا ہے۔ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر کا مقالہ ''برصغیر میں علم حدیث کا طائرانہ جائزہ'' وہ مقالہ ہے جن میں مقام حدیث سے متعلق تحقیقی مواد مہیا کیا گیا ہے۔ ظلِ ہما کا مقالہ ''اصولِ حدیث میں اردو میں لکھی گئی کتب کا مختصر جائزہ'' اس اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں اس خطہ میں لکھی گئی کتب کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کے لیے قیمتی راہنمائی مہیا کردی گئی ہے۔ ڈاکٹر عاصم نعیم کے مقالہ میں مولانا امین احسن اصلاحی کے عقیدہ معاد کے بارے میں نقطہ نگاہ کا تحقیقی انداز سے جائزہ لیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ مولانا کا یہ نقطہ نگاہ امت کے عمومی نقطہ نگاہ سے بالکل مختلف ہے۔ مقالہ نگار نے مولانا اصلاحی کے نقطہ نگاہ کا دلائل کے ساتھ محاکمہ کیا ہے۔

ہم اس جلد میں صاحب ارمغان جناب پروفیسر ملک محمد اسلم صاحب کی کتاب The Role of Tradition in Islam کا ایک باب ہے یہ کتاب شعبہ علومِ اسلامیہ سے 1996ء میں طبع ہوئی۔ جو قارئین کی استفادے کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر

ڈین / صدر شعبہ علومِ اسلامیہ

Marfat.com

مقدمہ

ربِ رحیم و کریم کا بے پایاں کرم اور احسان کہ اس علیم و خبیر ذات نے ارمغانِ علمی کے سلسلے کی دوسری کتاب جو استاذ محترم پروفیسر ملک محمد اسلمؒ کے خدمات جلیلہ کے اعتراف میں ہے، پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس سلسلۃ الذھب کی پہلی کتاب استاذ مکرم پروفیسر علامہ علاؤالدین صدیقی کے آثر ذھبیہ کے اعتراف میں شائع ہو چکی ہے۔

ہم اہلِ علم کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس منصوبے کو سراہا اور اس اظہارِ پسندیدگی نے ہمارے کام کو مزید بڑھانے کے لئے مہمیز کا کردار ادا کیا۔ جناب ملک محمد اسلم فلسفہ اور اسلامیات میں ایم اے تھے۔ خاندانی پیشہ تجارت تھا۔ ملک صاحب مرحوم نے تدریس اسلامیات کے عظیم اور نازک فریضے کو اختیار کیا جو دین اسلام سے ان کی محبت و رغبت کی واضح دلیل ہے۔ کمیٹی کے ارکان کے سابقہ فیصلے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس جلد میں ملک صاحب مرحوم کے اختصاصی مضمون یعنی علومِ حدیث سے متعلق مضامین پیش کیے جا رہے ہیں۔

ملک صاحب مرحوم کے عزیز محترم اور ہم سب کے مشفق و مکرم استاد حافظ ارشد صاحب (سابق چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ ڈگری کالج، گوجرانوالہ) اور جناب ملک صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر اسد اللہ کے لیے تشکر کے جذبات کا اظہار مجھ پر واجب ہے کہ انہوں نے جناب ملک محمد اسلم صاحب کے بارے میں ضروری معلومات اور تصاویر فراہم کیں۔ ڈاکٹر عاصم نعیم کا شکریہ بھی لازم ہے کہ جنہوں نے ان حضرات محترم سے معلومات کے حصول میں بھرپور تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ جزیل عنایت فرمائے۔

علمِ حدیث کی خدمت کے حوالے سے پروفیسر عبدالرؤف ظفر کا نام علمی دنیا میں جانا پہچانا

Marfat.com

ہے۔انہوں نے اپنی صاحبزادی ڈاکٹر میمونہ کے اشتراک سے تحریر کردہ مقالہ میں برصغیر کے محدثین اور ان کی مساعی جلیلہ کا جائزہ لیا۔

شعبہ علومِ اسلامیہ کی پی ایچ ڈی کی طالبہ عزیزۃ القدر ظلِ ہما نے اصولِ حدیث پر اردو میں لکھی گئی کتب کا جائزہ لیا۔ یہ مقالہ ان شاء اللہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے معاون ثابت ہوگا۔عزیزم عثمان احمد جو اس وقت ملائیشیا میں اپنی پی ایچ ڈی کے مقالے کی تحریر میں شب و روز مصروف ہیں نے اپنے مختصر لیکن اہم موضوع یعنی ردو قبول حدیث کے مباحث پر روشنی ڈالی۔

ہمارے بعض فاضل مقالہ نگار حضرات نے برصغیر کی بعض ان شخصیات پر معلومات فراہم کیں جن کے اسماء گرامی علم حدیث کے حوالے سے بڑے معروف ہیں۔ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر نے برصغیر کی ایک نہایت معتبر اور صاحب علم شخصیت نواب صدیق حسن خان کی خدمات حدیث پر ایک جامع مقالہ سپرد قلم کیا۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ نے جناب ابو الطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی مشہور شارح کتب حدیث کی خدمات حدیث پر تحقیقی مقالہ رقم فرمایا۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی (حال صدرِ شعبہ علومِ اسلامیہ) نے اپنے مرحوم دادا مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کے خصائص قلمبند فرمائے۔ان کی یہ کاوش یقیناً دادا محترم کے لیے صدقہ جاریہ ہوگی۔

ڈاکٹر عاصم نعیم نے عقیدہ معاد کے حوالے سے فکرِ اصلاحی کا تفصیلی جائزہ لیا۔مقالہ اپنے عظیم اسلاف کی تحریروں سے استفادے اور تجزیے کے حوالے سے اچھی مثال ہے۔مسلمانوں کے علاوہ برصغیر کے دوسرے مذاہب کے اہلِ علم حضرات نے بھی قرآنِ حکیم اور حدیث رسول ﷺ پر اپنے اپنے موقف اور تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ڈاکٹر ساجد اللہ اسد نے اپنے مقالے مسیحی ادب میں حدیث نبوی پر معلومات کو قارئین کے استفادے کے لیے پیش کیا ہے۔

اس سلسلے کا ایک اور مضمون دفاع حدیث میں سید ابو الاعلیٰ مودودی کی جدوجہد ہے جو ڈاکٹر محسنہ منیر صاحبہ نے تحریر کیا۔ یہ مقالہ سید صاحب مرحوم کی ان کاوشوں کے تعارف کی طرف راہنمائی کرتا ہے جس میں انہوں نے حدیث کی حجیت اور اس کی اہمیت کو مدلل و مبرہن کیا۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ کے نام سے اہل علم بخوبی آشنا ہیں۔ہم عظمتِ حدیث کے ضمن میں ان کی بے شمار تحریروں میں سے ایک تحریر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جس کی افادیت

Marfat.com

آج بھی مسلمہ ہے۔اللہ کریم انہیں جنت میں مقام رفیع عطا فرمائے۔

ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری جو مستشرقین کی علمی کاوشوں سے باخبر رہنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، انہوں نے سند کے حوالے سے مستشرقین کا نقطہ نظر اور اس کا مدلل تجزیہ پیش کیا ہے۔

راقمہ نے اپنی بساط کے مطابق اس علمی دستاویز کا حصہ بننے کیلئے مصری منکرین حدیث کے افکار باطلہ کا رد اہل علم کے مدلل اقوال کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

عربی میں دو مقالات پیش کیے جا رہے ہیں۔ پہلا مقالہ عبدالکریم مستور القرنی کا لمحات من منهج الامام النووی ۔۔۔ ہے۔امام مسلم کی الجامع (متن اور شروح) کا مطالعہ اسلامیات کے نصاب میں داخل ہے۔امید ہے کہ یہ مقالہ دینی علوم کے طالبِ علموں کے لیے بھی مفید ہوگا۔

ڈاکٹر عبدالباسط نے اپنے مقالے میں برصغیر کے ممتاز محدث شیخ رشید احمد گنگوہی کی خدمات حدیث پر مستند معلومات پیش کی ہیں۔

کتاب کا آخری مقالہ Tradition and Islam جو بزبان انگریزی ہے صاحب ارمغان، پروفیسر ملک محمد اسلم مرحوم کی کتاب The Role of Tradition in Islam کا ایک باب ہے۔اہلِ علم کے استفادے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ استاد محترم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے (آمین)۔

ہم اپنے تمام مقالہ نگار حضرات کے حد درجہ ممنون ہیں کہ جنہوں نے ہماری درخواست پر اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود علمی و تحقیقی کاوشیں عنایت کیں۔ہم ان اہل علم کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے مقالات کو جانچنے اور پرکھنے کی نازک ذمہ داری ادا کی۔فجزاهم الله خير الجزاء

شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ محترم بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر طاہرہ بشارت (ڈین کلیہ علومِ اسلامیہ) کی معاونت پر شکر گزار ہیں۔

شعبہ علومِ اسلامیہ کے مرحوم استاد جناب ملک محمد اسلمؒ کی خدمت میں یہ عاجزانہ تحفہ پیش کیا جا رہا ہے۔اللہ کریم ہماری اس عاجزانہ کوشش کو قبول فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر، سابق صدر شعبہ اسلامیات/ڈین کلیہ علومِ اسلامیہ کے ممنون ہیں کہ جن کے تعاون کے بغیر یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچتا۔

Marfat.com

اس تحفہ کو عملی جامہ پہنانے ہم سب اساتذۃ، شعبہ جناب وائس چانسلر صاحب کے بے حد شکرگزار ہیں جن کے اخلاقی اور مالی تعاون سے یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔

عزیزم سرفراز احمد جنہوں نے مقالات کو محنت سے آخری شکل دی، اللہ تعالیٰ انہیں بھی اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ ہم سب پنجاب یونیورسٹی کے پریس سپرنٹنڈنٹ جناب علی احمد کے تعاون کے بھی شکرگزار ہیں۔ جنہوں نے کتاب کے ظاہری حسن کی طرف توجہ دی۔

ڈاکٹر جمیلہ شوکت
پروفیسر امریطس
شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

پروفیسر ملک محمد اسلم مرحوم (آثار و خدمات)

پروفیسر حافظ محمد ارشد*

ڈاکٹر اسد اللہ**

خاندان کا اجمالی تعارف

ملک صاحب مرحوم کے والد صاحب کا اسم گرامی ملک محمد فاضل ولد نور احمد خان تھا جن کا تعلق ککے زئی افغان فیملی سے تھا۔ نور احمد خان مشہور تاجر تھے۔ ان کے نام سے امرتسر شہر کے وسط میں ایک بارونق محلہ کوچہ نور خان کے نام سے مشہور تھا۔ اس خاندان کے تجارتی روابط بعض افریقی ممالک کے ساتھ بھی تھے۔ نور احمد خان صاحب کے چار صاحبزادے تھے۔ ان کے تمام بیٹے تجارت پیشہ تھے۔ مگر تجارتی معاملات میں ملک محمد اسلم کے والد، ملک محمد فاضل کو اللہ رب العزت نے زیادہ برکت اور وسعت عطا فرمائی تھی۔ آپ امرتسر کی مسلم تاجر برادری کے سربراہ تھے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے ایک کمرشل گزٹ شائع ہوتا تھا جس میں سرکردہ تاجروں کا تذکرہ ہوتا۔ اس موقر گزٹ میں ملک محمد فاضل صاحب کا نام بھی شامل ہوتا۔ جس طرح اللہ کریم نے کاروبار میں وسعت دے رکھی تھی، اس طرح دل بھی بڑا فراخ تھا۔ انہوں نے سینکڑوں بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے وظائف مقرر کیے ہوئے تھے۔ بہت سے نادار لوگ دست سوال لیکر آتے، کوئی مایوس نہ جاتا۔ ان کی اس دریا دلی کا راز اس دن فاش ہوا، جس روز ان کا انتقال ہوا۔ جونہی یہ جانکاہ خبر مشتہر ہوئی، شہر کے در و دیوار گریہ کناں معلوم

---

* پروفیسر ملک محمد اسلمؒ کے قریبی عزیز اور علوم اسلامیہ کے نامور استاد

** مرحوم کے صاحبزادہ محترم

Marfat.com

ہوئے۔ گھر کے قریب ہی چارپائی دیدارِ عام کیلئے رکھ دی گئی۔ جس کی بھی نظر پڑی دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ ہر طرف سے سسکیوں اور دعائے مغفرت کی آوازیں آ رہی تھیں۔ شہری کاروبار بالکل بند تھا۔ اس دن کسی ہندو، سکھ اور مسلمان نے دوکان نہیں کھولی۔ سارا شہر سوگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ لوگ اس صدمہ کی وجہ سے نڈھال ہیں کہ ایک بڑا سخی اور غریب پرور نیک بندہ اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ اللھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه

یارب! وہ ہستیاں اب کس دیس بستیاں ہیں　　کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

ملک محمد اسلم کی ولادت

ملک محمد افضل کے گھر 1922ء میں ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی، جن کا نام محمد اسلم رکھا گیا۔ ملک محمد فاضل کے دیگر بھائی ابھی اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ اس وجہ سے خاندان میں یہ پہلا بیٹا تھا جس کی پیدائش پر بے حد خوشی منائی گئی۔

تعلیم و تربیت کے مراحل

محمد اسلم خاندان کی آنکھوں کا تارا تھے۔ بچپن بہت لاڈ پیار میں گزرا۔ چونکہ گھر کا ماحول خالص دینی تھا۔ اس وجہ سے دینی تعلیم اپنے گھر میں اپنے چچا جناب حاجی محمد اشرف خان سے حاصل کی۔ ان کے ساتھ ہی مسجد میں آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ رفتہ رفتہ نماز کی عادت پختہ ہوتی گئی۔ پرائمری تعلیم کوچہ نور خان کے ایک سکول سے حاصل کی۔ 1931ء سے 1937ء تک گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر میں پانچویں جماعت سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ انٹرمیڈیٹ اور بی اے، ایم۔ اے۔ او کالج سے پاس کیا۔ بی اے میں آپ کے مضامین انگریزی، فلاسفی اور عربی تھے۔ بی اے کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے ہندوستان کی سب سے مشہور درسگاہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم اے فلسفہ میں داخلہ لیا۔ شعبہ فلسفہ میں بڑے نابغہ روزگار اساتذہ سے بڑی دلچسپی اور انہماک سے اکتسابِ علم اور کسبِ فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ میں کچھ انگریز اساتذہ بھی شامل تھے۔ پروفیسر ملک احمد حسین سے ہسٹری آف فلاسفی پڑھی۔ اس کورس میں زیادہ توجہ مسلم فلاسفرز پر مرکوز رہی۔ 1942ء میں امتیازی حیثیت سے اس امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

Marfat.com

غیر نصابی مشاغل

کالج کی غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی شرکت کرتے۔ چند دوستوں کے ہمراہ باغ جناح تک روزانہ سیر کرتے۔ ملک صاحب کے دو چچا جناب حاجی محمد صادق اور جناب حاجی محمد اشرف (non professional) پہلوانی کا شوق رکھتے تھے۔ انہوں نے ملک صاحب مرحوم کو بھی اس فن کے رموز و اسرار سے آگاہ کیا اور یہ بھی ورزش کے دلدادہ ہو گئے۔ اگرچہ گورنمنٹ کالج میں کوئی (wrestling club) نہ تھی مگر گھر کی ٹریننگ ہی بڑی موثر ثابت ہوئی۔ جب 42-1941ء میں یونیورسٹی کی سالانہ کھیلوں کا انعقاد ہوا تو ملک صاحب اپنے ویٹ میں یونیورسٹی کی ریسلنگ چیمپیئن قرار پائے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ

فلسفہ اور عربی، ملک اسلم صاحب کے پسندیدہ مضامین تھے۔ فلسفہ کی تعلیم کی تکمیل گورنمنٹ کالج لاہور میں ہو گئی مگر عربی کی تعلیم میں ابھی تشنگی محسوس کرتے تھے۔ اس زمانہ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں عربی کے نابغہ روزگار استاد پروفیسر عبدالعزیز میمن صدر شعبہ عربی تھے۔ ان کے تبحر علمی کی کشش انہیں مسلم یونیورسٹی لے گئی۔ ایم۔ اے عربی میں باقاعدہ داخلہ لیا۔ بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ تعلیم کی تکمیل کی اور یہ امتحان بھی بڑے اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ آپ اکثر پروفیسر میمن صاحب کی عربی دانی کا تذکرہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ وہ یگانہ روزگار استاد تھے، جنہیں جدید اور قدیم عربی شعراء کے ایک لاکھ اشعار زبانی یاد تھے۔ اہل زبان کو بھی شاید عربی زبان و ادب پر اتنا عبور حاصل نہ ہو۔

قیام علی گڑھ کے دوران مسلم یونیورسٹی کی سیاسی اور ادبی سرگرمیوں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ادبی محفلوں میں اس عہد کے نامور شعراء شرکت کرتے۔ آپ خاص طور پر جگر مرادآبادی، جوش ملیح آبادیؒ اور حسرت موہانیؒ کی شاعری سے بڑے متاثر تھے۔ اپنی محفلوں میں ان یادگار مشاعروں کے دوران پڑھی گئی بعض غزلوں کے اشعار دہراتے رہتے۔ جگر مرادآبادی کے ترنم سے پڑھنے کے انداز سے بڑے متاثر تھے۔ مسلم یونیورسٹی کے ماحول سے اس قدر مانوس ہو گئے کہ وہاں قیام کا ارادہ کر لیا۔ تاہم اپنے والد گرامی جناب ملک محمد فاضل کے اچانک انتقال کے باعث امرتسر واپس آنا پڑا۔

Marfat.com

تجارتی معاملات کی نگرانی

صادق ہوزری اینڈ نٹنگ ملز اور دیگر کاروباری اداروں کی نگرانی اور سرپرستی کیلئے ان کا امرتسر رہنا ضروری تھا۔ چنانچہ کاروباری معاملات کے انتظام و انصرام کیلئے تمام تعلیمی منصوبوں کو خیر باد کہنا پڑا۔ 1945ء سے تقسیم ہند تک اپنے کاروبار کو منظّم کیا۔ آپ نے غریب پروری کی وہی روش جاری رکھی، جو ان کے والد گرامی کا وصف تھا۔ بیوہ عورتوں کے وظائف، یتیموں کی دستگیری، یتیم بچیوں کی شادیاں اور دیگر امور خیر پر بھرپور توجہ رکھی۔ قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ کے فعال اور سرگرم کارکن رہے۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے تحریک آزادی میں اپنا کردار ادا کیا۔ صفِ اول کے کئی لیگی رہنماؤں کے ساتھ رابطے رہے۔

تقسیمِ ہند کا مرحلہ اور ہجرت

امرتسر تحریکِ آزادیِ ہند کا اہم سیاسی مرکز تھا۔ مسلم لیگ کے علاوہ ہندو جماعتیں بھی بڑی منظّم تھیں۔ سیاسی سرگرمیوں کے دوران اکثر تصادم ہو جاتا اور نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی۔ چنانچہ اگست 1947ء کے بعد امرتسر کے مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے۔ ملک صاحب بھی اپنی پوری فیملی کے ہمراہ ہجرت کر کے لاہور منتقل ہو گئے۔ عارضی طور پر ریلوے روڈ کرشنا گلی میں قیام کیا۔

ہجرت کے بعد کے معاملات

پاکستان کا قیام جہاں قدرت کا بہت بڑا عطیہ تھا، وہاں مہاجرین کیلئے سخت ابتلاء اور آزمائش کا سبب بنا۔ جن کی پوری زندگی آرام و راحت اور آسودگی کے ساتھ گزری ہو، ان کیلئے یہ مصائب ناقابل برداشت تھے۔ بہر حال بڑی مشقت اور کوشش کے بعد لاہور میں کاروبار شروع کیا۔ ہوزری کی صنعت کا خاندانی تجربہ تھا۔ دوستوں کے تعاون سے لیر دنٹنگ ملز کے نام سے چوبرجی کے قریب ایک فیکٹری قائم کی۔ یہاں ہوزری کی مصنوعات کی تیاری کی جاتی تھیں۔ کچھ عرصہ میں کاروبار مستحکم ہو گیا۔ مگر تقسیم ہند سے پہلے والا خوشحالی اور فارغ البالی کا دور واپس نہ آسکا۔

علمی مشاغل کی طرف مراجعت

آپ کی زندگی کا چونکہ بیشتر حصہ حصول علم میں گزرا تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور کی علمی فضاء

Marfat.com

سے فیض یابی اور علیگڑھ کے نابغہ روزگار اہل علم سے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی تھی۔ لہٰذا زیادہ دیر تک علمی دنیا سے دور نہیں رہ سکتے تھے۔ فلسفہ، عربی اور علومِ اسلامیہ کی اہم کتابیں ان کے مطالعہ کی میز پر موجود ہوتیں اور زیر مطالعہ رہتیں۔ علماء کے ساتھ ملک صاحب کے بزرگوں کا بڑا قریبی ربط تھا اور ملک صاحب مرحوم بھی ان کی مجالس میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت فرماتے۔ امرتسر میں جن علماء سے متاثر تھے ان میں سرِ فہرست مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری تھے۔ ان کے علاوہ حافظ محمد عبداللہ روپڑی، مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا مفتی محمد حسن صاحب کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔ آپ ان کے زہد وتقویٰ سے بہت متاثر تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ان بزرگوں کی مجالس میں بڑی رغبت کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ ان مشاہیر علماء کے علاوہ لاہور کے جید علماء سے بھی تعلق پیدا ہو گیا۔ خصوصاً شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اور مولانا محمد حنیف ندوی کے ساتھ بڑی عقیدت اور احترام کا تعلق قائم ہو گیا۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ بالمشافہ تو کبھی رابطہ نہ ہوا تھا مگر اس پیکر علم و دانش کے بڑے معترف تھے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے خلیفہ اول قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے بھی ملاقات تھی اور ان کے فنِ خطابت کا اکثر تذکرہ کرتے تھے۔

علامہ علاؤالدین صدیقی سے رابطہ

علامہ علاؤالدین صدیقی مرحوم لاہور کی ادبی، علمی اور سیاسی مجالس کے روحِ رواں تھے۔ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں اظہار بیان پر انہیں قدرت حاصل تھی۔ مسجد شاہ چراغ، عقب ہائی کورٹ لاہور میں ہفتہ وار دینی مجالس کا انعقاد ہوتا تھا۔ میر مجلس علامہ موصوف ہوتے۔ پنجاب یونیورسٹی اور لاہور کے کالجوں کے اساتذہ بڑی تعداد میں شریک ہوتے۔ دینی اور علمی موضوعات پر تبصرے ہوتے۔ اس دور میں پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ علوم اسلامیہ کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ حضرت علامہ کی تحریک پر آپ نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اسلامیات میں 1953ء میں داخلہ لے لیا۔ ایم اے عربی اور فلسفہ کی ڈگریاں تو پہلے حاصل کر چکے تھے۔ جید علماء سے بھی تعلق خاطر تھا اور پھر اساتذہ کی بھی نظر شفقت تھی۔ چنانچہ 1955ء میں ایم اے علومِ اسلامیہ کے امتحان میں یونیورسٹی میں اول پوزیشن

Marfat.com

حاصل کی۔

بطور استاد یونیورسٹی میں تقرری

علامہ صاحب کی خواہش پر آپ شعبہ علوم اسلامیہ میں استاد مقرر ہوئے۔ علوم الحدیث اور اسلامی فلسفہ کی تدریس کی ذمہ داری سونپی گئی۔ علامہ صدیقی صاحب نے شعبہ میں بڑے بڑے اصحاب علم وفن کو جمع کیا ہوا تھا۔ ڈاکٹر بشارت (پی ایچ ڈی جرمنی)، جناب قمر الدین خان، پروفیسر چغتائی، پروفیسر عبدالبشیر آذری، ہمہ وقتی اساتذہ کے علاوہ مشاہیر علماء اور اساتذہ بھی تشریف لاتے۔ ان برگزیدہ شخصیات میں ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، پروفیسر علم الدین سالک، پروفیسر عبدالحمید صدیقی بھی شامل تھے۔ مزید یہ کہ انڈیا، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)، ایران، سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے جید علماء شعبہ اسلامیات میں وقتاً فوقتاً تشریف لا کر اساتذہ اور طلبہ کو مستفید فرماتے۔ اس طرح شعبہ اسلامیات یونیورسٹی میں Centre of Excellence کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اساتذہ نے سیاست کی وادی پر خار میں ابھی قدم نہیں رکھا تھا۔ اس وجہ سے ماحول خالص علمی سرگرمیوں تک محدود تھا۔

اساتذہ علم کی روشنی پھیلانے میں مصروف رہتے اور ان کی حیثیت ایسی تھی جیسے اندھیری رات میں چراغ۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تھا کہ علم ایسے اساتذہ سے حاصل کرو جو شک سے یقین کی طرف، ریا سے اخلاص کی طرف، تکبر سے تواضع، عداوت سے خیر خواہی اور لالچ سے بے نیازی کی طرف رہنمائی کریں۔ اگر اساتذہ کا motto امام احمد بن حنبلؒ کا طریقہ ہو تو پھر حضرت معاذ بن جبلؓ کے قول کے مطابق طلب علم عبادت ہے۔ تلاش وجستجو جہاد ہے۔ علم کی تدریس صدقہ ہے اور اہل علم جنت کا روشن ستون ہیں۔ اگر اساتذہ ان اقوال کی روشنی میں اپنے کردار کا جائزہ لیں تو خدا معلوم دل کی کیفیت کیا ہو۔

علامہ علاؤ الدین صدیقی کے ساتھ خصوصی تعلق

مسجد شاہ چراغ کی علمی محفلوں علامہ صاحب کے علمی افادات کا مشاہدہ کرنے کی بناء پر آپ ان کی علمی وشخصی وجاہت سے بہت متاثر ہوئے۔ یونیورسٹی میں داخلہ کے بعد باقاعدہ شاگردی کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔ باہمی خلوص اور ادب واحترام کی بدولت ملک صاحب کا درجہ تلمیذ رشید سے ایک قلبی معاون کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ملک صاحب سے اسی شفقت ومحبت کا سلوک فرماتے جو اپنے اکلوتے

Marfat.com

بیٹے نعمان کے ساتھ روا رکھتے۔ شعبہ اسلامیات میں بطور استاد تقرری کے بعد، علامہ صاحب نہ صرف آپ کو شعبہ کے اموری نگرانی میں شریک رکھتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ فیملی معاملات میں انہیں شریک مشاورت رکھتے۔ علامہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے دو پر ہیں جن سے میں پرواز کرتا ہوں۔ ایک پروفیسر ملک محمد اسلم اور دوسرا پروفیسر امتیاز علی شیخ (پرنسپل لاء کالج)۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی سے قربت کی ایک مثال یہ ہے کہ علامہ صاحب، اپنی صدارتِ شعبہ کے دوران، گاہ گاہ ملک صاحب کو بلا بھیجتے اور جب وہ آتے تو ان سے کہتے ''ملک صاحب! آج طبیعت بڑی کچھ نڈھال سی ہے، کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا''۔ ملک صاحب کہتے ''تو آیئے پھر کہیں چلتے ہیں اور پھر انہیں کسی ریسٹورنٹ میں لے چلتے اور اکل و شرب سے ان کی بحالی طبیعت کا اہتمام فرماتے۔

علامہ صاحب کی ایک خاص روایت یہ تھی کہ وہ اپنے شاگردوں کو علمی و روحانی محفلوں میں ساتھ لے جاتے تھے۔ حضرت مفتی محمد حسنؒ صاحب اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مجالس ذکر میں خود بھی شرکت فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ ملک صاحب کو حضرت لاہوریؒ سے متعارف کراتے اور دعاؤں کی درخواست فرماتے۔ اب خیر خواہی اور خلوص کا یہ سلسلہ کہیں نظر نہیں آتا۔

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

مرحوم ملک صاحب 1955ء سے مئی 1976ء تک شعبہ اسلامیات سے منسلک رہے۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی اور مالی تعاون کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ کلاس میں طلبہ کو مولوی صاحب کے نام سے مخاطب فرماتے۔ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف تصور کرتے۔ ان کے ہمہ جہتی مسائل کا حل اپنا فرضِ منصبی سمجھتے۔ باقاعدگی کے ساتھ وقت پر اپنی کلاسیں لیتے۔ طلبہ کے ساتھ بے تکلفی سے پیش آنے کے باوجود نظم و ضبط پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ حدود و قیود کا خیال رکھتے۔ ان کے طلبہ پنجاب کے مختلف کالجوں میں تدریسِ اسلامیات میں مصروف عمل ہیں۔

ان کے کئی شاگرد فارغ التحصیل ہونے کے بعد یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں بطور استاد منتخب ہو گئے۔ ان میں امان اللہ خان صاحب مرحوم، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی مرحوم، میڈم ڈاکٹر جمیلہ شوکت قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کے یہ لائق تلامذہ عرصہ دراز تک ان کے ساتھ تدریس اسلامیات میں شریک رہے۔ مگر استاد اور شاگرد میں جو مثالی تعلق دیکھنے میں آیا شاید وہ کسی شعبہ تدریس میں دیکھنے میں

Marfat.com

نہ آئے۔ خلوص، تعاون، ادب اور احترام، یہ شعبہ اسلامیات کا ہی طرہ امتیاز ہے۔

چیئر مین شعبہ کی حیثیت سے تقرری

دور ایوبی میں جب حضرت علامہ علاؤ الدین صدیقی اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین اور پھر پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے تو صدرِ شعبہ کا تاج پروفیسر محمد اسلم صاحب کے سر پر سجایا گیا۔ بلاشبہ آپ اس منصب جلیلہ کے اہل تھے۔ شعبہ کے معاملات کو بخیر و خوبی چلانے کے لیے علامہ موصوف نے جو قواعد و ضوابط مرتب فرمائے تھے، ملک صاحب نے ان سے سرمو انحراف نہیں کیا۔

جس روز انہوں نے صدرِ شعبہ کی کرسی پر جلوہ افروز ہونا تھا۔ یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ آپ نے وہ مرصّع کرسی، جس پر آپ کے استاد گرامی تشریف فرما ہوتے، اس کو اپنی جگہ پر رہنے دیا۔ اس کرسی سے متصل ایک عام سادہ کرسی رکھوالی۔ آخری دن تک استاد کی کرسی پر ٹیک نہیں لگائی۔ تقدس اور احترام کی روش کی یہ روشن مثال آپ ہی کی ذات پر ختم ہوگئی۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ　　　افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

ملک صاحب کا حلقہ احباب

دوست تو زندگی کی زینت اور سفر حیات کا سہارا ہوتے ہیں۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کو دوست عزیز رکھتے ہوں اور وہ دوستوں کو عزیز رکھتا ہو۔ مومن کی یہ خوبی ہے کہ وہ دوستوں سے محبت کرنے والا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مومن سراپا الفت و محبت ہے۔ اس آدمی میں کوئی خوبی نہیں جو دوسروں سے محبت نہ کرے اور نہ ہی دوسرے اس سے محبت کریں''۔ خوش مزاج ہم نشینوں کی بدولت افسردگی ختم ہو جاتی ہے۔ دوستوں کی بدولت تحمل و بردباری، ایثار و شفقت اور خلوص و محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر دوستی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو تو آخرت کی زندگی میں انسان سرخ رو ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''قیامت کے دن یہ اعلان ہوگا کہ کہاں ہیں میری خاطر آپس میں محبت کرنے والے۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔ جبکہ میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں''۔ محدثین فرماتے ہیں کہ یہ عرش بریں کا سایہ ہوگا یا جنت کے درخت طوبیٰ کا سایہ۔

دوستیاں اس وقت پائیدار رہوتی ہیں، جب رواداری، عفو و درگزر اور فیاضی کا برتاؤ کیا جائے۔

یہ عالی ظرفی ملک صاحب کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دوستوں کی ایک کثیر تعداد ہر روز

Marfat.com

شریک محفل ہوتی۔ ان دوستوں میں بڑی variety تھی۔ کچھ دین و دانش کے دلدادہ، کچھ ادب کے رسیا، کچھ سیاست کے شناور، چند کاروباری دنیا سے متعلق افراد، غرض ''گلہائے ورنگارنگ سے ہے زینتِ چمن'' والا معاملہ تھا۔ ان مستقل دوستوں regular visitors میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف (ممبر پبلک سروس کمیشن) کئی اعلیٰ عہدوں پر متمکن ہوئے، سید عباس علی شاہ (کلاس فیلو اور سیکرٹریٹ میں بڑے عہدے پر فائز)، چوہدری صلاح الدین (انکم ٹیکس کمشنر)، ملک محمد یوسف (پولیس آفیسر)، جناب محمد ادریس مراد آباد (علیگڑھ کے ہم جماعت)، خواجہ عبدالرحمٰن صاحب (افسر مال) وغیرہم شامل تھے۔ علامہ صدیقی صاحب بھی اپنے پرستاروں کے ہمراہ آپ کے ہاں تشریف لاتے۔ کوچہ نور خان امرتسر کے کچھ بچپن کے دوست اور ہم نشین اکثر رونقِ محفل ہوتے۔ عزیز و اقارب تو اپنے مختلف معاملات کے لیے بغرضِ مشاورت آپ کے ہاں آتے۔ آپ نہایت مہمان نواز تھے، یہ ناممکن تھا کہ کوئی ان سے ملنے آئے اور وہ بغیر کھائے پیئے چلا جائے۔

حُسنِ اخلاق اور تواضع کی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ اپنے ملازمین سے بھی بات کرتے، تو ایسے محسوس ہوتا جیسے دو دوست آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔

آپ کا گھرانہ گویا ایک دیوان عام تھا۔ یہاں شعر و شاعری بھی ہوتی، مسائل دینی پر بھی تبصرہ ہوتا، طنز و مزاح سے محفل کشت زعفران بن جاتی۔ اس ساری بزم آرائی کا محرّک ملک صاحب کا یہ نظریہ تھا کہ مہمان رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ آپ خوش دلی اور وسعت قلبی سے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے''۔ ان کی محفل میں مہمانوں کی جو تکریم اور عزت ہوتی وہ کسی مہاراجہ کے دربار میں بھی نہ ہوتی ہوگی۔ انواع و اقسام کے کھانوں سے مہمانوں کی تواضع کی جاتی تھی۔ جو دوست بقید حیات ہیں آج بھی اس میزبان کی فیاضی کو یاد کرتے ہیں۔ مگر جب اس نے داعی اجل کو لبیک کہا تو دوستوں کی یہ کہکشاں بکھر گئی، ایک روایت ختم ہوگئی۔

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

Marfat.com

ملک صاحب کا اپنے والد کے عزیزوں اور دوستوں سے حُسنِ سلوک

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ والد کے انتقال کے بعد ان کے بھائیوں، عزیزوں اور دوستوں سے حسنِ سلوک سے پیش آیا جائے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس ارشاد پر عمل کتب حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ بیمار ہوئے تو حضرت یوسف بن عبداللہؓ دور دراز کا سفر کر کے عیادت کیلئے حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ مجھے آپ کی علالت کا پتہ لگا تھا آپ میرے مرحوم والد کے دوست تھے۔ اس وجہ سے میں حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اسی طرح حضرت ابو بردہؓ کی عیادت کیلئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر حاضر خدمت رہتے۔ اور عرض کرتے کہ آپ میرے والد گرامی کے دوست ہیں، میں ہر خدمت کیلئے تیار ہوں۔

ملک صاحب کے تایا جان تو ان کے والد کے انتقال سے پہلے ہی سفر آخرت فرما چکے تھے۔ دو چچا حاجی محمد صادق صاحب اور حاجی محمد اشرف صاحب بقیدِ حیات تھے۔ مرحوم کا ان کے ساتھ برتاؤ مثالی تھا۔ جب حاجی محمد صادق صاحب علیل ہو گئے تو علاج معالجہ کیلئے انہیں لیر ولمز میں رکھا۔ خدمت اور آرام و راحت بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا۔ بہترین طبی سہولتوں کا انتظام کیا۔ شاید کوئی حقیقی بیٹا بھی اتنا ایثار نہ کرتا۔ آپ کے یہ چچا 1956ء میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ دوسرے چچا حاجی محمد اشرف صاحب کے دینی مزاج کی وجہ سے ملک صاحب کو ان کے ساتھ قلبی تعلق تھا۔ دلی احترام کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ملک صاحب سگریٹ کا کش لگا رہے تھے کہ اچانک چچا جان تشریف لے آئے۔ سلگتا ہوا سگریٹ نئے سوٹ کے کوٹ کی جیب میں رکھ لیا کہ کہیں سگریٹ نوشی کا راز فاش نہ ہو جائے۔ کوٹ کی جیب جل گئی مگر یہ پسند نہ کیا کہ صوفی منش چچا کیلئے یہ سگریٹ نوشی بار خاطر ہو۔ ان کے ذاتی آرام و راحت کے علاوہ اپنے عم زاد بھائیوں کو حقیقی بھائیوں کا درجہ دیتے۔ علمی معاونت فرماتے اور ان کی ترقی کیلئے کئی اقدامات تجویز فرماتے۔

آپ بے لوث خدمت کے دل آویز پیکر تھے۔ ان کے ایک بچپن کے ایک ساتھی اور ہم جماعت خواجہ عبدالرحمٰن بتاتے ہیں کہ "ایک دفعہ ہم مسجد مبارک (اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ) سے نماز جمعہ کے بعد باہر آ رہے تھے، کہ باہر سائلان ایک قطار میں بیٹھے تھے، موسم سرما تھا، ایک ضعیف العمر سائل سردی سے ٹھٹھر رہا تھا۔ ملک صاحب اس کے پاس کھڑے ہو گئے کوٹ کی جیبوں سے رومال، قلم،

Marfat.com

پرس نکال کر مجھے پکڑا دیئے اور اس بوڑھے کو کھڑا کر کے کوٹ اسے پہنا دیا۔ راستہ میں میں نے ان سے کہا، ''ملک صاحب! یہ کیسی سخاوت ہے، کوٹ اسے پہنا دیا، خود کو سرد موسم کی گرفت میں دیدیا ہے'' کہنے لگے ''یار! چُپ کر، میرے پاس ایک اور ہے''۔

اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ بھی بڑا والہانہ برتاؤ کرتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے بیان کیا کہ بیٹی کی شادی کرنی ہے۔ آپ کے والد جناب محمد فاضل صاحب نے خواب میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ میرے بیٹے محمد اسلم کے پاس جاؤ اور اپنی ضروریات سے آگاہ کرو۔ محض خواب کے احوال سن کر شادی کا تمام ساز و سامان خرید کر اس کی مشکل آسان فرما دی۔ اسی طرح کئی عزیز اپنی تکالیف اور پریشانیاں بیان کرتے۔ بغیر تحقیق کے مشکلات کا ازالہ فرما دیتے۔ مرحوم اپنی پھوپھی جان، جن کا شیخوپورہ میں قیام تھا، کا بہت احترام کرتے۔ وقتاً فوقتاً حاضری دیتے۔ ان کے بچوں کے ساتھ بھی پیار اور شفقت کا برتاؤ کرتے۔ ان کے بڑے صاحبزادہ جناب ملک شوکت علی خان صاحب کے ساتھ برادرانہ تعلقات کے علاوہ ذاتی دوستی اور بے تکلفی تھی۔ کئی دوستوں کو گمان تھا کہ شائد یہ حقیقی بھائی ہیں۔ تمام عمر عزیزوں کے ساتھ شکر رنجی نہیں ہوئی۔ عفو و کرم کی روش تمام عمر جاری رہی۔ آج بھی ان کی یادیں اعزاء و اقرباء کیلئے سرمایہ حیات ہیں۔ ایسی ہی عالی ظرفی اور کشادہ دلی کے ساتھ اپنے دیگر عم زادوں کے ساتھ بھی رشتے داری کی شاخ کو تر رکھتے تھے۔ خصوصاً ملک محمد اکرم، ملک محمد انور، ملک محمد سرور اور ملک محمد افضل کے ساتھ بھی بڑی شفقت اور محبت کا تعلق تھا۔ یہ سب بھائی بھی انہیں والد کا درجہ دیتے۔ حق قرابتداری کی ادائیگی میں مثالی ایثار اور فیاضی کا اظہار فرماتے۔

ازدواجی زندگی

1950ء کے عشرے میں ملک صاحب کی شادی لاہور کے مشہور تاجر جناب ملک حاکم علی مرحوم کی صاحبزادی سے سرانجام پائی۔ یہ طرفین کی خوش نصیبی تھی کہ دونوں میں تحمل اور بردباری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دونوں نرم طبیعت اور نرم خو تھے۔ خوش اخلاقی اور زندہ دلی سے بڑی ہشاش بشاش زندگی گزاری۔ تنگ نظری اور مردہ دلی سے گھر ویران ہو جاتے ہیں۔ یہ اخلاقی بیماریاں اس گھرانے میں پیدا ہی نہیں ہوئیں۔ وعاشروھن بالمعروف پر عمل کا یہ مثالی اظہار تھا۔

Marfat.com

اولاد و احفاد

ملک صاحب مرحوم کے پسماندگان میں آپ کی زوجہ محترمہ، ایک بیٹی اور پانچ بیٹے ہیں۔ بیٹی عمر میں سب بھائیوں سے بڑی ہے۔ ایم ایس سی ہوم اکنامکس میں گولڈ میڈلسٹ اور آج کل کراچی میں ایک بڑے نجی تعلیمی ادارے کی منتظمِ اعلیٰ ہیں۔ بڑے صاحبزادے میجر عبیداللہ ملک انجینئر کور میں متعین تھے۔ انہوں نے اسی فن انجینئرنگ میں امریکہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

دوسرے صاحبزادے ڈاکٹر اسداللہ ملک ہیں، انگلینڈ سے FRCS کی ڈگری حاصل کی۔ آج کل پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں پروفیسر آف سرجری کے عہدہ پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ کریم نے ہاتھ میں بڑی شفاء رکھی ہے۔ مخلوق خدا کی خدمت میں شب و روز مصروف عمل ہیں۔ ان سے چھوٹے ڈاکٹر سعداللہ ملک نے بھی انگلستان سے آرتھو پیڈک سرجری میں ایف۔ آر۔ سی۔ ایس کا امتحان پاس کیا۔ آج کل کیمرج (Cambridge) یونیورسٹی کے متصل ہسپتال میں سروس کر رہے ہیں۔ ان کے بعد ڈاکٹر وسیم اللہ ملک کا نام ہے۔ انہوں نے پاکستانی فوج کے شعبہ میڈیکل میں سروس کی۔ آج کل ملائیشیا میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے ڈاکٹر عامر اللہ ملک ہیں۔ انہوں نے بھی یو کے سے امراضِ اطفال میں MRCP کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ آجکل سروسز ہسپتال میں اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مرحوم نے بچوں کی تربیت اسلامی خطوط پر کی۔ بچوں کے ساتھ بے حد محبت تھی۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین قسم کے اعمال کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) علمی ورثہ جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں (۳) اولاد صالح جو والدین کیلئے دعاؤں کا خزینہ ہے۔ ملک صاحب مرحوم اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب واقع ہوئے ہیں کہ نیکیوں کے یہ تینوں سرچشمے ان کیلئے جاری و ساری ہیں۔

ایک آرزو جو تشنہ تکمیل رہ گئی

آپ یونیورسٹی میں فلسفہ اور حدیث پڑھاتے رہے۔ آپ کی یہ دلی آرزو تھی کہ حجیت حدیث پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھیں۔ بڑی عرق ریزی سے مواد اکٹھا کیا۔ بڑی شائستہ انگریزی میں پُر مغز مقالہ مرتب کیا۔ مگر حصول ڈگری کیلئے پیش نہ کیا جاسکا۔ کچھ علالت آڑے آگئی اور کچھ زندگی نے وفا نہ کی۔ یہ

Marfat.com

مقالہ بعدازاں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

علالت اور وفات

ملک صاحب مرحوم سیر و تفریح کے دلدادہ اور خوش خوراک تھے۔نجی و گھریلو زندگی بڑی پُرسکون تھی۔مگر اللہ کی مشیت کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔1970ء میں ایک دفعہ دل کی تکلیف ہوئی۔ میو ہسپتال میں داخل رہے۔ ماشاءاللہ بالکل صحت یاب ہو کر گھر منتقل ہو گئے۔مگر دل کا عارضہ اہلِ دل کے ساتھ رابطہ نہیں توڑتا۔اگرچہ آپ نے تمام ذمہ داریوں کو بطریق احسن سرانجام دینا شروع کر دیا تھا مگر کبھی کبھی کمزوری محسوس کرتے اور باقاعدہ دوا کا استعمال کرتے۔یونیورسٹی میں باقاعدگی کے ساتھ کلاسیں پڑھاتے۔جس روز اس دارِ فانی سے کوچ کرنا تھا، اس روز حسبِ معمول کلاس پڑھائی۔اصلاح بین الناس کا فریضہ بھی ایک مذہبی ڈیوٹی سمجھ کر ادا فرماتے۔چنانچہ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر مولانا علم الدین سالک کے بیٹے احسان سالک کو وہ چیک پیش کرنے گئے، جو ایک خانگی جھگڑے کے تصفیہ کے بعد حاصل کیا تھا۔اپنے معمول کے مطابق گھر تشریف لائے۔دوپہر کا کھانا تناول کیا۔قیلولہ بھی کیا۔نمازِ عصر کے وقت طبیعت اچانک بگڑ گئی۔کوئی طبی امداد کی نوبت نہ آئی اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔یہ سانحہ 18 مئی 1976ء کو پیش آیا۔

اعزاء واقربا اور دوستوں کا ایک ہجوم C-III ماڈل ٹاؤن میں جمع ہو گیا۔ایک بیٹا آرمی کی ڈیوٹی پر تھا اور ایک صاحبزادہ ڈاکٹر سعد اللہ ملک نشتر میڈیکل کالج ملتان میں زیرِ تعلیم تھا۔بچوں کے انتظار کی وجہ سے تدفین 19 مئی کو عمل میں آئی۔19 مئی کی صبح کو لان میں آخری دیدار کے لیے جنازہ رکھا گیا۔فضا انتہائی سوگوار تھی۔کئی صابر بندے بھی ضبط نہ کر سکے۔جب جنازہ اٹھایا گیا تو بڑی دلدوز صدائیں سنی گئیں۔عزیز و اقارب، احباب، یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کی کثیر تعداد جنازے میں شریک تھی۔ بڑے پُرسوز اور رقت انگیز طریقہ سے جنازہ پڑھایا گیا۔ملک صاحب کے استاد گرامی جناب علامہ علاؤالدین صدیقیؒ بعارضہ فالج چلنے پھرنے سے معذور تھے۔صاحبزادہ نعمان صاحب کے ہمراہ تعزیت کیلئے تشریف لائے۔صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ایک غمخوار چلا گیا تھا اور دوستوں کو سوگوار کر گیا تھا۔ کل من علیھا فان فانا للہ و انا الیہ راجعون

Marfat.com

موت تو برحق ہے اور سب پر وارد ہونی ہے مگر اس شخص کے جانے سے علم و عمل کی کہکشاں ویران ہو گئی۔ اس شمع فروزاں کے گُل ہو جانے سے دل مُرجھا گئے۔ عربی ادب میں ہے۔ مالک نامی شخص کی وفات پر اس کی بہن نے ایک مرثیہ تحریر کیا تھا جو ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے اس میں ایک شعر ہے:

ما کنت ادری قبل دفنک فی الثریٰ   ان الکواکب فی التراب رمیم

''اے مالک تیرے دفن سے پہلے تو مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ لوگ ستاروں کو بھی زمین کے اندر دفن کر دیتے ہیں''

یہ شعر ملک صاحب پر دل صادق آتا ہے جن کے انفاس کی مہک سے علم و فن کی بزم مشکبار تھی۔ جس نے ایک نسل کو سوز دروں کی دولت بخشی۔ مخلص احباب اور دانشور اپنے رہنما افراد کی یاد سے قلب و نظر کی جلا کا سامان تیار کرتے ہیں۔ شعبہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، مشاہیر کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے نام سے منسوب ''ارمغانِ علمی'' مرتب کر رہے ہیں۔ اصحابِ علم و فن جنہوں نے ان چشمہ ہائے انوار و تجلیات سے فیض حاصل کیا ہے، وہ اپنے تاثرات کا اظہار کریں گے تو خلوص اور مہر و وفا کی ایک تاریخ مرتب ہو جائے گی۔ شعبہ اس مثبت علمی سرگرمی پر مبارک باد کا مستحق ہے۔

آخر میں مجھے اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مضمون زیرِ نظر میں ملک صاحب مرحوم کا خاندانی پسِ منظر، ذاتی زندگی اور دوست نوازی پر محض اشارات مرتب کئے گئے ہیں۔ سیر حاصل تبصرہ نہیں کیا گیا۔ راقم ان کے صاحبِ عزم و ثروت اولاد سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے مشفق والد کی علمی و سماجی خدمات پر ایک الگ کتاب مرتب کر کے شائع کریں گے۔

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

برصغیر میں علم حدیث ۔۔۔ تاریخی و تجزیاتی مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر*
ڈاکٹر میمونہ تبسم**

عرب و ہند کے تعلقات بہت پرانے ہیں ان تعلقات کی قدامت کا اندازہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے البتہ اتنا وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ روابط کرہ ارض پر انسانی وجود کے ساتھ ہی قائم چلے آرہے ہیں۔ قصص الانبیاء کی اہم کتب کے مطابق حضرت آدمؑ جنت سے دنیا کی طرف بھیجے گئے تو وہ ارض ہند کے جنوبی علاقہ سری لنکا میں اتارے گئے۔(۱) جب کہ ان کی بیوی حضرت حوا سعودی عرب کے موجودہ شہر جدہ میں اتاری گئیں۔ حضرت آدمؑ ہند سے چل کر حضرت حواؑ کو عرب کے عرفات میں جا ملے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے۔(۲) یہ عرب اور ہند سے تعلق رکھنے والی ہستیوں کی پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد زمانہ قدیم سے اب تک اہل ہندوستان سے عربوں کے تعلقات چلے آرہے ہیں۔ عرب لوگ تاجر پیشہ تھے وہ آس پاس کے ملکوں کی منڈیوں سے تجارتی مال لاتے اور لے جاتے تھے۔ عرب و ہند میں سندھ مکران اور جنوبی عرب کے ساحل اس قدر قریب ہیں کہ ان کے درمیان تجارتی تعلقات اور دوسرے روابط قائم ہوجانا ایک ناگزیر اور فطری عمل تھا۔ عربوں اور ہندوستانیوں میں قدر مشترک بت پرستی اور غیر اللہ کی پوجا تھی۔ عرب تاجر عموماً جنوبی ہند کی بندرگاہوں میں مال لاتے اور لے جاتے تھے۔ بعض عرب تاجروں نے جنوبی ہند کے ساحلی شہروں میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ اس طرح قبل از اسلام ہی سے دونوں ممالک کے عوام ایک دوسرے سے متعارف تھے۔(۳)

---

* چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ہندوستان اور اس کی چیزوں سے واقف تھے۔ اور ان چیزوں میں مشک، کافور، زنجبیل (ادرک)، قرنفل (لونگ) فلفل (مرچ)، عود ہندی، قسط ہندی، ساج (ساگوان کی لکڑی)، ہندی تلواریں شامل ہیں اور یہاں کے بعض کپڑے بھی عرب میں استعمال کیے جاتے تھے۔ اکثر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان ہندوستانی اشیاء کو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ بھی استعمال فرماتے تھے۔ احادیث رسول ﷺ میں بھی ہندوستان کا تذکرہ موجود ہے۔ حدیث میں ہند کا لفظ آیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

عصابتان من امتی حررھما اللہ من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تکون مع عیسی بن مریم (۴)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰؑ کا ساتھ دے گا۔

اہل ہندوستان کو ظہورِ اسلام کی خبر اسی وقت ہی پہنچ گئی تھی جب اس عالمگیر دین کا دروازہ اہل مکہ پر کھلا (۵)۔ تاریخ کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ قافلے جو عرب و ہند کے درمیان بغرض تجارت رواں دواں تھے پہلے پہل اسلام نے انہی کے ہاتھوں ہندوستان کی سرحد پار کی (۶)۔

مگر برصغیر میں خلفائے راشدین کے زمانہ میں باقاعدہ اسلام آ گیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مغربی ہندوستان میں ممبئی اور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادیاں وجود میں آ چکی تھیں۔ عام طور پر یہ تابعین تھے جو ہندوستان میں آئے اور جن کی آبادیاں برصغیر میں قائم ہوئیں۔ انہی تابعین کے ہاتھوں میں برصغیر میں اسلام باقاعدہ طور پر داخل ہوا (۷)۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور خلفائے راشدین نے مختلف بلاد و امصار میں صحابہ و تابعین دینی تعلیم کے لیے روانہ کیے تو انہوں نے احادیث و شرائع کی اشاعت کی۔ امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

ثم تفرقت الصحابةؓ فی النواحی والأمصار، والثغور فی فتوح البلدان والمغازی والأمارة والقضاء والأحکام، فبعث کل واحد منهم فی ناحیة وبالبلد الذی هو به، ما وعاه وحفظه عن رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ، وحکموا بحکم اللہ عزوجل، وامضوا الأمور علی ماسن رسول اللہ ﷺ (۸)۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ مختلف شہروں، علاقوں اور سرحدوں میں فتوحات، مغازی، امارات اور قضاء اور احکام کے سلسلے میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے علاقہ اور شہر میں رسول اللہ ﷺ سے جو احادیث سن رکھی تھیں، سب کو عام کیا اور ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنن جاری کیں اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر امور و معاملات کو چلایا۔

حافظ ابن کثیرؒ، محمد بن قاسمؒ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

وقبل ذالک قد کان الصحابة فی زمن عمرؓ وعثمانؓ فتحوا غالب هذه الأقالیم الکبار مثل الشام و مصر والعراق والیمن واوائل بلاد الترک ودخلوا الی ماوراء النهر واوائل بلاد المغرب واوائل بلاد الهند(۹)

سندھ میں محمد بن قاسمؒ کی فتوحات سے پہلے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ نے ان اطراف کے اکثر حصہ کو فتح کیا اور شام، مصر، عراق، یمن اور اوائل بلاد ترک کے وسیع و عریض اقالیم میں پہنچے۔ نیز وہ حضرات علاقہ ماوراء النہر، اوائل بلاد مغرب اور اوائل ہند میں داخل ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۱۵ ہجری کو حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں صحابی رسول عثمان بن ابی العاص الثقفیؓ نے ہندوستان پر لشکر کشی کی (۱۰)۔ اس کے علاوہ مزید ہندوستان کے خلاف مہموں میں جن صحابہؓ نے حصہ لیا ان میں سے یہ نام ملتے ہیں۔ ۱۔ عبداللہ بن عبداللہ عتیقؓ۔ ۲۔ عاصم بن عمر تمیمیؓ۔ ۳۔ صحار بن العبدیؓ۔ ۴۔ سہیل بن عدیؓ۔ ۵۔ الحکم بن ابی علی ثقفیؓ (۱۱)۔ انہی سے برصغیر میں با قاعدہ علم حدیث کا آغاز ہوا۔ کیوں کہ صحابہ کرامؓ کے تمام اقوال و افعال حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ تاریخ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کئی ایک صحابہؓ ہند آئے وہ اس ملک میں علم حدیث کی اشاعت کے چلتے پھرتے مدرسے تھے۔ تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں حالات ایسے تھے جن میں اشاعت حدیث کا کام پوری توجہ سے انجام نہیں دیا جا سکتا تھا (۱۲)۔ مولانا محمد اسحاق

Marfat.com

بھٹی لکھتے ہیں:

صحابہ کرامؓ کا ہر قول ہر عمل حدیث رسول ﷺ اور ارشادات پیغمبر سے ہم آہنگ تھا۔ وہ جہاں جاتے فرامین نبوت ﷺ ان کے ساتھ جاتے، جن سے زندگی کے تمام نشیب و فراز میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی احادیث مبارکہ کا قلب نواز گنجینہ اور روح پرور ذخیرہ ان کے ساتھ آیا۔ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے چار سال بعد ۱۵ ہجری میں صحابہ کرامؓ کی جو جماعت آئی، وہ حدیث رسول ﷺ اپنے ساتھ لائی (۱۳)۔

بھٹی صاحب مزید لکھتے ہیں:

برصغیر میں اسلام کے یہ اولین نقوش ہیں، جو پہلی مرتبہ ۱۵ ہجری میں اس کی سطح ارض پر ابھرے اور پھر تاریخ کے ایک خاص تسلسل کے ساتھ پوری تیزی سے لمحہ بہ لمحہ ابھرتے اور نمایاں ہوتے چلے گئے (۱۴)۔

برصغیر میں تشریف لانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے نام و حالات آج کتب میں دستیاب ہیں ان کی تعداد قاضی اطہر مبارکپوری کے مطابق ۱۷ ہے۔ قاضی محمد اسلم سیف اور مولانا محمد اسحاق بھٹی کے مطابق ۲۵ ہیں جن میں مدرک اور صغار صحابہ بھی شامل ہیں۔ ان میں سے ۱۲ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں، پانچ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں، تین حضرت علیؓ کے دور امارت میں، چار حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں اور ایک نے یزید بن معاویہ کے دور حکمرانی میں برصغیر میں قدم رنجاں فرمایا (۱۵)۔ برصغیر میں تشریف لانے والے صحابہ کرامؓ کے اسماء درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ: یہ جلیل القدر صحابی قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتے تھے اور طائف کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے رمضان المبارک ۹ ہجری کو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر تقریباً ۱۶ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ ۱۴ ہجری کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو بصرے کا معلم مقرر کر دیا تھا۔ پھر ۱۵ ہجری میں حضرت عمرؓ نے انہیں عمان اور بحرین کے علاقوں کا گورنر بنا دیا۔ اسی سال حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے عمان میں ایک بحری بیڑا تیار کرایا اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت حکم بن ابی العاص ثقفیؓ کی قیادت میں اسے ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ اسلامی حکومت کا یہ پہلا بحری بیڑا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ کے حکم سے تیار کیا گیا اور یہی وہ اولین بحری بیڑا ہے جو موجودہ جغرافیائی

Marfat.com

اعتبار سے بمبئی کے قریب تھانہ اور بھڑوچ کی بندرگاہوں کی طرف حرکت کناں ہوا۔ مجاہدین اسلام نے ان بندرگاہوں کو فتح کیا، لیکن ان پر قبضہ برقرار نہیں رکھا اور واپس عمان چلے گئے۔ ہندوستان کے کسی علاقے میں عرب مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا۔ یا یوں کہیے کہ یہ پہلا کاروان تہذیب اسلامی اور اولین قافلہ حاملین حدیث رسول ﷺ تھا جو عازم ہند ہوا۔ صحابی رسول ﷺ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے مشہور روایت کے مطابق ۵۵ ہجری میں وفات پائی (۱۶)۔

۲۔ حضرت حکم بن ابی العاص ثقفیؓ: یہ حضرت عثمان ابی العاصؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ ۱۵ ہجری کے بعد ہندوستان میں آئے بلاد سند و ہند میں سے بندرگاہ، تھانہ بڑوچ، دیبل اور مکران کے علاقہ میں یلغار کی اور زندگی کے آخری ایام میں بصرہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور وہاں ہی ۴۵ ہجری میں وفات پائی (۱۷)۔

۳۔ حضرت مغیرہ بن ابی العاص ثقفیؓ: یہ بھی حضرت عثمان ثقفیؓ کے بھائی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی برصغیر میں کئی ایک مقامات پر فتوحات حاصل کیں۔ انہوں نے زندگی کے آخری ایام بصرہ میں گزارے اور وہاں ان کا انتقال ہوا (۱۸)۔

۴۔ ربیع بن زیاد حارثیؓ: یہ عرب کے قبیلہ بنو مذحج سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۷ ہجری کو عہد فاروقی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت ربیع کو مختلف محاذوں پر لشکر اسلامی کا کمانڈر بنا کر بھیجا تو انہوں نے نہایت بہادری کا مظاہرہ کیا اور ہر محاذ پر دادِ شجاعت حاصل کی۔ اس زمانے میں سجستان کا زیادہ علاقہ سندھ میں شامل تھا اور کچھ حدود ایران میں واقع تھا، اس محاذ پر بھی وہ گئے اور فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے۔ عہد فاروقی میں انہوں نے زرنج، زالق، کابل، سیوستان، کرمان اور مکران کی جنگوں میں شرکت کی۔ کرمان، مکران اور سیوستان کے گورنر بھی رہے۔ ان میں سے بعض علاقوں کا کچھ حصہ اس عہد میں پاکستان کے موجودہ صوبہ بلوچستان میں اور کچھ حصہ سندھ میں شامل تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ان علاقوں میں حضرت ربیع نے جو سلسلہ جہاد شروع کیا تھا، وہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ حکومت میں بھی جاری رہا۔ حضرت ربیع بن زیاد حارثی مذحجیؓ جو تھے صحابی رسول ﷺ ہیں جو حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں بسلسلہ جہاد وارد برصغیر ہوئے۔ اس نواح میں نبی ﷺ کی احادیث کی تبلیغ فرمائی۔ انہوں نے عہدِ معاویہ میں ۵۱ ہجری کو یا اس سے کچھ عرصہ بعد وفات پائی (۱۹)۔

۵۔ حضرت حکم بن عمرو بن مجدع تغلبیؓ: عرب کا ایک مشہور قبیلہ بنو غفار تھا، جس کی ایک شاخ

Marfat.com

بنوثعلب کہلاتی تھی۔ موصوفؓ کا تعلق بنو غفار کی اسی شاخ سے تھا۔ اسی وجہ سے انہیں ثعلبی غفاری کہا جاتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۷ ہجری میں حضرت حکم کو مکران کا والی مقرر کیا اور لواءِ مکران سے نوازا۔ ۲۳ ہجری میں حضرت حکم نے پورے علاقہ مکران پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا۔ مکران کا یہ وہ حصہ تھا جو موجودہ بلوچستان میں شامل تھا۔ مکران اور اس کے قرب و جوار کا حکمران اس زمانے میں راجا راسل تھا جو ایرانیوں کا طرف دار اور باجگزار تھا۔ اس نے مسلمانوں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھائی۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ حکومت میں حضرت حکم کو خراسان کا والی مقرر کر دیا تھا۔ بہ اختلافِ روایات انہوں نے ۴۵، ۵۰ یا ۵۱ ہجری کو خراسان میں وفات پائی (۲۰)۔

۶۔ **حضرت عبداللہ بن عبداللہ عتبان انصاری:** ۲۳ ہجری میں عبداللہ بن عبداللہ انصاریؓ کو مکران (بلوچستان) بھیجا گیا۔ اس وقت مکران میں حضرت حکم بن عمرو غفاری مصروف جہاد تھے۔ عبداللہ بن عبداللہ انصاری نے جہادِ مکران میں حکم بن عمرو غفاری کی مدد کی (۲۱)۔

۷۔ **حضرت سہل بن عدی بن مالک خزرجی انصاریؓ:** حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا کہ سہل بن عدی کو مکران کا والی مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت سہل مکران گئے اور علاقہ مکران اور اس کے گردونواح کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا، جس میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ انصاریؓ نے بھی ان کی مدد کی۔ حضرت حکم بن عمرو غفاری بھی ان معرکوں میں شریک تھے۔ یہ تینوں بزرگ رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ تھے۔ یہ ۲۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ اسی سال بلوچستان کے بعض علاقے فتح کیے گئے (۲۲)۔

۸۔ **حضرت شہاب بن مخارق تمیمیؓ:** حضرت حکم بن عمرو ثعلبی جب مکران میں مصروف پیکار تھے تو یہ وہاں پہنچے اور شریک جہاد ہوئے۔ اس طرح ارض برصغیر کو ان کی قدم بوسی سے بہرہ یاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی (۲۳)۔

۹۔ **حضرت صحار بن عباس عبدیؓ:** مذکورہ صحابی نے ۵ ہجری میں دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور جنگ مکران میں حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں شرکت کی (۲۴)۔

۱۰۔ **حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ:** انہوں نے جنگ قادسیہ میں بھی حصہ لیا اور فتح عراق میں بھی شامل رہے۔ اسی طرح نواح سندھ میں یلغار کی اور سجستان کے قرب و جوار کا وہ علاقہ جو سندھ سے ملحق تھا ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی زد میں آیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا (۲۵)۔

Marfat.com

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعیؓ: حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعی رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابی ہیں جو عہد فاروقی میں ۲۳ ہجری کو جنگ بجستان میں حضرت عاصم بن عمیر تمیمیؓ سے ملے اوران دونوں کی جدوجہد سے وہ علاقہ فتح ہوا جو اس زمانے میں بلاد بجستان سے لے کر سندھ کے اندرونی حصے تک پھیلا ہوا تھا اور دریائے ہلمند بھی اس میں شامل تھا (۲۶)۔

۱۲۔ حضرت نسیر بن دیسم بن ثور عجلی: ان کو عرب کے قبیلہ بنو عجل کا فرد شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۳ ہجری میں جب حضرت سہل بن عدیؓ نے علاقہ قفص یعنی موجودہ بلوچستان کا کچھ حصہ فتح کیا تو یہ ان کے ساتھ تھے (۲۷)۔

۱۳۔ حضرت حکیم بن جبلہ عبدیؓ: مذکورہ صحابی عرب کے قبیلہ بنو عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے اور یہ پہلے مسلمان سیاح تھے جو سیاحت کی غرض سے برصغیر پاک و ہند کے بعض علاقوں میں آئے اور نواح کے حالات وکوائف سے واقفیت حاصل کی۔ پھر دوبارہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں ان کو برصغیر پاک وہند میں آنا پڑا مگر زندگی کے آخری ایام بصرہ میں گزارے اور وہاں پر کسی نے ان کو شہید کر دیا (۲۸)۔

۱۴۔ حضرت عبیداللہ بن معمر قریشی تمیمیؓ: حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں انہیں فوج کا ایک دستہ دے کر مکران اور سندھ کی طرف بھیجا گیا تھا فتوحات مکران میں انہوں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ اور مشہور روایت کے مطابق اصطخر کے ایک معرکے میں جام شہادت نوش کیا (۲۹)۔

۱۵۔ حضرت عمیر بن عثمان بن سعدؓ: ۲۹ ہجری کے قریب حضرت عثمانؓ نے مکران کا امیر بنا کر ان کو بھیجا تھا۔ اور یہ کافی عرصہ وہاں پر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور مشہور روایت کے مطابق ملک شام میں داعی اجل کو لبیک کہا (۳۰)۔

۱۶۔ حضرت مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ سلمیؓ: حضرت مجاشعؓ نے موجودہ افغانستان کے دارالحکومت کابل میں اسلامی فوج کے ایک دستے کی کمان کرتے ہوئے مخالفین اسلام سے جہاد کیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ہی پاکستان کے صوبے بلوچستان میں مخالفین اسلام سے جنگ کی اور اس سے ملحقہ علاقہ بجستان پر علم فتح لہرایا (۳۱)۔

۱۷۔ حضرت عبدالرحمن بن سمرۃ قرشی تمیمیؓ: موصوف نے عراق اور فارس کی بعض جنگوں میں حصہ لیا۔ ۲۳ ہجری میں انہیں بجستان کا والی مقرر کیا گیا اور ہندوستان کے سرحدی علاقوں پر بھی انہوں نے حملے کیے اور کچھ علاقوں کو فتح بھی کیا۔ زندگی کے آخری ایام بصرہ میں گزارے اور مشہور روایت کے

Marfat.com

مطابق ۵۱ ہجری کو وہیں فوت ہوئے (۳۲)۔

۱۸۔ حضرت خریت بن راشد ناجی سامیؓ: ۳۷ ہجری میں حضرت علیؓ مسند خلافت پر فائز تھے تو حضرت خریت وارد مکران ہوئے۔ اس طرح ارض برصغیر کو ان کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی (۳۳)۔

۱۹۔ حضرت عبداللہ بن سوید تمیمیؓ: یہ صحابیؓ مخضرم تھے۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں علاقہ سندھ کی ایک جنگ میں شریک ہوئے (۳۴)۔

۲۰۔ حضرت کلیب ابووائلؓ: ان کے بارے میں صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں سرزمین برصغیر میں تشریف لائے تھے (۳۵)۔

۲۱۔ حضرت مہلب بن ابوصفرہ ازدیؓ: عہد معاویہ میں ۴۴ ہجری کو حضرت مہلبؓ فوجی کی حیثیت سے حدود ہند میں داخل ہوئے اور پھر برصغیر کے بعض دور دراز علاقوں کو پامال کرتے چلے گئے۔ اسی اثناء میں سندھ کے ایک شہر قندابیل کا رخ بھی کیا۔ بالآخر اس عظیم مرد مجاہد اور صحابی رسول نے ایران کے شہر مرو میں ۸۳ ہجری کو وفات پائی (۳۶)۔

۲۲۔ حضرت عبداللہ بن سوار بن حمام عبدیؓ: حضرت عبداللہؓ کو حضرت معاویہؓ نے ۴۳ ہجری میں ۴۰۰۰ فوج کے ساتھ حدود ہند کی طرف روانہ کیا۔ جہاں وہ جہاد میں مصروف رہے۔ بالآخر حضرت عبداللہؓ نے ۴۷ ہجری کو قلات میں ترک باشندوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا (۳۷)۔

۲۳۔ حضرت یاسر بن سوار بن حمام عبدیؓ: یہ حضرت عبداللہؓ کے بھائی تھے اور دور معاویہ میں ان کے ساتھ ہی حدود ہند میں جہاد میں شریک رہے (۳۸)۔

۲۴۔ حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ: حضرت معاویہؓ کی خلافت میں زیاد بن ابی سفیان نے ۵۰ ہجری میں ان کو جنگ کے لیے فوج کا امیر بنا کر ہندوستان بھیجا۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کے دور آخر میں ۹۴ یا ۹۵ ہجری کو وفات پائی (۳۹)۔

۲۵۔ حضرت منذر بن جارود عبدیؓ: حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں منذر کو اصطخر کا والی مقرر کیا تھا۔ پھر یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں عبیداللہ بن زیاد کے کہنے پر ۶۰ ہجری میں حضرت منذر کو ہند کی سرحدوں کی طرف روانہ کیا گیا۔ بوقان، قلات اور خضدار کی جنگوں میں انہوں نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ایک روایت کے مطابق ۶۲ ہجری میں سندھ کے مفتوحہ علاقوں کی عمارت اور گورنری کا منصب ان کے سپرد رہا۔ اسی اثناء میں ان کی وفات ہوئی (۴۰)۔

119۸۲۷۵

Marfat.com

اصحاب الحدیث کا اولین کارواں صحابہ کرامؓ کا تھا۔ جو وارد ہند ہوا۔ ان حضرات کا اصل مقصد اہل ہند کو ان پاکیزہ اخلاق و کردار، صاف ستھری تہذیب و ثقافت اور تعلیم شائستگی کی ان بلند ترین اقدار سے فیض یاب کرنا تھا جن کو اسلام میں بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔

سرزمین عجم پر فتوحات کا جو سلسلہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شروع ہوا وہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ۹۲ھ میں اموی دور حکومت میں مکمل ہوا جبکہ اس وقت ولید بن عبدالملک سلطنت اسلامی کے فرمانروا اور حجاج بن یوسف کوفہ کے گورنر تھے حجاج کے بھتیجے محمد بن قاسمؒ نے ۱۷ سال کی عمر میں دیبل کے راستے سندھ میں داخل ہو کر سندھ کو فتح کیا۔ اس وقت سندھ پر ہندو بادشاہ راجہ داہر حکومت کر رہا تھا، اس معرکہ میں مسلمانوں نے سندھ کا ایک وسیع علاقہ فتح کیا اور راجہ داہر قتل کر دیا گیا، کثیر مقدار میں مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ سندھ میں اسلامی علوم کے آغاز اور ان کی اشاعت کے بارے میں سب سے پہلا اور باقاعدہ تحریری ثبوت محمد بن قاسمؒ کی فتح سندھ سے ملتا ہے۔ واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ عرب فوج میں قرآن مجید کے بہت سے قاری تھے جن کو حجاج نے یہ تاکید کی تھی کہ وہ قرآن کی قرات پابندی سے کیا کریں (۴۱)۔

محمد بن قاسمؒ کے ہندوستان پر حملہ نے اشاعت و تبلیغ اسلام کے مشن کو بہت تقویت پہنچائی تھی۔ برصغیر کے سندھ اور پنجاب کے خطوں میں دروس قرآن و حدیث کے عظیم مراکز و مدارس قائم ہوئے۔ جن میں جلیل القدر تابعین و تبع تابعین قرآن و حدیث و دیگر اسلامی علوم کی درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ محمد بن قاسمؒ نے موسیٰ بن یعقوب الثقفیؒ کو باقاعدہ درس حدیث پر مقرر فرمایا (۴۲)۔

اس طرح سندھ کی جانب سے برصغیر میں اسلام پہلی صدی ہجری کے اواخر (۹۲ھ/۷۵۰ء) میں داخل ہوا، اسی مناسبت سے سندھ کو "باب الاسلام" کہا جاتا ہے۔ سندھ فتح ہونے کے بعد اہل عرب کثرت سے سندھ میں آنے لگے اور اہل سندھ نے بھی عرب کی آمد و رفت شروع کر دی۔ اہل عرب اور اہل ہند کی آمد و رفت کے نتیجہ میں اہل ہند اور خصوصاً اہل سندھ کو علوم دینیہ کے حصول کا شوق و جذبہ پیدا ہوا اور اہل عرب سے قرآن و حدیث کے علوم حاصل کرنے شروع کیے۔ علوم دینیہ میں علم تفسیر اور حدیث کو خصوصی و امتیازی مرتبہ حاصل تھا، اس لیے انفرادی دروس کے علاوہ مراکز علم بھی قائم کیے گئے اور علماء بھی تیار ہوئے مثلاً ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھیؒ (یہ مشہور محدث اور معروف تبع تابعی تھے انہوں نے ابوامامہ سہل بن حنیف کو دیکھا ہے۔ بیشمار تابعین کرام سے انہوں نے حدیث کا

Marfat.com

سماع کیا۔ مثلاً: محمد بن کعب قرظی، نافع مولی ابن عمر، سعید مقبری، محمد بن منکدر اور ہشام بن عروہ وغیرہ اس سندھی محدث اور تبع تابعی کا رنگ سرخ، آنکھیں نیل گوں اور جسم بھاری بھرکم تھا۔ عباسی خلیفہ مہدی ۱۶۰ھ میں ان کو اپنے ساتھ عراق لے گیا تھا اور ایک ہزار دینار عطا کیے تھے۔ وہ ان سے بہت تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ان سے لوگوں کو تعلیم دینے کی درخواست کی تھی، ابو معشر رمضان ۱۷۰ھ میں فوت ہوئے اور ان کی عمر ۹۹ سال تھی۔ اسی سال ہارون الرشید تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ان کا جنازہ پڑھایا اور ان کی موت پر حزن و ملال کا اظہار کیا۔ بغداد کے مقبرۃ الکبیرہ میں دفن کیے گئے۔)
(۴۳)۔ ابو عبداللہ محمد بن رجاء سندھیؒ (۴۴)۔ حافظ ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء السندھیؒ (م ۲۸۶ھ/ ۸۹۹ء) (۴۵)۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلیؒ (م ۳۲۲ھ/ ۸۴۶ء)۔ دیبل کراچی کا نام تھا۔ جسے محمد بن قاسمؒ نے فتح کیا۔ اس کی فتوحات کے واقعات مشہور ہیں (۴۶)۔ ابو جعفر بن خطاب قصداریؒ (۴۷)۔ قصدار (قزدار) سندھ کا بڑا مشہور شہر تھا جسے مسلمانوں نے سنان بن سلمہؓ کی قیادت میں فتح کیا جو کہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز تھا (۴۸)۔

سندھ کے علاوہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ کی جانب سے سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۲ھ/۱۰۰۲ء میں داخل ہو کر اسلام کے فروغ و اشاعت کی راہ ہموار کی۔ غزنوی عہد حکومت میں اسلام کی جڑیں لاہور اور گردونواح میں مستحکم ہوگئیں (۴۹)۔ سلطان محمود غزنوی کا حدیث رسول ﷺ سے بہت تعلق تھا وہ متبع سنت نبوی تھے اور اس کو رائج کرنے کا ان کا بڑا رجحان تھا۔

برصغیر میں تابعین کی ایک کثیر تعداد تشریف لائی، جن کی تفصیل مشہور مؤرخ محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ ان میں سے ۴۲ تابعین کے اسماء ملتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

ابن اسید بن اخنسؒ (۵۰)، ابو شیبہ جوہریؒ (۵۱)، تاغر بن ذعر (۵۲)، حاتم بن قبیصہؒ (۵۳)، حکم بن منذر عبدیؒ (۵۴)، راشد بن عمرو بن قیس ازدیؒ (۵۵)، زائدہ بن عمیر طائی کوفیؒ (۵۶)، زیاد بن حواری عمیؒ (۵۷)، ابو قیس زیاد بن رباح بصریؒ (۵۸)، حکم بن عوانہ کلبیؒ (۵۹)، معاویہ بن قرہ مزنی بصریؒ (۱۱۳ھ) (۶۰)، مکحول بن ابو عبداللہ سندھیؒ (۱۱۳ھ) (۶۱)، عبدالرحمٰن بن عباسؒ (۶۲)، عبدالرحمٰن سندھیؒ (۶۳)، قطن بن مدرک کلابیؒ (۶۴)، قیس بن ثعلبہؒ (۶۵)، کہمس بن حسن بصریؒ (۱۴۹ھ) (۶۶)، یزید بن ابو کبشہ سکسکی دمشقیؒ (۹۶ھ) (۶۷)، موسیٰ سیلانیؒ (۶۸)، موسیٰ بن یعقوب ثقفیؒ

Marfat.com

(۶۹)،عبدالرحمٰن کندیؒ (۷۰)،عبدالرحمٰن بیلمانیؒ (۷۱)،عمر بن عبیداللہ قرشی تیمیؒ (۷۲)،شمر بن عطیہ بن عبدالرحمٰن اسعدیؒ (۷۳)،سعید بن اسلم کلابیؒ (۷۴)،سعید بن کندیر قشیریؒ (۷۵)،سعد بن ہشام انصاریؒ (۷۶)،عبدالرحمٰن بن عبداللہؒ (۷۷)،حارث بن مرہ عبدیؒ (۷۸)،حارث بیلمانیؒ (۷۹)،ایوب بن زید ہلالیؒ (۸۴ھ) (۸۰)،حری بن حری باہلی (۸۱)،عباد بن زیاد بن ابوسفیانؒ (۱۰۰ھ) (۸۲)،یزید بن مفرح حمیریؒ (۶۹ھ) (۸۳)،ربیع بن صبیح سعدی، بصریؒ (۱۶۰ھ) (۸۴)،مجاعہ بن سعر تمیمی (۸۵)،عطیہ بن سعد عوفیؒ (۱۱۱ھ)(۸۶)،حسن بصریؒ(۱۱۰ھ) (۸۷)،صیفی بن فسل شیبانیؒ (۵۲ھ)(۸۸)،ابوسلمہ زطیؒ (۸۹)،محمد بن قاسمؒ،حباب بن فضالہ ذہلی (۹۰)۔

تمام تابعین عظام قرآن وسنت کے شیدائی تھے ان کے زمانہ میں قال اللّٰہ وقال الرسول ﷺ کے علاوہ کوئی آواز ہی نہ آتی تھی کیونکہ مروجہ مذاہب اربعہ یا دوسرے ظاہری مذہب وغیرہ کا نام نشان ہی نہ تھا۔

برصغیر میں تبع تابعین

برصغیر میں صحابہ کرامؓ اور تابعین کی طرح کثیر تعداد میں تبع تابعین بھی تشریف لائے۔لیکن جن کے نام وحالات تاریخ نے محفوظ کیے،ان کی تعداد تابعین کی نسبت تھوڑی ہے۔ان صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے اسلام کے ابتدائی عہد میں برصغیر کا عزم کیا اور انہیں کی کوششوں سے اسلام اور علم حدیث برصغیر تک پہنچا۔

ابتدائی چار صدیوں میں ہندوستان میں لوگوں کا رجحان صرف حدیث نبوی ﷺ کی طرف تھا کیونکہ جب اسلام ہندوستان میں داخل ہوا تو قرآن وحدیث کے علاوہ اور کسی چیز کا وجود نہیں تھا۔لوگ علماء اور محدثین کا بہت احترام کرتے تھے۔چنانچہ ابوالقاسم مقدسیؒ جس نے سلطان محمود غزنوی کے حملہ سے پہلے ۳۷۵ھ/۹۸۵ء میں سندھ کو دیکھا۔وہ اس خطہ کے متعلق لکھتا ہے:''ان میں سے اکثر لوگ حدیث کی طرف رجحان رکھنے والے ہیں''(۹۱)۔

اوائل صدیوں میں عرب سے آنے والے مشہور محدثین کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ موسیٰ بن یعقوب الثقفیؒ (۹۲)۔

Marfat.com

۲۔ یزید بن ابی کبشہ دمشقیؒ (۹۳)۔

۳۔ ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصریؒ (۹۴)۔

۴۔ ابوحفص ربیع بن صبیحؒ (۹۵)۔

چوتھی صدی ہجری کے دوسرے نصف حصہ میں سندھ پر اسماعیلیوں کی حکومت کے قیام سے لے کر آٹھویں صدی ہجری کے وسط تک زیریں سندھ میں اسماعیلیوں کا اثر کسی نہ کسی شکل میں مسلسل باقی رہا۔ سندھ پر عربوں کی حکومت ختم ہو جانے کے بعد جو حالات رونما ہوئے۔ ان میں سے عرب ممالک اور بالخصوص حجاز میں واقع علم حدیث کے مراکز سے سندھ کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ اس طرح جنوبی ہند میں علم حدیث کا احیاء کرانے میں بھی تاخیر ہو گئی۔

سندھ میں عرب حکومت کمزور پڑ جانے کے بعد شمال مغربی سرحدی جانب سے جب غزنویوں اور غوریوں کی حکومت یہاں قائم ہوئی تو براہ راست محدثین کی آمدورفت کم ہو گئی ان کی بجائے خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ کے علما یہاں فروکش ہوئے۔ اس دور میں مذاہب اربعہ کا رواج بھی کسی قدر پڑ چکا تھا اور یہ فاتحین بھی حنفی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ساتھی فقہائے کرام کا تعلق علم حدیث سے بہت کم تھا جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے صراحت کی ہے۔ **واشتغالهم بعلم الحديث قليل قديما وحديثا** (۹۶) (ان کی قدیم اور جدید زمانہ میں علم حدیث کے ساتھ مشغولیت کم تھی)۔

سید عبدالحیٔ حسنیؒ لکھتے ہیں:

> ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء میں سقوط بغداد کے بعد برصغیر میں حدیث کی طرف رجحان کم رہا زیادہ تر ادب، شعر، فقہ، اصول فقہ، ریاضی اور یونانی علوم کی طرف رجحان کرتے تھے۔ حدیث کی طرف ان کا اتنا ہی رجحان تھا جس قدر احادیث فقہ کی کتب میں آجاتی تھیں۔ ان کی نظر صرف صغانی کی کتاب مشارق الانوار کی طرف ہوتی تھی اور اگر کوئی مصابیح السنہ یا مشکوٰۃ پڑھ لیتا تو اسے محدث سمجھا جاتا تھا۔ ایسا ان کے علم حدیث سے ناواقفیت کی بناء پر تھا۔ وہ حدیث کی کتب کو نہ پڑھتے تھے نہ جانتے تھے اور نہ ہی محدثین کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔ مشکوٰۃ کو بھی علم اور فہم کے لیے نہیں بلکہ برکت کے لیے پڑھا جاتا تھا۔ وہ تقلید کے قائل تھے اور تحقیق کی طرف ان کا میلان نہیں تھا اس لیے یہاں زیادہ تر ایسے

Marfat.com

فتاویٰ دیے جاتے تھے جن میں فقہ کو احادیث پر فوقیت دی جاتی۔ جب دسویں صدی ہجری میں یہاں علمائے محدثین تشریف لائے تو حدیث کی طرف رجحان شروع ہوا(۹۷)۔

اس کی تائیداس بات سے ہوتی ہے کہ شیخ شمس الدین ترک جب آٹھویں صدی ہجری میں سلطان علاؤ الدین خلجی کے دور میں وارد ہند ہوئے تو یہاں کے حالات کے متعلق سلطان وقت سے مخاطب ہوکر لکھتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں احادیث مصطفیٰ ﷺ کونظر انداز کیا جاتا ہے اور فقیہوں کی روایت پر عمل کی دیواریں استوار کی جاتی ہیں، تعجب ہے کہ جس شہر میں لوگ حدیث کی موجودگی میں فقہ کی روایت پر عمل کریں تو وہ شہر تباہ کیوں نہیں ہوجاتا اور اس پر آسمانی مصائب کیوں نہیں پھوٹنے لگتے (۹۸)۔ سید سلیمان ندویؒ نے عہد تغلق میں علم حدیث کے متعلق لکھا ہے:

> اس عہد میں علم حدیث کے ساتھ لوگوں کو جو بے اعتنائی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدینؒ کے زمانہ میں مسئلہ سماع کی تحقیق کے لیے ایک مجلس منعقد ہوئی۔ مناظرہ کے ایک فریق شیخ نظام الدینؒ سلطان الاولیاء تھے اور دوسری طرف تمام علماء۔ شیخ کا بیان ہے کہ جب میں کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو علماء بڑی جرأت اور بے باکی سے کہتے کہ اس ملک میں حدیث پر فقہی روایت مقدم سمجھی جاتی ہے اور کبھی یہ کہتے کہ چونکہ اس حدیث سے شافعیؒ نے استدلال کیا ہے اور وہ ہمارا مخالف ہے اس لیے ہم اس حدیث کو نہیں مانتے (۹۹)۔

اس عمومی حالت کے باوجود یہاں خال خال شخصیات ایسی بھی نظر آتی ہیں جنھوں نے اس بے اعتدالی اور جمود کو قبول نہیں کیا۔ ان میں نامور علماء یہ ہیں:

شیخ حسن بن محمد صغانیؒ: موصوف کی کنیت ابوالفضائل ہے۔ آپ کا خاندان ماوراء النہر اور غزنین سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر والد محترم نے ہندوستان سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ ۵۵۷ھ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن کے اعتبار سے صغانی اور مولد کے اعتبار سے لاہوری معروف ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی۔ اور تکمیل حجاز، یمن اور عراق کے شیوخ سے کی۔ اپنے وقت کے عظیم محدثین وفقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی تصانیف کا دائرہ، حدیث، فقہ اور لغت تک وسیع ہے۔ جن کی تعداد دو درجن کے قریب ہے۔ جن میں سب سے مشہور مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار

Marfat.com

المصطفویہ ہے۔ جو صحیحین کی صرف قولی احادیث کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے ہندوستان میں مولانا خرم علی بلہوری المتوفی ۱۲۷۰ھ کے ترجمہ اور تشریح کے ساتھ لکھنو سے ۱۲۵۲ھ میں شائع ہوئی۔ (۱۰۰)

علی المتقیؒ: ان کا مکمل نام علی بن حسام الدین بن عبدالملک المتقی ہے۔ جو کہ ۸۸۵ھ کو برہان پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں سے حاصل کی پھر ملتان میں شیخ حسام الدین المتقی کے ہاں دو سال رہ کر علوم کی تکمیل کی۔ غالباً المتقی کا لقب انہیں استاد کی نسبت سے حاصل ہوا۔ حدیث کا معروف دائرۃ المعارف جو کہ کنزل العمال فی سنن الاقوال و الافعال کے نام سے مشہور ہے۔ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ان کی وفات ۹۷۵ھ میں ہوئی۔ (۱۰۱)

شیخ محمد طاہر پٹنیؒ: ''پٹن'' احمد آباد کے پاس ایک قصبہ کا نام ہے اور اب تک آباد ہے۔ اسی ٹپن میں پیدا ہونے والے شیخ محمد بن طاہر پٹنی کے نام سے مشہور ہوئے۔ موصوف کی حدیث میں بہت سی خدمات ہیں مثلاً مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار تذکرہ الموضوعات، قانون الموضوعات اور مغنی فی اسماء الرجال ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ اور مطبوع ہیں۔ موصوف ۹۸۶ھ کو دنیا کو خیر باد کہہ گئے۔ (۱۰۲)

شیخ ابوالحسن سندھی: موصوف کا نام محمد، کنیت ابوالحسن اور لقب نورالدین تھا۔ سندھ کے مرکز علم ٹھٹہ میں پیدا ہوئے۔ یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر حجاز مقدس کا سفر کیا اور حصول تعلیم کے بعد حرم نبوی ہی میں تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دینا شروع کر دیا۔ ان کی تصنیفات میں الصحاح ستہ پر حواشی کو خاصی شہرت حاصل ہے۔ بالآخر ۱۱۳۸ھ کو موصوف رحلت فرما گئے۔ (۱۰۳)

شیخ محمد حیات سندھیؒ: موصوف ۱۲ صدی ہجری کے نامور محدثین میں سمجھے جاتے ہیں جو کہ سندھ کے ضلع سکھر کے علاقہ عادل پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے حجاز پہنچ گئے۔ مولانا ابوالحسن سندھی کی وفات کے بعد انہیں کے جانشین بنے اور ان کی مسند پر ۲۴ سال حدیث کا درس دیتے رہے۔ ان کی تصنیفات میں الایقاف علی سبب الاختلاف اور تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی ﷺ کے نام مشہور ہیں۔ موصوف ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ (۱۰۴)

آخری دور میں شیخ احمد سرہندی یعنی مجدد الف ثانی نے بھی اپنی تعلیمات کی بنیاد کشف والہام اور مشرب مرشد کی بجائے کتاب وسنت پر رکھی۔ سید سلیمان ندوی رقم طراز ہیں۔

Marfat.com

حضرت مجدد نے اپنی تعلیم کی بنیاد اتباع سنت پر رکھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم حدیث اور شمائل کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہونے لگی۔(۱۰۵)

برصغیر میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ جس میں محدثین عظام نے علم حدیث کی آبیاری نہ کی تاہم ان میں سے مشہور یہ ہیں:۔

شیخ احمد سرہندیؒ: موصوف ۱۵۶۴ء کو سرہند میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے سیالکوٹ، کشمیر وغیرہ کا سفر کیا۔ مولانا نے حدیث کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں، اور پھر بالخصوص انہوں نے مسلمانوں کو جمود کے خاتمے اور قرآن وحدیث کے مطالعہ کی بہت رغبت دلائی۔ اسی مناسبت سے ان کا ایک رسالہ اربعین کے نام سے منظر عام پر ہے۔ مولانا نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۶۲۴ء کو وفات پائی۔(۱۰۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ: یہ جنوری ۱۵۵۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ ۱۵۹۲ء کو حصول تعلیم کے بعد ہندوستان واپس آئے تو ایک مدرسہ دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ جس میں تدریس حدیث کے علاوہ حدیث پر تحریری کام بھی بہت کیا۔ مثلاً مشکوٰۃ کی دو شرحیں ایک فارسی زبان میں اشعۃ اللمعات اور دوسری عربی زبان میں لمعات التنقیح لکھیں۔ فارسی شرح کے مقابلے میں مشکوٰۃ کی عربی شرح زیادہ واضح اور مفصل ہے، نیز مشکوٰۃ کے ہی حوالے سے ایک اور کتاب جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ مرتب کی، جس میں مشکوٰۃ کے ہر ایک باب سے ایک یا دو حدیثوں کو اخذ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ما ثبت بالسنہ فی ایام السنہ، ترجمہ الاحادیث الاربعین، الاحادیث فی ابواب علوم الدین اور دستور فیض النور وغیرہ کتب حدیث بھی موصوف کی ہیں۔ آپ نے ۹۱ سال کی عمر میں ۱۶۴۲ء کو وفات پائی۔(۱۰۷)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ: مولانا ۱۱۱۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقے کے بزرگ علماء سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا۔ ۱۱۴۳ھ کو ہندوستان واپس آکر خدمت حدیث میں مصروف ہوگئے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی زندگی کے ۱۷ سال کی عمر میں ہی تدریس کا آغاز کر دیا۔ تو اس اعتبار سے تدریس حدیث کے علاوہ حدیث کے میدان میں تحریری شکل میں بھی نمایاں کام سرانجام دیا ہے۔ مثلاً المسویٰ (عربی) اور المصفی (فارسی) موطا کی دو شرحیں کیں۔

Marfat.com

نیز حجۃ اللہ البالغہ، الانصاف فی سبب الاختلاف، مجموعہ رسالہ اربعہ، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء اور مسلسلات کے نام سے مختلف کتب حدیث کو تالیف کیا۔ بالآخر مولانا ۲۹ محرم ۱۱۷۶ بمطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء کو ۶۲ سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔(۱۰۸)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ: مولانا ۱۷۴۷ء کو علمی خاندان شاہ ولی اللہؒ کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ موصوف نے خدمت حدیث کے اس بابرکت کام میں حصہ ڈالنے کے لیے بستان المحدثین کے نام سے فارسی زبان میں ایک کتاب تحریر کی۔ جس میں محدثین کے حالات درج ہیں۔ شاہ عبدالعزیز بروز اتوار ۱۸۲۴ء کو ۷۷ سال کی عمر میں اس دنیا فانی سے کوچ فرما گئے۔(۱۰۹)

بعض تذکرہ نگار انہیں برصغیر میں علم حدیث کے بانی قرار دیتے ہیں، یہ بات درست نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے برصغیر میں علم کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا ہے اور علم حدیث رائج کرنے کی بھرپور کوشش کی (۱۱۰)۔

برصغیر کے مسلمانوں نے اسلامی علوم کے فروغ کے سلسلہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور ادب میں قابل تعریف کارنامے انجام دیئے ہیں۔

علمائے برصغیر نے دیگر علوم کی طرح علم حدیث کے فروغ کا اہتمام کیا اور کتب حدیث، صحاح ستہ، مسانید اور معاجم وغیرہ کے ترجمہ وتشریح اور تحقیق وتخریج میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس وقت ہمیں اس کتاب کی بیسویں شروحات ملتی ہیں، یہ علمائے برصغیر کی علم حدیث کے ساتھ والہانہ عقیدت کا بین ثبوت ہے۔ جن میں نمایاں نام یہ ہیں۔

نواب سید صدیق حسن خانؒ: نواب صاحب ہندوستان کے شہر بانس بریلی میں ۱۸۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد حدیث کے میدان گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ موصوف نے عربی، فارسی اور اردو میں ۲۲۲ کے قریب کتابیں لکھیں جن میں سے علم حدیث پر چند کتابیں یہ ہیں: عون الباری شرح تجرید شرح بخاری، مسک الختام شرح بلوغ المرام (فارسی)، منہج الوصول (فارسی)، ھدایۃ السائل، الروضۃ الندیۃ شرح درر البھیہ، فتح المغیث، موائد العوائد وغیرہ۔ مولانا ۵۸ سال کی عمر میں فروری ۱۸۹۰ء کو بھوپال میں وفات پا گئے۔(۱۱۱)

سید نذیر حسین دہلویؒ: مولانا دہلوی صاحب بہار کے ضلع مونگھیر میں پیدا

Marfat.com

ہوئے۔ موصوف کی تصنیف وتالیف کی تعداد ۵۷ ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں: معیار الحق، ثبوت الحق، واقعات الفتوی ودافعة البلوی، فلاح الولی فی اتباع النبی ﷺ اور فتاویٰ نذیریہ وغیرہ۔ میاں صاحب ۱۰۰ سال کی عمر میں ۱۹۰۲ء کو دہلی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (۱۱۲)

رشید احمد گنگوہیؒ: موصوف سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ مولانا کو تذکرۃ الرشید کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔ ترمذی پر آپ کی تقاریر کا مجموعہ الکوکب الدرری کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ سبیل الرشات وغیرہ بھی آپ ہی کی کتب ہیں۔ آپ ۱۹۰۵ء کو تقریباً ۷۸ سال کی عمر میں دنیا فانی کو خیرباد کہہ گئے۔ (۱۱۳)

مولانا شمس الحق ڈیانویؒ: مولانا ۱۸۵۶ء کو اعظم آباد کے قصبہ ڈیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حدیث کے میدان میں بہت شہرت حاصل کی۔ کتب حدیث میں سے غاية المقصود فی حل سنن ابی دائود، القول الحق، عون المعبود شرح سنن ابی دائود، التعليق المغنی علی کتاب سنن الدار قطنی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ آپ نے ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو وفات پائی۔ (۱۱۴)

مولانا عبدالجبار غزنویؒ: موصوف ۱۸۵۱ء کو غزنی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مدرسہ غزنویہ کی بنیاد رکھی، جہاں حدیث کی تدریس میں بہت بلند نام پیدا کیا۔ مولانا ۱۹۱۲ء کو فوت ہوگئے۔ (۱۱۵)

حافظ عبدالمنانؒ وزیر آبادی: حافظ صاحب اعوان خاندان میں ۱۸۵۰ کو سیداں ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ مولانا نے سید نذیر حسین دہلوی سے حدیث پڑھنے کے بعد وزیر آباد میں دارالحدیث کی بنیاد رکھی اور ۴۲ سال تک تفسیر وحدیث کا درس دیتے رہے۔ اور ۳۵ مرتبہ مکمل صحاح ستہ پڑھائیں۔ تصنیف وتالیف کی بجائے تدریس کے ذریعے مولانا موصوف نے برصغیر میں علم حدیث کی اشاعت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ آپ نے ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ (۱۱۶)

مولانا وحید الزمانؒ: مولانا کانپور میں ۱۸۵۰ کو پیدا ہوئے۔ خدمت حدیث میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ تقریباً دو درجن سے زائد کتابیں لکھیں ان میں سے حدیث کے موضوع پر درج ذیل کتابیں مشہور ہیں: کشف المغطا عن المؤطا ترجمہ موطا امام مالک، الهدی المحمود لترجمه سنن ابی دائود، المعلم لترجمه صحیح مسلم، تسهيل القاری شرح اردو صحیح بخاری، رفع العجاجة عن ترجمه سنن ابن ماجه، روض الرمی

Marfat.com

من ترجمہ المجتبی (سنن نسائی کا ترجمہ)۔ وحید الزمان صاحب ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کو حیدر آباد میں صدائے ربانی پر لبیک کہہ گئے۔ (۱۱۷)

انور شاہ کشمیری: شاہ صاحب ۱۸۷۵ء کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔ خدمت حدیث کی مناسبت سے ترمذی کی شرح العرف الشذی کی وجہ سے ان کو شہرت ملی۔ آپ ۱۹۳۴ء کو ۶۰ سال کی عمر میں دیوبند میں فوت ہوئے۔ (۱۱۸)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ: مولانا ۱۸۵۲ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ خدمت حدیث میں سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجھود کی وجہ سے ان کو شہرت ملی۔ آپ نے ۱۹۲۷ء کو وفات پائی، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (۱۱۹)

حافظ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوریؒ: آپ ۱۸۶۶ء کو مبارک پور میں پیدا ہوئے۔ حدیث کا علم سید نذیر حسین دہلوی سے حاصل کیا۔ خدمت حدیث کی مناسبت سے سنن ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کی وجہ سے شہرت پائی۔ اور پورے عالم اسلام میں مشہور ہو گئے۔ ۱۹۳۵ء کو کچھ عرصہ علیل رہنے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ (۱۲۰)

حافظ محمد گوندلویؒ: آپ گوجرانوالہ کے نواح گوندلانوالہ میں ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ پھر اپنی زندگی کے تقریباً ۶۰ سال تدریس حدیث میں صَرف کیے۔ مولانا نے حدیث کی تدریس کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ۲ سال کا عرصہ تدریس میں گزارا۔ آپ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ چند ایک کتب حدیث یہ ہیں: تقاریر صحیح بخاری، شرح مشکوٰۃ المصابیح (عربی)، درس صحیح بخاری، دوامِ حدیث وغیرہ اس کے علاوہ بھی مختلف موضوعات پر بیس سے زائد کتب لکھیں۔ ۱۹۸۵ء کو فوت ہوئے۔ (۱۲۱)

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ: مولانا امرتسر کے قصبہ بھوجیان میں ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ایک بلند پایہ مصنف اور مؤلف کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ کتب حدیث کی مناسبت سے سنن نسائی کی شرح التعلیقات السلفیہ، فیض الودود تعلیق علی سنن ابی داود، پیارے رسول کی پیاری دعائیں جیسی کتب تالیف کیں۔ آپ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو فوت ہوئے، اور لاہور کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ (۱۲۲)

Marfat.com

حدیث کی نشر و اشاعت میں اہم کردار علماء کے ساتھ ساتھ مراکز حدیث کا بھی ہے۔ کیونکہ مراکز حدیث ایک ایسے بنیادی ادارے ہوتے ہیں جن سے بہت باوقار اور بلند عزم وہمت والی شخصیتیں جنم لیتی ہیں جو حالات کے رخ کو بدلنے میں بہت نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ مراکز حدیث آغاز اسلام سے اب تک مختلف صورتوں میں اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ اس کی جدید ترین شکل ایک باقائدہ تعلیمی ادارے کی ہے، جہاں شب وروز سینکڑوں حدیثوں کی تدریس، افہام وتفہیم اور ان پر عمل کا کام جاری ہے۔ برصغیر کے نمایاں مراکز حدیث میں ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، تقویۃ الاسلام لاہور، جامعہ رحمانیہ لاہور، جامعہ نعیمیہ لاہور، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ، دارالحدیث رحمانیہ دہلی، دارالحدیث وزیر آباد اور مدرسہ رحیمیہ دہلی قابل ذکر ہیں۔ (۱۲۳)

برصغیر کے علوم اسلامیہ کے نصاب کو مولانا ابوالحسنات ندوی نے پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے جن کے مطابق پہلا دور بارہویں صدی عیسوی اور پندرہویں صدی عیسوی کے درمیان تقریباً دوسو سال تک رہا۔ اس میں علوم عقلیہ کو فوقیت تھی حدیث میں صرف مشارق الانوار اور مصابیح السنۃ شامل نصاب تھیں۔ دوسرا دور ایک صدی پر محیط ہے جس میں یہی نصاب رائج رہا۔ تیسرے دور جو کہ شاہ ولی اللہؒ کی وفات تک محیط ہے اس میں مشکوٰۃ المصابیح، شمائل ترمذی اور صحیح بخاری شامل نصاب ہوگئیں۔ پھر دور چہارم میں صرف حدیث کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح شامل نصاب رہی۔ دور پنجم ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ختم ہونے کے بعد شروع ہوا۔ اس نصاب میں کتب حدیث کا بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا، سنن ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ شامل ہوگئیں۔ (۱۲۴)

عصر حاضر کے درس نظامی کے نصاب میں حدیث کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اسی مناسبت سے مدارس سلفیہ میں کتب صحاح اور دیگر کتب حدیث کو بالاستیعاب پڑھایا جاتا ہے، اور پھر افہام وتفہیم کے لیے بھی اچھا خاصہ وقت صرف کیا جاتا ہے۔ نیز جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں باقاعدہ حدیث وسیرت میں ایم۔اے کروایا جاتا ہے اور پھر ہر یونیورسٹی کے ایم۔اے اسلامیات میں حدیث کا پرچہ باقاعدہ شامل ہے۔ (۱۲۵)

برصغیر کے تدریس اسالیب حدیث میں جو طریقہ مروج ہے اس میں مطالعہ، قراءۃ، سماع،

Marfat.com

مباحثہ، اعادہ، پڑھنے کی مشق اور امالی جیسے ارکان شامل ہیں۔ جس سے حدیث کے افہام و تفہیم اور عربی متن کو پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

پاک و ہند میں مذہبی تعصبات سے بالاتر ہو کر تدریس و ترویج حدیث کی سعادت شاہ ولی اللہؒ کی ذات گرامی کا مقدر تھی۔ آپ نے یہاں معقولی و منقولی نظام تعلیم میں پرورش پائی لیکن جب زیارت حرمین سے اور وہاں علم حدیث کو حاصل کرنے کے بعد ہندوستان واپس آئے تو مسلکی تعصب کی جگہ بین المسالک تطبیقی فکر نے لی اور اسی وجہ سے آپ نے موطا کی دو شرحیں المسوی (عربی) اور المصفیٰ (فارسی) میں لکھیں۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں اس کو صحیحین کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اور فکر محدثین کی طرف رجوع کی طرف تلقین کی۔ اس مشن اور فکر کو لے کر آپ کا خاندان آگے بڑھا یہاں پر دار الحدیث کا قیام اور کتب حدیث کی تدریس میں اضافہ کا سہرا اپنے سر باندھا۔ پھر اسی مشن کو شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی نے چار چاند لگا دیئے۔ بقول سید سلیمان ندویؒ کے مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے، رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی۔ اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفا کی طرف واپسی ہوئی"۔ (۱۲۶)

برصغیر میں چودھویں صدی ہجری تک علماء ہاتھ سے لکھ کر کتب حدیث پھیلاتے تھے۔ ان میں علم حدیث اور دیگر علوم (عموماً عربی، اردو اور فارسی زبان) کے گراں قدر لٹریچر شامل ہیں۔ تیرہویں صدی ہجری کے اختتام اور چودھویں صدی کے آغاز میں علمائے برصغیر نے اسلامی کتب کی اشاعت کے لیے چھاپے خانے قائم کئے اور اسلام علوم خصوصاً علم حدیث کی اہم اور نادر و نایاب کتابیں طبع کیں۔ ان مطابع سے بہت سی مفید کتابیں چھپ کر منظر عام پر آ گئیں۔ لیکن بعض لٹریچر اب تک مخطوطات کی شکل میں ہیں۔ برصغیر میں بہت سی اہل علم اور ادارے ایسے ہیں جنہوں نے ان تصانیف کو مخطوطات کی شکل میں محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات وحواشی

۱۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان المعروف تفسیر طبری (المکتبہ التجاریہ، القاہرہ) ۳۸/۲۔

۲۔ صدیقی، زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۷ء) ص:۳۱۔

۳۔ محمد اسلم سیف، قاضی، تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینہ میں (مکتبہ تعلیمات اسلامیہ، فیصل آباد، ۱۹۹۴ء) ص:۱۲۷۔

۴۔ نسائی، احمد بن شعیب، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۱۳۸، رقم الحدیث:۳۱۷۳۔

۵۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان (المکتبہ التجاریہ الکبریٰ، القاہرہ، ۱۹۵۹ء) ص:۸۴۔

۶۔ ندوی، سید سلیمان، عربوں کی جہاز بانی (اسلامک کلچر، حیدر آباد، دکن) ص:۵۲۔

۷۔ غازی، محمود احمد، محاضرات حدیث (الفیصل ناشران کتب، لاہور، ۲۰۰۴ء) ص:۴۱۳۔

۸۔ رازی، عبدالرحمان بن ابی حاتم، کتاب الجرح و التعدیل (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۵۲ء) ص:۸

۹۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، البدایہ والنہایہ (مکتبہ المعارف، بیروت ۱۹۸۳ء) ۸۸/۹۔

۱۰۔ الیس ایم ناز، ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث (مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء) ص:۸۴۔

۱۱۔ محمد اسحاق، ڈاکٹر، علم حدیث میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۶ء) ص:۲۷۔

۱۲۔ ایضاً، ص:۳۴۔

۱۳۔ بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور) ص:۴۶۔

۱۴۔ ایضاً، ص:۴۷۔

۱۵۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، جمھرۃ انساب العرب (دارالمعارف۔ مصر ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) ص:۲۶۶۔

۱۶۔ مبارکپوری، اطہر، قاضی، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں (مکتبہ عارفین،

Marfat.com

کراچی) ص:۱۷-۲۷۔

۱۷۔ ابن حجر، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (طبع مصر) ۲۸/۸۔

۱۸۔ ابن العماد، عبدالحیٔ، شذرات الذہب (مکتبۃ القدس، القاہرہ ۱۳۵۰)، ۵۵/۱۔

۱۹۔ ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ (دارصادر، بیروت۔۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) ۱۸۰/۷، مبارکپوری، اطہر، قاضی، خلافت راشدہ اور ھندوستان (تخلیقات۔لاہور ۲۰۰۴ء)، ص ۱۷۸۔

۲۰۔ طبری، تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری (دارالمعارف۔القاہرہ ۱۹۶۳ء) ۱۸۱/۴۔۱۸۲۔

۲۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۷۷/۱۰۔

۲۲۔ طبری، ابن جریر، تاریخ طبری ۱۸۲/۴۔

۲۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (تحقیق) ۱۹۹/۱۰۔

۲۴۔ طبری، ابن جریر، تاریخ طبری ۱۸۲/۴۔

۲۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (تحقیق) ۱۷۶/۱۰۔

۲۶۔ طبری، ابن جریر، تاریخ طبری ۱۸۰/۴۔۱۸۱۔

۲۷۔ مبارکپوری، خلافت راشدہ اور ھندوستان، ص:۲۶۳۔

۲۸۔ بھٹی، برصغیر میں اھل حدیث کی آمد، ص ۷۸۔

۲۹۔ طبری، تاریخ طبری ۲۶۴/۴۔

۳۰۔ بھٹی، برصغیر میں اھل حدیث کی آمد، ص ۷۹۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۸۰۔ ۳۲۔ ایضاً، ص ۸۱۔

۳۳۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۴۹/۲۔

۳۴۔ ایضاً، ۹۳/۵۔

۳۵۔ بھٹی، برصغیر میں اھل حدیث کی آمد، ص ۸۳۔

۳۶۔ مبارکپوری، ھندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص ۷۶۔

۳۷۔ بھٹی، برصغیر میں اھل حدیث کی آمد، ص ۸۵۔

۳۸۔ ایضاً، ص ۸۵۔

Marfat.com

۳۹۔ بھٹی، برصغیر میں اهل حدیث کی آمد، ص۸۵۔۸۶۔
۴۰۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۱۶۰/۶۔
۴۱۔ مرزا قلیچ بیگ، چچ نامہ (مترجم انگلش، فریدون بیگ کراچی)، ص: ۷۸۔
۴۲۔ عبدالحیٔ حسنی، نزھۃ الخواطر (دائرۃ المعارف، حیدرآباد، بھارت) ۳۵/۱۔
۴۳۔ ایضاً، ۳۵/۱۔
۴۴۔ مبارکپوری، رجال السند والھند، (المطبعۃ الحجازیۃ، بمبئی، ۱۹۵۸ء) ص: ۲۱۷۔
۴۵۔ ایضاً، ص: ۳۳۶۔ ۴۶۔ ایضاً، ص: ۲۰۴۔
۴۷۔ ایضاً، ص: ۸۹۔ ۴۸۔ ایضاً، ص: ۳۳۔
۴۹۔ فریوائی، عبدالرحمٰن بن عبدالجبار، جھود مخلصہ فی خدمۃ السند المطھرۃ (الجامعہ السلفیہ بنارس، ہند ۱۴۰۶ھ) ص: ۳۔
۵۰۔ ابن حزم جمھرۃ انساب العرب ص ۲۶۸، محمد اسحاق بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص ۹۰۔
۵۱۔ بھٹی، برصغیر میں اهل حدیث کی آمد، ص۹۰۔
۵۲۔ مرزا قلیچ بیگ، چچ نامہ، ص۹۹۔
۵۳۔ ابن حزم، جمھرۃ انساب العرب، ص۲۹۶۔
۵۴۔ ایضاً، ص: ۲۹۶۔
۵۵۔ بھٹی، برصغیر میں اهل حدیث کی آمد، ص۹۲۔
۵۶۔ ایضاً، ص۹۲۔ ۵۷۔ ایضاً، ص۹۳۔
۵۸۔ ابن حزم، جمھرۃ انساب العرب، ص۲۵۹۔
۵۹۔ بھٹی، برصغیر میں اهل حدیث کی آمد، ص۹۵۔
۶۰۔ بھٹی، برصغیر میں اهل حدیث کی آمد، ص۹۵۔
۶۱۔ بھٹی، برصغیر میں اهل حدیث کی آمد، ص۹۵۔۹۶۔
۶۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، تاریخ الکبیر (حیدرآباد دکن، ہند) ۲۹۵/۲۔
۶۳۔ بھٹی، برصغیر میں اهل حدیث کی آمد، ص۹۶۔۹۷۔

Marfat.com

۶۴۔ بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد،ص ۹۷۔

۶۵۔ ابن حجر،تہذیب التہذیب ۸/۲۵۰۔

۶۶۔ ابن حزم،جمھرۃ انساب العرب،ص ۴۳۲۔

۶۷۔ مبارکپوری،اطہر،قاضی،ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں،ص ۷۰۔

۶۸۔ بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد،ص ۹۷۔

۶۹۔ ابن الاثیر،الکامل فی التاریخ (دارالکتاب العربی،بیروت،۲۰۰۶ء) ۴/ ۷۴،۷۵۔

۷۰۔ بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد،ص ۱۰۰۔

۷۱۔ ایضاً۔

۷۲۔ ابن حزم،جمھرۃ انساب العرب،ص: ۲۸۷۔

۷۳۔ ابن الاثیر،الکامل فی التاریخ،۴/۳۶۔

۷۴۔ بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد،ص ۱۰۲۔

۷۵۔ بخاری،تاریخ الکبیر ۲/۷۶۔

۷۶۔ بھٹی، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد،ص: ۱۰۴۔

۷۷۔ ایضاً۔ص ۱۰۴۔۱۰۵۔ ۷۸۔ ایضاً۔ص ۱۰۵۔

۷۹۔ ابن خلکان،احمد بن محمد،وفیات الاعیان (مکتبۃ النھضۃ المصریۃ القاہرہ،۱۹۴۸ء) ۱/ ۲۳۰۔۲۳۱۔

۸۰۔ بلاذری،فتوح البلدان،ص ۴۲۲۔

۸۱۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان ۵/ ۳۸۴۔

۸۲۔ بھٹی،،برصغیر میں اہل حدیث کی آمد،ص ۱۰۷۔

۸۳۔ معارف،ماہنامہ،اعظم گڑھ۔اکتوبر ۱۹۲۸ء،(ج ۲۲،ش ۴) ص ۲۵۱۔

۸۴۔ ابن حجر،تہذیب التہذیب ۳/۲۴۸۔

۸۵۔ مبارکپوری،رجال السند والھند،ص ۱۰۹۔۱۱۰۔

۸۶۔ مبارکپوری، خلافت راشدہ اور ہندوستان،ص ۲۵۴۔

۸۷۔ طبری،ابن جریر،تاریخ طبری ۵/۲۷۱۔

Marfat.com

۸۸۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص ۳۶۹۔ ۸۹۔ ابن اثیر، الکامل ۱۳۱/۴۔

۹۰۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، امام، میزان الاعتدال (دارالمعرفہ، بیروت۔ س ن) ۴۴۸/۱۔

۹۱۔ فریوائی، جھود مخلصہ، ص:۲۱۔

۹۲۔ عبدالحئی حسنی، نزھۃ الخواطر، ۳۵/۱۔

۹۳۔ فریوائی، جھود مخلصہ، ص:۱۴۔

۹۴۔ ایضاً، ص:۱۸۔ ۹۵۔ ایضاً، ص:۲۴۔

۹۶۔ شاہ ولی اللہ، الانصاف، ص:۷۷۔

۹۷۔ فریوائی، جھود مخلصہ، ص:۳۶۔

۹۸۔ بھٹی، فقہائے ہند (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۶ء) ۲۲۳/۱۔

۹۹۔ ندوی، سید سلیمان، مقالات سید سلیمان ندوی، ۳۰/۲۔

۱۰۰۔ عبدالحئی، نزھۃ الخواطر، ۱۳۷/۱۔

۱۰۱۔ اثری، ارشادالحق، پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث (ادارۃ العلوم الاثریۃ فیصل آباد، ۲۰۰۱ء) ص:۱۵۔

۱۰۲۔ ایضاً، ص:۱۵۔

۱۰۳۔ بھٹی، فقہائے ہند، ۱۷۵/۵۔

۱۰۴۔ ترجمان الحدیث، ماہنامہ، لاہور، فروری و مارچ ۱۹۷۹ء۔

۱۰۵۔ اثری، پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص:۹۱-۴۱۔

۱۰۶۔ ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص:۱۶۵۔

۱۰۷۔ عبدالمصطفیٰ محمد اشرف، مدارج النبوۃ (مقدمہ) (مکتبہ اسلامیہ لاہور) ص:۶۔

۱۰۸۔ ناز، ڈاکٹر ایم ایس، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث (مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء) ص:۱۳۳۔

۱۰۹۔ عراقی، تذکرۃ النبلاء (بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۴ء) ص:۴۵۔

۱۱۰۔ ناز، ڈاکٹر ایم ایس، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث، ص:۱۱۳۔

۱۱۱۔ عراقی، عبدالرشید، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص:۳۲۴۔

۱۱۲۔ ڈاکٹر محمد اسحاق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص:۲۰۲۔

Marfat.com

۱۱۳۔ ارشد،عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان (شاہ عالم مارکیٹ،لاہور)ص:۱۵۰۔

۱۱۴۔ عراقی،تذکرة النبلاء فی تراجم العلماء،ص:۲۳۳۔

۱۱۵۔ ایضاً،ص:۱۳۱۔

۱۱۶۔ گھرجاکھی،خالد،سوانح حیات فضل الٰھی (جمیعت المجاہدین،گوجرانوالہ،۱۹۳۲ء) ص:۶۱۔

۱۱۷۔ چشتی،عبدالحلیم،حیات وحید الزمان(نور محمد،کارخانہ تجارت آرام باغ،کراچی) ص:۱۵۔

۱۱۸۔ ارشد،بیس بڑے مسلمان،ص:۳۷۰۔

۱۱۹۔ میرٹھی، عاشق الٰہی،تذکرة الخلیل (مکتبہ قاسمہ سیالکوٹ،۱۹۴۹ء)ص:۲۶۔

۱۲۰۔ عبدالحیٔ،نزھة الخواطر،۲۴۲/۸۔

۱۲۱۔ حافظ محمد گوندلوی،درس صحیح بخاری (اسلامک پبلیکیشنز،لاہور)مرتب منیر احمد سلفی،ص:۹۔

۱۲۲۔ انصاری،عبدالعظیم،تذکرہ علمائے بھوجیان (ناشر عمر فاروق بھوجیانی،قصور۱۹۸۴ء)ص:۲۷۔

۱۲۳۔ ظفر،عبدالرؤف،علوم الحدیث(کتاب سرائے،لاہور۲۰۱۲ء)ص:۶۸۹/۶۷۸۔

۱۲۴۔ قادری،حقانی،ڈاکٹر،دینی مدارس نصاب و نظام تعلیم اور عصری تقاضے (فضلی سنز،کراچی،۲۰۰۲ء)ص:۳۴۱۔

۱۲۵۔ سلیبس شعبہ علوم اسلامیہ،اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور،۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۵ء۔

۱۲۶۔ نوشہروی،امام خاں،ابویحیٰ،تراجم علمائے حدیث ہند (مرکزی جمعیت اہلحدیث، لائل پور)ص:۳۳،مقدمہ از سید سلیمان ندوی۔

Marfat.com

اصولِ حدیث پر اُردو میں لکھی گئی معروف کتب کا مختصر جائزہ

ظلِ ہما*

علوم حدیث کی انواع و اقسام بہت زیادہ ہیں۔ متقدمین میں سے حاکم نیشاپوریؒ نے "معرفة علوم الحدیث" میں باون، ابن الصلاحؒ نے مقدمہ، امام نوویؒ نے "التقریب فن اصول الحدیث" اور ابن ملقنؒ نے "المقنع فی علوم الحدیث" میں پینسٹھ اور جلال الدین سیوطیؒ نے "تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی" میں ترانوے علوم ذکر کیے ہیں۔
علامہ سیوطیؒ سے ان کی بابت منقول ہے:

اعلم أن انواع علوم الحدیث کثیرة لا تعد (۱)
یعنی علوم حدیث کی انواع بے شمار ہیں، انہیں گنا نہیں جا سکتا۔

حازمیؒ اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

علم الحدیث یشمل علی انواع کثیرة تبلغ مائة، کل نوع منها علم مستقل، لو انفق الطالب فیه عمره ما أدرک نهایته (۲)

علوم حدیث کی انواع میں سے ایک اہم نوع علم اصول حدیث ہے۔ اس میں روایت حدیث کی حقیقت، اس کی شروط، انواع واحکام، راویوں کے احوال وشروط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کی غایت صحیح وسقیم احادیث کے درمیان خط امتیاز کھینچنا

---

* پی۔ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

ہے۔عہد صحابہ و تابعین میں اس علم کے اصول مروج ہو چکے تھے اور چوتھی صدی ہجری کی ابتداء میں علوم حدیث کی اس شاخ پر باقاعدہ طور پر تصانیف لکھنے کا آغاز ہوا جو آج تک جاری و ساری ہے۔ان میں سے چند معروف کتب درج ذیل ہیں:

۱۔	المحدث الفاصل بين الراوى والواعي	ابو محمد رامهر مزی الحسن بن عبد الرحمٰن بن خلاد (۳۶۰ھ)
۲۔	الكفايه فی علم الرواية	ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (۳۹۲ھ)
۳۔	الجامع لاخلاق الراوى و آداب السامع	ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (۳۹۲ھ)
۴۔	معرفة علوم الحديث	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ النیشاپوری (۴۰۵ھ)
۵۔	المستخرج	ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۴۳۰ھ)
۶۔	الالماع الى معرفة اصول الرواية و تقييد السماع	قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی (۵۴۴ھ)
۷۔	ما لا يسع المحدث جهله	ابو حفص عمر بن عبد الحمید المیانجی القرشی (۵۸۰ھ)
۸۔	علوم الحديث المعروف مقدمه ابن الصلاح	ابو عمرو عثمان بن الصلاح الشہرزوری (۶۴۳ھ)
۹۔	ارشاد طلاب الحقائق الى معرفة سنن خير الخلائق	محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (۶۷۶ھ)
۱۰۔	المختصر فى علم اصول الحديث	علاء الدین علی ابن ابی الحزم القرشی المعروف بابن النفیس (۶۸۷ھ)
۱۱۔	الخلاصة فى اصول الحديث	ابوعبداللہ شرف الدین الحسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی (۷۴۳ھ)

Marfat.com

۱۲۔ الموقظه فی علم مصطلح الحدیث — ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (۷۴۸ھ)

۱۳۔ النکت علی مقدمه ابن الصلاح — بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی (۷۹۴ھ)

۱۴۔ المقنع فی علوم الحدیث — سراج الدین ابو علی عمر بن علی بن احمد الانصاری المعروف ابن ملقن (۸۰۴ھ)

۱۵۔ نخبة الفکر فی مصطلح أهل الاثر — احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)

۱۶۔ نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر — احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)

۱۷۔ فتح المغیث فی شرح الفیة الحدیث — محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی (۹۰۴ھ)

۱۸۔ الفیه السیوطی فی علم الحدیث — جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)

۱۹۔ تدریب الراوی — جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)

۲۰۔ رساله مصطلح الحدیث — ملا علی بن سلطان محمد المعروف القاری الحنفی (۱۰۱۴ھ)

۲۱۔ توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار — محمد بن اسماعیل الامیر الحسنی الصنعانی (۱۱۸۲ھ)

۲۲۔ ظفر الامانی فی المختصر الجرجانی — ابو الحسنات محمد عبد الحئ الکھنوی (۱۳۰۴ھ)

۲۳۔ قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث — جمال الدین قاسمی (۱۳۳۲ھ)

۲۴۔ اصول الحدیث — عجاج الخطیب

۲۵۔ تیسیر مصطلح الحدیث — ڈاکٹر محمود طحان

حفاظت اور خدمت حدیث کا یہ جذبہ جزیرۃ العرب تک ہی محدود نہ رہا بلکہ فتح سندھ کے بعد سے ہی برصغیر پاک و ہند کے علمائے محدثین نے اس کی طرف بھرپور توجہ دی۔ اس موقع پر علامہ

Marfat.com

رشید رضا مصری کا یہ اعتراف بے جا نہ ہوگا:

ولولا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث فى هذا العصر،
لقضي عليها بالزوال من أمصار الشرق (۳)

اگر ہندوستان میں بسنے والے ہمارے علماء نے موجودہ دور میں علوم حدیث
پر توجہ نہ دی ہوتی تو مشرقی ممالک میں ان کا خاتمہ ہو جاتا۔

برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت کی کوششیں ہر میدان میں ہوئیں۔ اصول، تاریخ، حجیت، متون اور شروح غرضیکہ اس علم کے ہر فن میں صلاحیتوں کو بروئے کار لایا گیا۔ ابتدائی صدیوں میں علوم حدیث پر عربی زبان میں کتب لکھی گئیں۔ بعدازاں اردو زبان کی اہمیت اور اردو دان طبقہ کی سہولت کے پیشِ نظر اس زبان میں تراجم اور کتب لکھنے کے سلسلے کا آغاز ہوا جو اب تک جاری و ساری ہے۔ آج ان کتب اور تراجم کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے مگر یہ تمام ذخیرہ نہ تو کسی ایک لائبریری میں دستیاب ہے اور نہ محض کسی کتاب کے سرورق سے ہی اس کے مشتملات و مندرجات، اسلوب، خصوصیات اور خامیوں سے آگاہ ہوا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس موضوع کا انتخاب اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کیا گیا ہے اس مضمون میں برصغیر میں اصول حدیث میں لکھی جانے والی چند معروف اُردو اور مترجم کتب (اردو) سے متعارف کروایا جا رہا ہے تاکہ نتیجتاً قارئین کے لیے ایک ہی جگہ پر کتب کے ایک وسیع ذخیرہ اور ان کے مندرجات تک رسائی اور باہم تقابل و موازنہ کی راہ ہموار ہو سکے۔ تعارف و تبصرہ کتب میں حروف تہجی کی ترتیب کو (بلحاظ اسمائے کتب) پیش نظر رکھا گیا ہے۔

ارشاد اصول الحدیث

مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی

زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۵ء

صفحات: ۱۹۲

مصنف گورینی جون پور کے مدرسہ ریاض العلوم میں استادِ حدیث کی حیثیت سے تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ان کی یہ کتاب اصول حدیث کی اصطلاحات، قواعد، اصحابِ صحاح کی

Marfat.com

مشہور اصطلاحات کے احکام، طبقات وخصوصیات کتب حدیث اور اس فن سے متعلق دیگر مفید و نفع بخش معلومات کا جامع ترین ذخیرہ ہے۔ ''پیش لفظ'' میں مصنف نے فن اصول حدیث اور اس کتاب کی اہمیت مختصراً بیان کی ہے۔ کتاب میں علم حدیث، فقہ الحدیث، روایت و درایت الحدیث کی تعریفیں، موضوعات، غرض و غایت اور اصطلاحات و اقسام حدیث کی وضاحت کی گئی ہے نیز روایت حدیث کی مختلف صورتیں، جواز تحمل و روایت حدیث کے حوالے سے تعیین عمر کی بابت مختلف آراء، علم جرح و تعدیل کی وضاحت، تحویل اور اس کی اقسام، ائمہ صحاح ستہ کے مسالک، ان کی کتب کی شروط، امام ترمذیؒ کی اصطلاحات، روایت بالمعنی، اختصار بالحدیث، روایت اور شہادت میں فرق، تصحیح و تضعیف کے قواعد، راویوں اور کتب حدیث کے طبقات اور ان کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ آخر میں صحابہ، تابعین اور مخضر مین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلوب

۱۔ فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ مصنف نے کتاب کو ابواب اور فصول میں تقسیم کیے بغیر مختلف مباحث کی وضاحت کی ہے۔

۳۔ احادیث کا صرف غیر معرب متن بغیر حوالہ کے دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر کتاب کا نام دے دیتے ہیں۔ عربی اقتباسات نقل کرنے کا اہتمام ہے۔ بعض مقامات پر ان کا ترجمہ یا مفہوم بھی ساتھ دیا گیا ہے اور بعض اوقات صرف ترجمہ دیا ہے۔ نیز حوالہ جات عبارت کے ساتھ درج ہیں۔

۴۔ مصنف نے زیادہ تر کسی بحث سے متعلق تمام اختلافی آراء بیان کر دی ہیں مگر نہ تو ان میں سے کسی رائے کو ترجیح دی ہے اور نہ ہی اپنی رائے کا ذکر کیا ہے مثلاً سن تحمل حدیث وسماع (۴)، خبر واحد پر عمل کرنے (۵) اور حدیث مقطوع کے حکم کے حوالے سے مذکورہ بالا اسلوب اختیار کیا ہے۔ (۶) البتہ بعض مقامات پر مصنف نے اپنی ذاتی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ جیسے

مقدمہ فتح الملھم کے حوالے سے بیان کردہ حدیث کی تعریف کی رو سے آپ ﷺ کے افعال اختیاریہ حدیث کی اصطلاح میں داخل ہوتے ہیں۔ مگر غیر اختیاریہ امور نہیں۔ اس تعریف کے ذکر

Marfat.com

کے بعد مصنف نے اپنی رائے یوں دی ہے:

''قول محقق عاجز کے نزدیک یہ ہے کہ آپ ؐ کے افعال غیر اختیاریہ، حلیہ مبارک، ولادت اور جسم مبارک واعضاء مبارک وغیرہ کی روایتیں بھی حدیث میں داخل ہیں''۔(۷)

۵۔ فہرست مصادر نہیں دی گئی۔

خصوصیات

۱۔ ہر اصطلاح حدیث کی لغوی واصطلاحی تعریف، ان کی اقسام، احکام اور دیگر متعلقہ مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز اقسام حدیث (مضطرب (۸)، غریب (۹)، السابق واللاحق (۱۰) اور المسلسلات (۱۱) وغیرہ) کی کم از کم دو اصطلاحی تعریفوں کے ساتھ اکثر مقامات پر ان کی وضاحت کرنا بھی ایک نمایاں پہلو ہے۔

۲۔ کتب حدیث کی تینتیس (۳۳) اقسام ذکر کرنا کتاب کی ایک خوبی ہے۔

۳۔ فن جرح وتعدیل کے متعلقات اور حدیث ضعیف کے حکم کے بارے میں تفصیلاً کلام کیا گیا ہے۔

۴۔ کسی عنوان کے تحت آنے والے ضمنی نکات کی وضاحت بھی کتاب کی خصوصیات میں سے ہے جیسے حدیث ضعیف کی وضاحت میں ضعیف اور مضعف کے مابین فرق بیان کر دیا گیا ہے۔ (۱۲) اور تدلیس کے تحت فروع تدلیس (معنعن اور مؤنن) بھی ذکر کی گئی ہیں۔(۱۳)

ماخذ ومصادر

کتاب میں الرفع و التکمیل ،فتح المغیث ،مقدمہ فتح الباری ،مقدمہ فتح الملھم، مقدمہ ابن الصلاح ،تدریب الراوی، ظفر الامانی، اوجز المسالک اور شرح نخبة الفکر جیسی بنیادی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ البتہ مقدمہ فتح الملھم ،تدریب الراوی اور ظفر الامانی کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔

تجزیہ

۱۔ بعض جگہ عبارات میں ثقیل الفاظ استعمال کیے گئے ہیں مثلاً حدیث معضل کا حکم یوں بیان کیا ہے۔

''ضعاف میں شمار ہے: مرسل اور منقطع سے بھی اَدوَن ہے۔''(۱۴) نیز حدیث مقلوب کے

Marfat.com

حکم میں درج ذیل اقوال درج ہیں۔

یحییٰ قطانؒ کا قول ہے ''بالعمد حلال نہیں''۔

''محمد بن عجلانؒ نے اظہار غضب کیا ہے البتہ تشحیذ اذھان امتحان کے لیے درست ہے۔'' (۱۵)

۲۔ بعض عبارات بھی قاری پر گراں گذرتی ہیں۔ جیسے

''علو اسناد ایک اہم اور محبوب اور باعث فضیلت اور فوقیت چیز ہے۔'' (۱۶) اسی طرح خبر مردود کی تعریف کے تحت اس طرح لکھا ہے۔

''جس کے ثبوت صدق یا ارجیت صدق پر کوئی دلیل نہ ہو۔'' (۱۷)

۳۔ بعض عربی عبارات کا ترجمہ بامحاورہ اور آسان فہم نہیں ہے۔ مثلاً

''المصافحة وهی الاستواء مع تلمیذ ذلک المصنف علی وجه الشروح اولاً'' کا ترجمہ ''وہ برابر ہوتا ہے اس مصنف کے شاگرد کے ساتھ اولاً'' کیا گیا ہے۔ (۱۸)

۴۔ مصنف نے مکمل حوالہ درج کرنے سے بعض اوقات اعراض کیا ہے جیسے

علی بن المدینیؒ کا قول نقل کیا مگر حوالہ نہیں دیا۔ (۱۹) اسی طرح صرف قول محدث کا ذکر کر دیا نہ تو حوالہ دیا اور نہ ہی محدث کا نام بتایا۔ (۲۰)

۵۔ دوران تالیف مصنف نے جن کتب سے استفادہ کیا ہے حوالہ میں ان میں سے بعض کے مکمل نام اور بعض کے مصنفین ذکر نہیں کیے جس سے قاری کو دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے ''قواعد'' نامی کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے مگر نہ تو اس کتاب کا مکمل نام بتایا اور نہ ہی مصنف کا نام ذکر کیا ہے۔ اسی طرح کتاب ''علوم الحدیث'' سے استفادہ کیا ہے مگر مصنف کا نام ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس نام سے بہت سی کتب ہیں۔ (۲۱) مزید برآں فہرست مصادر کی عدم موجودگی سے ماخذ تک رسائی ممکن نہیں رہتی۔

۶۔ بعض مقامات پر کتاب کی ترتیب و ربط میں بھی کمی دکھائی دیتی ہے جیسے خبر واحد کے حکم کی سرخی کے تحت پہلے خبر واحد کے معتبر ہونے کی شرائط ذکر کیں اور بعد ازاں حکم بیان کیا ہے۔ (۲۲) اسی طرح حدیث معنعن کی وضاحت صفحہ ۸۷ پر جبکہ اس کے قابل احتجاج ہونے کے

Marfat.com

بارے میں محدثین کی بحث صفحہ ۱۷ا پر کی گئی ہے۔

۷۔ کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں بھی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

نزھة النظر کی بجائے نزھة النظ (۲۳) اور مقدمہ ابن الصلاح کو مقدابن الصلاح (۲۴) لکھا ہے۔

اصول حدیث

حمیداللہ، ڈاکٹر

مجید بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، س۔ن

صفحات: ۹۷

مصنف ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور میں استاذ الحدیث والفقہ کی حیثیت سے تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اصول حدیث پر یہ ایک مختصر کتاب ہے۔ اس میں "شرح نخبة الفکر" کے مباحث کو سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت (۲۵) اور ڈاکٹر خالد علوی مرحوم (۲۶) کے ستائشی کلمات نقل کیے گئے ہیں۔ "مقدمہ" میں مصنف نے اصول حدیث کی تاریخ، اہم تالیفات، اسماء الرجال، مصطلح الحدیث، تخریج الاحادیث، الاعتبار، الناسخ و المنسوخ، التوفیق بین الاحادیث، المختلف والموتلف، اطراف الحدیث اور فقہ الحدیث جیسے علوم کا مختصر تعارف، کتب حدیث کی اقسام اور القاب محدثین کی وضاحت کی ہے۔ بعدازاں ابن حجرؒ اور ان کی تالیف "شرح نخبة الفکر" کا تعارف کرایا گیا ہے۔ کتاب میں علم اصول حدیث کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، اس فن کے مختلف نام، اقسام واصطلاحاتِ حدیث کی وضاحت، جرح وتعدیل کے مراتب اور محدث، طالب وکاتب حدیث کے آداب جیسے موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے "حرف آخر" لکھا ہے جس میں کتاب ہذا کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

اسلوب

۱۔ فہرست مضامین دی گئی ہے اور ابواب وفصول بندی نہیں کی گئی۔

۲۔ احادیث کا متن غیر معرب مع ترجمہ اور بحوالہ ہے۔

Marfat.com

۳۔ اہم نکات ''نوٹ'' کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

۴۔ کسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے مصنف اقوال اور آراء کے ساتھ نتیجہ بحث بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسے حدیث، خبر اور اثر کے مفاہیم کے سلسلہ میں مختلف آراء ذکر کر کے یوں لکھتے ہیں:

''حدیث، خبر اور اثر مختلف معانی میں استعمال ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک ایک معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی وہ رسولؐ کی طرف قولاً، فعلاً، تقریراً یا وصفاً منسوب ہو اسی طرح صحابی اور تابعی کی طرف منسوب ہو''۔(۲۷)

۵۔ ہر قسم حدیث کی وضاحت کے تحت اس کی تعریف، مثال اور حکم بیان کرنے کا خصوصی اہتمام ہے نیز بعض اقسام کی کتب بھی ذکر کی گئی ہیں۔

۶۔ حوالہ جات کتاب کے آخر میں درج ہیں اور فہرست مصادر نہیں دی گئی۔

خصوصیات

۱۔ کتاب اپنے موضوع پر مختصر مگر جامع ہے۔ اس میں تمام اقسام حدیث کے متعلقہ مباحث کا آسان فہم انداز میں احاطہ کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے جیسے صحیح لذاتہ کی تعریف اور مثال سے وضاحت کرنے کے بعد اس کے مراتب اور حدیث ناسخ و منسوخ کی تعریف کے ساتھ اس کی پہچان کے ذرائع بھی بیان کیے گئے ہیں نیز اگر کسی حدیث کے حکم سے متعلق مختلف آراء ہیں تو وہ تمام نقل کی گئی ہیں۔

۲۔ اقسام و اصطلاحات حدیث کی تعریفوں کی عربی عبارات دینے کا اہتمام، مصنفین کے سن وفات کا ذکر اور احادیث کو نمایاں کر کے لکھنا کتاب کی اہم خوبیاں ہیں۔

ماخذ و مصادر

کتاب کے ماخذ و مصادر بنیادی اور ثانوی دونوں ہیں جیسے معرفة علوم الحدیث، مقدمه ابن الصلاح ،تدریب الراوی ،الباعث الحثیث ،شرح نخبة الفکر ،تیسیر مصطلح الحدیث ،الدرایة فی اصول الحدیث ،عظمت حدیث ،مطالعه حدیث اور تاریخ و اصول حدیث وغیرہ۔ تاہم کتاب کی ترتیب میں شرح نخبة الفکر اور مثالوں و دیگر

Marfat.com

توضیحات کے لیے تیسیر مصطلح الحدیث سے خوب استفادہ کیا گیا ہے۔

تجزیہ

۱۔ کتاب اگرچہ تحقیقی تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے لیکن اس میں فہرست مصادر کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔

۲۔ کتاب میں کہیں کہیں طباعت کی اغلاط بھی ہیں۔ مثلاً
''صحابہ'' کی بجائے ''صحابر'' (۲۸) لکھا ہے۔

اصول الحدیث (مصطلحات و علوم) (جلد اول)

خالد علوی، ڈاکٹر

الفیصل ناشران وتاجران، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۱ء

صفحات: ۸۱۵

مصنف پنجاب یونیورسٹی لاہور میں سیرت پروفیسر اور ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر جامعہ پنجاب لاہور رہ چکے ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت میں مشرق و مغرب اور قدیم و جدید کا امتزاج ہے۔ دینی مدارس سے تکمیل کے بعد جامعہ پنجاب سے عربی، اسلامیات اور سیاسیات میں ایم۔اے اور ایڈنبرا یونیورسٹی سے علوم اسلامیہ میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ برمنگھم (برطانیہ) یونیورسٹی کی سطح پر تدریس کے علاوہ مسلم کمیونٹی کے مختلف پروگراموں میں شریک رہے۔ بیسویں تحقیقی مقالات کے علاوہ کئی کتب کے مصنف ہیں جو علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ ان میں سے چند اہم ''انسان کامل ﷺ''، ''حفاظت دین''، ''اسلام کا معاشرتی نظام''، ''اقبال اور احیاء دین''، ''پیغمبرانہ دعائیں''، ''خلق عظیم''، ''اسلام اور بنیادی انسانی حقوق'' اور ''برطانیہ کی مسلم کمیونٹی اور اس کے مسائل'' ہیں۔

اردو زبان میں اصول حدیث کے مختصر مواد کو دیکھتے ہوئے ایک ایسی جامع کتاب کی شدید ضرورت محسوس ہوتی تھی جس میں اسلاف کے غور و فکر پر مبنی سرمایے کو دور حاضر کی زبان میں اس طرح پیش کیا جائے کہ حتی الامکان کوئی گوشہ تشنہ نہ رہے۔ جناب خالد علوی نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے زیر نظر کتاب تالیف کی۔ کتاب کے ''پیش لفظ'' میں وہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں نے مصطلح الحدیث اور دیگر علوم میں بیش بہا ذخیرہ تیار کیا ہے۔ عربی

Marfat.com

زبان چونکہ مسلمانوں کی علمی زبان رہی ہے اس لیے تدریس کے ساتھ تصنیف میں بھی اسی کو ذریعہ اظہار قرار دیا گیا۔ برصغیر میں علومِ اسلامیہ کی تدریس کے لیے چونکہ اردو زبان استعمال ہوتی تھی اس لیے بعض کتب کے اردو تراجم بھی کیے گئے لیکن اردو زبان میں کوئی مستقل اور مفصل تصنیف جسے اندازِ تحقیق کے مطابق مرتب کیا گیا ہو میری نظر سے نہیں گذری (۲۹)

کتاب میں علم اصول حدیث کا آغاز وارتقاء، اس کی اساسی اصطلاحات القاب محدثین، حدیث متواتر، مشہور، عزیز، غریب، واحد، صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، محفوظ، شاذ، معروف، منکر، متابعت، شاہد، اعتبار، محکم الحدیث، مختلف الحدیث، ناسخ ومنسوخ، متوقف فیہ، ضعیف، مردود، معلق، مرسل، معضل، منقطع، مدلس، مرسل خفی، موضوع، متروک، منکر، معلل، مدرج، مقلوب، المزید فی متصل الاسانید، مصحف، محرف، غریب الحدیث، قدسی، مرفوع، موقوف، مقطوع، مسند، اختصار الحدیث، روایت بالمعنی اور طعن راوی کے اسباب کی وضاحت کی گئی ہے۔

اسلوب

۱۔ فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ مصنف نے ابواب وفصول کے روایتی طریقے کی پیروی کیے بغیر انتہائی سادہ، آسان اور سلیس زبان میں اصول حدیث کی اقسام کی وضاحت کی ہے۔

۳۔ آیات کا متن معرب اور احادیث کا غیر معرب مع ترجمہ وبحوالہ ہے نیز عربی کتب کی عبارات اور اقتباسات درج کرنے کا بالخصوص التزام کیا گیا ہے اور حوالہ جات حواشی میں دیئے گئے ہیں۔

۴۔ محدثین ومصنفین کتب کے سن وفات درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ جناب مصنف نے مختلف مباحث میں متقدمین ومتاخرین کی آراء کا نہ صرف خلاصہ دیا ہے بلکہ راہِ عمل بھی دکھا دی ہے مثلاً خبر واحد کے مبحث کو لیجئے جس کی افادیت علم پر بہت کچھ لکھا گیا ہے جناب مصنف نے بحث کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے:

خبر واحد کے مفید علم ہونے کو علامہ قاسمیؒ نے ابن طاہر المقدسیؒ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن متقدمین میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو یہی رائے رکھتے ہیں۔

Marfat.com

آمدیؒ نے جن علماء کا ذکر کیا ہے ان میں امام احمدؒ، حارث بن اسد المحاسبیؒ، حسین بن علیؒ، الکرابیسیؒ، ابوسلیمانؒ اور ایک رائے کے مطابق امام مالکؒ یہ رائے رکھتے ہیں کہ خبر واحد قطعی ہے اور مفید علم یقینی ہے۔ امام ابن حزمؒ سے بھی اسی طرح کی رائے منقول ہے (۳۰)

خبر واحد پر عمل کے بارے میں جناب مصنف اس نتیجے پر پہنچے ہیں:

وجوب عمل کے سلسلے میں دلائل کی کثرت ہے۔ خطیبؒ سے کر ابن حزمؒ تک اور آمدیؒ سے لے کر غزالیؒ تک انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ دلائل، جوابی دلائل اور جواب الجواب کی ایک دنیا آباد ہے دلچسپی رکھنے والے انہیں مصادر میں دیکھ سکتے ہیں (۳۱)

حدیث مرسل کی تعریف میں محدثین اور فقہاء ہمیشہ مختلف فیہ رہے ہیں۔ جناب علوی نے اس اختلاف کا عمدہ پیرایہ میں یوں تجزیہ کیا ہے:

محدثین اور فقہاء کی تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کے سامنے اہمیت کے مختلف دائرے ہیں۔ محدثین کے ہاں اصل اہمیت اتصال سند کی ہے۔ صحت وضعف کے پیمانوں سے ناپتے ہوئے محدثین نے حضور اکرمؐ کی صحیح احادیث کا ذخیرہ مرتب کیا ہے اور جو روایات اس معیار پر پورا نہیں اترتیں ان کی حیثیت متعین کر کے آنے والی نسلوں کے لیے حدیث سے استفادہ کی راہیں متعین کی ہیں جب کہ فقہاء واہل اصول کے سامنے استنباط احکام جیسا اہم قانونی و معاشرتی مسئلہ تھا لہذا انہوں نے عدالت کی شرط پر اس روایت کو قبول کرنے کی راہ اختیار کی جس میں انقطاع واقع ہو (۳۲)

۶۔ آخر میں فہارس الاعلام اور فہرست مصادر ہے جسے مؤلفین کے اسمائے گرامی کے اعتبار سے حروف تہجی پر مرتب کیا گیا ہے۔ مطابع اور سن اشاعت کا بھی اس میں اہتمام ہے۔

خصوصیات

۱۔ کتاب ہذا اصول حدیث کے موضوع پر اردو زبان میں مستقل، مفصل اور تحقیقی نوعیت کی ایک

Marfat.com

ضخیم کتاب ہے جس میں قارئین کو اختصار کی الجھنوں سے بچانے کے لیے اقسام حدیث کے مفاہیم، امثلہ، احکام، کتب اور دیگر متعلقات پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس موضوع پر اردو زبان میں جو کتابیں سامنے آئی ہیں۔ یہ موسوعہ بلاشبہ ان سب سے فائق ہے۔

۲۔ کتاب اپنی جامعیت، اسلوبِ بیان اور اندازِ تحقیق کے لحاظ سے ایک جلیل القدر کوشش ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر علما و طلبا پر بڑا احسان کیا ہے کیونکہ اصول حدیث کو سمجھنا بہت مشکل کام تھا لیکن موصوف نے ہر مسئلہ کو پوری تفصیل کے ساتھ امہات الکتب کی روشنی میں واضح کیا ہے۔

۳۔ مصنف نے تمام اقسام حدیث اور امثلہ کے عربی متون درج کیے ہیں تاکہ طلبا اردو کے ساتھ عربی عبارت سے بھی استفادہ کر سکیں اور کسی بحث کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اصل ماخذ تک رسائی آسان رہے۔ نیز ایک ہی اصطلاح کے بارے میں مختلف ائمہ کی تعریفیں ذکر کر دی گئی ہیں تاکہ قارئین ہر ایک کے مفہوم سے شناسا ہو جائیں۔

۴۔ علم اصول حدیث کی اساسی اصطلاحات مثلاً حدیث، سنت اور خبر کے مفاہیم کو قرآنی و حدیثی امثلہ سے واضح کرنا، اصول حدیث سے متعلق پچپن (۵۵) کتب نیز حواشی میں مؤلفین کتب، ائمہ محدثین اور راویوں کا تعارف کرانا کتاب ہذا کی اہمیت کو مزید بڑھا دیتا ہے۔

۵۔ کتاب کا دوبار شائع ہونا اس کی مقبولیت کی ایک دلیل ہے۔

۶۔ ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ'' میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

ماخذ و مصادر

کتاب کی بالاستیعاب ورق گردانی سے واضح ہوتا ہے کہ فن مصطلح الحدیث کی شاید ہی کوئی معروف کتاب ہو جس سے مصنف نے استفادہ نہ کیا ہو۔ لہذا کتاب کے مصادر بنیادی ہیں جیسے ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی''، ''الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع''، ''الکفایہ فی علم الروایۃ''، ''معرفۃ علوم الحدیث''، ''مقدمہ ابن الصلاح''، ''نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر''، ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''تھذیب التھذیب'' وغیرہ۔

Marfat.com

طباعت کی اغلاط

کتاب میں کہیں کہیں طباعت کی غلطیاں موجود ہیں مثلاً

''دوسری'' کو ''وسری'' (۳۳) ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کی بجائے ''کشف اصطلاحات الفنون'' (۳۴) اور ''شیخ زاید اسلامک سنٹر'' کو ''شیخ زاہد اسلامک سنٹر'' (۳۵) لکھا ہے۔

آئینہ اصول حدیث

مفتی محمد انعام الحق قاسمی

زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۵ء

صفحات: حصہ اول: ۶۵، حصہ دوم: ۱۶۵

کتاب ہذا اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ اس میں اصول حدیث کے مباحث کو تدریجی انداز میں دو حصوں میں پیش کیا گیا ہے۔ حصہ اول کے دو ابواب ہیں۔ اس حصہ کا آغاز مختلف علمائے کرام کے اس تالیف کے بارے میں ستائشی کلمات سے ہوتا ہے۔ باب اول تین دروس پر مشتمل ہے جن میں حدیث کو مختلف اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے ہر قسم سے متعلق ذیلی اقسام کے نام دیئے گئے ہیں۔ باب دوم کے تئیس (۲۳) دروس ہیں۔ جن میں اقسام حدیث کی وضاحت کی گئی ہے نیز تحمل حدیث کے طریق اور کتب حدیث کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ حصہ دوم کے آغاز میں بھی مختلف علمائے کرام کے ستائشی کلمات بالوضاحت دیئے گئے ہیں۔ مصنف نے ''پیش لفظ'' میں کتاب کے مشتملات مختصراً ذکر کیے ہیں۔ بعد ازاں حصہ اول کے مندرجات بالتفصیل بیان کیے ہیں۔ نیز کتب حدیث و راویان کے طبقات، ان کے فوائد، مراتب، صحاح ستہ کا درجہ استناد اور فن جرح و تعدیل کا مختصر تعارف بھی اس حصہ کے مشتملات میں سے ہے۔

اسلوب

۱۔ فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ ابواب اور فصول بندی نہیں کی گئی۔

۳۔ ہر قسمِ حدیث کی تعریف، مثال، حکم، ذیلی اقسام اور دیگر متعلقات کی وضاحت کی گئی ہے۔

۴۔ آیات و احادیث معرب اور بحوالہ دی گئی ہیں۔

Marfat.com

۵۔ حوالہ جات اور قابلِ توضیح نکات کی وضاحت حواشی میں کی گئی ہے۔

۶۔ اہم نکات کو ''تنبیہ''، ''فائدہ'' اور ''انتباہ'' کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

۷۔ حصہ اول میں دروس کے بعد اور آخر میں درسی اور معروضی نوعیت کے سوالات دیئے گئے ہیں نیز معروضی سوالات کے جوابات بھی تحریر کیے گئے ہیں۔

۸۔ آخر میں فہرست مصادر ہے۔ جس میں صرف کتابوں کے نام درج ہیں۔

خصوصیات

۱۔ اصول حدیث سے متعلق یہ ایک اہم اور مفید کتاب ہے جس میں اصول حدیث کے مباحث کی وضاحت تدریجی انداز سے کی گئی ہے۔ پہلے درجے میں اقسام حدیث کے صرف نام دیئے گئے ہیں۔ دوسرے درجہ میں ان کی تعریف، مثال اور حکم کا بیان ہے۔ تیسرے درجہ میں تعریف، مثال، حکم اور ذیلی اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔

۲۔ قارئین کی سہولت کے لیے حدیث کی تقسیم کو نقشہ وجدول کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ کتب حدیث کے طبقات ذکر کرتے ہوئے ہر طبقہ سے متعلق کتب سے متعارف کروانا بھی اس کی ایک خصوصیت ہے۔

تجزیہ

۱۔ مصنف نے جن کتب سے استفادہ کیا ہے ان کے مصنفین کے نام نہ تو حواشی میں دیئے اور نہ ہی فہرست مصادر میں۔ اگر نام ذکر کر دیئے جاتے تو کسی کتاب کے بارے میں کوئی ابہام نہ رہتا مثلاً 'علوم الحدیث' نامی کتاب سے استفادہ کثرت سے کیا گیا ہے لیکن مصنف کا نام ذکر نہ کرنے سے قاری کے لیے کتاب کی پہچان ممکن نہیں کیونکہ اس نام کی بہت سی کتب ہیں۔

۲۔ فہرست مصادر دینے کا انداز تحقیقی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ مصنف نے صرف کتب کے نام ذکر کر دیئے ہیں۔ جس سے محولہ کتب تک رسائی ممکن نہیں رہتی۔

۳۔ کتاب میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں بھی ہیں جیسے

''آسان اصول حدیث'' کی بجائے ''آسان وصول حدیث'' (۳۶) اور ''کی'' کو ''کے'' لکھا ہے۔ (۳۷)

Marfat.com

تاریخ و مصطلح الحدیث

عبدالمنان راسخ

المرکز الاسلامی للدعوۃ والتحقیق، فیصل آباد، ۱۹۹۹ء

صفحات: ۶۹

کتاب کے آغاز میں عبدالعزیز علوی (۳۸)، ارشادالحق اثری (۳۹) اور فاروق اصغر صارم (۴۰) کے ستائشی کلمات نقل کیے گئے ہیں۔ کتاب کا ''مقدمہ'' ابن حکیم عبدالرحمٰن راسخ (۴۱) نے لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے کتاب ہذا کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ کتاب میں مصطلح الحدیث کا مفہوم بیان کرنے کے بعد ایسی آیات واحادیث بیان کی گئی ہیں جو علم اصول حدیث کا سرچشمہ ہیں اور ان سے اس علم کے قواعد وضوابط، اصول وقوانین مستنبط اور اخذ کیے گئے ہیں نیز روایت، نقل، تحمل اور اخذ حدیث میں نہایت احتیاط وتثبت کا حکم دیا گیا ہے۔ بعدازاں قبول وروایت حدیث میں صحابہ وتابعین کی محتاط روش، دوسری اور تیسری صدی ہجری کی تدوینی سرگرمیوں اور اقسام واصطلاحات حدیث کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز کتب حدیث کی اقسام، شیخ وطالب حدیث کے آداب، فن جرح وتعدیل اور علم مصطلح الحدیث کی اہم کتب کا تعارف بھی اس کے مندرجات میں سے ہے۔

اسلوب

۱۔ آغاز کتاب میں فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ مصنف نے ابواب بندی کیے بغیر مباحث کی وضاحت کی ہے۔

۳۔ اقسام واصطلاحات حدیث کی عام فہم تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

۴۔ آیات واحادیث معرب مع ترجمہ اور بحوالہ ہیں نیز عربی کتب کے اقتباسات کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ قابل توضیح نکات کی وضاحت اور حوالہ جات حواشی میں دیئے گئے ہیں۔

۶۔ مؤلفین کتب کے سن وفات ذکر کیے گئے ہیں۔

۷۔ فہرست مصادر نہیں دی گئی۔

Marfat.com

خصوصیات

۱۔ کتاب مختصر لیکن جامع ہے۔ اس میں دلائل نقلیہ (آیات، احادیث اور آثار صحابہ) کے ذریعے بڑے اچھے انداز سے فن مصطلح الحدیث کی حجیت ثابت کی گئی ہے۔

۲۔ اقسام حدیث کی تعریفیں مستند مصادر کے حوالہ سے درج کی گئی ہیں۔

۳۔ فن مصطلح الحدیث سے متعلق اہم کتب کا تعارف کرانا کتاب کی انفرادیت کا ایک پہلو ہے۔

۴۔ فن جرح وتعدیل کا تعارف مفصل طور پر ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں مفہوم، مراتب، شروط معدل و جارح اور ائمہ جرح وتعدیل کے طبقات بیان کیے گئے ہیں۔

۵۔ مصنف کا انداز اور تحریر انتہائی عمدہ ہے۔

۶۔ کتابت کی کوئی غلطی راقمہ کی نظر سے نہیں گذری۔

ماخذ ومصادر

مصنف نے کتاب ہذا کی تالیف میں تدریب الراوی، تفسیر ابن کثیر، میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، مقدمہ صحیح مسلم اور شرف اصحاب الحدیث وغیرہ جیسی بنیادی کتب سے استفادہ کیا ہے۔

تجزیہ

فہرست مصادر نہ دینے سے نہ صرف قارئین کے لیے اصل ماخذ تک رسائی میں دشواری پیش آتی ہے بلکہ کتاب کی تحقیقی حیثیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ آج کل کے علمی رجحانات پہلے سے کہیں زیادہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ تحریر وتحقیق کے جدید اصول وقواعد کو ملحوظ رکھا جائے۔

الدراية فی اصول الحديث

مولانا امجد العلی

قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی، ۱۹۶۶ء

صفحات: ۲۵۶

مصنف موصوف ادارۂ تحقیقات اسلامی حکومت پاکستان کے شعبہ تالیف وتراجم کے نامور عالم ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کو مقدمہ ابن الصلاح، التقریب، تدریب الراوی، معرفة

Marfat.com

علوم الحدیث، فتح المغیث، توجیه النظر اور شرح نخبة الفکر کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ مصنف کے خیال کے مطابق متاخرین، متقدمین کی مانند علم حدیث کی سرپرستی نہ کر سکے بلکہ اس سے غافل رہے۔ چنانچہ مصنف نے اس علم سے روشناس کرانے کے لیے یہ کتاب تالیف کی۔ اس پس منظر وخیال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ۔۔۔۔اس لیے ضروری ہوا کہ ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جو انواع علم الحدیث کی معرفت کا ذریعہ ہو سکے اور جو مشکلات اس سلسلہ میں پیش آتی ہیں ان کے حل کر لینے کا سبب ہو سکے۔ جس میں اس علم کے قواعد واحکام واقسام واصول وتشریح قواعد وفصول کی تشریحات کی گئی ہوں اور ان تمام فوائد ونکات پر مشتمل ہو جو اس سلسلہ میں واجبات کا درجہ رکھتے ہوں (۴۲)

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا قاری احمد پیلی بھیتی (۴۳) نے ائمہ علم اصول حدیث کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ ''عرض مؤلف'' میں علم حدیث کی فضیلت اور اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کی گئی ہے۔ حصہ اول میں حدیث، اصول حدیث، سند ومتن کی وضاحت، روایت حدیث میں صحابہ کا محتاط رویہ، قلت روایت کے اسباب، قبولیت راوی کی شرائط، اقسام حدیث کی وضاحت، ممانعت کتابت حدیث کے اسباب، کلمات پر اعراب ونقاط لگانے کے حوالے سے اختلافی آراء، روایت اور شہادت کے مابین فرق، نسیان کی وجہ سے راوی کی روایات کی قبولیت وعدم قبولیت، اجرت لے کر حدیث کی روایت کے جواز وعدم جواز، تساہل کی بناء پر حدیث کی عدم قبولیت کی وضاحت، الفاظ جرح وتعدیل، ان کے مراتب، سماع اور قبول حدیث کے آداب، سماع حدیث کے طریقے اور ان کی ادائیگی کے الفاظ، روایت حدیث میں ادائیگی الفاظ کے ضمن میں محدثین کے رموز، روایت بالمعنی اور روایت بالاختصار کی وضاحت، حدیث کے الفاظ میں لحن، تصحیف وتحریف پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی تصحیح سے متعلق مختلف آراء، شیوخ کے الفاظ کے اختلاف اور شیخ کے نسب میں زیادتی کر دینے کی صورت میں روایت کرنے کے طریقے، حدیث کی روایت کرتے ہوئے مثلہ یا نحوہ کہہ دینا اور نبی کے بجائے رسول اور رسول کی بجائے نبی کہنے کے جواز وعدم جواز کے بارے میں اقوال ائمہ جیسے مباحث زیر بحث لائے گئے ہیں۔ حصہ دوم آداب محدث سے متعلق ہے۔ اس میں حدیث کی تدریس وحصول کے آداب

Marfat.com

اور اقسام واصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔

اسلوب

۱۔ کتاب کے آغاز میں فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ مصنف نے ابواب اور فصول بندی کے روایتی طریقے کی پیروی نہیں کی بلکہ کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے مختلف مباحث کی وضاحت کی ہے۔

۳۔ آیات کے متون زیادہ تر صرف غیر معرب ہیں۔ان کے ترجمہ اور حوالہ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ جب کہ احادیث کا متن کے ساتھ اکثر مقام پر ترجمہ بھی درج ہے۔

۴۔ اصطلاحات کے لغوی مفاہیم کا اہتمام نہیں کیا گیا اور جہاں کہیں دیا بھی ہے تو وہ حوالے کے بغیر ہے جیسے سند (۴۴)، متن (۴۵) اور متواتر (۴۶) کے لغوی مفاہیم حوالہ کے بغیر درج ہیں۔

۵۔ عربی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن ان کے اقتباسات صرف ایک دو مقامات پر ہی نظر آتے ہیں۔

۶۔ حوالہ جات حواشی میں درج ہیں۔

۷۔ کسی بھی عنوان کی وضاحت کے بعد اس کے اہم نکات کو تنبیہ، فائدہ، تتمہ اور انتباہ کے تحت بیان کیا گیا ہے۔(۴۷)

۸۔ اگر اقسام حدیث میں سے کسی قسم کی تعریف اور حکم میں ائمہ کی مختلف آراء ہیں تو ان تمام کو نقل کیا گیا ہے جیسے حدیث شاذ کی تعریف اور حدیث مرسل کا حکم دیکھیے۔(۴۸)

۹۔ اختلافی آراء ذکر کرنے کے بعد راجح اور صحیح قول بھی بیان کیا گیا ہے جیسے سماع بالعرض میں وقت روایت "سمعت" کا لفظ استعمال کرنے کے جواز وعدم جواز کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد صحیح قول ذکر کیا ہے۔(۴۹) اسی طرح حدیث کے بعض حصہ کو نقل اور بعض کو حذف کر دینے کے جواز کے متعلق علماء کی اختلافی آراء اور پھر صحیح قول بیان کیا گیا ہے۔(۵۰) اس کی ایک اور مثال "روایت حدیث" میں نبی اور رسول کے لفظوں کی باہمی تبدیلی کے جواز اور عدم جواز کے تحت بھی دیکھی جا سکتی ہے۔(۵۱)

Marfat.com

۱۰۔ فہرست مصادر نہیں دی گئی۔ البتہ حوالہ جات میں کتب اور مصنفین کے اسمائے گرامی، جلد و صفحات نمبر، مطابع اور سن اشاعت بھی درج ہیں۔

خصوصیات

۱۔ خبر واحد کی حجیت دلائل نقلیہ (قرآن، حدیث اور تعامل صحابہ) کی روشنی میں بڑے اچھے انداز سے ثابت کی گئی ہے۔

۲۔ روایت اور شہادت کے مابین فرق، تحمل و ادائے حدیث کے آٹھوں طریق، معرفۃ اسماء، القاب و کنیٰ اور تاریخ موالید و وفات کی تفصیلاً وضاحت کی گئی ہے۔

۳۔ اقسام حدیث کی توضیح کے تحت مصنف نے ان سے متعلقہ تمام اصولی مباحث پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً حدیث صحیح کی تعریف، شرائط اور مراتب بیان کرنے کے علاوہ مختلف محدثین کی اصح الاسانید اور صحیح احادیث پر مبنی کتب بھی ذکر کی ہیں۔ نیز اس غلط فہمی کو بھی دور کیا ہے کہ صحیح احادیث صرف صحیحین میں ہیں دیگر مسندات اور سنن میں نہیں۔

۴۔ امام ترمذیؒ کی اصطلاح "هذا حديث حسن و صحيح" کے حوالے سے ابن دقیق العید کا اعتراض اور اس ضمن میں ائمہ متقدمین کے جوابات پیش کرنا بھی کتاب کی خصوصیت کا ایک پہلو ہے۔

۵۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب ''اصول حدیث'' میں اس کتاب کے حوالہ جات ملتے ہیں۔

ماخذ و مصادر

مصنف نے اس کتاب کی تالیف میں مقدمہ ابن الصلاح، شرح نخبة الفكر، معرفة علوم الحديث، التقريب، تدريب الراوى، فتح المغيث اور توجيه النظر جیسی بنیادی کتب کو پیش نظر رکھا ہے۔

تجزیہ

۱۔ کتاب کا اسلوب آسان فہم نہیں ہے۔ مصنف نے کسی بحث کو ذیلی عناوین میں تقسیم کیے بغیر تمام تفصیلات بیان کر دی ہیں مثلاً حدیث صحیح کی اقسام، مراتب اور دیگر متعلقہ مباحث کو بغیر کسی ذیلی سرخی کے بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ انداز قاری پر گراں گذرتا ہے۔ اس طرح کہیں

Marfat.com

کہیں ثقیل الفاظ کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اگر کسی شخص میں اس کا حاسئہ مدرکہ مفقود ہو''۔ (۵۲)

۲۔ کتاب کا موضوع اگرچہ اصول حدیث ہے مگر اس کا آغاز وارتقاء بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی بنیادی اصطلاحات حدیث جیسے حاکم، حجۃ اور امیر المؤمنین وغیرہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ مزید برآں حدیث معلق، المزید فی متصل الاسانید، محکم الحدیث اور متوقف فیہ کا ذکر موجود نہیں ہے۔

۳۔ ''اسباب تقسیم'' کی سرخی کے تحت ''روایت حدیث میں صحابہ کا محتاط رویہ'' سے متعلق مواد دیا گیا ہے۔

۴۔ کتابت کی غلطیاں کثرت سے پائی گئی ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

''واضح'' کی جگہ ''واضع'' (۵۳) ''معضل'' کو ''مفصل'' (۵۴) اور ''محکم'' کی بجائے ''حکم'' (۵۵) لکھا ہے۔

ضیاء علم الحدیث

ابوالعرفان محمد انور مگھالوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء

صفحات: ۶۰۵

کتاب ہذا دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اول تاریخ حدیث اور ائمہ حدیث کی سوانح حیات پر مشتمل ہے اور حصہ دوم میں اصول حدیث کی اصطلاحات کو انتہائی آسان انداز میں ترتیب وتہذیب کے ساتھ مدون کیا گیا ہے۔

تقریظ محمد اقبال شاہ گیلانی (۵۶) نے لکھی ہے۔ ''حرف آغاز'' میں مصنف نے کتاب کے حوالے سے مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ حصہ اول میں حدیث، سنت، متن، سند، خبر، اثر، راوی، محدث، طالب الحدیث، حاکم وحجت فی الحدیث کی وضاحت، آیات مبارکہ، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ وائمہ محدثین کی روشنی میں حجیت حدیث، کتابت وتدوین حدیث کی تاریخ، تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے محدثین، مکثرین صحابہ، کبائر تابعین، ائمہ صحاح ستہ اور ان کی کتب کا تعارف کروایا گیا ہے۔ حصہ دوم میں

Marfat.com

اصول حدیث کی تعریف، اس کا موضوع، فضیلت اور حکم بیان کرنے کے بعد اقسام واصطلاحات حدیث کی وضاحت کی گئی ہے نیز صحابہ وتابعین کی عدالت وفضیلت، طبقات اور اس کے دیگر متعلقات، تحمل و ادائے حدیث کی شرائط اور طرق، جرح وتعدیل کے مراتب، حکم اور شیخ وطالب حدیث کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔

اسلوب

۱۔ فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ مصنف نے کتاب ہذا میں ابواب اور فصول کی روایتی تقسیم کو نہیں اپنایا بلکہ مختلف عناوین پر براہ راست گفتگو کی ہے۔

۳۔ آیات معرب مع ترجمہ و بحوالہ ہیں۔ احادیث جز اول میں غیر معرب اور جز دوم میں معرب مع ترجمہ بحوالہ ہیں نیز عربی کتب سے اقتباسات بھی شامل کیے گئے ہیں۔

۴۔ اہم نکات کو ''نوٹ'' اور ''تنبیہ'' کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ آیات کے علاوہ تمام حوالہ جات حواشی میں درج ہیں۔

۶۔ مصنفین کے سن وفات ذکر کیے گئے ہیں۔

۷۔ اختلافی اقوال بیان کرتے ہوئے صحیح قول کا ذکر کر دینا مصنف کے اسلوب میں شامل ہے مثلاً ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ کے سن وفات کے حوالے سے مختلف اقوال ۱۰۲ھ، ۱۰۷ھ اور ۱۱۰ھ نقل کرنے کے بعد صحیح قول بھی ذکر کیا ہے کہ امام ذہبیؒ نے ۱۱۰ھ کو صحیح قرار دیا ہے۔(۵۷)

۸۔ مکثرین صحابہ کے تعارف میں نام ونسب، مقام ومرتبہ، مرویات کی تعداد، شیوخ وتلامذہ جبکہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ صحاح ستہ کے تذکرہ میں ان کی تصانیف کا ذکر بھی کیا ہے۔

۹۔ کتب صحاح ستہ کا تعارف کراتے ہوئے وجہ تالیف، اسلوب، شرائط، خصائص اور شروح خصوصاً ذکر کی گئی ہیں۔

۱۰۔ جز دوم میں ہر نوع کا لغوی واصطلاحی مفہوم، اقسام، امثلہ، کتب اور حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۔ مصادر ومراجع کی فہرست موجود نہیں۔

Marfat.com

خصوصیات

۱۔ یہ کتاب تاریخ واصول حدیث کے حوالے سے گراں قدر معلومات کا مجموعہ ہے۔ مصنف نے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین کا تعارف مستند ذرائع کی روشنی میں کروایا ہے۔ نیز جز دوم میں تیسیر مصطلح الحدیث اور شرح نخبة الفکر کو بنیاد بناتے ہوئے اصول حدیث کے مباحث انتہائی عام فہم انداز میں پیش کیے ہیں۔

۲۔ چند ایک مباحث پر مصنف نے تفصیلی بحث بھی کی ہے جو فن کی عام دستیاب کتب میں نہیں ملتی مثلاً راجح ومرجوح کی بحث وغیرہ۔

ماخذ ومصادر

تدریب الراوی، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، عمدة القاری، تهذیب التهذیب، تذکرة الحفاظ، سیر اعلام النبلاء، شرح نخبة الفکر، تیسیر مصطلح الحدیث، سنت خیر الانام اور مطالعہ حدیث کتاب ہذا کے ماخذ ہیں۔

تجزیہ

مصنف نے تحقیقی انداز تو اپنایا ہے لیکن اس نقطہ نظر سے کئی ایک خامیاں موجود ہیں۔

۱۔ لغوی تعریف بیان کرتے وقت لغات کی بجائے فن کی عام کتب سے مدد لی گئی ہے جیسے سنت کی لغوی تعریف میں ترجمہ شدہ کتاب ''حدیث رسول کا تشریعی مقام'' کا حوالہ دیا گیا ہے (۵۸) اور ایسے ثانوی حوالہ جات جابجا موجود ہیں۔

۲۔ فن کی عام دستیاب کتب کے حوالہ جات براہ راست کی بجائے بالواسطہ نقل کیے گئے ہیں مثلاً حافظ ابن حجرؒ کی ''شرح نخبة الفکر'' کی درج ذیل عبارت ''الخبر عند علماء هذا الفن مرادف للحديث'' (۵۹) ''تدریب الراوی'' کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔

۳۔ کئی ایک مقامات پر حوالہ جات نامکمل ہیں۔ صرف کتاب کے نام کو ذکر کر دیا ہے صفحہ وجلد نمبر یا احادیث کی صورت میں کتاب اور باب کا عنوان ذکر نہیں کیا گیا۔ صفحات نمبر ۲۵، ۳۷، ۵۹، ۶۰، اور ۶۰۴ پر اس کی مثالیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۴۔ کتاب کے آخر میں مصادر ومراجع کی فہرست نہیں دی گئی جس سے محولہ کتب تک رسائی ممکن

Marfat.com

نہیں ہے۔

۵۔ کتاب میں طباعت کی کچھ اغلاط بھی موجود ہیں۔مثلاً ''کے'' کی بجائے ''کس'' (۶۰) لکھا ہے۔

مبادیات حدیث

مرغوب احمد لاجپوری

مکتبہ بیت العلم، کراچی، ۲۰۰۵ء

صفحات: ۱۸۷

یہ کتاب حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری کے درسی افادات ہیں جو مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ کے طور پر پیش کیے گئے ہیں موصوف خود لکھتے ہیں:

> پہلی دفعہ جب مشکوٰۃ شریف کے درس کی ذمہ داری احقر کو سونپی گئی تو اس وقت علم حدیث اور کتاب مشکوٰۃ سے متعلق ضروری اور اہم ابتدائی باتیں اپنی سہولت اور طلبہ کے افادہ کے لیے نوٹ کر لی تھیں (۶۱)

ان درسی افادات کو مولانا مفتی بارڈولی صاحب نے مولانا مفتی احمد کی اجازت سے کچھ اضافہ اور ترتیب دے کر **مبادیات حدیث** کے نام سے ۱۹۹۵ء میں شائع کروایا۔ بعد ازاں یہ مذکورہ بالا مطبع سے شائع ہوئی۔ اس پر تحقیق وحواشی کا کام مرغوب احمد لاجپوری نے سرانجام دیا ہے اور آیات کے حوالہ جات اور احادیث کی تخریج کا خصوصی اہتمام کیا ہے نیز جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی وہاں اضافہ بھی کیا ہے۔

مشتملات ومندرجات

کتاب کے آغاز میں ''تقریظ''، ''عرض محشی'' اور ''پیش لفظ'' ہے۔ ''تقریظ'' میں ابن الحسن عباسی (۶۲) نے کتاب ہذا کا مختصراً تعارف کروایا ہے۔ ''عرض محشی'' میں مرتب نے کتاب کے مشتملات اور اپنے اختیار کردہ اسلوب کی وضاحت کی ہے۔ ''پیش لفظ'' میں مدرس نے کتاب کی تالیف کا پس منظر بیان کیا ہے۔ بعد ازاں علم حدیث کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، وجہ تسمیہ، اس کا حکم شرعی، کتابت و تدوین حدیث کی مختصراً تاریخ ذکر کرتے ہوئے حدیث کے مدون اول کے بارے میں ائمہ محدثین و مورخین کی مختلف آراء مع دلائل نقل کر کے ان کے باہمی تعارض کو دور کیا گیا ہے۔ منکرین حدیث کے

Marfat.com

بنیادی اعتراضات کی تردید، حدیث کی حجیت، علم حدیث کا جنس نقلی، اصلی اور شرعی ہونا، فضیلت اور تعلیم کے اعتبار سے اس علم کے مراتب، کتب حدیث کی اقسام، طبقات ائمہ صحاح ستہ کی شروط اور اقسام حدیث کی وضاحت کی گئی ہے۔ مصابیح، مشکوۃ المصابیح اور ان کے مؤلفین، ائمہ صحاح ستہ، فقہائے ثلاثہ (امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کے علاوہ دیگر محدثین کرام امام دارمیؒ، دار قطنیؒ، بیہقیؒ اور رزینؒ کا تعارف، صاحب مشکوٰہ کی سند اور طالب حدیث کے آداب کا بیان کتاب کے دیگر مشتملات ہیں۔

اسلوب

۱۔ فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ مرتب نے ابواب اور فصول بندی کیے بغیر کتاب کی تقسیم مختلف مباحث کے تحت کی ہے۔

۳۔ آیات و احادیث معرب و بحوالہ ہیں لیکن ان کے ترجمہ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ البتہ عربی کتب کے اقتباسات کثرت سے درج ہیں۔ بعض مقامات پر ان کے اردو تراجم بھی کیے گئے ہیں اور بسا اوقات متن سے پہلے ان کے مفاہیم بیان کر دیئے گئے ہیں۔ نیز بعض اوقات متن میں ترجمہ و مفہوم لکھ دیا ہے اور اس کی عربی عبارت حواشی میں درج کی گئی ہے۔

۴۔ حوالہ جات اور قابلِ توضیح نکات کی وضاحت حواشی میں کی گئی ہے۔

۵۔ عربی اشعار سے استدلال کیا گیا ہے۔

۶۔ کتاب کے آخر میں فہرست مصادر کتب کے اعتبار سے حروف تہجی پر مرتب ہے۔ البتہ ایک دو مقامات پر استثنائی صورت ہے۔

خصوصیات

۱۔ اس کتاب کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اکثر مقامات پر کسی عنوان کی با قاعدہ وضاحت سے پہلے مصنف نے بذاتِ خود اس عنوان پر اظہار خیال کیا ہے جیسے علم حدیث کی تعریف، موضوع اور غرض و غایت کے بیان سے پہلے تعریف، موضوع اور غرض و غایت کے مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔ آیات، احادیث، عربی اقتباسات اور اقوال ائمہ محدثین کا معرب ہونا بھی ایک قابل تحسین بات ہے۔

Marfat.com

۳۔ کتب احادیث کی اکیالیس اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ہر نوع کی تعریف اور متعلقہ کتب کا بالوضاحت احاطہ کیا گیا ہے۔

۴۔ حدیث کے مدون ہونے کے بارے میں بڑے اچھے انداز سے محدثین و مؤرخین کے تعارض کو دور کیا گیا ہے۔

۵۔ سترہ ائمہ محدثین کے مختصر حالات مستند مصادر کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔

۶۔ مشکوٰۃ المصابیح کے تعارف میں اس کی احادیث، کتب، ابواب، شروح، حواشی، تراجم اور منسوبات کے ذکر کا بالخصوص اہتمام کیا گیا ہے۔

۷۔ کتابت کی غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ راقمہ کی نظر سے صرف ایک غلطی گزری۔ ''وفیات الاعیان'' کی جگہ ''وفیات الایمان'' (۶۳) لکھا ہے۔

ماخذ و مصادر

کتاب کے مصادر میں تدریب الراوی، اوجز المسالک، عمدۃ القاری، فتح الملھم، فتح الباری، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، توجیہ النظر، تذکرۃ الحفاظ، تھذیب الکمال، مقدمہ لامع الدراری، اسد الغابہ، شرح نخبۃ الفکر، عجالہ نافعہ، البدایۃ والنھایۃ اور جامع بیان العلم وغیرہ جیسی بنیادی کتب شامل ہیں۔

تجزیہ

۱۔ کتاب اگرچہ اصول حدیث سے متعلق ہے لیکن اس میں درج ذیل مباحث نہیں بیان کیے گئے۔

i۔ حدیث کی بنیادی اصطلاحات مثلاً حافظ، حجۃ، حاکم، سند، متن، مسند، اور امیر المؤمنین فی الحدیث وغیرہ کی وضاحت نہیں ملتی۔

ii۔ اقسام حدیث کی صرف تعریفیں بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ مزید برآں ان کا مکمل طور پر احاطہ بھی نہیں کیا گیا۔ ان میں المزید فی متصل الاسانید، حدیث قدسی، مرسل خفی، محکم الحدیث، مختلف الحدیث، ناسخ و منسوخ اور متوقف فیہ کا ذکر نہیں ملتا۔ نیز تحمل و ادائے حدیث کے طریق بھی بیان نہیں کیے گئے۔

۲۔ اسلوب بیان سادہ اور عام فہم ہے البتہ ایک دو مقامات پر ثقیل عبارات بھی استعمال کی گئی ہیں

Marfat.com

مثلاً ''ذوق سلیم یہ کہتا ہے کہ ترتیب بطریق لف ونشر مشوش ہے نہ بطریق لف ونشر مرتب''۔(۶۴)

۳۔ ''صحابہ وتابعین کے اقوال وآثار دوحال سے خالی نہیں یا تو وہ مدرک بالقیاس ہوں گے یاغیر مدرک بالقیاس''۔(۶۵)

۴۔ بعض کتب سے استفادہ کیا گیا ہے مگر فہرست مصادر میں اس کا ذکر نہیں ہے جیسے صفحات ۵۰ اور ۵۱ پر حجیت حدیث کا حوالہ ہے لیکن فہرست مصادر میں اس کتاب کا اندراج نہیں ہے۔

اصول حدیث پر کتب کے تراجم

اصول حدیث پر اُردو زبان میں مصنفات ومرتبات کے علاوہ عربی زبان میں لکھی جانے والی کتب کے تراجم بھی کئے گئے جن میں سے چند معروف کا تذکرہ افادہ سے خالی نہ ہوگا۔

اصطلاحات حدیث

محمد سعد صدیقی

پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۷ء

صفحات: ۲۵۶

زیرِنظر کتاب عربی تصنیف تیسیر مصطلح الحدیث کا ترجمہ ہے جس کے مصنف شامی عالم استاد محترم ڈاکٹر محمود احمد طحان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب عرصہ دراز تک مدینہ منورہ اور ریاض کی سعودی جامعات اور کویت یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ مصنف کی اس کتاب کو عمدہ ترتیب وجامعیت کی بناء پر قبول عام حاصل ہوا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مصطلح الحدیث کے مباحث مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے اور مختلف انداز سے مرتب کیے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کوشش کر کے ان تمام مباحث کو ایک نئی ترتیب سے یکجا کر دیا ہے تاکہ اصطلاحات حدیث کے بارے میں کوئی بھی مسئلہ تشنہ نہ رہے۔ چنانچہ آپ خود مقدمہ میں متقدمین کی کتب کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> ان کتابوں کی علمی جلالت شان مع عملی صورت یہ رہی کہ طلبہ کو ان سے فن مصطلح کو کما حقہ سمجھنے میں ایک حد تک دقت کا سامنا رہا کہ بعض موضوعات بہت طویل

Marfat.com

ہیں جیسا کہ ابن الصلاحؒ کی کتاب ''علوم الحدیث'' میں اور بعض از حد مختصر ہیں جیسا کہ علامہ نوویؒ کی ''التقریب'' میں، کہیں عبارات میں الجھن ہے، کہیں مباحث کی تشنگی ہے اور کہیں تہذیب و ترتیب کا فقدان ہے(٦٦)

انہی مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے متقدمین کی کتب کی روشنی میں اس کتاب کو مرتب کیا اور اس فن کی تمام معلومات چھوٹے اور مختصر حصوں میں تقسیم کر کے پیش کیں۔ اس طرح اس موضوع پر ایک درسی نوعیت کی کتاب وجود میں آ گئی ہے جس میں اصول حدیث کے تمام مباحث مل جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اردو زبان میں اس کتاب کے چار تراجم (اصطلاحات حدیث از محمد سعد صدیقی، اصطلاحات حدیث از مظفر حسین ندوی، تیسیر اصول حدیث از ابو عمار عمر فاروق اور تیسیر مصطلح الحدیث از عبد الرشید تونسوی) شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے پہلا ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور کے استاد محترم ڈاکٹر سعد صدیقی کا ہے۔ یہ ترجمہ مقبول عام ہونے کی وجہ سے لائبریریوں اور بازار میں عام دستیاب ہے۔ نیز خوبصورت کارڈ کے سرورق سے مزین اور عمدہ کاغذ پر طبع شدہ ہے۔

مترجم نے ''مقدمہ'' میں علوم کی ضرورت و اہمیت، علوم عقلیہ اور نقلیہ کی وضاحت، تدوین حدیث کی مختصر تاریخ اور فن مصطلح الحدیث پر لکھی جانے والی کتب ذکر کی ہیں۔ باب اول چار فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں خبر متواتر، احاد، مشہور، عزیز اور غریب کی وضاحت کی گئی ہے۔ فصل دوم میں دو ابحاث کے تحت حدیث صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، محکم الحدیث، مختلف الحدیث اور ناسخ و منسوخ بیان کی گئی ہیں۔ فصل سوم کی تین ابحاث ہیں۔ جن میں حدیث ضعیف، معلق، مرسل، معضل، منقطع، مدلس، مرسل خفی، معنعن، مؤنن، موضوع، متروک، منکر، معروف، معلل، مدرج، مقلوب، المزید فی متصل الاسانید، مضطرب، مصحف، شاذ، محفوظ، مجہول، بدعتی اور سوء حفظ راوی کی روایت کا ذکر ہے۔ فصل چہارم کی دو ابحاث میں حدیث قدسی، مرفوع، موقوف، مسند، متصل، اعتبار، متابع، شاہد اور زیاداتِ ثقات کی وضاحت کی گئی ہے۔ باب دوم کی تین ابحاث ہیں۔ ان میں بالترتیب قبولیت راوی کی شرائط، جرح و تعدیل کے مراتب اور اس سے متعلقہ کتب ذکر کی گئی ہیں۔ باب سوم دو فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول کے چار مباحث ہیں جن میں کیفیتِ سماع حدیث، تحمل و صفت ضبط، ادائے حدیث کے طریق و الفاظ، کتابت حدیث کے بارے

Marfat.com

میں اختلافی اقوال کے اسباب، اباحت وممانعت کتابت کی روایات میں تطبیق، کاتب حدیث کے فرائض، کتب حدیث کی اقسام، روایت حدیث سے متعلق راوی کی صفات اور فن غریب الحدیث کی وضاحت کی گئی ہے۔ فصل دوم میں دو ابحاث کے تحت محدث اور طالب حدیث کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ باب چہارم کی دو فصول ہیں۔ فصل اول میں اسناد اور اس کے متعلقات کی وضاحت کی گئی ہے۔ فصل دوم میں راویوں کی معرفت سے متعلق ضروری امور کا بیان ہے۔

مترجم کا اسلوب

۱۔ مصنف نے جن احادیث کی تخریج نہیں کی تھی مترجم نے ان کی تخریج کر کے حواشی میں مکمل حوالہ دیا ہے۔

۲۔ اصطلاحات واقسام حدیث سے متعلق جن کتب کا مصنف نے ذکر کیا ہے مترجم نے ان میں سے اکثر کا حواشی میں تعارف کرایا ہے۔

۳۔ فاضل مؤلف نے جن کتب کے حوالہ سے بات کی ہے۔ مترجم نے ان پر اکتفا نہ کرتے ہوئے متعلقہ کتب سے براہِ راست ان کی جانچ کی ہے۔

۴۔ مترجم نے مصنف کی زیر استفادہ کتب کے علاوہ کچھ دیگر کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔

۵۔ مترجم نے اپنی بیان کردہ توضیح کو ''مترجم'' کے لفظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۶۔ ترجمہ میں احادیث کے عربی متون کا اہتمام بھی ہے۔

۷۔ آخر میں نہایت مفید اشاریہ کے ذریعے اصطلاحات کے عربی تلفظ کو انگریزی میں منتقل کر کے ان کا ترجمہ دیا گیا ہے تاکہ انگریزی دان طبقہ بھی اس کتاب سے مستفید ہو سکے۔

مترجم اور مصنف کے اسلوب کا فرق

۱۔ مترجم نے مصنف کے ''مقدمہ'' سے صرف اصطلاحات کی تعریفوں کو ہی بیان کیا ہے حالانکہ مصنف نے اس میں علم مصطلح الحدیث کی تاریخ اور مشہور تصانیف کا تعارف بھی پیش کیا تھا۔

۲۔ مترجم نے مصنف کے دیئے گئے بعض حوالہ جات نقل نہیں کیے مثلاً حدیث مرسل سے متعلق تصانیف الرسالة المستطرفة کے حوالہ سے لکھی گئی ہیں (۶۷) جب کہ مترجم نے حوالہ نقل ہی نہیں کیا۔ (۶۸) اس طرح حدیث مقلوب کا لغوی مفہوم بحوالہ ہے (۶۹) جب کہ

Marfat.com

مترجم نے اسے بھی درج نہیں کیا۔(۷۰)

۳۔ بعض مقامات پر مصنف کا اگر کوئی اقتباس بغیر حوالہ کے ہے تو مترجم نے اس کے حوالہ کا اہتمام کیا ہے جیسے مدلس اسنادی اور ارسال خفی میں فرق کے ضمن میں ابوالحسن بن قطانؒ کا قول بغیر حوالہ کے تھا(۷۱) مترجم نے اس کا حوالہ لکھا ہے۔(۷۲)

۴۔ بعض مقامات پر حوالہ کی کتاب میں بھی فرق پایا گیا ہے جیسے مصنف نے ابو مسہرؒ کا قول ''میزان الاعتدال'' کے حوالہ سے(۷۳) جب کہ مترجم اسے تھذیب التھذیب سے نقل کرتے ہیں۔(۷۴)

۵۔ مترجم نے حواشی میں ''اجازت''، وجادۃ (تحمل واداے حدیث کے طریق) اور ''اصل السند'' کی بیان کردہ وضاحت درج نہیں کی۔(۷۵)

۶۔ مترجم نے فہرست مصادر مصنفین کے اسماء کے اعتبار سے حروف تہجی پر مرتب کی ہے جب کہ مصنف نے اسے کتب کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔

ترجمہ کا معیار

۱۔ ترجمہ تحت اللفظ کی بجائے محاوراتی انداز میں کیا گیا ہے تاکہ مراد و مفہوم واضح ہو۔

۲۔ متن اور ترجمہ کے بالاستیعاب مطالعہ سے معلوم ہوا کہ بعض عبارات کا ترجمہ نہیں کیا گیا جیسے

(i) ''کیا صحیح کے لیے عزیز کا ہونا ضروری ہے؟'' کے بعد کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے جس سے مذکورہ بالا سوال کا جواب تشنہ رہ گیا ہے۔(۷۶)

(ii) ''شاذ'' اور ''محفوظ'' کے حکم کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔(۷۷)

طباعت کی اغلاط

کتاب میں کہیں کہیں طباعت کی غلطیاں بھی ہیں۔ مثلاً

''روایات'' کی جگہ ''رویات'' (۷۸) اور ''کیلکدی'' کی بجائے ''کیلکر'' (۷۹) لکھا ہے۔

Marfat.com

تحفة الدّرر شرح نخبة الفکر فی مصطلح اھل الأثر

سعید احمد پالن پوری

قدیمی کتب خانہ، کراچی، س۔ن

صفحات: ۱۰۰

یہ کتاب ابن حجرؒ کی مشہور تالیف نخبة الفکر فی مصطلح اھل الأثر کی اُردو شرح ہے۔ آپؒ کا نام ونسب احمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد الکنانی الشافعی المصری، کنیت ابوالفضل، لقب شہاب الدین اور ابن حجر کے نام سے معروف ہیں۔(۸۰) آپؒ نے نخبة الفکر کی تالیف میں ابن الصلاحؒ کے منہج کی پیروی کرتے ہوئے انہی کی کتاب کو مرتب شکل میں پیش کیا ہے۔ ترتیب اور منفرد اسلوب کے باعث اس کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ اس سے پہلے اصول حدیث کی کتابوں پر ابن الصلاحؒ کے افکار وانداز کی گہری چھاپ دکھائی دیتی تھی لیکن نخبة الفکر کی تالیف کے بعد آنے والے علمائے کرام نے اسی کتاب کے منہج واسلوب کی پیروی کی اور یہ اہل علم کے درمیان متداول، معروف اور داخل نصاب رہی۔ اس کی جامعیت اور افادیت کے پیشِ نظر عربی میں اس کی متعدد شروح لکھی گئیں مثلاً شرح النخبة از احمد بن محمد الشمنی الاسکندری، مصطلحات اھل الاثر شرح النخبة از ملا علی القاری، الیواقیت والدرر از محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین الحدادی المناوی اور قضاء الوطر فی شرح نخبة الفکر از ابراہیم بن ابراہیم اللقانی وغیرہ۔ اردو زبان میں بھی اس کی متعدد شروح (تحفة الدرر از سعید احمد پالن پوری، سلعة القربة فی توضیح شرح النخبة از محمد عبدالحیؒ، شرح نخبة الفکر فی مصطلح اھل الأثر از محمد منظور الوجیدی، تفھیمات شرح نخبة الفکر فی مصطلح اھل الأثر از فضل الرحمٰن کلیم کاشمیری، بھجة الدرر شرح اردو نزھة النظر علی نخبة الفکر از مولانا محمد ارشاد القاسمی، خلاصہ شرح نخبة الفکر از مولانا محمد فضل کریم، شرح اردو شرح نخبة الفکر از محمد عمر انور اور استجلا البصرفی شرح نخبة الفکر از ابومحمد عبدالعزیز بن مولانا عبد السلام العثمانی البزاروی) لکھی گئی ہیں ان میں سے تحفة الدرر معروف ومقبول عام ہے۔ اس کے شارح دارالعلوم دیوبند کے سابق استاد ہیں۔ ''عرض حال میں'' شارح نے ابن حجرؒ کی تالیف نخبة الفکر کا تعارف اور اپنا اختیار کردہ اسلوب ذکر کیا ہے۔ کتاب میں اَقسام واصطلاحات حدیث کی

Marfat.com

وضاحت کی گئی ہے۔ ''خاتمہ'' میں جرح وتعدیل سے متعلق مباحث اور اس کی فصل میں معرفۃ رواۃ سے متعلق ضروری امور اور کتب حدیث کی اقسام ذکر کی گئی ہیں۔ کتاب پر سن اشاعت درج نہیں لیکن شارح نے ''عرض حال'' ۱۴۰۵ھ میں لکھا۔ کتاب ہذا کے آخر میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا اصول حدیث سے متعلق رسالہ خیر الاصول فی حدیث الرسول دیا گیا ہے۔ خوبصورت کارڈ کے سرورق سے مزین یہ کتاب لائبریریوں اور بازار میں عام دستیاب ہے۔

اسلوب

۱۔ فہرست مضامین دی گئی ہے۔

۲۔ شارح نے نخبۃ الفکر کا معرب متن نقل کرنے کے بعد اس کا ترجمہ اور توضیح کی ہے۔ شرح کرتے ہوئے اقسام واصطلاحات حدیث کی تعریفوں کی وضاحت کرنے کے ساتھ بعض اقسام جیسے سند اور متن میں اضطراب کی امثلہ اور مجہول العین، بدعتی اور مستور راویوں کی احادیث کے احکام بھی ذکر کیے ہیں۔

۳۔ بعض جگہ ترجمہ میں عربی الفاظ دیئے ہیں اور ان کا ترجمہ بین القوسین کیا ہے جیسے موضحات (۸۱) اور طاری (۸۲) کے تراجم بین القوسین دیئے ہیں نیز دوران ترجمہ جہاں شارح نے خود سے اضافہ کیا اُسے بھی بین القوسین لکھا ہے۔

۴۔ قابل توضیح نکات کی وضاحت حواشی میں کی گئی ہے۔

۵۔ کتاب میں جابجا نوٹ اور تنبیہ کے تحت اہم نکات بیان کیے گئے ہیں۔

۶۔ فہرست مصادر نہیں دی گئی۔

خصوصیات

۱۔ کتب حدیث کی تمام اقسام کی تفصیلی وضاحت کی گئی ہے۔

۲۔ محمد عمر انور نے اپنی کتاب شرح اردو شرح نخبۃ الفکر میں کتاب ہذا سے استفادہ کیا ہے۔

۳۔ طباعت کی اغلاط نہ ہونے کے برابر ہیں۔ راقمہ کی نظر سے کوئی غلطی نہیں گذری۔

ماخذ ومصادر

شارح نے قواعد فی علوم الحدیث، معارف السنن، نصب الرایۃ اور مولانا عبدالرحمٰن

Marfat.com

(۸۳) کے رسالہ حسن النظر (۸۴) سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

تجزیہ

فہرست مصادر نہ ہونے سے ماخذ تک رسائی ممکن نہیں رہتی۔

۞۞۞

حوالے و حواشی

(۱) تدریب الراوی فی شرح التقریب النواوي، تحقیق، ابو قتیبہ نظر محمد الفاریابی، جمعیة احیاء التراث الاسلامی، الطبعة الاولیٰ، ص۲۲

(۲) ایضاً

(۳) فوادعبدالباقی، مفتاح کنوز السنة، مطبعہ مصر، شرکة مساھمة مصریة، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۵۳ھ، ص:۱

(۴) ارشاد اصول الحدیث، ۱۳۶

(۵) ص:۴۲

(۶) ص:۵۲۔۵۳

(۷) ص:۳۲

(۸) ص:۱۰۲

(۹) ص:۴۴

(۱۰) ص:۱۲۵

(۱۱) ایضاً

(۱۲) ص:۱۱۱

(۱۳) ص:۸۸۔۸۹

(۱۴) ص:۸۵

(۱۵) ص:۱۰۱

(۱۶) ص:۲۱

(۱۷) ص:۵۴

(۱۸) ص:۱۲۳

(۱۹) ص:۱۰۴

(۲۰) ص:۱۲۱

(۲۱) ص:۸۶

(۲۲) ص:۴۲

(۲۳) ص:۲۵، سطر:۱۸

(۲۴) ص:۸۸، سطر:۱۲

Marfat.com

(۲۵) سابق استاذو ڈائریکٹر، شیخ زاید اسلامک سنٹر جامعہ پنجاب، لاہور

(۲۶) معروف استاد اور سابق ڈائریکٹر، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد و شیخ زاید اسلامک سنٹر جامعہ پنجاب لاہور

(۲۷) اصول حدیث، ۲۲ (۲۸) ص: ۳۰، سطر: ۱۷

(۲۹) ماخوذ از اصول الحدیث (مصطلحات وعلوم)، ۱۱۔۱۲

(۳۰) ص: ۹۸۔۱۰۰ (۳۱) ص: ۱۲۵

(۳۲) ص ۳۳۲۔۳۳۳ (۳۳) ص: ۲۵۹، سطر: ۹

(۳۴) ص ۸۰۸، سطر: ۱

(۳۵) کتاب کا سرورق، حصہ پشت، سطر: ۲

(۳۶) آئینہ اصول حدیث، ۱/ ۴۷ (۳۷) ۱/ ۵۵

(۳۸) شیخ الحدیث، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد (۳۹) رکن، اسلامی نظریاتی کونسل

(۴۰) شیخ الحدیث، جامعہ محمدیہ، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

(۴۱) مدرس، دار الحدیث المحمدیہ، خادم، مرکز الامام احمد بن حنبل للتحقیق الاسلامی، حافظ آباد و رئیس، المرکز الاسلامی للدعوۃ والتحقیق، فیصل آباد

(۴۲) الدرایۃ فی اصول الحدیث، ۲۴

(۴۳) مدیر ماہنامہ پیام حق قرآن محل، کراچی

(۴۴) ص: ۲۶ (۴۵) ایضاً

(۴۶) ص: ۳۶ (۴۷) ص: ۳۷، ۴۶، ۸۰، ۸۲، ۸۵، ۸۷

(۴۸) ص: ۶۷۔۶۸، ۸۰ (۴۹) ص: ۱۳۲

(۵۰) ص: ۱۵۰ (۵۱) ص: ۱۵۷

(۵۲) ص: ۳۵ (۵۳) ص: ۳۳

(۵۴) ص: ۱۹۶ (۵۵) ص: ۱۹۳

(۵۶) مدرس، دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ (۵۷) ضیاء علم الحدیث، ۵۳۵

(۵۸) ص: ۲۲ (۵۹) ص: ۲۴

Marfat.com

(٦٠) ص:١٠،سطر:١٤ (٦١) مبادیات حدیث،١٥

(٦٢) استاذ حدیث، جامعہ فاروقیہ کراچی (٦٣) ص:١٨٧

(٦٤) ص:٣٤ (٦٥) ص:٢٠

(٦٦) تیسیر مصطلح الحدیث، فاروقی کتب خانہ، بیرون بوہڑ گیٹ، اُردو بازار لاہور، ص:٤

(٦٧) ص:٧٣ (٦٨) ص:٧٨

(٦٩) ص:١٠٦ (٧٠) ص:١٠٧

(٧١) ص:٧٩ (٧٢) ص:٨٢

(٧٣) ص:٨٠ (٧٤) ص:٨٣

(٧٥) ص:٣٥،٧٣ (٧٦) ص:٥٢

(٧٧) ص:١١٧ (٧٨) ص:٥٩،سطر:٢٠

(٧٩) ص:٧٨،حوالہ نمبر:٨٩

(٨٠) ابن العماد، عبدالحیٔ، ابوالفلاح، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، دارالمیسرة، بیروت، لبنان، ١٩٨٩، ٧/ ٢٧٠؛ الحموي، ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ، معجم الادباء، دارالکتب العلمیة، بیروت، ١٩٩١ء، مؤسسة الرسالة، بیروت، ١٩٩٧ء، ١/ ١٧٨؛ شاکر محمود، عبدالمنعم، کتاب ابن حجر العسقلانی، مؤسسة الرسالة، بیروت، ١٩٩٧ء، ص ٤٥_٤٦

(٨١) تحفة الدرر، ٣٩ (٨٢) ص:٤٣

(٨٣) مدرس، مدرسہ سلیمانیہ، بھوپال

(٨٤) یہ رسالہ اب نایاب ہو چکا ہے، اسے آج سے نصف صدی پہلے حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

❄ مسند عائشہ صدیقہؓ۔ تحقیق ودراسۃ	پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت
❄ المنہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ،
لامام جلال الدین السیوطی (تحقیق وتخریج)	پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت
❄ تحفۃ الطالبین فی ترجمۃ الامام النووی	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ،
(تحقیق وتخریج)	پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت
❄ اشاریہ تفہیم القرآن	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ،
	پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت
❄ یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ	پروفیسر حافظ احمد یارؒ خاں

❁ ❁ ❁

Marfat.com

ردّ و قبول حدیث۔ چند مباحث

جناب عثمان احمد*

علماء اصول حدیث کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کا نام حدیث ہے۔(۱) محدثین کرام نے آپ ﷺ سے منسوب کی گئی ہر بات کی آپ سے نسبت کی جانچ پرکھ کے لیے محنت شاقہ سے کام لیا۔ علم اسماء الرجال، علم جرح و تعدیل اور دیگر علوم حدیث اس پر گواہ ہیں۔ محدثین نے ردو قبول حدیث کے لیے بنیادی طور پر دو اصولوں کو مدنظر رکھا۔ پہلا اصولِ روایت اور دوسرا اصولِ درایت۔

نقدِ حدیث کا پہلا اصول

روایت کی جان پرکھ سے مراد اس کا علم ہے کہ کس کی روایت ہے، کس سند سے مروی ہے، کن کن الفاظ سے مروی ہے اور اس کے دیگر طرق کیا ہیں۔ علم روایت حدیث کی تعریف کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

> هو علم بنقل اقوال النبی ﷺ و افعاله واحواله بالسماع المتصل و ضبطها و تحریرها (۲)

> وہ علم جس میں نبی ﷺ کے اقوال، افعال واحوال کی روایت، سندِ متصل اور اس کے ضبط و تحریر کی معلومات حاصل ہوں۔

محمد جمال الدین القاسمی ابن الاکفانی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> علم الحدیث الخاص بالروایة علم یشتمل علی نقل اقوال النبی ﷺ و افعاله و روایتها و ضبطها و تحریر الفاظها (۳)

---

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

علم حدیث کا وہ حصہ جو خاص روایت سے متعلق ہے وہ علم ہے جو نبی ﷺ کے اقوال وافعال کی نقل، اس کی روایت، اس کے ضبط اور اس کے الفاظ کی تحریر کی معلومات پر مشتمل ہے گویا کہ روایت کے علم کے تحت کسی حدیث کی سند، اس کے راویوں کے حالات، اس حدیث کے متعدد طرق، سند کا اتصال یا انقطاع زیرِ بحث آتا ہے روایتِ حدیث کے سلسلے میں درج ذیل چند نکات قابلِ غور ہیں۔

پہلا نکتہ

جب کسی راوی پر خطا، سوءِ حفظ، نسیان یا متہم بالکذب ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے تو اس کے غالب معلامات کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خطا کرنے والا زندگی کے ہر مرحلے پر خطا ہی کرتا ہے، سوءِ حفظ یا نسیان کا شکار ہر ہر بات بھولتا ہی ہے یا متہم بالکذب زندگی میں کبھی سچ بولتا ہی نہیں۔ لہذا وہ راوی جس پر کذب کا الزام ہے اس سے بھی درست اور سچ بات نقل کرنے کا امکان ہے۔ لہذا کسی حدیث کا ضعیف الاسناد ہونا اس کو قابلِ رد نہیں بناتا۔ جس طرح یہ ضروری ہے کہ نبی ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کی کوئی بات ترک نہ ہو جائے۔ غالب معاملات کی بنیاد پر جب کسی راوی پر صدق کا حکم لگایا گیا ہے تو اس پر سوءِ ظن کر کے اس سے جھوٹ کا صدور تسلیم کرنے کوئی جواز نہیں کیونکہ حسنِ ظن کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ بد ظنی کے لیے شہادت یا دلیل درکار ہوتی ہے۔ لہذا علماء جب کسی حدیث کو ضعیف یا اضعف ہونے کے باوصف معناً درست ہونے کے باعث قابلِ قبول قرار دیتے ہیں تو اس کے پیچھے جہاں دیگر عوامل کارفرما ہوتے وہاں یہ اصول بھی پیشِ نظر ہوتا ہے۔ مولانا قاری محمد طیب ؒ لکھتے ہیں:

> محدثین کسی متن پر اسناد کے اعتبار سے حکم لگاتے ہیں خود متن پر وہ حکم نہیں ہوتا یعنی ان کا مقصود وہ خاص سلسلہءِ سند ہوتا ہے جس پر وہ غیر صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ یہ متن ہی سرے سے ساقط ہے۔ پس وہ ایک متن کو ایک خاص طریقے سے لکھیں گے کہ یہ صحیح ہے لیکن اسی متن کو دوسرے طریقہ اور سند سے ضعیف یا موضوع کہیں گے پس یہ صحت ووضع کا حکم درحقیقت سند پر ہوتا ہے نہ کہ متن پر (۴)

Marfat.com

مولانا تھانوی اپنی کتاب التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف میں لکھتے ہیں:

وربما تجد الضعف فی بعض ھذہ الروایات لکنہ لا یضر لتشیید اصل المقصود منھا با الصحاح بل لأیات کما لا یخفی علی من مارش الفن اذا کان ممن قد احسن اللہ تعالیٰ الیہ بالفھم ومن (۵)

بعض اوقات ان روایات میں سے بعض میں ضعف بھی پاؤ گے مگر وہ ضعف اس لیے مضر نہ ہوگا کہ ان روایات سے جو مسئلہ اصل مقصود ہے وہ احادیث صحیحہ بلکہ آیاتِ قرانیہ سے مئوید ہے جیسا کی فن کی مزاولت کرنے والے پر مخفی نہیں جبکہ وہ ایسا شخص ہو جس پر حق تعالیٰ نے فہم صحیح کا احسان و امتنان فرمایا ہو۔

مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری لکھتے ہیں:

وہ روایتیں جس کے اسناد نہ معلوم ہوں ان کے بارہ میں ان علماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے جن کو احادیث رسول اللہ ﷺ اور سیرت نبویہ پر عبور اور ملکہء راسخہ حاصل ہے کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت وسخافت، طرز کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہوسکتا ہے یا نہیں (۶)

دوسرا نکتہ

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی روایت میں ضعف کس جگہ ہے یعنی کس دور میں ہے اور اگر اس کی سند میں کوئی اور عیب نہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا کہ اس راوی کے روایت سے قبل تک یہ بات بلا اشتباہ ثابت تھی۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کسی حدیث سے استدلال فرماتے ہیں جبکہ وہ حدیث امام بخاری کے پاس بسند ضعیف پہنچی ہے تو اس کا ضعف امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کو کمزور نہیں کرسکتا۔ بلکہ ان کے استدلال کے باعث اس حدیث کا ضعف دور ہوگا۔ مولانا محمد ارشاد القاسمی لکھتے ہیں:

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو حدیث کی تصحیح ہوجاتی ہے اس اعتبار سے امام محمد اور امام طحاوی نے جن احادیث سے احتجاج کیا ہے وہ اس اصل کی بنیاد پر صحیح ہوگئیں (۷)

Marfat.com

تیسرا نکتہ

نبی کریم ﷺ سے اخذ وروایتِ حدیث کے سلسلہ کا دارومدار صحابہ کرامؓ پر ہے۔اوراس کا تعلق تو آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد سے ہے۔لہذا نبی کریم ﷺ کی پیدائش،طفولیت،اس وقت کے معاشرتی وسیاسی حالات وغیرہ کے سلسلہ میں روایت کے اسی حدیثی معیار کو برقرار رکھنا ناممکن ہے۔لہذا اگر کوئی مطالبہ کرے کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے عرب کے حالات،قبیلوں کی آپس میں آویزشیں اور تعلقات،قریش کی تاریخ،آپ کی ولادت سے قبل رونما ہونے والے معجزات (آتشکدہ ایران کا بجھنا،کسریٰ کے ایوانوں کے مناروں کا گرنا وغیرہ) کو حدیثی معیار کے مطابق بسند متصل وصحیح ،عادل وضابط راویوں سے پیش کریں تو یہ مطالبہ درست نہ ہوگا۔کیا یونان ومصر،شام وعراق کی حکومتوں،قوموں اور تہذیبوں کی تاریخیں اسی طرح حدیثی معیار کے مطابق بسند متصل وصحیح،عادل وضابط راویوں سے پیش کی جاتی ہیں۔اگر نہیں تو یہ مطالبہ صرف نبی ﷺ کی پیدائش سے متعلق تاریخی روایات کے بارے میں کیونکر درست ہوگا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے متعلق روایات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> لیکن حدیث اور تاریخ میں فرق کرنا ضروری ہے۔حدیث سے عقائد اور احکام پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس میں شدید احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن تاریخ سے فقط واقعات معلوم ہوتے ہیں۔پھر جس معیار پر عموماً تاریخی روایتیں جانچی جاتی ہیں ان ہی پر میلاد مبارک کی روایتوں کو بھی چاہیے کہ جانچا جائے کیونکہ میلادی روایتوں سے نہ تو عقیدہ کا پیدا کرنا مقصود ہے اور نہ کسی قانونی حکم کے استنباط میں ان سے کام لیا جاتا ہے۔ایک واقعہ ہوا ہے بس اتنا ہی ظاہر کرنا ہے اور اس کے لیے صرف یہ دیکھ لینا چاہیے کہ گردوپیش کے حالات اس کے مؤید ہیں یا نہیں؟اور یہ کہ واقعہ کے امکان کے لیے قریبی قرائن موجود ہیں یا نہیں؟اگر ہیں اور اس کے بعد ایسے ذرائع جن پر تاریخ میں اعتماد کیا جاتا ہے ان کے توسط سے ہم تک کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی اطلاع پہنچتی ہے تو

Marfat.com

میں نہیں سمجھتا کہ اس کے انکار کی گنجائش، عقل ہو یا منطق، آخر خواہ مخواہ اور کیوں پیدا کرے گی۔ یہ ایک بڑا مغالطہ ہے کہ محدثین کی کڑی تنقید کا حربہ تاریخی روایتوں پر بھی چلا دیا جائے حالانکہ اگر ایسا کیا جائے تو دنیا کی تمام تاریخیں نہ صرف قدیم زمانہ کیبلکہ زمانہ حال کے متعلق جو تاریخی روایتیں جمع کی جاتی ہیں یقین کیجیے کہ یکا یک ان کا سارا دفتر بے معنی ہو کر رہ جائے (۸)

مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں:

اسی لیے اصحاب سیرت نے اس سلسلے میں اخذ و ترجیح کے اصول محدثین سے مختلف ترتیب دیے۔ چنانچہ محدثین رواۃ کی ثقاہت، تقویٰ اور دیانت کی کمی یا زیادتی کی بنا پر مقبول رواۃ کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں اور اصحاب سیرت حالات کی موافقت اور واقعات کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔ اصحاب سیر کو حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت یا اس کے قریب حجاز کی معاشرت یا مذہبی حالت کیا تھی، کے لکھنے کے لیے محدثین کی شرائط کے موافق ایک روایت بھی نہیں مل سکتی۔ الا وہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے بیان کی۔ پیدائش سے نبوت تک کے حالات کی بھی یہی حالت ہے۔ بڑے سے بڑے محتاط محدثین نے بھی یہی کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بیان کے علاوہ صحابہ اور کبار تابعین کے صحیح اقوال کو جمع کیا گو واقعہ کے وقت وہ موجود نہ تھے کیونکہ اس کے سوا چارہ نہیں (۹)

چوتھا نکتہ

تفسیرِ قرآن کے باب میں احادیثِ موضوعہ سے احتجاج اور اعتنا درست ہوگا اگر بات معناً درست ہو۔ لیکن یہ احتجاج بحیثیت حدیث یا فرمان نبوی ﷺ نہیں ہوگا بلکہ اس امکان کے تحت ہوگا کہ یہ قول از قسم تفسیر بالرائے محمود ہے جو کہ غلطی سے نبی کریم ﷺ سے منسوب ہو گیا۔

Marfat.com

نقدِ حدیث کا دوسرا اصول

علم درایتِ حدیث سے مراد وہ علم ہے جس میں کسی حدیث سے متعلق یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ خبرِ واحد یا متواتر، صحیح ہے یا حسن یا ضعیف، اس کے رجال ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، اس سے کیا کیا مسائل کا استنباط و استخراج ہوگا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی درایت کے علم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> هو علم يتعرف به انواع الرواية و احكامها و شروط الرواية و اصناف المرويات و استخراج معانيها (۱۰)
>
> وہ علم ہے جس میں روایت کی انواع، اس کے احکام، روایت کی شروط اور معانی کے استخراج سے بحث کی جائے۔

محمد جمال الدین القاسمی ابن الاکفانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> وعلم الحديث الخاص بالدراية علم يُعرف منه حقيقة الرواية و شروطها و انواعها و احكامها وحال الرواة و اصناف المرويات و ما يتعلق بها (۱۱)
>
> وہ علم حدیث جو خاص درایت سے متعلق ہے وہ علم ہے جس میں روایت کی حقیقت، روایت کی شروط، اقسام، احکام، راویوں کے احوال اور مرویات کی اقسام اور اس سے متعلقہ امور پر بحث کی جاتی ہے۔

درج بالا تعریفوں کی روشنی میں یہ درج ذیل نکات پیشِ نظر رہنا ضروری ہیں۔

۱۔ درایتِ حدیث کا تعلق متن سے بھی اور سند سے بھی۔ یہ عمومی مغالطہ ہے کہ درایت کا تعلق متن ِ حدیث پر حکم لگانے سے ہے۔ محدثین واصولیین کے ہاں سند اور متن دونوں پر حکم لگانا علمِ درایت کے تحت آتا ہے۔ لہذا اگر کسی حدیث کو راویوں کے مجروح ہونے کے باعث ضعیف کہا جاتا ہے تو اس کا تعلق علمِ درایت سے ہے نہ کہ علم روایت سے۔

۲۔ درایت سے سے مراد حدیث کے متن کا عقلی بنیادوں پر جائزہ لینا نہیں اور نہ ہے درایت سے مراد متن حدیث کا عقلی محاکمہ ہے۔ محدثین واصولیین میں سے کسی نے درایت کی یہ تعریف نہیں کی۔ اور کوئی ایک حدیث بطور مثال پیش بھی نہیں کی جا سکتی جو سنداً بالکل صحیح ہو اور محدثین نے عقلی بنیادوں پر اس

Marfat.com

کورد کر دیا ہو۔

۳۔ جب کسی حدیث کی سند معلوم نہ ہو تو پھر اس کا جائزہ لیا جائے گا کہ یہ مزاج نبوت و شریعت کے خلاف تو نہیں۔اور اس کا بھی عقلی محاکمہ سے کوئی تعلق نہیں۔

مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں:

> درایت کے معنی عقل نہیں ہے۔علم اور تجربہ کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں۔محدثین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے پوری واقفیت ہو اور اس بارہ میں جتنی روایات صحیحہ ہیں وہ اس کے پیش نظر ہوں۔رسول اللہ ﷺ کے وقت کے واقعات اور حالات پر عبور رکھتا ہو ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہو جائے گی اسی کو درایت کہتے ہیں ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی اور اس کی سند معلوم نہ ہو تو وہ اپنی بصیرت کی بنا پر کہہ سکے گا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔(۱۲)

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

> وقد سئل ابن قیم الجوزیة هل یمکن معرفة الحدیث الموضوع بضابط من غیر ان ینظر فی سنده ؟فقال هذا سوال عظیم القدر .وانما یعرف ذلک من تطلع فی معرفة السنن الصحیحة .واختلطت بلحمه و دمه و صار له فیها ملکة.و و صار له اختصاص شدید بمعرفة السنن والآثارو معرفة سیرة الرسول ﷺ و هدیه فیما یامر به.وینهی عنه و یخبر عنه و یدعوا الیه.ویحبه و یکر هه ویشرعه للامة بحیث کانه مخالط له ﷺ بین اصحابه الکرام فمثل هذا یعرف من احواله و هدیه و کلامه واقواله و افعاله (۱۳)

Marfat.com

ابن قیم جوزی سے پوچھا گیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حدیث موضوع کو کسی قاعدہ سے جان لیں بغیر سند دیکھے ہوئے۔ کہا یہ بڑے مرتبہ کا سوال ہے۔ یہ وہ شخص جانتا ہے جو سنن پر حاوی ہو اور جس کے گوشت اور خون میں رچ بس گئی ہوں۔ اور اس میں اس کو ملکہ حاصل ہو گیا ہو۔ سنن و آثار کے پہچاننے میں، رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو پہچاننے میں، اور حضور ﷺ کی ہدایت کو پہچاننے میں جس کا حضور ﷺ حکم دیتے تھے جس سے منع کرتے تھے جس بات کی خبر دیتے تھے جس کی طرف دعوت دیتے تھے جس بات کو پسند کرتے تھے جس بات کو برا سمجھتے تھے جس کی امت کو تعلیم دیتے تھے، سب کے جاننے میں اس کو شدید خصوصیت حاصل ہو گئی ہو۔ گویا وہ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ میں ملا ہوا موجود ہے۔ اس طرح کا آدمی حضور ﷺ کے احوال، ھدایت، کلام اور اقوال وافعال جانتا ہے۔

نقدِ حدیث کا تیسرا اصول

محدثین عظام نے ردو قبول حدیث کے لیے روایت ودرایت کے اصول وضع کیے اور اس کے تحت ذخیرہ احادیث کا جائزہ لے کر صحیح وسقیم کا حکم لگاتے رہے۔ کتب حدیث کے مدون ہو جانے کے بعد سلسلہء روایت اختتام پذیر ہوا۔ اگر ذخیرہ ء احادیث کو جائزہ لیا جائے تو جہاں عقائد وایمانیات اور احکام کی احادیث ہیں وہاں احادیث کا ایک حصہ آپ کی بیان کردہ پیشین گوئیوں سے متعلق ہے جن میں اکثر فتن اور علامات قیامت سے متعلق ہیں۔ کسی بھی پیشین گوئی کی حتمی تصدیق کا ذریعہ اس کا وقوع ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وہ احادیث جن کا تعلق پیشین گوئیوں سے یعنی آنے والے فتن اور علامات قیامت سے ہے، کو روایت ودرایت کی بنیاد پر پرکھنے کے ساتھ ساتھ ''وقوع'' کی بنیاد پر بھی پرکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی حدیث کسی پیش آنے والے فتنے کی پیشین گوئی کرتی ہے جبکہ سنداً ضعیف ہے مگر آج وہ فتنہ واقع ہو چکا ہے اور اس کا وقوع ظاہر و باہر ہے تو اس حدیث کی تصدیق وقوع سے ہو جائے گی چنانچہ اس کے نتیجے میں اس حدیث کے صحیح ہونے کچھ شبہ نہیں رہ جائے گا۔ احادیث فتن وعلامات قیامت کا ''وقوع'' کے اصول کے تحت جائزہ لینے سے ہو سکتا ہے بہت سی احادیث ضعیفہ، احادیث صحیحہ کا درجہ پائیں۔ ذیل میں دو مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

مثال اول

ابونعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں حدیث نقل کرتے ہیں:

مِنْ اِقْتِراب السَّاعةِ اثنَتانِ و سبعون خصلةً، اذارأيتُم الناسَ أماتوا الصلاة،وأضاعوا الامانة، وأكلوا الربا،واستحلوا الكذب،واستخفوا الدماء، واستعلوا البناء،وباعوا الدينَ بالدنيا،وتقطعت الأرحامُ،ويكونُ الحكمُ ضعفاً،والكذب صدقا،والحرير لباسا،وظهر الجورُ، وكثر الطلاق و موت الفجأةِ،وائتمن الخائنُ، و خُوّنَ الامينُ،و صُدِّق الكاذبُ،وكُذِّب الصادِقُ،وكَثُرَ القذفُ،وكان المطرُ قيظاً،والولدُ غيظاً، وفاض اللئامُ فيضاً، وغاض الكرام غيضاً، وكان الامراء فجرةً،والوزارء كذبة،والامناء خونة،والعرفاء ظلمة،والقراء فسقة،اذا لبسوا مسوك الضأنِ،قلوبهم أنتنُ من الجيفة وأمرُّ من الصبر،يغشيهم الله فتنة يتهاركون فيها تهارك اليهود الظلمة، و تظهرالصفراء.يعني الدنا نير.و تطلب البيضاء،يعني الدراهم، و تكثر الخطايا، و تغل الامراء،وحُليت المصاحف،وصُوِّرت المساجد،وطولت المنائر،وخربت القلوب،وشُربت الخمور،وعُطِّلت الحدود، و ولدت الأمَةُ ربَّتَها،و ترى الحفاة العراة قد صاروا ملوكا،وشاركت المرأة زوجها في التجارة، و تشبه الرجال بالنساء،والنساء بالرجال،وحُلف بالله من غير ان يُستحلفَ،وشهد المرءُ من غير أن يُستشهدُ، وسُلِمَ للمعرفة،و تُفُقِّه لغير الدين، وطلبت الدنيا بعمل الآخرة،واتُّخذ المغنم دولاً، والأمانة مغنماً،والزكاة مغرما،وكان زعيم القوم أرذلهم،وعق الرجل أباه،وجفا أمه، وضر صديقه، وأطاع زوجته،وعلت اصوات الفسقة فى المساجد، واتخذت القينات و المعازف،و شربت الخمورفى الطرق،واتخذ الظلم فخرا،وبيع الحكم،وكثرت الشرط،واتخذ القرآن مزامير، وجلود السباع صفافا،

Marfat.com

والمساجد طرقا،ولعن آخر هذہ الامۃِ اوَّلھا،فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء، وخسفا و مسخا و آیات (۱۴)

ترجمہ: بہتر چیزیں قربِ قیامت کی علامت ہیں۔جب تم دیکھو کہ:لوگ نمازیں غارت کرنے لگے، امانت ضائع کرنے لگے،سود کھانے لگے،جھوٹ کو حلال سمجھنے لگے،معمولی بات پر خون ریزی کرنے لگے،اونچی اونچی بلڈنگیں بنانے لگے،دین بیچ کر دنیا سمیٹنے لگے،قطع رحمی ہونے لگے،انصاف کمزور ہو جائے،جھوٹ، سچ بن جائے،لباس ریشم کا ہو جائے،ظلم، طلاق اور ناگہانی موت عام ہو جائے،خیانت کار کو امین اور امین کو خائن سمجھا جائے۔جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے،تہمت تراشی عام ہو جائے، بارش کے باوجود گرمی ہو، اولاد غم وغصہ کا موجب ہو،کمینوں کے ٹاٹھ ہوں اور شریفوں کے ناک میں دم آجائے، امیر و وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں، امین خیانت کرنے لگیں،چودھری ظلم پیشہ ہوں، عالم اور قاری بدکار ہوں، جب لوگ بھیڑ کی کھالیں پہننے لگیں،ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور ایلوے سے زیادہ تلخ ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں ایسے فتنے میں ڈال دے گا جس میں یہودی ظالموں کی طرح بھٹکتے پھریں گے۔اور جب سونا عام ہوجائیگا، چاندی کی مانگ ہوگی، گناہ زیادہ ہو جائیں گے،امن کم ہو جائے گا،مصاحف کو آراستہ کیا جائے گا، مساجد میں نقش ونگار اور اونچے مینار بنائے جائیں گے، دل ویران ہوں گے،شرابیں پی جائیں گی،شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا،لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، جو لوگ پابرہنہ اور ننگے بدن لوگ بادشاہ بن بیٹھیں گے،تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شرتک ہوجائے گی، مرد عورتوں کی اور عورتیں مردوں کی نقالی کرنے لگیں گی، غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی، مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا، جان پہچان پر سلام کیا جائے گا، غیر دین کے لیے شرعی قانون پڑھا جائے گا، آخرت کے عمل سے دنیا کمائی جائے گی، غنیمت کو دولت،امانت کو غنیمت کا مال، اور زکوٰۃ کو تاوان قرار دیا جائے گا، سب سے رذیل آدمی قوم کا قائد بن بیٹھے گا، آدمی اپنے باپ کا نافرمان ہوگا، ماں سے بدسلوکی

Marfat.com

کرے گا، دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہ کرے گا، اور بیوی کی اطاعت کرے گا، فاسقوں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہونے لگیں گی، گانے والی عورتیں داشتہ رکھی جائیں گی، اور گانے کا سامان رکھا جائے گا، شرابیں سرِ راہ پی جائیں گی، ظلم کو فخر سمجھا جائے گا، انصاف بکنے لگے گا، پولیس کی کثرت ہوگی، قرآن کو نغمہ سرائی کا ذریعہ بنا لیا جائے گا، درندوں کی کھال کے موزے بنائے جائیں گے، اور امت کا پچھلا حصہ اگلے لوگوں کو لعن طعن کرنے لگے گا، اس وقت سرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے اور آسمان سے پتھر برسنے جیسے عذابوں کا انتظار کیا جائے۔

اس حدیث کو جلال الدین سیوطیؒ نے بھی الدر المنثور میں نقل فرمایا ہے۔(۱۵) اس حدیث سے متعلق ناصرالدین البانی لکھتے ہیں:

وهو ضعيف كما قال الحافظ العراقی، وفيه علة اخری وهی الانقطاع (١٦)

یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ حافظ عراقی نے کہا ہے اور اس میں ایک اور نقص پایا جاتا ہے جو کہ انقطاع ہے جب کہ اس حدیث مبارکہ مین بیان ہونے والے فتن میں کوئی ایسا نہیں ہے جسے ہم آج کھلی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کر رہے ہوں۔ اور کسی غیر نبی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ صدیوں بعد وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی ایسی پیشین گوئی کر سکے کہ جو حرف بہ حرف پوری ہوتی نظر آ رہی ہو۔ یہ تو صرف وحی کے ذریعے نبی ﷺ کی زبان اقدس سے ہی بیان ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان فتن کا وقوع اس کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا ہی فرمان ہے۔ سند کا ضعف وقوع کے اصول کے تحت دور ہو جاتا ہے۔ اور ہم اس حدیث کو احادیثِ صحیحہ میں شمار کر سکتے ہیں۔

مثالِ دوم

صاحبِ کنز العمال نے حدیث نقل کی ہے:

قال رسول الله ﷺ یأتی علی الناس زمان لا یسلم لذی دین دینه الا من فر به من من شاهق الی شاهق ومن جحر الیٰ جحر کالثعلب باشباله، قالوا و متیٰ یکون ذلک؟قال: فی آخر الزمان، اذا لم تنل المعیشة الا بمعصیة الله،فاذا

Marfat.com

کان کذالک حلت العزبة قالوا انت تامرنا بالتزویج؟قال یکون فی ذالک الزمان هلاک الرجل علیٰ یدی ابویه ان کان له ابوان فان لم یکن له ابوان فعلی یدی زوجته وولده فان لم تکن له زوجة ولا ولد فعلی یدی الاقارب و الجیران، یعیرونه بضیق المعیشة حتی یورد نفسه الموارد التی یهلک فیها (۱۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کسی دین دار کا دین محفوظ نہ رہے گا سوائے اس کے کوئی شخص ایک بلند پہاڑ سے دوسرے بلند پہاڑ اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف لومڑی کی طرح بھاگے گا۔لوگوں نے کہا یہ کب ہوگا؟ فرمایا آخری زمانے میں، جب گناہوں کے سوا روزی اور کسی طرح حاصل نہ ہوگی، پس جب ایسا ہو تو اس وقت مجرد رہنا حلال ہوگا،لوگوں نے کہا آپ تو ہمیں شادی کرنے کا حکم دیتے ہیں،فرمایا اس وقت انسان کی ہلاکت اس کے والدین کے ہاتھوں سے ہوگی اگر اس کے والدین ہوئے اور اگر نہ ہوئے تو اسکی ہلاکت اسکی بیوی اور اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی،اور اس کے بیوی بچے نہ ہوئے تو رشتہ داروں اور ہمسائیوں کے ہاتھوں ہوگی۔وہ اسے تنگی معاش پر شرمندہ کریں گے یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

یہی حدیث مسند الحارث میں نور الدین الھیثمیؒ نے (۱۸)،ابن حجرؒ نے المطالب العالیة میں (۱۹) اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں نقل کی ہے۔(۲۰) امام زیلعی اس حدیث سے متعلق سورہ نور کے تحت لکھتے ہیں۔و ھو مرسل (۲۱)

ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے اور اس کی اسناد پر طویل بحث کی ہے۔(۲۲) حدیث میں بیان ہونے والی صورتِ حال کہ صاحبِ ایمان کے لیے اپنے دین کو سلامت رکھنا اتنا مشکل ہو جائے گا کہ ہر وقت اپنے دین بچانے کی فکر میں ادھر سے ادھر جائے پناہ ڈھونڈتا پھرے گا،آج ہمارے سامنے ہے۔اور حدیث کا یہ ٹکڑہ کہ یعیرونه بضیق المعیشة آج کے ماحول اور معاشرے کی سو فیصد عکاسی ہے۔لہذا اس حدیث کے بارے میں وقوع کے اصول کے تحت حکم لگایا جائے گا کہ یہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

Marfat.com

اسی طرح ہم ذخیرۂ حدیث کا جائزہ لے کر ایسی تمام احادیثِ فتن پر صحت کا حکم لگا سکتے ہیں جو سنداً ضعیف ہیں مگر وقوعاً درست ہیں۔

❁❁❁

حوالے وحواشی

۱۔ محمود طحان، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، فاروقی کتب خانہ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، ص ۱۴، س ن (ما اضیف الی النبی ﷺ من قول أو فعل أو تقریر أو صفة)

۲۔ عثمانی، شبیر احمد، فتح الملہم بشرح صحیح الامام المسلم، دار القلم، دمشق، ج۔۱، ص۔۲۰، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۶ء

۳۔ القاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ص ۷۵، س ن

۴۔ مولانا محمد طیب، کلمہ طیبہ، ادارہ تاج المعارف، دیو بند، یو پی، انڈیا، ص ۴۲، جون ۱۹۵۹

۵۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ریلوے روڈ ملتان، ص ۲۵۔۲۶، اپریل ۱۹۸۶ء

۶۔ دانا پوری، مولانا ابو البرکات عبد الرؤف، اصح السیر، مجلس نشریات اسلام، ا۔کے، ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ا، کراچی، ص ۲۲، ۲۰۰۴ء

۷۔ القاسمی، مولانا محمد ارشاد، ارشاد اصول الحدیث، زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد اردو بازار، کراچی، ص: ۱۸۵، مارچ ۲۰۰۱ء

۸۔ گیلانی، مولانا سید مناظر احسن، میلادی مکاشفات ظہور نور، اسلامک پبلی کیشنز سوسائٹی، حیدر آباد دکن، ص ۴، ربیع المنور ۱۳۷۳ھ

۹۔ اصح السیر، ص ۱۰۔۱۱

۱۰۔ فتح الملہم ج۔۱، ص۔۲۰،

Marfat.com

۱۱۔ قواعد التحدیث۔ص ۷۵

۱۲۔ اصح السیر،ص ۳۰

۱۳۔ ملاعلی قاری،نورالدین علی بن محمد بن سلطان،الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة،تھقیق و تعلیق محمد الصبّاغ،دارالامانۃ،بیروت،لبنان،ص ۴۱۶۔۴۱۷،۱۹۷۱ء

۱۴۔ اصفہانی،ابونعیم احمد بن عبداللہ،حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء،دراسۃ وتحقیق مصفی عبدالقادر عطا،دارلکتب العلمیہ،بیروت،ج ۳،ص ۴۱۰۔۴۱۱،۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

۱۵۔ سیوطی،جلال الدین،الدر المنثور،

۱۶۔ البانی،محمد ناصرالدین،سلسلة الاحادیث الضعیفۃوالموضوعہ واثرھا السیء فی الامۃ،مکتبۃ المعارف،الریاض،المملکۃ السعودیہ لعربیۃ،ج ۳،ص ۳۱۴،۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء

۱۷۔ علی المتقی بن حسام الدین،علاءالدین،کنزالعمال فی سنن الاقوال و الافعال،تحقیق محمود عمرالدمیاطی،دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان،ج۔۸،جز۔۱۱،ص ۱۵۴،۱۹۹۸ء

۱۸۔ الھیثمی،نورالدین،الحافظ،مسند الحارث،مرکز خدمۃ السنۃ وسیرۃ النبویۃ،مدینہ منورہ،محقق حسین احمد صالح الباکری،حدیث نمبر ۷۷۴،ج ۲،ص ۷۷۳،۱۴۱۳ھ

۱۹۔ العسقلانی،ابن حجر،المطالب العالیة فی زوائد الکتب الثمانیة،دارالعاصمہ،سعودی عرب،حدیث نمبر ۴۳۶۰،ج ۱۷،ص ۶۲۰،۱۴۱۰ھ

۲۰۔ سہروردی،شیخ شہاب الدین،عوارف المعارف،مترجم شمس بریلوی،پروگریسو بکس، ۴۰۔بی،اردو بازار،لاہور،ص ۶۱۹۔۶۲۰، ستمبر ۱۹۹۸ء

۲۱۔ الزیلعی،جمال الدین عبداللہ بن یوسف،تخریج الاحادیث و الآثار،دارابن خزیمہ ریاض،ج ۲،ص ۴۴۲،۱۴۱۴ھ

۲۲۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة،ج ۷،ص ۲۶۸۔۲۷۲،۲۰۰۰ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

نواب صدیق حسن خانؒ کی خدماتِ حدیث

ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر*

نام ونسب

نواب صدیق حسن خان کا اسم گرامی صدیق بن حسن بن علی نصف اللہ حسینی بخاری قنوجی ہے۔(۱) جہاں تک آپ کے سلسلہ آباء واجداد کا تعلق ہے تو وہ بیک وقت اہل علم اور حکمران تھے۔آپ کا سلسلہ نسب جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین سے جاملتا ہے۔(۲)

نواب صاحب اتوار ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۴ اکتوبر ۱۸۳۲ء کو شمالی ہند کے علاقہ بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔یہ آپؒ کا ننھیال کا علاقہ تھا۔اس کے بعد آپؒ کی والدہ ماجدہ بانس بریلی سے قنوج (والد گرامی کا اصل مسکن تھا) منتقل ہو گئیں۔وہاں آپ کی تربیت وتعلیم کا بہترین انتظام کیا گیا۔آپؒ اپنی عمر کے پانچویں سال میں داخل ہوئے تو کو یتیمی کی حالت کا سامنا کرنا پڑا۔(۳)

آپؒ علم وادب کے میدان میں خوب خدمات سرانجام دینے اور مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کے بعد ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ بمطابق ۲۰ فروری ۱۸۸۹ء کو بھوپال میں وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

تعلیم اور علمی اسفار

آپ نے ابتدائی تعلیم اور چھوٹی چھوٹی کتابیں قنوج اور اردگرد کے علاقوں کے علماء سے پڑھیں اور جلیل القدر علماء کرام سے استفادہ کیا۔(۴) حصول علم کے لیے مشہور شہروں کا سفر کیا۔دہلی کی طرف بھی سفر کیا اور اس سفر کا نام سفرِ میمونہ رکھا۔وہاں علماء وادباء سے علوم وآداب حاصل کیے۔عقلیات،

* ایسوسی ایٹ پروفیسر (ر)، شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

نقلیات، ادب، اور عربیت میں درک حاصل کیا۔ متداول علوم کے ساتھ شاذ اور منفرد چیزوں کا علم حاصل کیا۔ دنیا نے آپ کے علمی مقام کا اعتراف کیا اور علوم شریعت کی معرفت میں ایک نمایاں مقام پر فائز ہوئے۔(۵)

اخلاق

نواب صاحب انتہائی کریم النفس اور شریف الطبع انسان تھے۔(۶)

اہل علم کی حوصلہ افزائی اور تعظیم ان کا شیوہ تھا۔ آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور تالیفات عالمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے کاروان علم و دانش نے انھیں ہر دور میں خراج تحسین پیش کیا۔

تصنیفات

نواب صاحب نے عربی اور اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔(۷) آپ تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیرنظر مقالہ میں آپ کی حدیث پر لکھی گئی کتابوں کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

۱۔ عون الباری لحل ادلة البخاری

۲۔ السراج الوهاج من کشف مطالب صحیح مسلم بن الحجاج

۳۔ فتح العلام بشرح بلوغ المرام ابن حجر کی معرکۃ الآراء کتاب بلوغ المرام کی شرح نواب صاحب نے عربی میں لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۴۔ الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون اس مجموعہ میں چالیس متواتر احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو کہ ۱۲۹۰ھ میں مطبع سکندری گروید سے طبع ہوا۔

۵۔ أربعون حدیثا فی فضائل الحج والعمرة (عربی) حج اور عمرہ سے متعلق چالیس احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ ۱۲۸۴ھ میں شائع ہوا۔

۶۔ الإدراک لتخریج احادیث رد الاشراک یہ رسالہ مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۰ھ میں شائع ہوا جو کہ کل ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ میں شرک کے رد میں چند احادیث جمع کی گئی ہیں۔

Marfat.com

۷۔ توفیق الباری ترجمة الادب المفرد للبخاری یہ امام بخاریؒ کی مشہور کتاب الادب المفرد کا اردو ترجمہ ہے۔ مطبع مفید عام، آگرہ سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا۔

۸۔ بغیة القاری فی ثلاثیات البخاری جو الجامع الصحیح لإمام البخاری کی ان روایات پر مشتمل ہے جو تین واسطوں سے مروی ہیں ان کا اردو ترجمہ اور تینوں راویوں کے حالات زندگی بھی ذکر کیے ہیں۔ یہ کتاب مطبع شدہ جہانی بھوپال سے ۱۳۹۱ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

۹۔ نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیة والاذکار (عربی)۔ اس کتاب میں ادعیہ ماثورہ کو جمع کر دیا گیا ہے جو ۱۳۰۱ھ میں پہلی بار طبع ہوئی۔

۱۰۔ تقویة الایقان بشرح حلاوة الایمان (اردو)۔ صحیحین کی مشہور حدیث: ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان الخ کی اردو شرح ہے۔ مطبع مفید عام، آگرہ سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی۔

۱۱۔ یقظة اولی الاعتبار فیما ورد من ذکر اهل النار (عربی) جہنم اور اہل جہنم سے متعلق احادیث کا مجموعہ۔

۱۲۔ فتح المغیث بفقه الحدیث (عربی)۔ فقہ السنہ پر مشتمل یہ رسالہ مطبع سکندری سے شائع ہو چکا ہے۔ جس میں عبادات ومعاملات سے متعلقہ مسائل کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۔ منهج الوصول الی اصطلاح حدیث الرسول۔ اصول حدیث کے متعلق یہ رسالہ مطبع شاہ جہانی سے ۱۲۹۱ھ میں شائع ہوا۔ فارسی زبان میں کتاب ہے۔ اصطلاحات حدیث کی عمدہ تعریف کی گئی ہے۔

۱۴۔ الرحمة المهداة الی من یرید زیادة العلم علی حدیث مشکوٰة۔ اس میں مصنف نے ہر باب کے تحت تین فصلوں میں احادیث جمع کی ہیں۔ نواب صاحبؒ نے اس باب کی مزید احادیث کو الرحمة المهداة کے نام سے جمع کیا ہے جسے مشکوٰۃ کے تمام ابواب کی فصل رابع کہنا چاہیے۔ یہ کتاب ۱۳۰۱ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۵۔ الحطة فی ذکر الصحاح الستة (عربی)۔ صحاح ستہ اور اس کے مؤلفین کے متعلق معلومات افزا کتاب ہے ان شاء اللہ بعد میں اس کا تفصیلی تعارف پیش کیا جائے گا۔

۱۶۔ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقهاء والمحدثین (فارسی)۔ آئمہ، فقہاء اور محدثین کے تذکرہ وخدمات پر مشتمل یہ کتاب ۱۲۸۸ھ میں مطبع کانپور نظامی سے طبع ہوئی۔

Marfat.com

۱۷۔ التاج المکلل من جواهر ماثر الطراز الاخر والاول (عربی)۔محدثین وفقہاء کے تراجم پر مشتمل ہے۔پہلی بار ۱۲۹۹ھ میں مطبع صدیقی بھوپال سے طبع ہوئی اور اس کا دوسرا ایڈیشن المطبع العربیة الهندیة کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

۱۸۔ کشف الکربة عن اهل الغربة۔مشہور حدیث (بدأ الإسلام غریبا و سیعود کما بدأ فطوبی للغرباء) کی شرح ہے۔جو ۱۵۰ صفحات میں ۱۳۰۲ھ میں مطبع مفید عام سے طبع ہوئی۔

۱۹۔ حسن الاسوة بما ثبت من الله و رسوله فی النبوة ۔ عورتوں سے متعلق تقریباً تمام مسائل جو کتاب وسنت سے مروی ہیں اس رسالہ میں انھیں جمع کیا گیا ہے قابل مطالعہ ہے۔یہ ۱۳۰۱ھ میں المطبعة القسطنطنیه سے طبع ہوا۔

۲۰۔ ضوء الشمس من شرح بنی الاسلام علی خمس ۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمرؓ کی مشہور حدیث کی شرح ہے جو مطبع مفید عام سے ۱۳۰۵ھ میں طبع ہوئی یہ شرح اردو زبان میں ہے۔

۲۱۔ مکارم الاخلاق ترجمة ریاض الصالحین علامہ نوویؒ کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ ہے جو مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا۔

۲۲۔ مسک الختام فی شرح بلوغ المرام ۔اس میں حدیث اور مسائل فقہیہ کو جو ظاہر احادیث کے موافق ہیں۔مع بیان اختلاف مذاہب، مدلل بیان کیا ہے نیز چاروں ائمہ کرام کے مسلک پر روشنی ڈالی ہے۔

۲۳۔ موائد العوائد۔دو ضخیم جلدوں میں فارسی زبان میں لکھی گئی۔ مختلف مضامین کی احادیث اسناد کو حذف کر کے جمع کی گئی ہیں۔۱۲۹۸ھ میں مطبع صدیقی بھوپال میں طبع ہوئی۔

۲۴۔ صلاح ذات البین ببیان ما للزوجین ۔یہ کتاب مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۳۰۱ھ میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔اردو زبان میں لکھی گئی اس کتاب میں حقوق الزوجین کی تفصیلات ہیں۔

۲۵۔ محو الحوبة بایثار الاستغفار والتوبة۔ اس مجموعہ میں توبہ واستغفار کے بیان میں احادیث صحیحہ کو جمع کیا گیا ہے۔یہ کتاب مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی۔اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔کل صفحات ۲۶ ہیں۔اس کو نواب صاحب نے اپنے صاحبزادے علی حسن خان طاہر کے نام منسوب کیا ہے۔

Marfat.com

۲۶۔ حظیرۃ القدس و ذخیرۃ الانس ۔یہ مختلف موضوعات پر احادیث کا ایک مجموعہ ہے۔ پیش کردہ احادیث سے مصنفؒ کا مقصد علم دوست حضرات کو عمل پر ابھارنا اور ارشاداتِ نبوی کی جانب صحیح طریقہ پر گامزن کرنا ہے تا کہ تعلق مع اللہ اور حب رسول اللہ کا ثبوت اپنے عملی کردار سے دیا جا سکے۔ یہ کتاب ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے جو کہ ۱۳۰۶ھ میں مطبع شاہجہانی سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی، زبان عربی ہے اس کو نواب صاحب نے اپنے صاحبزادے علی حسن خان طاہر کے نام سے منسوب کیا ہے۔

۲۷۔ ابجد العلوم ۔نواب صاحبؒ کی یہ تصنیف دراصل علوم اور علماء کے بارے میں بہترین دائرہ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ہے جو عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ ۱۲۹۵ھ میں مطبع بھوپال میں طبع ہوئی۔اس کتاب کے تین حصے ہیں۔الوشی المرقوم پہلا حصہ، اصحاب المرکوم دوسرا حصہ، اور الرحیق المختوم تیرا حصہ۔ یہ بہترین کتاب ہے اور بلاشبہ نواب صاحبؒ کی تالیفی و تصنیفی کاوشوں کا بیّن ثبوت ہے۔نواب صاحبؒ نے اس کتاب کے پہلے حصہ میں علوم اور اس کے اقسام کا ذکر کرنے کے بعد ایک اچھے طالب علم کی خصوصیات کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ دوسرا حصہ مختلف علوم کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔علوم کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے رکھی گئی ہے اور اس مین ۱۲۹ اقسام کے علوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابجد العلوم کے تیسرے حصہ میں علماء کرام کی زندگی کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ایک باب میں علمائے ہند، بھوپال، یمن اور قنوج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آخری باب میں نواب صاحبؒ نے اپنی زندگی کے حالات قلمبند کیے ہیں۔

۲۸۔ الدین الخالص ۔ یہ کتاب مصر سے ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوئی۔نواب صاحبؒ کے زمانہ میں مطبع احمدی سے شائع ہو چکی تھی۔ اس کتاب مئیں توحید، کفر اور شرک کے متعلق تفصیلات دی ہیں ہر مسئلہ کو قرآن وسنت اور اقوال علماء سے واضح کیا ہے۔

۲۹۔ عون الباری لحل ادلۃ البخاری ۔ علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن احمد الزبیدی الحنفیؒ المتوفی ۸۹۳ھ“ نے بخاری شریف کی تلخیص لکھی جس کا نام التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح رکھا تھا۔انھوں نے ۸۸۹ھ میں کتاب مکمل کی جو مختصر الزبیدی کے نام سے معروف ہے۔اس مختصر کتاب کی کئی شروحات ہیں لیکن سب سے افضل واجل عـــون

Marfat.com

الباری...... ہے جو نواب صدیق حسن خانؒ نے لکھی ہے۔ عون الباری نواب صاحب کی زندگی میں سب سے پہلے نیل الاوطار کے حاشیہ پر طبع ہوئی۔

عون الباری میں نواب صاحبؒ نے مسائل کو بہت واضح و مدلل انداز میں حل کیا ہے مشکلات کی توضیح بھی کی ہے افراط و تفریط سے بھی گریز کیا ہے۔

علامہ زبیدیؒ، حدیث پہلے مقام پر درج کرتے ہیں، البتہ اگر دوسرے، تیسرے مقام پر متکرر حدیث سے ایسا فائدہ حاصل ہو جو پچھلے مقام پر نہیں ہوا یا اضافہ ہو تو زبیدی صاحبؒ اسے دوبارہ بھی ذکر کرتے ہیں ورنہ نہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں "واذا اتی الحدیث المتکرر اثبته فی اول مرة وان کان فی الموضع الثانی زیادة فیها فائدة ذکرتها و الا فلا......" البتہ نواب صاحبؒ نے شرح میں متکرر حدیث کی نشاندہی کر دی ہے۔ مثلاً:

(۱) (عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وحوله عصابة من اصحابه بایعونی علی ان لا تشرکوا بالله شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا أولادکم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بین أیدیکم وأرجلکم ولا تعصوا فی معروف فمن وفی منکم فأجره علی الله ومن اصاب من ذلک شیئا فعوقب به فی الدنیا فهو کفارة له ومن أصاب من ذلک شیئا ثم ستره الله فهو الی الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبایعناه علی ذلک.)

نواب صاحبؒ لکھتے ہیں:

(وحدیث الباب رجال اسناده کلهم شامیون، وفیه التحدیث والاخبار والعنعنه. وفیه روایة قاضی عن قاضی ابو ادریس و عبادة وروایته من رآه علیه الصلاة والسلام عمن راه لان ابا ادریس له رؤیة اخرجه البخاری ایضا فی المغازی والاحکام وفی وفود الانصار وفی الحدود، ومسلم فی الحدود ایضا، والترمذی، والنسائی والفاظهم مختلفة.)(۸)

معلوم ہوا کہ نواب صاحبؒ لطائف الاسناد کے بھی ماہر تھے اور ساتھ ساتھ حدیث کی مکمل تخریج بھی کی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نواب صاحب ایک محقق اور مجتہد بھی تھے۔

Marfat.com

(۲) (عن أبی سعید الخدری انه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنما یتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینه من الفتن)

اس پر بحث کرتے ہوئے نواب صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اسناد رجال هذا الحدیث کلهم مدنیون وفیه صحابی یروی عن صحابی وهو من افراد البخاری عن مسلم وقد رواه ایضا البخاری فی الفتن والرقاق وعلامات النبوة، کتاب الفتن الیق المواضع به.''

عون الباری میں نواب صاحبؒ نے تشریح کے لیے درج ذیل اُسلوب اختیار کیا ہے مثلاً حدیث:

عن انس ان زید بن ثابت حدثه انهم تسحر وامع النبی صلی الله علیه وسلم ثم قاموا الی الصلوة، قلت کم کان بینهما؟ قال: قدر خمسین او ستین یعنی آیة.

الشرح

وعن انس بن مالک (رضی الله عنه) ان زید بن ثابت الانصاری رضی الله عنه (حدثه) اعنی انسا (انهم) ای زیدا واصحابه (تسحروا) ای اکلوا السحور وهو ما یؤکل فی السحر، اما بضم فهو اسم لنفس الفعل.

(مع النبی صلی الله علیه وسلم ثم قاموا الی الصلوة) ای صلاة الصبح قال انس (قلت) لزید (کم کان بینهما) ای بین السحور والقیام الی الصلوة، (قال) زید (قدر) قراءة (خمسین او ستین آیة) استدل به البخاری علی ان اول وقت الصبح طلوع الفجر، لأنه وقت الذی یحرم فیه الطعام والشراب، والمدة التی بین الفراغ من السحور والدخول فی الصلوة وهی قراة خمسین آیة او نحوه قدر ثلث ساعة، ولعلها مقدار ما یتوضا فاشعر بذلک بأن أول وقت الصبح اول ما یطلع الفجر. وفیه انه صلی الله وسلم کان یدخل فی صلاة الصبح بغلس ورواته الخمسة بصریون. وفیه التحدیث والعنعنه والقول. وروایة صحابی عن صحابی، وأخرجه البخاری فی الصوم وکذلک مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه.(۹)

Marfat.com

عون الباریؒ کے ناشر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"ونجتزی بالإشارة إلى هذا الشرح لب اللباب، وأنه جنى كتب وشروح للبخاری متعددة، لا سيما فتح الباری و إرشاد الساری بل هو مستل منه بالإضافة إلى نقول كثيرة من كتب القاضی الشوكانی والامير الصنعانی وامثالهما ممن يعتمد الشارح."(۱۰)

مقدمہ عون الباری میں نواب صاحبؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"وقد سلكت فی هذا الشرح طريق الانصاف وتجنبت مسلک الاعتساف عند تزاحم الاختلاف، فدونک شرحا يشرح الصدور، ويمشی على سنن الدليل، وان خالف الجمهور، اضاء ت بهجته، فاختفت منه كواكب الدراری، كيف لا وقد فاض عليه الانوار من فتح الباری واشرق عليه من هذا الجامع المبارک نوره اللامع وصدع خطيبه بحجته القاطعة القلوب والمسامع.(۱۱)

(۳۰) السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم بن الحجاج

نوب صاحبؒ نے ملخص صحيح مسلم للحافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری کی شرح لکھی جس کا نام السراج الوهاج رکھا۔ نواب صاحبؒ مقدمہ الکتاب میں لکھتے ہیں: کہ مجھے یہ تلخیص مولانا بن عبدالعزیز جعفری کی عنایت سے ملی جو بھوپال مچھلی شہر کے قاضی تھے۔ یہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ علامہ ناصرالدین البانیؒ نے اس شرح کی تعریف کی ہے۔ نواب صاحب "قلت" کہہ کر اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

السراج الوهاج کو الشئون الدينية قطر نے بھی شائع کیا ہے۔ تحقیق عبدالتواب ہیکل اور عبداللہ بن ابراہیم الانصاری کی ہے۔

السراج الوهاج میں معتدل و متوازن انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس کی شرح کے لیے امام نوویؒ کی شرح مسلم اور دوسری کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا ہے، نواب صاحبؒ متوسط شرح کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

ولو لا ضعف البينة وقصر الهمة وقلة الرغبة لقلة الطلبة للمطولات لبسطته لا يخل ولا يمل، وخير الكلام ما قل و دل (۱۲)

نواب صاحبؒ مقدمۃ الکتاب میں لکھتے ہیں کہ علم کے ساتھ مشغول ہونا افضل ترین اطاعت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور انواع خیر میں سے اہم ترین خیر ہے اور نہایت اہم عبادت ہے۔

آپؒ نے احادیث نبویہ کے علوم کو افضل ترین علم قرار دیا ہے جن میں اسانید کی معرفت، متون سے واقفیت اور علوم حدیث سے روشناس ہونا ہے۔ لہٰذا مفتیان دین متین و مجتہدین وفقہاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے عالم اور عامل ہوں۔ (۱۳)

نواب صاحبؒ نے ہمیشہ حدیث صحیحہ کی روشنی میں اپنی رائے پیش کی: مثلاً

(۱) باب إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلوة الا المكتوبة کے تحت لکھتے ہیں: وهذا نص فى هذه المسألة ويدل له الرواية الأخرى عند مسلم عن عبدالله بن مالك بن جهينة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر برجل يصلى وقد قيمت صلوة الصبح فقال يوشك ان يصلى أحدكم الصبح أربعا.

امام نوویؒ کا حوالہ دیتے ہوئے نواب صاحبؒ فرماتے ہیں:

فيه النهي الصريح عن افتتاح نافلة بعد اقامة الصلوة سواء كانت راتبة أو غيرها قال: وهذا مذهب الشافعي والجمهور، وقال ابو حنيفة يصلى سنة الصبح ما لم يخش فوت الركعة الثانية وقال الثورى ما لم يخش فوت الركعة الأولى

ان تمام اقوال کے بعد نواب صاحبؒ فرماتے ہیں:

ظاهر الحديث الصحيح عند مسلم و احمد واهل السنن وغيره ان الخروج واجب اذا سمع إقامة الصلوٰة، وهى قول المؤذن قد قامت الصلوة، هذا هو المراد وإن كان المراد القيام الى الصلوة كان الواجب عليه اذا عاين قيامهم إلى الصلوة أن يخرج لأن ظاهر قوله صلى الله عليه وسلم فلا صلاة ذات نفس الصلوة الشرعية (۱۴)

Marfat.com

۲۔ اس طرح نواب صاحب "باب فی الوتر و رکعتی الفجر" میں صحیح مسلم کی حدیث ابن عمر "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل مثنی مثنی و یؤتر برکعة" کے متعلق لکھتے ہیں:

فیھی دلیل علی ان اقل الوتر رکعة وان الرکعة الفردة صلوة صحیحة وھذا مذھب الجمھور وقال ابو حنیفة: لا یصح الایتار بواحدة ولا تکون الرکعة الواحدة صلوة قط والاحادیث الصحیحة ترد علیه منھا حدیث عائشة رضی اللہ عنھا ویوتر منھا بواحدة'(۱۵)

۳۔ مسجد میں نماز جنازہ کے بارے میں شرح مسلم میں امام نوویؒ نے باب باندھا ہے۔"باب الصلوٰة علی المیت بالمسجد "اس پر نواب صاحبؒ نے امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ کا مذہب "لا تصح الصلوة علی المیت فی المسجد "بیان کیا ہے اور مدلل انداز میں ثابت کیا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔نواب صاحب نے آخر میں "قلت" کہہ کر لکھا ہے"وھو الذی تدل له الادلة کقوله علیه الصلوة والسلام "إن المؤمن لا ینجس" وقول أبی بکر" "طبت حیا و میتا" و حدیث الباب رواه مسلم بطرق مختصرا ومطولا وھو حجة علی مانع ھذه الصلوة فی المسجد"(۱۶)

۴۔ باب فرض الصلوة رکعتین، رکعتین کے عنوان کے تحت حضرت عائشہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں:

لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فی جمیع أسفاره الا القصر ذلک فی الصحیحین وغیرھما وأظھر الادلة علی الوجوب حدیث عائشة ھذا وھو فی البخاری ایضاً وفیه أخبار بأن صلوة السفر اقرت علی ما فرضت علیه فمن زاد فیھا فھو کمن زاد علی أربع فی صلوة الحضر.(۱۷)

۵۔ نوب صاحبؒ طلاق ثلاثة فی مجلس واحدة کے حدیث ابن عباسؓ کی روشنی میں فرماتے ہیں:

"ظاھر الحدیث فی ھذه المسألة ما ظاھرية وھو صریح صحیح فی

Marfat.com

الدلالة على المقصود وأما تأويله بما أوله فلا ضرورة تدعو إليه ولا إليه حاجة ولا حجة فيما قال عمر أو فعل إنما الحجة فيما كان فی عصر النبوة بمرای ومسمع ومن حضره الرسول صلى الله عليه وسلم ودرج عليه أبو بكر الصديق فی زمنه وعمر نفسه فی صدرا مارته وقد بين عذره فی هذا الحديث.

فهذا الحق ليس به خفاء فدعنی عن بنيات الطريق(۱۸)

۶۔ باب مثل من يقرأ القرآن ومن لا يقرأة کے تحت امام نوویؒ نے عنوان بنایا ہے۔"باب فضيلة حافظ القراان عن ابی موسی الاشعری قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "مثل المؤمن الذی يقرأ القرآن مثل الاترجة......(الخ)

اس مسئلہ میں امام نوویؒ پر نقد کرتے ہوئے نواب صاحب اپنی رائے لکھتے ہیں "ليس فی هذا الحديث"ذكر حفظ القرآن، بل الذی فيه فضيلة قراء ته وهی اعم من ان تكون بالنظر فی المصاحف او علی الحفظ، بل بالنظر اولی لزيادة اجر النظر، مع اجر التلاوة.(۱۹)

۳۱. الحطة فی ذکر الصحاح الستة۔ نواب صدیق حسن خان، اسلامی اکادمی اردو بازار، ۱۹۷۷ء،صفحات ۳۱۴

یہ کتاب فاتحۃ الکتاب، پانچ ابواب اور خاتمۃ الکتاب پر مشتمل ہے۔ فاتحۃ الکتاب میں دو فصول ہیں۔ فصل اول فضيلة العلم و العلماء پر مشتمل ہے اور فصل دوم میں علم حدیث اور محدثین کی فضیلت مفصلاً بیان کیا گیا ہے۔

باب اول کے تحت چار فصول ہیں۔ ان کے اندر معرفۃ الحدیث، ابتدائی دور میں حدیث اور انواع کتب حدیث پر مفصل تعارف دیا گیا ہے۔

باب دوم کا عنوان فی فروع علم الحديث و ذكر الكتب المصنفة فيها' یہ باب سترہ (۱۷) فصول پر مشتمل ہے ان میں اہم عنوانات یہ ہیں۔ علم الحدیث رواية و دراية علم الناسخ والمنسوخ، علم تلفيق الحديث، علم الادعية والاوراد، علم طب النبی، علم متن الحديث، علم رموز الحديث اور علم وضع الحديث۔

Marfat.com

باب سوم یہ باب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے، عنوانات یہ ہیں۔ طبقات کتب الحدیث، احادیث الاحکام، ضبط الحدیث و درسہ و تحملہ، فقہ المحدث، قلة علم الحدیث فی ارض الھند.

باب چہارم آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتب احادیث صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور مسند امام اعظم احمد بن حنبلؒ کا مفصل تعارف پیش کیا گیا ہے۔

باب پنجم سات فصول پر مشتمل ہے۔ اس میں مذکورہ بالا کتب احادیث کے مؤلفین (مرتبین) کا مفصل تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بہت ہی مفید اور معلومات افزا ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

خاتمہ

نواب صدیق حسن خانؒ کے حالات دینی و علمی کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نواب صاحبؒ ہر میدان کے شہ سوار تھے۔ بالخصوص علمِ حدیث کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔

صحیح بخاری (تلخیص) کی پانچ (۵) مجلدات پر مشتمل شرح لکھی ہے اور اس طرح صحیح مسلم (تلخیص) کی گیارہ (۱۱) مجلدات پر مشتمل تشریح و توضیح بھی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس طرح بلوغ المرام (ابن حجر عسقلانی مئولف) کی شرح بھی قابلِ ذکر ہے۔ ان کی شروحات میں انہوں نے بہت اعلیٰ وارفع معیار قائم کیا ہے۔ صحیح احادیث سے استدلال کیا ہے۔ کتاب وسنت کے مقابلہ میں کسی کی ذاتی رائے کو ہرگز قبول نہیں کیا۔

اصولِ حدیث میں منہج الوصول الی اصطلاح حدیث الرسول تالیف کی جو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ بہت ہی معیاری اور تمام مباحث کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نواب صاحب کو درایت الحدیث پر عبور حاصل تھا۔

تاریخ الحدیث پر نمائندہ کتاب کتاب الحطة فی ذکر الصحاح الستة ہے۔ جس میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور صحاح ستہ اور دیگر اہم کتب کا جامع تعارف پیش کیا ہے۔

❁❁❁

Marfat.com

حوالے وحواشی

۱۔ علی حسن خان سید، مآثر صدیقی،۲/۹۳،۹۴

۲۔ صدیق حسن خان،قضاء الارب من مسئلة النسب،۱۴۵،۱۴۶

۳۔ ابجد العلوم،۳/۲۷۱؛نزهة الخواطر،۸/۱۷۸؛التاج المکلل،۵۴۶؛ابقاء المنن،۱۴۸

۴۔ مآثر صدیقی،۲/۳

5۔ ایضاً،۲/۲۲۔۲۳

۶۔ ایضاً،۴/۴۷

۷۔ اُردودائرہ معارف اسلامی،جامعہ پنجاب لاہور۱۲/۱۰۵

۸۔ عون الباری لحل ادلة البخاری،۱/۱۱۳، دارالرشید،سوریا۱۹۸۳ء

۹۔ عون الباری، ۱/۶۵۶

۱۰۔ مقدمة عون الباری

۱۱۔ مقدمة عون الباری

۱۲۔ مقدمه السراج الوهاج

۱۳۔ مقدمة السراج الوهاج

۱۴۔ السراج الوهاج،۲/۲۸۴

۱۵۔ السراج الوهاج،۳/۸۶

۱۶۔ ایضاً،۳/۳۴۷

۱۷۔ ایضاً، ۲/۱۳۲

۱۸۔ ایضاً، ۵/۳۴۴

۱۹۔ ایضاً،۱۱/۵۸۹۔۵۹۱

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

❄ انسانِ کامل (نیا ایڈیشن)	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ حفاظتِ حدیث (نیا ایڈیشن)	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ اضطراب (شعری مجموعہ)	حافظ عثمان احمد
❄ استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد (تعلیمات نبوی کی روشنی میں)	پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر
❄ مریض کا علاج اور تیمارداری اسلام کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر

❁ ❁ ❁

Marfat.com

ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی کی خدمات حدیث

پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ*

محدث دوراں محمد شمس الحق بن امیر علی ڈیانوی عظیم آبادی ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ/ جولائی ۱۸۵۷ء میں رمنہ محلہ عظیم آباد (پٹنہ) صوبہ بہار، ہندوستان میں پیدا ہوئے اور بعارضہ طاعون بعمر ۵۴ سال ۱۹ اربیع الاول ۱۳۲۹ھ/ ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو اپنی بستی (ڈیانواں) میں اعزازی شہادت پائی۔ آپ کا خاندان ڈیانواں (پٹنہ) کا ایک رئیس خاندان تھا۔ مال و دولت کی ثروت کے ساتھ علم کی دولت اور نادر و نایاب کتب حدیث و رجال کی جمع و اشاعت میں دلچسپی کی بناء پر آپ نے خوب مال خرچ کر کے ایک عظیم کتب خانہ تیار کیا۔ جو کہ مشہور زمانہ بانکی پور، پٹنہ (بہار) کے کتب خانہ کے بعد اہل علم کا مرجع و مرکز تھا۔

آپ نے مولوی عبدالحکیم شیخوپوری (۱۲۹۵ھ)، مولانا لطف العلی بہاری (۱۲۹۶ھ)، شیخ فضل اللہ بن نعمت اللہ لکھنوی (۱۳۱۱ھ)، علامہ بشیر الدین عثمانی قنوجی (۱۲۹۶ھ) جیسے اساتذہ سے استفادہ کرنے کے بعد اوائل محرم ۱۲۹۵ھ میں دہلی شیخ الکل سید نذیر حسین المعروف میاں صاحب محدث دہلوی (۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آخر محرم ۱۲۹۶ھ میں میاں صاحب سے سند حدیث حاصل کر کے واپس آ گئے۔ ۶ سال بعد ۱۳۰۲ھ میں دوبارہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دوسری سند حدیث لے کر ۱۳۰۳ھ میں ڈیانواں تشریف لائے۔ دو مرتبہ کے قیام دہلی میں میاں صاحب سے ترجمہ قرآن مجید، تفسیر جلالین، صحاح ستہ، مؤطا امام مالک،

* گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، گوجرہ

Marfat.com

سنن دارمی، سنن دارقطنی اورشرح نخبۃ الفکر (نزہۃ النظر) سبقاً سبقاً پڑھی اور فتاویٰ جات بھی قلم بند کرتے رہے۔

قیام دہلی میں شیخ حسین بن مُحسن السبعی الانصاری الخزرجی الیمانی (۱۳۲۷ھ) سے صحاح ستہ کے اطراف پڑھ کر عام اجازت حاصل کی۔ ۱۰ رجب ۱۳۱۱ھ میں فریضہ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں حجاز تشریف لے گئے اور ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ کو وطن واپس آئے۔ ۶ ماہ کے قیام میں فریضہ حج کی ادائیگی کے علاوہ مندرجہ ذیل شیوخ سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ علامہ خیرالدین ابی البرکات نعمان بن محمود الآلوسی (۱۳۱۷ھ)، علامہ عبدالعزیز بن صالح الحنبلی الشرقی من رجال طیئ (۱۳۲۴ھ)، علامہ محمد بن سلیمان ''شیخ حسب اللہ'' شافعی مالکی الخطیب المدرس بالمسجد الحرام (۱۳۳۵ھ)، علامہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ السراج الحنفی الطائفی (۱۳۱۵ھ)، شیخ احمد بن احمد ابن علی المغربی التونسی المکی (۱۳۱۴ھ)، شیخ ابراہیم بن احمد بن سلیمان المغربی المکی (؟)، شیخ فالح بن محمد بن عبداللہ ظاہری مھناوی مالکی مدنی (۱۳۲۸ھ)، شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ حنبلی شرقی نجدی (۱۳۲۹ھ)۔

فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد وطن واپسی پر تدریس و تالیف کا آغاز کیا۔ مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو میں آپ کی تیس سے زائد تصانیف کا مختلف حوالوں میں ذکر پایا جاتا ہے۔ لیکن عمر عزیز کا غالب حصہ آپ نے خدمت حدیث میں صرف کر دیا۔ علاوہ ازیں مولانا عبدالرحیم صادق پوری (۱۹۲۳ء) کے پٹنہ میں قائم کردہ "مدرسہ اصلاح المسلمین" کی تاسیس ۱۳۰۸ھ سے لے کر ایک عرصہ تک ناظم رہے۔ مولانا ابراہیم آروی (۱۳۱۹ھ) کے مدرسہ "الاحمدیہ" (صوبہ بہار) کے ساتھ آپ کا گہرا تعلق رہا اور اس کے اہم انتظامی رکن تھے۔ ندوۃ العلماء، لکھنو کی بھی مالی طور پر اور کتب کے ذریعے خوب مدد کیا کرتے تھے۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد، دکن کے رکن رکین تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تاسیس میں بھی خاص کردار ادا کیا۔ تا حیات اس کے رکن رہے۔ اپنی وفات تک اس کے خازن تھے (۱)

خدمات حدیث

آپ کی حیات مستعار خدمت حدیث کیلئے وقف دکھائی دیتی ہے۔ ایک رئیس زادے ہونے کے باوجود تحمل الحدیث، تدریس و تالیف حدیث، جمع و تحقیق کتب حدیث اور نشر و اشاعت حدیث

Marfat.com

کا ذوق غالب رہا۔آپ کی خدمات حدیث کا تین طرح سے جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

ا۔ تدریس حدیث

ب۔ نادر و نایاب مخطوط و مطبوعہ کتب حدیث ورجال کی جمع واشاعت

ج۔ مولفات حدیث وعلم حدیث

ا۔ تدریس حدیث

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور ایک دینی مدرسہ بنام "دارالحدیث" کی بنیاد رکھی۔ (۲) شائقین علم، طالبین حدیث نبوی آپ کے پاس حاضر ہوتے رہتے تھے۔علوم الحدیث میں اس قدر بلند مقام تھے اور "حدیث میں یہ پایہ تھا کہ عرب، عسیر، بغداد، عمان، نجد، فارس اور مغرب سے طلباء استفادہ کے لئے آتے تھے۔" (۳)

جناب ابو الحسنات عبدالشکور ندوی کے بقول تمام عمر خدمت علم حدیث میں بسر کر گئے۔" تحصیل حدیث کے لئے آپ کے ہاں اکثر مدنی، یمنی اور نجدی عرب طلباء آتے تھے۔" (۴)

ان عرب طلباء کے ناز و نخرے بھی برداشت کرتے تھے۔حتیٰ کہ ان کے بگڑنے پر ان سے معذرت کرتے، نقدریوں سے اعانت کرتے، کتابوں کا ہدیہ پیش کرتے۔یہ رویہ آپ کے عامل و خادم حدیث ہونے کی عمدہ ترین مثال تھا۔بفحوائے حدیث تبسمک فی وجہ اخیک صدقہ (۵) کبھی آپ کی پیشانی پر بل نہیں آیا بلکہ ہمیشہ ہر حال میں مذکورہ حدیث مبارکہ کا مظہر ہوتے تھے۔

ب۔ نادر نایاب کتب حدیث کی جمع واشاعت

برصغیر پاک وہند میں کتب حدیث ورجال میں سے نادر الوجود قلمی و مطبوعہ کتابیں آپ نے زر کثیر صرف کر کے خرید کر اپنے ذخیرہ کتب میں جمع کیں۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ایک عرب "مسند ابوعوانہ" لائے۔مولانا مطالعہ میں مشغول تھے فرط انبساط سے بے خود ہو کر اچھل پڑے اور پوچھا کیا قیمت ہے؟ عرب نے جو قیمت بتائی اس سے زائد ہی دی۔ (۶)

آپ بلا تکلف پرانے مخطوط اور ان کے عربی رسم الخط پڑھتے تھے۔اور اہل علم کے استفادے کے لئے ان کے دروازے کھول دیتے تھے۔علاوہ استفادہ کے قیمتی سے قیمتی کتاب بھی عاریتاً دینے سے گریزاں نہیں ہوا کرتے تھے۔ بلکہ حتی المقدور کوشش کر کے اہل علم کو ان کی ضرورت کی کتابیں مہیا

Marfat.com

کرنے میں مدومعاون ہوا کرتے تھے۔ اپنے ذخیرہ کتب میں کسی کتاب کا ایک سے زائد نسخہ جمع ہونے پر کسی صاحب ذوق کے طلب کرنے پر ہدیتاً پیش خدمت فرماتے۔ قلمی کتب کے علاوہ بیروت ،مصر، جرمن، فرانس، انگلینڈ، لیڈن اور ہندوستان وغیرہ کی مطبوعہ کتب بھی آپ کے کتب خانہ کی زینت ہوا کرتی تھیں۔ ابنائے زمانہ کی ناقدری دیکھیئے ،۴۷-۱۹۴۶ء کے ہنگام آزادی میں آپ کے مکان میں پناہ گزیں لوگوں نے بعض کتب جلا کر اپنے چولہے گرم کئے۔ ایسے عظیم الشان کتب خانے کا یہ انجام کتنا دردناک ہے۔ پھر بھی جو بچ گئیں وہ کم اہم نہ تھیں۔ یہ بچی کھچی کتابیں مشرقی کتب خانہ بانکی پور (خدا بخش لائبریری پٹنہ) میں داخل کر دی گئیں۔ یہ حصہ ڈیانواں کلکشن کے نام سے اب تک محفوظ ہے۔

علامہ ڈیانوی کے ذوق کتب اور قائم کردہ کتب خانے کی بدولت نادر کتب ارباب علم وفضل کے لئے نظر نواز ٹھہریں۔ جو کہ اس وقت تک زیادہ تر غیر مطبوع تھیں۔ ان میں سے چند ایک نام پیش خدمت ہیں۔

معالم السنن للخطابی، التقاسیم والانواع المعروف بہ صحیح ابن حبان، ثقات ابن حبان، فوائد الشریعہ (اخوان قاسم ولایتی)، کشف الاستار من زوائد مسند البزار للھیثمی، کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث (برھان الدین ابو الوفاء سبط ابن العجمی (۸۴۱ھ)، کتاب الشفاء للقاضی عیاض، ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الاحادیث للنابلسی، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للمزی، کتاب التذکرہ فی علم الحدیث لابن الملقن، لوامع النجوم المتضمن من شمس العلوم لابن سعید حمیری، مقدمہ فتح الباری، النہایۃ لابن اثیر، الحرز الثمین شرح حصن حصین لعلی القاری، تیسیر الوصول الی جامع الاصول فی حدیث الرسول لابن الدبیع الشیبانی، فتح الباری (مکمل خط قدیم وعتیق)، الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایۃ، تفسیر بحر مواج للقاضی شہاب الدین دولت آبادی، تھذیب سنن ابی داود لابن القیم، عینی شرح بخاری علی ہذا القیاس اس دور کے مطابق بہت سی نادر ونایاب کتب حدیث، شروحات حدیث، اصول حدیث، رجال حدیث، تفسیر، فقہ، لغت وغیرہ میں آپ نے جمع کر رکھی تھیں۔ (۷)

مولانا ابوالقاسم سیف بناری نے آپ کے کتب خانے میں حسب ذیل نادر ونایاب کتابیں دیکھیں:

۱۔ مختار مختصر تاریخ بغداد ۲۔ مسند حمیدی ۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ کامل

Marfat.com

۴۔ مسند عبد بن حمید ۵۔ مسند بزار ناقص ۶۔ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی
۷۔صحیح ابن حبان ۸۔ ابن عبد البر ۹۔ صحیح ابوعوانہ جس پر امام ذہبی کے دستخط ثبت ہیں (۸)

ایک طرف بطور نمونہ مذکور بالا چند ایک نادر و نایاب اور قلمی و مخطوط کتب کی آپ کے کتب خانے میں آمد ہوئی اور ارباب ذوق کی ان کتب تک رسائی ممکن ہوئی۔ دوسری طرف آپ کے ذوق نشر و اشاعت کی بدولت درج ذیل قدیم و نادر و نایاب کتب حدیث و رجال کی پہلی بار دنیا میں یا کم از کم برصغیر پاک و ہند میں اشاعت روبہ عمل ہوئی۔

چنانچہ سنن دار قطنی پہلی بار آپ کی تعلیقات کے ساتھ ۱۳۱۰ھ میں مطبع الفاروقی، دہلی سے طبع ہوئی۔ حجازی سائز میں یہ طبع دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ المجلد الاول، کتاب الطہارۃ سے کتاب الصیام ۲۵۳ صفحات تک اور المجلد الثانی صفحہ ۲۵۴ سے صفحہ ۵۵۰ تک، کتاب الحج سے کتاب السبق بین الخیل پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ کے بالائی حصہ پر متن کتاب اور زیریں حصہ پر علامہ عظیم آبادی کا تحریر کردہ حاشیہ بنام "التعلیق المغنی" موجود ہے۔

رجال مؤطا سے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی کتاب "اسعاف المبطاء برجال المؤطا" بھی پہلی مرتبہ محدث ڈیانوی ہی کی تعلیقات کے ساتھ ۱۳۲۰ھ میں منظر عام پر آئی۔ محدث ڈیانوی کی مفصل شرح سنن ابی داؤد بنام غایۃ المقصود کے حاشیہ پر امام ابن قیم (۷۵۱ھ) کی "تہذیب السنن" اور علامہ منذری (۶۵۶ھ) کی "تلخیص السنن" بھی پہلی بار آپ کے کتب خانہ کے نسخوں سے شائع ہونا شروع ہوئی۔

امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) کی خلق افعال العباد، علامہ ذہبی (۷۴۸ھ) کی "کتاب العلو" بھی آپ ہی کے کتب خانہ کے اصل نسخوں کے مطابق پہلی بار آپ کی تحقیق انیق "اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر" کے ساتھ ۱۳۰۶ھ میں مطبع الانصاری دہلی سے طبع ہوئیں۔

امام بخاری کی التاریخ الصغیر، الضعفاء الصغیر اور امام نسائی کی "کتاب الضعفاء و المتروکین" بھی آپ ہی کی توجہ خاص سے پہلی بار طبع ہوئی۔ مطبع الخلیلی شاہ آباد، آرہ ۱۳۰۶ھ میں پہلی بار طبع ہونے والی "الادب المفرد" للبخاری پر آپ کے نوٹس موجود ہیں۔

Marfat.com

"تلخیص الحبیر" لابن حجر کی طباعت کا پہلی بار انتظام مولانا تلطف حسین نے آپ ہی کے حکم سے کیا۔ دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن سے "تہذیب التہذیب" اور "تذکرۃ الحفاظ" آپ ہی کے مشورہ سے طبع ہوئی۔ آخری ایام میں علامہ سمعانی (۵۶۲ھ) کی "الانساب"، حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) کی "لسان المیزان" اور ابن عبدالبر کی (۴۶۳ھ) "التمہید" کا ارادہ فرمایا تھا۔

ج۔ مؤلفات فی الحدیث وعلومہ

غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد

محدث ڈیانوی کا یہ سب سے عظیم تصنیفی شاہکار ہے۔ جسے خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) کی سنن ابی داؤد کی کردہ تقسیم کے مطابق ۱۳۲ اجزاء میں مکمل ہونا تھا۔ بعض سوانح نگاروں کے مطابق آپ کی عمر نے وفا نہ کی اور یہ شرح نامکمل رہی۔ جیسا کہ صاحب قاموس المشاہیر نے لکھا ہے کہ "دس پارے لکھ چکے تھے"۔ (۹)

جبکہ محمد عزیر شمس صاحب کے نزدیک اکیس پارے تک مکمل کر پائے تھے۔ لکھتے ہیں "عون المعبود" میں کئی جگہ غایۃ المقصو د کا حوالہ آیا ہے۔ آخری بار تیسری جلد کے اندر "باب فی الدعاء للمیت اذا وضع فی قبرہ" (جو سنن ابی داؤد کے اکیسویں پارے میں ہے) میں غایۃ المقصو د کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پھر کہیں اس کا حوالہ نہیں آیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غایۃ المقصو د کی شرح کم از کم اکیس پارے تک مکمل ہو چکی تھی"۔ (۱۰)

محدث ڈیانوی کے پڑپوتے جناب محمد تنزیل الصدیقی الحسینی کے خیال میں تکمیل کر چکے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ "عون المعبود" میں "غایۃ المقصود" کا آخری حوالہ کتاب الادب ،باب لا یقول المملوک ربی و ربتی میں آتا ہے۔ "قلت هذا الجمع والتوفيق ليس بقوی وفيه وجوه آخر فيطلب من غاية المقصود شرح سنن ابی داؤد" (۱۱) جس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ علامہ موصوف نے "غایۃ المقصود" کی تکمیل اپنی زندگی میں کر لی تھی۔

مولانا ابو سلمہ شفیع بہاری نے بھی غایۃ المقصو د مکمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ "آپ کی گراں قدر اور بیش بہا تصانیف میں ابو داؤد کی چھوٹی بڑی دو شرحیں غایۃ المقصو د اور عون المعبود ہیں۔ اول الذکر

Marfat.com

بتیس جلدوں میں مکمل ہوئی مگر افسوس کہ زیورطبع سے آراستہ نہ ہوسکی"۔ (۱۲)

غایۃ المقصود کی صرف پہلی جلد یعنی پہلا پارہ شارح علیہ الرحمۃ کی حیات مستعار میں مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۰۵ھ میں طبع ہوا جو کہ ۱۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی جلد کتاب الطہارۃ کے ۷۵ ابواب کی شرح پر مشتمل تھی۔ جس میں ۱۸۴ حدیثوں کی شرح وتوضیح کی گئی ہے۔ جلد ہذا کے شروع میں ۱۸ صفحات پر پھیلا مقدمہ غایۃ المقصود ہے۔ اس کے حاشیہ پر ابن القیم کی "تہذیب السنن" اور امام منذری کی "تلخیص السنن" بھی شائع ہونا شروع ہوئی تھی۔ محدث ڈیانوی کی بعارضہ طاعون وفات حسرت آیات کے بعد مسودہ غایۃ المقصود حالات کی ستم ظریفی، ابنائے زمانہ کی ناقدری کے باعث بکمالہ محفوظ نہ رہا۔ عرصہ دراز تک اہل علم اس کی تلاش میں رہے آخر کار خدا بخش لائبریری (پٹنہ) سے اس کے تین اجزاء دستیاب ہوئے۔ جو کہ ۱۴۱۴ھ میں شیخ عبدالحمید نشاطی (فیصل آبادی) کی مساعی جمیلہ سے تین جلدوں میں حدیث اکیڈمی، فیصل آباد سے طبع ہوئے۔

خصوصیات غایۃ المقصود

غایۃ المقصود کے آغاز میں پایا جانے والا مقدمہ (۱۳) بلحاظ اپنے مشتملات اور معلومات نادرہ کے مستقل تالیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک معلوماتی اور قیمتی رسالہ ہے۔ جو امام ابو داؤد کے حالات وکمالات اور سنن کے متعلق مفید معلومات پر مشتمل ہے۔ ان معلومات اور فوائد کو چھ (۶) لمعات میں تقسیم کیا ہے:

☆ اللمعۃ الاولی (ص ۲۷ تا ۳۴) میں سنن ابی داود کا مقام ومرتبہ اور امام ابوداؤد کا رسالہ مکیہ"

☆ اللمعۃ الثانیۃ (ص ۳۵ تا ص ۳۸) سوانح امام ابوداؤد

☆ اللمعۃ الثالثۃ (ص ۳۹ تا ۴۰) سنن ابی داؤد کے نسخے اور ان کے اختلافات

☆ اللمعۃ الرابعۃ (ص ۴۱ تا ص ۴۹) سنن ابی داؤد کی شروحات، تعلیقات اور تلخیصات

☆ اللمعۃ الخامسۃ میں (ص ۵۱ تا ص ۷۰) شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی اور قاضی حسین بن محسن یمانی کا تذکرہ

☆ اللمعۃ السادسۃ (ص ۷۱ تا ۷۳) محدث عظیم آبادی نے مؤلف سنن ابی داؤد تک اپنی سند بیان کی ہے۔

Marfat.com

- حدیث کے رواۃ کا پہلی دفعہ ذکر آنے پر، راوی کا نام، کنیت، نسبت، لقب وغیرہ کی وضاحت کے ساتھ معلومات درج کی ہیں اسماء رواۃ کو بالحروف ضبط کیا ہے۔
- غرائب الحدیث، مشکلات الحدیث اور اماکن الحدیث کی مکمل طور پر توضیح کی گئی ہے۔
- اسناد حدیث یا متن حدیث میں واقع اضطراب کو بطریق احسن دور کیا ہے۔ بظاہر مختلف اور متضاد نظر آنے والی روایات میں وجہ تطبیق ذکر کی گئی ہے اور امام ابوداؤد کی مراد کی شرح کی گئی ہے۔
- ہر حدیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ اس کی تصحیح وتضعیف کی گئی ہے۔
- حدیث کی شرح تفصیلاً کی ہے۔ اور فقہی واختلافی مسائل میں فقہاء و مجتہدین کے مختلف فیہ اقوال وآراء کو مدلل بیان کیا ہے۔ احادیث صحیحہ ثابتہ سے راجح قول کی تعیین اور مخالف تاویلات کی بالتفصیل تردید زیر بحث لائے ہیں۔
- شروحات سنن ابی داؤد میں واقع خطاؤں کی نشاندہی کی ہے۔ راجح اور صائب رائے کو بادلائل ثابت کر کے ترجیح دی ہے۔ لیکن یہاں پر مذہبی تعصب کو آڑے نہیں آنے دیا۔
- آخر پر باب سے متعلق جملہ روایات اور ان کو بیان کرنے والے محدثین کا ذکر کرتے ہیں۔ جس میں ان روایات کی استنادی حیثیت واضح کرتے ہیں۔
- امام ابوداؤد کی تعلیقا روایت کردہ احادیث کا دوسری کتب حدیث سے متصل اور مسند ہونا مع صحت وضعف ذکر کیا ہے۔
- حدیث کی تصحیح وتضعیف اور ترجمۃ الباب سے عدم مناسبت اور اسی نوعیت کے دیگر اصولی وفنی مباحث میں امام ابوداؤد کے مؤقف سے اختلاف اور اس پر دلائل پیش کیئے ہیں۔ (۱۴)

اس شرح کی عظمت وجامعیت تسلیم کرتے ہوئے سنن ابی داؤد کے معاصر شارح شیخ خلیل احمد سہارن پوری (۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ) "بذل المجہود" کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

.....حتی رایت جزاء واحدا من الشرح الذی الفه الشیخ ابو الطیب شمس الحق المسمی بغایة المقصود فوجدته لکشف مکنوزاته کافلا وبجمیع مخزوناته حافلا فلله دره قد بذل فیه وسعه و سعی سعیه... (۱۵)

Marfat.com

بقول شیخ سہارنپوری۔۔۔۔غایۃ المقصود نامی شرح ابوداؤد کے پوشیدہ خزانوں کو کھولنے والی اور اسکے تمام جواہرات سے بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف پر اپنا کرم وفضل فرمائے۔ انہوں نے شرح کا حق ادا کردیا ہے۔

اس جامع شرح کی عظمت و افادیت کا اندازہ شیخ محمد منیر الدمشقی (۱۲۶۹ھ) کے اس قول سے عیاں ہے۔

"کل من جاء بعده من شیوخ الهند وغیره استمد من شرحه "(۱۶) جو کوئی بھی اس (شرح) کے بعد آیا وہ ہند یا بیرون ہند سے تعلق رکھتا ہو اس نے اس سے ہی مدد لی ہے۔

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد

عون المعبود حقیقتاً محدث ڈیانوی کی زیرنگرانی منصۂ شہود پر آنے والی تصنیف ہے۔ بعض ایڈیشن ان کے چھوٹے بھائی شیخ شرف الحق المعروف محمد اشرف عظیم آبادی (۱۳۲۶ھ) کے نام سے مطبوع ہیں۔ جس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید یہ تصنیف محدث ڈیانوی کی نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ شیخ شمس الحق نے اعزازاً اپنے چھوٹے بھائی کے نام اسے معنون کیا تھا۔ اور اپنے انتہائی عزیز کے نام معنون کرنے کی عادت اس سے پہلے نواب صدیق حسن خان قنوجی (۱۳۰۷ھ) کے ہاں بکثرت پائی جاتی ہے۔ مختلف گیارہ نسخوں کی مدد سے متن ابی داؤد کی تصحیح وتشریح میں تعاون ومدد میں شیخ شرف الحق سرفہرست تھے۔ اسی لئے تشریفاً اُن کے نام معنون کرنا یا ان کی بعض عبارات بھی نقل کرنا آپ کی خصوصی عنایت ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ آپ کی تصنیف ہے جس کی نسبت آپ نے خود اپنی تصانیف کی طرف ہے۔(۱۷) علاوہ ازیں صاحب نزهة الخواطر نے بھی واضح کیا ہے:

ومصنفاته غاية المقصود..... ومنها عون المعبود، شرح سنن ابی داؤد فی اربع مجلدات کبار، والمجلد الاول منها قد طبع باسم اخیه محمد اشرف، وهو ملخص من غایه المقصود.....(۱۸)

Marfat.com

کتاب کے آخر پر تقاریظ اور امام خان نوشہروی کا تراجم علمائے حدیث ہند میں نیز اس کے مقدمہ میں سید سلیمان ندوی کا بھی اسے شیخ شمس الحق کی طرف ہی منسوب کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ یہ شیخ شمس الحق کی تصنیف ہے۔ (۱۹)

مولانا ابوالحسن علی ندوی، بذل المجہود کی تقدیم میں:

العلامہ المحدث الکبیر شمس الحق الدیانوی (م ۱۳۲۹ ھ)
فبدا فی شرح محیط..... ولعل المؤلف قد شعر بان هذا العمل
لا یتم فی حیاته فضیق دائرة التالیف، وصغر اطال الکتاب
واخرج الکتاب فی اربعة اجزاء، و سماه "عون المعبود" و
نسبه الی اخیه الشیخ محمد اشرف وهو من تالیفه حقیقة (۲۰)

علی سبیل التنزل زیادہ سے زیادہ یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ عون المعبود کی پہلی اور دوسری جلد مولانا شرف الحق ڈیانوی اور تیسری اور چوتھی جلد مولانا شمس الحق ڈیانوی کی تصنیف کہلانے کی مستحق ہے۔ تاہم اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ شیخ شمس الحق نے عون المعبود کی تصنیف کے وقت علماء کا ایک بورڈ بطور معاون تشکیل دیا تھا جس میں شیخ ابوعبدالرحمٰن شرف الحق المعروف محمد اشرف عظیم آبادی (۱۲۵۷ء/۱۳۲۶ھ)، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (۱۳۵۳ھ)، صاحب تحفۃ الاحوذی، شیخ ابوعبداللہ ادریس بن ابی الطیب ڈیانوی (۱۲۹۸ھ - ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء)، شیخ عبدالجبار بن نور احمد ڈیانوی (۱۳۱۹ھ)، شیخ قاضی یوسف ہزاروی (۱۳۵۲ھ) اور شیخ محمد شاہجہانپوری (۱۳۲۰ھ) شامل تھے۔ (۲۱)

چار جلدوں پر مشتمل عون المعبود پہلی بار ۱۳۱۸ھ سے ۱۳۲۳ھ کے درمیان دہلی مطبع انصاری سے طبع ہوئی۔ اس کے بعد بیروت اور پاکستان سے اسی کے کئی ایک ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ مدینہ منورہ سے ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں مکتبہ سلفیہ کی طرف سے ۱۴ جلدوں میں طبع کی گئی۔ یہ طبع عبدالرحمٰن محمد عثمان کی ضبط و تحقیق کے ساتھ ساتھ ابن قیم کی شرح کو بھی بشمول ہے۔ لیکن اس میں بہت تصحیفات، تحریفات اور سقطات ہیں۔

سنن ابی داؤد کی یہ شرح دراصل غایۃ المقصود کا اختصار ہے۔ جو کہ غایۃ المقصود کی خوبیوں کی حامل ہے۔ تاہم اختلافی مسائل میں مصنف نے اس شرح وبسط سے کلام نہیں کیا جس قدر

Marfat.com

غاية المقصود میں موجود ہے مگر بعض ضروری مقامات پر خاصی تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ مثلاً الجمعة فی القری، مسئلة التطليقات الثلاث، الصلاة على الميت الغائب، تعليم الكتابة للنساء، حديث المجدد و التجديد و تحقيق معناه..... صاحب عون المعبود کا حدیث "ابدال الشام" قبول کرنا بڑا عجیب ہے۔ (۲۲)

عون المعبود میں ابوداؤد کے موجودہ نسخوں سے مقابلتاً تصحیح متن کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ آٹھ مخطوطہ اور تین مطبوعہ نسخوں (۲۳) کی مدد سے اور بعض روایات کے مطابق چودہ قدیم قلمی نسخوں کو پیش نظر رکھ کر تصحیح کا اہتمام کیا ہے۔ (۲۴)

- اس میں مختصر طور پر مشکلات وغرائب الحدیث کی وضاحت، مبہم عبارات اور مطالب کی عمدہ وضاحت وتوضیح کے ساتھ بعض عبارات کی تراکیب بھی موجود ہیں۔
- مصنف کا تعلق عمل بالحدیث کے گروہ سے ہے۔ جن کو برصغیر پاک وہند میں اہل حدیث کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس لئے اس شرح میں کسی خاص فقہی مذہب کی نمائندگی کی بجائے محدثانہ رنگ غالب ہے اور صحت وتائید مذہب کی بجائے احادیث کی صحت کی بنیاد پر صحیح رائے کو ترجیح کا رنگ غالب ہے۔ اس میں اختلاف مذاہب میں ترجیح احادیث کی بجائے فقط معنی الحدیث کا اہتمام پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- عصری مسائل ونظریات پر بھی فاضلانہ کلام کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعووں کا رد، فتنہ نیچریت کی تردید (۲۵)

التعليق المغني على سنن الدار قطني

شیخ شمس الحق نے تین قدیم نسخوں کی مدد سے متن کی تصحیح کے بعد اپنے خرچ پر پہلی بار مطبع الفاروقی دہلی سے ۱۳۱۰ھ میں شائع کروائی۔ یہ بڑی تقطیع کے ۵۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں الجلد الاول ۲۵۳ صفحے تک اور الجلد الثانی ۲۵۴ سے شروع ہو کر تا آخر ہے۔ ۱۳۸۶ھ میں شیخ عبداللہ الہاشم المدنی کی (برائے نام) تصحیح سے چار جلدوں میں دار المحاسن للطباعة، قاہرہ سے شائع کی گئی۔ مذکورہ بالا تصحیح کے نتیجے میں اس کے برعکس بہت سی اغلاط معرض وجود میں آ گئی ہیں۔ کیونکہ شارح نے مختلف نسخوں کا جو مقابلہ یا دوسرا کام کیا تھا اس کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ اسی نسخہ کا عکس نشر السنہ، ملتان

Marfat.com

(پاکستان) کی طرف سے بھی شائع ہو چکا ہے۔مگر اس پر سن طباعت درج نہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی توجہ خاص اور شیخ شعیب الارناؤوط ودیگر کی تحقیق وتخریج کیساتھ "التعلیق المغنی" کی بہترین طباعت مؤسسۃ الرسالۃ (بیروت ۲۰۰۴ء) سے ہوئی۔ (۲۶)

کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ (ص۲-۴) ہے۔جس میں تین فصلیں ہیں۔الفصل الاول میں امام دارقطنی کے حالات، الفصل الثانی میں رواۃ السنن اور نسخوں کا اختلاف اور الفصل الثالث میں شارح نے دارقطنی تک سلسلہ سند ذکر کیا ہے۔جس میں شارح سے امام دارقطنی تک بیس رواۃ پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد التعلیق المغنی کا آغاز ہوتا ہے۔ہر صفحہ کے بالائی حصہ پر سنن دارقطنی کا متن ترتیب سے نقل ہوتا چلا جاتا ہے۔اور زیریں حصہ پر التعلیق المغنی مسلسل درج ہے۔جس میں رجال کی تحقیق، ضبط اسماء، اسانید کی تعلیل وتصحیح، احادیث کی تخریج، اماکن کی توضیح، غریب الحدیث کی تشریح، حسب ضرورت فقہی مباحث کافی شرح وبسط سے کرتے ہیں۔(قولہ) سے شروع کر کے سنن کی تھوڑی سی عبارت لکھ کر پھر شرح کرتے ہیں، امام دارقطنی کی رجال پر جرح نقل کر کے دیگر آئمہ سے بھی نقل کر کے جرح وتعدیل کو بالکل واضح کرتے ہوئے راوی کی حیثیت کو نکھار کر پیش کر دیتے ہیں۔اور جہاں امام دارقطنی نے کلام نہیں کیا وہاں خود دیگر آئمہ سے نقل کے بعد یہ فریضہ سرانجام دیتے چلے جاتے ہیں۔التعلیق المغنی میں ان حواشی وتعلیقات کے بارے میں اختیار کردہ اپنے منہج کو یوں ذکر کرتے ہیں۔

اکتفی فیھا علی تنقید بعض احادیث و بیان عللہ و کشف بعض مطالبہ علی سبیل الایجاز والاختصار (۲۷)

فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری

یہ کتاب صحیح بخاری کی ان احادیث کی تشریحی کاوش تھی۔جن میں امام بخاری نے صرف تین واسطوں سے حدیث روایت کی ہے۔یہ روایات ثلاثیات البخاری کے نام سے معروف ہیں۔جن کی تعداد باعتبار مکررات ۲۲ اور حذف تکرار سے ۱۷ ہے۔مگر یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی۔(۲۸) جیسا کہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارکپوری لکھتے ہیں۔"افسوس ہے کہ علامہ اس شرح کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکے"۔(۲۹) تاحال فضل الباری مفقود الخبر اور غیر مطبوع ہے۔

Marfat.com

مقدمہ فتح الباری لابن حجر العسقلانی

جناب محمد تنزیل صدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ کی ٹیلیفون پر مہیا کردہ معلومات کے مطابق محدث عظیم آبادی نے تلطف حسین عظیم آبادی کی طرف سے شائع کردہ فتح الباری کے ہندوستانی ایڈیشن از مطبع انصاری دہلی کے آخر میں ایک مقدمہ لکھا ہے جو یقیناً علوم حدیث و اصول حدیث کے حوالے سے ایک بلند پایہ محدثانہ تحریر ہوگی۔

النجم الوهاج شرح مقدمة الصحيح لمسلم بن الحجاج

یہ مقدمہ امام مسلم کی مبسوط شرح ہے۔ علامہ عظیم آبادی نے خود اپنی اس تالیف کا ذکر کیا ہے۔ (۳۰) دیگر سوانح نگار و مؤرخین بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ (۳۱)

مولانا کے نام سے مقدمہ صحیح مسلم کی شرح کا ایک ناقص نسخہ خدا بخش لائبریری میں جو کہ بڑے سائز کے ۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۳۰ سطریں ہیں۔ یہ نسخہ شاید شیخ عبداللہ غازی پوری کی شرح مقدمہ صحیح مسلم "البحر المعراج" کی نقل ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ ناقل کو صاحب بنانے کی خطاء ممکن ہے۔ شیخ امام ڈیانوی کی اپنی شرح کا تا حال کوئی سراغ نہیں۔

هداية اللوذعي بنكات الترمذي

اس کا ایک ناقص مخطوطہ ۱۲ صفحوں پر مشتمل خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں نمبر ۴۲۴۹ کے تحت موجود ہے۔ یہ درحقیقت جامع ترمذی کے مقدمے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری کے بقول "اس شرح میں علاوہ متن کے اسانید کے متعلق بڑی بڑی نفیس تحقیقات لکھی گئی ہیں۔ (۳۲)

آپ نے اسے ۷ فصلوں پر تقسیم کیا تھا۔ قلمی نسخہ میں صرف ابتدائی ۳ فصلیں مکمل اور چوتھی فصل ناقص موجود ہے۔ جس کی تخریج، تعلیق و تکمیل حافظ الیاس صاحب نے کردی ہے۔

تعلیقات علی سنن النسائی

اس میں سنن نسائی کے پیچیدہ مقامات اور بعض مشکلات کو حل کیا گیا ہے۔ صاحب سیرۃ البخاری نے اس کا قلمی نسخہ موجود ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (۳۳)

Marfat.com

اعلام اهل العصر باحکام رکعتی الفجر (۳۴)

محدث عظیم آبادی نے نماز فجر کی دوسنتوں کے بارے میں دس فصلوں پر مشتمل یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ اِن فصلوں میں فجر کی دوسنتوں بارے حتی الامکان جمیع روایات بیان کردی ہیں اور اِن روایات پر خالصتاً محدثانہ انداز میں بحث کی ہے۔ فقہ الحدیث اوران روایات سے استنباط واستخراج کردہ فقہی مسائل بارے مختلف آراء پر بھی خوب بحث کی ہے گویا یہ فجر کی سنتوں بارے ایک بہترین جزء اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کا حق ادا کیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار مطبع انصاری، دہلی سے ۱۳۰۶ھ میں بڑی تقطیع کے ۶۸ صفحات پر شائع ہوئی۔ اس کے ساتھ امام بخاری کی "خلق افعال العباد" اور علامہ ذہبی کی "کتاب العلو" بھی مطبوع ہے۔ پھر ۱۹۷۵ء میں مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق وتعلیق سے ادارۃ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد سے شائع ہوئی۔ جو کہ ۲۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

الرسالة

ایک حدیث (عن محمود بن بعید عن رافع قال اسراع النبی صلی الله علیه وسلم حتی تقطعت نعالنا یوم مات سعد بن معاذ.....) پر بحث "الرسالۃ" نامی رسالہ میں پائی جاتی ہے۔ (۳۵)

تعلیقات علی" إسعاف المبطا برجال المؤطا " للسیوطی:

رجال مؤطا پر امام سیوطی کی مشہور کتاب "إسعاف المبطا" پر مختصر مگر مفید تعلیقات ہیں اور اسماء وکُنیٰ کے ضبط ہیں امام سیوطی سے جہاں تسامح ہوا تھا۔ حاشیہ میں اس کی تصحیح ہے۔ علامہ عظیم آبادی نے سیوطی کے اِس کم یاب رسالہ کو متعدد نسخوں کے مقابلہ وتصحیح کے بعد اپنی تعلیقات کے ساتھ بڑے سائز کے ۵۰ صفحات پر مشتمل مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۲۰ھ میں شائع کیا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ بخط مؤلف خدا بخش لائبریری میں ۳۱۸۰/۳ پر موجود ہے۔ (۳۶)

فهرست المجلد الاول من مسند ابی عوانه (عربی)

محدث ڈیانوی کی فہرست کتب میں یہ نام بھی پایا جاتا ہے۔ (۳۷) جبکہ عزیر شمس کے نزدیک یہ نسبت صحیح نہیں ہے۔ (۳۸)

Marfat.com

جوابات الزامات الدار قطنی علی الصحیحین:

مولانا ابوالقاسم بنارسی کے الفاظ میں "زمانہ حال میں علامہ زماں فاضل دوراں مولانا شمس الحق صاحب ابوالطیب عظیم آبادی مرحوم ومغفور نے یہ دار قطنی کی کتاب التتبع والاستدراک پر مطولہ حاشیہ قابل دید لکھا ہے۔ خدا وہ دن کرے کہ وہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبول اہل جہاں اور مولانا کی یادگار نفیسہ ہو، آمین۔" (۳۹) امام دارقطنی کے صحیحین (بخاری ومسلم) پر کچھ اعتراضات تھے یہ کتاب انہی اعتراضات کے جواب پر مبنی تھی مگر افسوس کہ اب اس کتاب کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

رفع الالتباس عن بعض الناس (عربی)

امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں "قال بعض الناس....." کا طرز بیان اپناتے ہوئے احناف کے بعض کلامی وفقہی مسائل پر نقد کیا ہے۔ امام بخاری کے رد میں کسی نامعلوم (۴۰) کی طرف سے "دفع الوسواس عن بعض الناس" نامی مطبوعہ رسالہ سامنے آنے پر امام بخاری اوران کے افادہ "قال بعض الناس....." کے دفاع میں محدث ڈیانوی نے مذکورہ رسالہ پر نقد کرتے ہوئے "رفع الالتباس عن بعض الناس" نامی رسالہ تالیف فرمایا۔ اس دفاع میں خالصتاً علمی انداز اپنایا، جماعتی تعصب سے کام نہیں لیا اور امام ابوحنیفہ کے فضل وکمال کا نہایت فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے۔ یہ رسالہ پہلی بار مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں بڑی تقطیع کے ۳۴ صفحات پر طبع ہوا۔ طبع ثانی مولانا عبد التواب ملتانی (۱۳۶۶ھ) کے زیر اہتمام مطبع شمسیۃ ملتان کی طرف سے ۱۳۵۸ھ میں ہوئی۔ الطبعۃ الثالثۃ شیخ محمد عزیر السّلفی کی تصحیح وتعلیق کے ساتھ مطبعۃ السلفیۃ، بنارس، کی طرف سے محرم ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں ہے۔ جو، الف تا ک اور بعد ازاں ۱۶۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا عبد العظیم حسن زئی مدرس جامع ستاریہ کراچی نے کیا ہے جو کہ محمد تنزیل الصدیقی کی تقدیم وتحشیہ کے ساتھ زیور طبع کا منتظر ہے۔

مورخ اہل حدیث مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے اسے مولوی محمد اسماعیل صاحب اسرائیلی علی گڑھی (۱۳۱۱ھ) کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (۴۱) جبکہ محقق اہل حدیث محمد عزیر السّلفی نے اس کی تصحیح وتعلیق محدث عظیم آبادی کی تصنیف کی طور پر کی ہے۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے بھی اسے محدث عظیم آبادی کی تصنیف کی طور پر ذکر فرمایا ہے۔ (۴۲) اور محدث عظیم آبادی نے الشیخ عبدالحفیظ

Marfat.com

الطاہر الفہری الفاسی کو ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۲۷ھ میں تحریر کردہ مکتوب کے ساتھ اپنی ارسال کردہ کتب کی فہرست میں خود شامل کیا ہے۔ (۴۳) جس سے نوشہروی صاحب کی کردہ نسبت قطعاً غلط ٹھہرتی ہے۔ رفع الالتباس کا آپ کی تصنیف ہونا یا نہ ہونا یہ بحث صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ آپ نے اس تصنیف میں کہیں اپنا نام پیش نہیں کیا تھا۔ جس کی طرف اشارہ مولانا عبدالسلام مبارکپوری کی تحریر سے ملتا ہے آپ کے بقول "علامہ ابوالطیب نے اس رسالہ (دفع الوسواس عن بعض الناس) کا جواب بنام رفع الالتباس شائع فرمایا اور اخلاص سے اپنا نام ظاہر نہ فرمایا"۔ (۴۴)

المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف

۱۳۱۲ھ میں حجاز مقدس فریضہ حج کی ادائیگی کے قیام کے دوران علمائے حجاز نے شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے اجازہ عامہ چاہا۔ اصول حدیث کی اس اصولی بحث اور علمائے حجاز کے لئے اجازہ عامہ حاصل کرنے کی خاطر آپ نے وہاں سے یہ خط میاں صاحب کو لکھا تھا۔ جس کے جواب میں میاں صاحب نے حجاز کے علماء کو اجازۃ مرحمت فرمائی۔ یہ اصول حدیث سے متعلق مکتوب مع جواب ۱۳۱۴ھ میں مطبع انصاری، دہلی سے طبع ہوا۔ (۴۵)

غنیۃ الالمعی

یہ رسالہ تین سوالات کے جواب پر مشتمل ہے۔ جن میں پہلا سوال محدثین کی اصطلاح "لایصح هذا الحدیث" یا "لا یثبت هذا الحدیث" میں فرق کے بارے تفصیلی جواب ہے۔ یہ رسالہ پہلی بار مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں المعجم الصغیر للطبرانی کے ساتھ طبع ہوا۔ جو کہ ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری بار ۱۳۸۸ھ میں شیخ عبدالرحمٰن بن محمد کی تصحیح و مراجعت سے المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ سے المعجم الصغیر للطبرانی کے ساتھ ہی طبع ہوا ہے۔ اس رسالہ کا پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم جانان نے بزبان ترکی ترجمہ کیا ہے۔ (۴۶)

الوجازۃ فی الاجازۃ

شیخ عبدالحفیظ بن محمد الطاہر الفہری الفاسی (۱۳۸۳ھ) کے قاہرہ، مصر سے طلب اجازہ کے جواب میں ہے۔ یہ رسالہ آپ کی اسانید حدیث کے ساتھ ساتھ آپ کی تصنیفات کی بھی اجازت برائے شیخ عبدالحفیظ پر مشتمل ہے۔ خدا بخش پٹنہ لائبریری میں نمبر ۳۲۶۴ کے تحت موجود نسخہ جو کہ مصنف کے

Marfat.com

ایک شاگرد کا تحریر کردہ ہے اور نمبر ۳۲۶۵ کے تحت مصنف کے اپنے خط کے نسخہ کے تقابل اور تحقیق از شیخ بدر الزمان محمد شفیع نیپالی کے ساتھ المجمع العلمی، کراتشی، پاکستان کی طرف سے پہلی بار ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں طبع ہوا۔

افادة الرسوخ بمعرفة الشيوخ / نهاية الرسوخ فی معجم الشيوخ

محدث عظیم آبادی اپنے اساتذہ کرام اور ان کے شیوخ کے حالات بزبان عربی تحریر کر رہے تھے کہ زندگی نے وفا نہ کی اور بعارضہ طاعون اعزازی شہادت پا گئے اور یہ کتاب ناقص رہ گئی۔ (۴۷)
عزیر شمس اور تنزیل صدیقی نے اس کا نام "نهاية الرسوخ فی معجم الشيوخ" نقل کیا ہے۔ (۴۸)

مذکورہ بالا کتب متعلقہ حدیث و اصول حدیث کے علاوہ تاریخ و مختلف مسائل میں آپ کی مزید کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً نخبة التواريخ ، تذكرة النبلاء فی تراجم العلماء ، سوانح عمری مولانا عبد اللہ صاحب جھاؤ میاں الہ آبادی ، تفريح المتذكرين بذكر كتب المتاخرين ، النور اللامع فی اخبار صلاة الجمعة عن النبی الشافع، تحفة المتهجدين الابرار فی اخبار صلاة الوتر و قيام رمضان عن النبی المختار، غاية البيان فی حكم استعمال عنبر والزعفران، رسالہ فی الفقہ (اردو) ، عقود الجمان فی جواز تعليم الكتابة للنسوان (فارسی، اس کا بزبان عربی اور اردو ترجمہ بھی موجود ہے)، القول المحقق (فارسی) ، الاقوال الصحيحة فی احكام النسيكة (فارسی)، تنقيح المسائل (فتاویٰ علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ بزبان اردو)، فتویٰ رد تعزیہ داری (اردو)، هداية النجدين الى حكم المعانقة والمصافحة بعد العيدين (اردو)، التحقيقات العلیٰ باثبات فريضة الجمعة فی القریٰ (اردو)، الكلام المبين فی الجهر بالتامين والرد علی القول المتين (اردو)۔ (۴۹)

آپ کی تحریریں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں بعض مطبوع بعض موجود مگر غیر مطبوع اور بعض غیر موجود غیر مطبوع ہیں۔ مقالہ ہذا میں محدث عظیم آبادی کے خدمات حدیث کے پہلو کو زیر تحقیق لایا گیا۔ اس لئے حدیث و اصول حدیث سے متعلقہ کتب پر تفصیلی معلومات

Marfat.com

مہیا کرنے کی کوشش رہی۔

محدث ڈیانوی کی خدمات حدیث کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا ابوالحسنات عبدالشکور ندوی لکھتے ہیں۔

"مولانا مولوی شمس الحق صاحب محدث وہ مایہ ناز ہستی ہے جس پر اس آخری دور میں ہندوستان جس قدر چاہے فخر کرسکتا ہے۔ تمام عمر خدمت علم حدیث میں بسر کر گئے"۔ (۵۰)

احب الصالحین و لست منهم　　　لعل الله یرزقنی صلاحاً

❁❁❁

حواشی وحوالے

۱۔ حالات زندگی پر تفصیلی معلومات کے لئے دیکھئے: الحسنی، عبدالحیٔ، نزهة الخواطر، نور محمد - اصح المطابع - کراچی، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، ج ۸، ص ۱۷۹-۱۸۰؛ الزرکلی، خیر الدین، الاعـــــلام ــــــ، دارالعلم للملایین بیروت لبنان، ۱۹۸۹ء، ج ۶، ص ۳۰۱-۳۰۲؛ کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، مطبعة الترقی دمشق، ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء، ج ۹، ص ۶۳-۶۴؛ الفریوائی، عبدالرحمٰن عبدالجبار، جهود مخلصة فی خدمة السنة المطهرة، ادارہ البحوث الاسلامیہ ـــــ، بنارس، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۵-۱۳۱؛ الجفان والجابی، معجم الاعلام ـــــ، قبرص، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، ص ۶۲۷؛ بدایونی، نظامی، قاموس المشاهیر، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۴ء، ج ۲، ص ۲۰؛ ندوی، عبدالشکور، ابوالحسنات، ہندوستان کی قدیم درس گاھیں، وکیل بک ڈپو امرتسر، ص ۵۱؛ رحمانی، عابد حسن، سلفی، عزیز الرحمٰن، جماعت اهلحدیث کی تدریسی خدمات، جامعہ سلفیہ بنارس، ۱۹۸۰ء، ص ۱۵۸؛ احمد، قیام الدین، ہندوستان میں وهابی تحریک، (مترجم: محمد مسلم عظیم آبادی) نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۳۷۲؛

Marfat.com

شمس، محمد عزیر، ابو طیب محمد شمس الحق عظیم آبادیؒ حیات و خدمات، المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ کراچی، ۲۰۰۸ء؛ مدیر (محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)، الانتقاد، مکتبہ دارالاحسن کراچی، شعبان ۱۴۳۱ھ/ اگست ۲۰۱۰ء (شمارہ خاص: امام ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی)؛ اثری، ارشاد الحق، پاک و ھند میں علمائے اھلحدیث کی خدمات حدیث، ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد، ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۲-۱۱۰؛ بھٹی، محمد اسحاق، دبستان حدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰۹-۱۴۳؛ عراقی، عبدالرشید، چالیس علمائے اھل حدیث، نعمانی کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۷۰-۸۰

۲۔ عراقی، عبدالرشید، تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء، بیت الحکمت لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۳۲۔ مصنف ہذا نے تذکرہ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، ادارہ احیاء تراث اہل السنہ، الہ آباد/ وزیر آباد، ۲۰۰۱ء، ص ۷۰ پر جامعہ ازھر کی بنیاد رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ مفتی محمد عبدہ الفلاح کے مطابق یہ مدرسہ محدث عظیم آبادی نے نہیں "البتہ ان کے خلف الصدق نے ۱۹۲۲ء میں "جامع ازہر" کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا"۔ (الفلاح، محمد عبدہ، مفتی، تحریک اھلحدیث کے چند اوراق- حصہ اول، ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء، ص ۶۲)

۳۔ بدایونی، قاموس المشاھیر، ج ۲، ص ۲۰

۴۔ ندوی، ھندوستان کی قدیم درس گاھیں، ص ۵۱

۵۔ صحیح ابن حبان، ج ۲، ص ۲۲۱، ح ۴۷۴؛ واخرجہ البخاری فی "الادب المفرد" ۸۹۱؛ و احمد فی المسند ج ۵، ص ۱۶۸

۶۔ الانتقاد (شمارہ خاص)، ص ۹۰ (علامہ شمس الحق ڈیانوی کا ذوق کتب از مولانا محمد یٰسین شاد (ملتان)

۷۔ تفصیلی معلومات کیلئے دیکھئے: الانتقاد (شمارہ خاص)، ص ۷۹-۸۶ (کتب خانہ ڈیانواں (پٹنہ) از مولانا ابوسلمہ شفیع احمد بہاری)

Marfat.com

۸۔ الانتقاد (شمارہ خاص)، ص ۱۰

۹۔ بدایونی، قاموس المشاہیر، ج ۲، ص ۲۰

۱۰۔ شمس، محمد شمس الحق۔۔۔، ص ۷۶

۱۱۔ عظیم آبادی، محمد شمس الحق، سنن ابی داود مع حاشیہ عون المعبود، دار الکتاب العربی بیروت لبنان، ۔۔۔۔، ج ۴، ص ۴۵۱

۱۲۔ الانتقاد (شمارہ خاص)، ص ۸۰ (کتب خانہ ڈیانواں (پٹنہ) از مولانا ابو سلمہ شفیع احمد بہاری)

۱۳۔ عظیم آبادی، غایۃ المقصود، حدیث اکیڈمی فیصل آباد، ۱۴۱۴ھ، ج ۱، ص ۲۵ تا ص ۴۳

۱۴۔ مزید تفصیلات کیلئے: سلفی، رفیق احمد رئیس، مولانا (مرتب)، علوم الحدیث مطالعہ و تعارف، دار الکتب بالسّلفیہ، لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۳۹۰ (سنن ابی داود کی تین شروح: غایۃ المقصود، عون المعبود اور بذل المجہود مختصر تقابلی جائزہ از مولانا عزیز احمد مدنی)

۱۵۔ سہارن پوری، خلیل احمد، بذل المجہود، دار الدیان للتراث، القاہرہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ۱/۳۹

۱۶۔ الدمشقی، شیخ محمد منیر، نموذج من اعمال الخیریہ، مصر ۱۳۴۹ھ، ص ۶۲۷ بحوالہ الانتقاد (شمارہ خاص)، ص ۱۰۴

۱۷۔ العظیم آبادی، الوجازہ فی الاجازۃ (تحقیق: شیخ بدر الزمان محمد شفیع نیپالی) المجمع العلمی، کراتشی، پاکستان، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ص ۱۱۲

۱۸۔ الحسنی، نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۱۸۰

۱۹۔ نوشہروی، امام خان ابو یحیی، تراجم علمائے حدیث ہند، ریاض برادرز لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۳۷، مقدمہ از سید سلیمان ندوی

۲۰۔ بذل المجہود، (تقدیم الکتاب) ابو الحسن علی الحسنی الندوی، ص ۸

۲۱۔ عظیم آبادی، عون المعبود، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۳۲۳ھ، ج ۴، ص ۵۵۳

۲۲۔ عظیم آبادی، عون المعبود، ج ۴، ص ۱۷۵، حدیث نمبر ۴۲۸۶

۲۳۔ عظیم آبادی، عون المعبود، ج ۴، ص ۵۵۲-۵۵۳

۲۴۔ الانتقاد، شمارہ خاص، ص ۶۷

Marfat.com

۲۵۔ عظیم آبادی، عون المعبود، ج۴، ص۲۰۵-۲۰۶

۲۶۔ الانتقاد، شمارہ خاص، ص۳۵

۲۷۔ العظیم آبادی، التعلیق المغنی، ج۱، ص۴

۲۸۔ اثری، پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث، ص۱۰۹

۲۹۔ مبارکپوری، مولانا عبدالسلام، سیرۃ البخاری، نشریات ، لاہور ۲۰۰۹ء، ص۳۰۳ (حاشیہ)

۳۰۔ العظیم آبادی، الوجازۃ فی الاجازۃ، ص۲۷

۳۱۔ مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص۴۵۰؛ نوشہروی، مولانا ابو یحیی امام خاں، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، مکتبہ نذیریہ، چیچہ وطنی ۱۳۹۱ھ، ص۴۳

۳۲۔ مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص۴۶

۳۳۔ مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص۴۷۹ (حاشیہ)

۳۴۔ سرکیس، یوسف الیان، معجم المطبوعات العربیۃ و المعربۃ، قم، ۱۴۱۰ھ، ج۲، ص۱۳۴۴

۳۵۔ 105pp,(3834H.L.No.)3073No.xxx,Vol.(Bankipur)Cat.

۳۶۔ شمس، محمد شمس الحق، ص۸۲

۳۷۔ العظیم آبادی، رفع الالتباس، ص ک: ترجمۃ المؤلف

۳۸۔ شمس، محمد شمس الحق، ص۸۹-۹۰

۳۹۔ ابوالقاسم بنارسی، حل مشکلات بخاری، الدار اللسلفیہ بمبئی، ؟، ص۵۴

۴۰۔ ڈاکٹر مقتدی حسن الازہری کے مطابق یہ نا معلوم الشیخ احمد علی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) تھے۔ العظیم آبادی، رفع الالتباس ، ص د۔ بین یدی الکتاب: مقتدی حسن الازہری

۴۱۔ نوشہروی، تراجم علمائے حدیث ہند، ص۲۲۷؛ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص۴۳

۴۲۔ مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص۲۹۷-۲۹۸

۴۳۔ العظیم آبادی، الوجازۃ فی الاجازۃ، ص۱۱۲

۴۴۔ مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص۲۹۷

۴۵۔ زرکلی، الاعلام، ج۶، ص۳۹ پر یہ غلط طور پر مولانا شرف الحق کے نام معنون ہے۔

Marfat.com

۴۶۔ A.U.I.F.D.,VI,Erzurum,(1986)pp. 155-175

۴۷۔ بدایونی،قاموس المشاهیر، ج۲،ص۲۰

۴۸۔ شمس،محمد شمس الحق،ص۸۷؛ الانتقاد(شمارہ خاص)ص۳۶

۴۹۔ العظیم آبادی،الوجازه فی الاجازة،ص۱۵

۵۰۔ ندوی،ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاهیں،ص۵۱

Marfat.com

التعلیق الصبیح (شرح مشکوٰۃ المصابیح)

مولینا محمد ادریس کاندھلویؒ کا منہج

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی*

اللہ تعالیٰ نے بر صغیر پاک و ہند کو یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ اِس علاقہ سے منسوب شخصیات نے اِس دین متین کی علوم و معارف، تصنیفات و تالیفات اور درس و خطبات کے ذریعہ جس طرح خدمت کی ہے، وہ علوم اسلامیہ کے ارتقاء کی تاریخ میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔

مولینا محمد ادریس کاندھلویؒ کا شمار بر صغیر کے انہی علماء و ادباء میں شمار ہوتا ہے جو بیک وقت محدث بھی ہیں، مفسر بھی، سیرۃ نگار بھی ہیں اور عقائد و کلام کے ماہر بھی، ادیب بھی ہیں اور شاعر بھی۔ مولینا ہندوستان کے صوبہ اُترپردیش (U.P.) کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ سے تعلق رکھتے ہیں، کاندھلہ وہ قصبہ ہے کہ بقول احسان دانش متعدد شاعر، جدید مولوی، انگریزی کے فارغ التحصیل بھی اور اصول و عقیدہ کے لحاظ سے انگریزی کو گناہ خیال کرنے والے صاحبِ نظر بھی اور وہ علماء اور اہل دانش بھی کہ جن کی وجہ دنیا کے دارالعلوم کاندھلہ کا نام عزت سے لیتے ہیں، اسی قصبہ کے خاک سے اٹھے۔ (۱)

*پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

مولیٰنا محمد ادریس کاندھلوی کے والد گرامی مولیٰنا حافظ محمد اسمٰعیل کاندھلوی جن دنوں بسلسلہ ملازمت بھوپال میں مقیم تھے، وہاں قیام کے دوران ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ / ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء کو اُن کے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی جس کا نام محمد ادریس رکھا گیا۔ (۲)

تعلیمی و تدریسی زندگی

مولیٰنا نے تعلیم کی ابتداء کاندھلہ میں حفظِ قرآن کریم سے کی پھر علوم دینیہ کی تعلیم مولیٰنا اشرف علی تھانوی کے مدرسہ امدادیہ، مظاہر علوم، سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۱ء سے مفتی کفایت کے قائم کردہ مدرسہ امینیہ دھلی سے تدریسی زندگی کا آغاز ہوا اور ایک سال بعد ہی آپ کو مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند میں تدریس کی پیش کش کی گئی جو آپ نے قبول فرمالی۔ دارالعلوم دیوبند سے یہ تعلق کم و بیش نو سال قائم رہا۔

حیدرآباد دکن میں قیام

حیدرآباد دکن میں نو برس پر مشتمل قیام آپ کی زندگی میں اس اعتبار سے تاریخی گردانا جا سکتا ہے کہ وہاں قیام کے دوران آپ نے عظیم الشان کتاب التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح تالیف کی۔ حیدرآباد دکن میں قیام کے دوران دنیائے علم کے ایک عظیم کتب خانہ، کتب خانہ آصفیہ میں موجود بعض نادر مخطوطات سے استفادہ کیا جن میں تور بشتی کی المفاتیح شرح مصابیح سب سے اہم ہیں، جس سے آپ نے اتعلیق میں استفادہ کیا اور بعض مقامات پر سیرۃ المصطفیٰ میں بھی اس کے حوالہ جات موجود ہیں۔ حافظ تور بشتی کی یہ کتاب مصابیح کی ایک بلند پایہ شرح ہے جس کا مخطوط نسخہ دنیا میں صرف کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ (۳)

پاکستان ہجرت

۱۹۳۹ء میں آپ شیخ التفسیر کے منصب پر دوبارہ دارالعلوم دیوبند آگئے اور ۱۹۴۹ء یعنی پاکستان ہجرت تک اسی منصب پر فائز رہے۔ مئی ۱۹۴۹ء میں آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔

Marfat.com

دسمبر ۱۹۴۹ء میں آپ نے پاکستان آکر جامعہ عباسیہ، بہاولپور کے شیخ الجامعہ کا منصب سنبھالا اور ۱۶اگست ۱۹۵۱ء کو بانی جامعہ اشرفیہ مفتی محمد حسنؒ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور وفات تک اسی منصب پر فائز رہے۔

۲۸ء جولائی ۱۹۷۴ء/۸ رجب ۱۳۹۴ھ کو صبح صادق کے وقت آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

تصنیفی خدمات

علوم تفسیر، حدیث، سیرۃ، کلام وعقائد پر مولیٰنا کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی کل تعداد سو (۱۰۰) ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اردو خواں طبقہ میں تفسیر معارف القرآن، سیرۃ المصطفیٰ اور عقائد اسلام کے ذریعہ مولیٰنا کو قبول عام عطا فرمایا جبکہ عالم عرب میں آپ کی شہرت آپ کی تالیف "التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح" کے ذریعہ پہنچی۔ ذیل میں ہم اس کتاب کے ضمن میں مولیٰنا کے شرح حدیث کے منہج کا مطالعہ کریں گے۔

التعلیق الصبیح کیونکہ مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ہے، اس لیے اس پر گفتگو سے قبل مشکوٰۃ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔ نئ "مشکوٰۃ دیوار میں بنائے گیے ایسے طاق کو کہتے ہیں جس میں متعدد چراغ رکھے جا سکتے ہیں صاحب مشکوٰۃ نے کیونکہ مصابیح پر کچھ اضافات کئے ہیں اس لیے اپنی کتاب کا نام مشکوٰۃ رکھا کہ یہ ایک ایسا مقام جہاں آپ کو بیک وقت متعدد چراغ اور ان کی مجتمع روشنی ملے گی" (۴)۔

خصوصیات مشکوٰۃ المصابیح

1. امام بغویؒ نے اپنی کتاب مصابیح السنۃ کے ہر باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ صاحبِ مشکوٰۃ خطیب نے ہر باب کی تین فصلیں بنائی ہیں۔ فصل اول میں بخاری و مسلم یا ان میں سے کسی ایک کی روایات نقل کی ہیں جب کہ دوسری اور تیسری فصل میں باعتبار قوت سند سنن اربعہ سے روایات نقل کی گئی ہیں۔

Marfat.com

2. بغوی نے ہر روایت میں صحابی کا نام ذکر کیا ہے اور نہ ہی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا نام جب کہ خطیب نے ابتداء حدیث میں صحابی کا نام ذکر کیا ہے اور متن کے اخیر میں صحاح ستہ میں سے ان کتب یا کسی ایک کتاب کا نام نقل کیا ہے جہاں سے وہ حدیث تخریج کی گئی ہے۔ کتاب کے غالب حصہ میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

3. ائمہ صحاح ستہ کی سندوں پر اعتبار کرتے ہوئے خطیب نے سند نقل نہیں کی اور بقول خطیب صحاح ستہ کا حوالہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور تک سند متصل بیان کر دی۔

4. امام بغویؒ نے صرف مرفوع روایات نقل کی ہیں جب کہ خطیب نے بعض مقامات پر (فصل ثالث میں) صحابہ یا تابعین کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ مثلاً باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ میں ایک جلیل القدر تابعی، حسان بن عطیہ (م ۱۳۰ھ) کا قول نقل کیا(۴) اور اسی طرح اسی باب میں ابن عباسؓ کا بھی قول نقل کیا۔(۵)۔

5. بعض طویل احادیث میں سے صرف اسی قدر حصہ کو نقل کیا، جو باب سے متعلق تھی اور باقی حدیث کو ترک کر دیا۔

6. پہلی دو فصلوں کی احادیث عموماً وہی ہیں جو بغویؒ نے مصابیح میں نقل کی ہیں البتہ الفاظ روایت میں بعض مقامات پر اختلاف تعدد طرق پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی بغوی نے جس سند کے ساتھ وہ حدیث تخریج کی ہے، اس کے الفاظ وہی ہیں، خطیب نے وہی روایت کسی قدر مختلف الفاظ سے دوسرے طریق سے نقل کی ہے۔

7. امام بغوی نے جن روایات کو غریب یا ضعیف بتایا ہے، ان کے ضعف اور وجہ غرابت نہیں بیان کی، خطیب نے ان روایات کی وجہ ضعف کو بھی بیان کر دیا مثلاً باب سنن الوضوء میں ابی بن کعب کی حدیث کی وجہ غرابت امام ترمذی سے نقل کی ہے کہ یہ روایت خارجہ کے علاوہ کسی سے منقول نہیں اور خارجہ قوی راوی نہیں۔(۶)

8. امام بغویؒ کے بعض نقادوں نے مصابیح میں بعض موضوع روایات نقل کرنے کا الزام لگایا ہے، امام قزوینی (م ۷۵۰ھ) نے ۱۸ / احادیث کے موضوع ہونے کی

Marfat.com

تصریح کی ہے۔ خطیب نے وہ روایات بھی مشکوٰۃ میں نقل کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ احادیث موضوع نہیں ہیں۔ (۷)۔

9. ابواب کی ترتیب بالکل وہی ہے کہ جو بغوی نے مصابیح کی رکھی ہے کہ بقول خطیب اس سے بہتر ترتیب ممکن نہیں۔ (۸)۔

10. امام بغوی نے راجح قول کے مطابق ۴۷۱۹ / احادیث نقل کی ہیں (۹) جب کہ خطیب نے مشکوٰۃ میں ان میں ۱۵۱۱/ احادیث کا اضافہ کیا ہے (۱۰)۔

اس طرح مشکوٰۃ کی احادیث کی تعداد ۶۲۳۰ ہو گئی۔ مشکوٰۃ کے محقق نسخہ میں آخری حدیث کا نمبر ۶۲۵۶ ہے (۱۱)۔ اس طرح کل ۲۶ / احادیث مکرر ہیں۔

شروح مشکوٰۃ: خطیب کی کتاب مشکوٰۃ کو اہل علم و دانش میں اس قدر قبولیت حاصل ہوئی کہ کثیر تعداد میں علماء و محدثین نے اس کی شروح تالیف کیں اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے، مشکوٰۃ ان چند کتب میں سے ہے جو سب سے زیادہ کتب کی تالیف کا سبب بنی ہیں۔

مشکوٰۃ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خطیب کے استاد حسن بن محمد الطیبی (م ۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء) نے اس کی شرح الکاشف عن حقائق السنن کے نام سے لکھی، مشکوٰۃ کے سن تالیف اور طیبیؒ کے سن وفات میں صرف چھ سال کا فصل ہے۔ علاوہ ازیں جرجانی (م ۸۱۶ھ/۱۴۱۶ء)، ابن حجر ہیثمی (م ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء)، ملا علی قاری (م ۱۰۴۱ھ/۱۶۰۵ء) نے مرقاۃ کے نام سے شرح لکھی، شروح مشکوٰۃ میں یہ سب سے زیادہ مقبول ہے۔ براکلمان نے اس کی سولہ شروح و مختصرات کا ذکر کیا ہے جن میں عربی میں بھی ہیں اور فارسی میں بھی۔ (۱۲)۔

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں چار شروح و تعلیقات کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک مشکوٰۃ کا تلمکہ ہے، جس میں مشکوٰۃ کے ہر باب میں فصل رابع کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام انوار المشکوٰۃ ہے، خلیفہ نے اس کے مؤلف کا نام ذکر نہیں کیا (۱۳)۔ مبارکپوری نے مزید پانچ شروح و حواشی کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک فارسی زبان میں ہے (۱۴)۔ دور جدید میں

Marfat.com

مشکوٰۃ پر الالبانی کی تعلیق و تحقیق، کے علاوہ شروح میں مرعاۃ المفاتیح اور التعلیق الصبیح کے نام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

التعلیق الصبیح

زمانہ تالیف: التعلیق الصبیح مولانا نے اپنے حیدرآباد کے زمانہ میں تالیف کی۔ ۱۹۲۹ء/ ۱۳۴۹ھ میں آپ دیوبند سے حیدرآباد دکن آئے اور ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۴ء میں آپ نے دمشق جا کر التعلیق الصبیح کی پہلی چار جلدیں طبع کرائیں۔ تعلیق کے زمانہ تالیف کے متعلق مولانا لکھتے ہیں۔

> "قد فرغت یمین هذا العبد الضعیف من تالیف هذا التعلیق و تحریره و استراح قلمه من تسویده و تمطیره، بعون اللّٰه تعالیٰ وحسن توفیقه و جزیل فضله و عظیم انعامه یوم الاربعاء السابع و العشرین من شهر اللّٰه المحرم الحرام سنة ۱۳۴۹ --- حین اقامتی بحیدرآباد دکن--- وکان ابتداء شروعی فی تالیفه لیلة الخمیس من العشر الاواخر من شهر الربیع الاول سنه احد و اربعین بعد الف و ثلثمائة" (۱۵)۔
>
> (اس تعلیق کی تحریر و تسوید اور ترتیب سے یہ بندہ ضعیف اللہ کی حسن توفیق، اس کی مدد اور اس کے عظیم و سیع فضل و انعام کے ساتھ بروز بدھ ۲۷/ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ کو اپنے حیدرآباد دکن میں قیام کے دوران فارغ ہوا۔۔۔ اس تعلیق کی تالیف ماہ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ کے آخری عشرہ میں شب جمعرات کو شروع کی گئی تھی)۔

یعنی یہ کتاب مولانا کی سات سال دس ماہ کی عظیم محنتوں اور دقیق تحقیقات کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ جس وقت تعلیق کی ابتداء ہوئی اس وقت مولانا کی عمر چوبیس برس تھی اور جب اس

Marfat.com

کی تکمیل ہوئی اس وقت ۳۱ برس تھی۔ اس کم سنی میں عربی زبان میں ایسی عظیم کتاب کی تالیف مولانا کے فائق فی العلم ہونے کا ایک واضح ثبوت ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب کہ بر صغیر پر انگریز حاکم تھا اور ۱۸۵۷ء کے معرکہ کو نصف صدی سے زائد عرصہ گزر چکا تھا، لیکن ریاست حیدر آباد انگریزوں کے زیر اثر نہ تھی بلکہ ایک مستقل آزاد ریاست تھی اور حیدر آباد دکن اہل علم و دانش اور صاحبان فکر و قلم کا مرکز و مسکن تھا۔ (۱۶)۔

وجہ تالیف: مولانا کو اس عمر میں اس عظیم کام کا خیال کیسے ہوا؟ اور ایسا کیا داعیہ پیدا ہوا کہ مولانا نے اس عظیم شرح کی تالیف کی ابتداء کی؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا تحریر کرتے ہیں۔

> "آٹھویں صدی ہجری کے حکیم الامۃ شیخ ولی اللہ خطیب، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح، نبی کریمؐ کی احادیث مبارکہ میں سب سے زیادہ جامع اور آپ کے کلمات قدسیہ کی ترتیب میں سب سے زیادہ مفید کتاب ہے، میرے استاد محترم قدوۃ العلماء رئیس الفقہاء و المحدثین مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ نے مجھے مشکوٰۃ کی شرح لکھنے کا حکم فرمایا، میں آپ کے اس حکم پر حیران ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال و آثار کے معانی بیان کرنا، سند کی گتھلیوں کو سلجھانا، مشتبہ روایات سے پیدا ہونے والے شکوک کو دور کرنا، ایک ایسے شخص کا کام ہے جو علم حدیث میں گہری دسترس رکھتا ہو، اور ائمہ سلف کی توضیحات و تعبیرات سے پوری طرح واقف ہو"۔۔۔۔ "اس کے بالمقابل مجھ ایسا نوجوان اس قدر ہمت اپنے اندر نہ پاتا تھا کہ اس عظیم کام کو شروع کرے لیکن جب استاد محترم کا اصرار، ان کی تاکید بار بار ہوئی اور شدت کے ساتھ ہوئی تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے میں نے اس کا ارادہ کر لیا اور پھر آپ کے سامنے اس

Marfat.com

ارادہ کو ظاہر کیا، مولانا مسرور ہوئے اور اپنے قلم سے چند افتتاحی سطور تحریر کر دیں اور انہی الفاظ سے میں نے اس شرح کی ابتداء کی۔" (۱۷)۔

مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ نے غالباً اس ضرورت کو محسوس کیا ہو گا مشکوٰۃ ایسی نافع کتاب کی کوئی ایسی شرح جو متقدمین کے علوم اور ان کے معارف کا جوہر ہو، جس تک رسائی آسان ہو اور ایسے انداز و اسلوب میں تحریر کی جائے کہ مشکوٰۃ کا ایک طالبعلم بھی اگر اس سے مستفید ہونا چاہے تو ہو سکے۔ کیونکہ مشکوٰۃ کی شرح طیبی، مرقاۃ، یا مصابیح کی شرح المسیر ایسی تالیفات ہیں کہ جن کو ایک طالبعلم آسانی سے نہیں سمجھ سکتا۔ مولانا نے استاد محترم کے اس حکم کا حق ادا کر دیا اور ان تینوں کتب کا ایسا جوہر اور نچوڑ پیش کیا ہے کہ التعلیق الصبیح کے مطالعہ کے بعد ایک طالبعلم طیبی سے بے نیاز، مسیر سے مستغنی ہو جاتا ہے اور اُسے مرقاۃ کی ضرورت کسی حد تک ختم ہو جاتی ہے۔

اشاعت: مولانا نے اپنے زمانہ قیام کے دوران ہی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۴ء میں دمشق جا کر اس کی ابتدائی چار جلدیں شائع کرائیں اور وطن واپسی کے بعد اس کی بقیہ چار جلدیں طبع کرائیں۔ مولانا کہ یہ کتاب اس قدر مقبول تھی کہ کچھ ہی عرصہ میں یہ کتاب نایاب ہو گئی۔ مولانا نے یہ کتاب لیتھو پر بغیر جلد بندی کے شائع کرائی تھی، مولانا کی وفات کے بعد مولانا کے فرزند ارشد، مولانا محمد مالک کاندھلویؒ اور جامعہ اشرفیہ کے مہتمم، مولانا محمد عبید اللہ مدظلہ العالی نے اس کتاب کی از سر نو اشاعت کا منصوبہ بنایا۔ راقم اس زمانہ میں مکتبہ عثمانیہ کا ناظم تھا، مولانا کی کئی دوسری کتب شائع کر چکا تھا، یہ سعادت بھی مکتبہ عثمانیہ کے حصہ میں آئی۔ چنانچہ رجب ۱۴۰۷ھ / مارچ ۱۹۸۷ء میں اس کتاب کو عمدہ کاغذ، اعلیٰ طباعت اور خوبصورت جلد بندی کے ساتھ شائع کیا گیا۔ اور آٹھویں جلد کو ضخامت کے اعتبار سے چھوٹی تھی، ساتویں جلد میں ملا دیا گیا۔ اس طرح یہ کتاب اب سات جلدوں میں موجود ہے۔ ہمدرد فاؤنڈیشن کے چیرمین حکیم محمد سعید صاحب کو جب والد صاحبؒ نے یہ کتاب پیش کی تو وہ حیران ہوئے کہ یہ طباعت پاکستان میں ہوئی ہے۔ (۱۸)۔

علاوہ ازیں مکتبہ فخریہ دیوبند نے دمشق اور لاہور کی قدیم اشاعت کے عکس کی مدد سے یہ کتاب شائع کی ہے۔ ماضی قریب یعنی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء میں یہ کتاب فضلۃ الشیخ مالک جریدہ کے

Marfat.com

مقدمہ اور شیخ محمد معوض مرعب کی تعلیقات کے ساتھ دار الحیاء الشراف العربی بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

انداز و اسلوب: اس کتاب میں مولانا کا انداز و اسلوب یہ ہے کہ صفحہ کے بالائی حصہ پر احادیث و عبارات مشکوٰۃ ہیں جب کہ زیریں حصہ پر اس کی شرح دی گئی ہے۔ متن کے نقل میں مرقاۃ کے متن پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اسلوب بیان: مولانا کا اسلوب نہایت شستہ اور بے تکلفانہ ہے۔ مشکل و مغلق عبارات اور جملوں کی بجائے آسان الفاظ اور مختصر جملوں میں بات کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ زبان و بیان اس قدر پختہ ہے کہ کسی مقام پر بھی یہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کسی غیر عرب عالم کی کتاب ہے جو اس نے اپنی نوجوانی کی عمر میں تالیف کی ہے۔ الفاظ کی اس آسانی کے ساتھ مضامین و معانی کی گہرائی اور گیرائی کو برقرار رکھا گیا ہے اور کسی بھی مرحلہ پر کوئی غیر علمی بات یا کسی قوت استدلال میں ضعف محسوس نہیں ہوتا۔ اسی اسلوب بیان کو تمام کتاب میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سند پر بحث: صاحب مشکوٰۃ نے اپنی مرویات میں سندیں نقل نہیں کی ہیں بلکہ صرف صحابی کا ذکر کرکے روایت نقل کی اور صحاح ستہ میں سے جہاں سے حدیث تخریج کی گئی ہے، حوالہ دے دیا گیا۔ البتہ روایات کے آخر میں امامؒ نے امام ترمذی کا زیادہ تر اور کبھی کبھی دیگر ائمہ کا سند کے بارہ میں کلام نقل کیا ہے، لیکن وہاں بھی صاحب مشکوٰۃ خود سند پر کوئی کلام نہیں کرتے، گویا سند پر بحث صاحب مشکوٰۃ کا موضوع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے بھی شرح مشکوٰۃ میں سند پر بحث نہیں کی۔ حتی کہ جہاں امام نے سند سے متعلق کسی رائے کو نقل کیا ہے، وہاں بھی سند پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔

توضیح متن: متن حدیث کی وضاحت و تشریح کے سلسلہ میں مولانا نے حسب ذیل اسلوب اختیار کیا ہے۔

Marfat.com

1. ہر کتاب کے شروع میں اس موضوع سے متعلق آیات قرآنیہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس موضوع کی اہمیت، فضیلت اور وضاحت پر ایک وقیع مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہر باب میں بھی یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ اختصار کے ساتھ اس موضوع سے متعلق آیات پر کلام ہو جائے۔ البتہ کتاب کی ابتداء میں یہ اہتمام مستقل کیا گیا ہے۔ مثلاً کتاب الایمان کی ابتداء میں ایمان کے معنی کی وضاحت کی گئی، ایمان سے متعلق آیات کو جمع کیا گیا، ایمان کی بنیادوں اور اس کے ارکان پر بحث کی گئی۔ (۱۹)۔

کتاب الطہارۃ کی ابتداء میں طہارۃ کی اہمیت پر آیات کو جمع کیا گیا اور طہارت ظاہری اور باطنی کی اہمیت پر روشنی ڈالی (۲۰)

کتاب الصلوۃ کی ابتداء میں فضیلت و اہمیت نماز پر آیات قرآنیہ کو جمع کیا گیا اور ان کی توضیح و تشریح کی گئی۔ (۲۱)۔

کتاب کی ابتداء کے علاوہ بعض ابواب کی ابتداء میں بھی اسی طرح کا مقالہ مرتب کیا گیا۔ باب الکبائر وعلامات النفاق کی ابتداء میں گناہ کبیرہ کی تعریف اور علامات نفاق پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ (۲۲)۔

2. دوران تشریح الفاظ حدیث کو تشریح سے ممتاز کرنے کے لئے ان کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے۔

3. الفاظ کی تشریح کرتے وقت پہلے اس لفظ کے اعراب اور اس کی بعض حرکات بیان کی جاتی ہیں، جس سے اس لفظ کی اعرابی حالت کا بھی علم ہوتا ہے اور اس کے صیغہ کا بھی پتہ چل جاتا ہے بعد ازاں اس لفظ کے معنی بیان کئے جاتے ہیں، اس کے بعض مترادفات ذکر کئے جاتے ہیں، کسی آیت یا کسی شعر میں اگر وہ لفظ استعمال ہوا ہو تو اس آیت یا شعر کو نقل کیا جاتا ہے۔ لغوی معنی پر گفتگو کے بعد اس کے مرادی معنی بیان کئے جاتے ہیں۔

4. مولانا نے چونکہ حدیث مولانا سید انور شاہ صاحب سے پڑھی اور انہی کی ہدایت پر التعلیق الصبیح کی تالیف کی، شاہ صاحب بقول مولانا کاندھلوی، اپنے درس میں سب سے اول اور زیادہ توجہ اس طرف فرماتے تھے کہ حدیث نبوی کی مراد باعتبار قواعد عربیت و بلاغت

Marfat.com

واضح ہو جائے۔ حدیث کی مراد کو اصطلاحات کے تابع بنانے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ اصطلاحات بعد میں پیدا ہوئیں اور حدیث نبوی زماناً ورتبۃً مقدم ہے، حدیث کو اصطلاح کے تابع کرنا خلاف ادب ہے چنانچہ اس ناچیز نے التعلیق الصبیح میں بھی اس ہدایت کو ملحوظ رکھا اور حافظ تورپشتی اور علامہ طیبّی کی شروح سے تمام لطائف و نکات اخذ کر کے اپنی شرح میں درج کئے ہیں۔ (۲۳)

5. الفاظ کے مفہوم و معانی کے بیان کے بعد حدیث کی تشریح کی جاتی ہے اور اس سے مستنبط ہونے والے مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آیات قرآنیہ اور دیگر احادیث و آثار بھی تائید کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

6. مسائل فقہیہ میں چاروں ائمہ کے مسلک کو بیان کیا جاتا ہے اور ہر ایک کے دلائل کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے اس ضمن میں زیادہ طویل گفتگو کرنے کی بجائے مختصر، جامع اور مدلل کلام کیا جاتا ہے، انصاف اور علمی دیانت کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر کسی ایک رائے یا مسلک کو ترجیح دی جاتی ہے۔

7. عقائد و نظریات کے بیان اور کلامی مسائل کی وضاحت بھرپور اور مدلل انداز میں کی جاتی ہے۔

مسائل اعتقادیہ: مولانا کے خصوصیات درس میں یہ بات شمار کی گئی ہے کہ مولانا کو مسائل اعتقادیہ اور ان کی بحث میں گہری دلچسپی حاصل تھی آپ اپنے درس کا معتزلہ اور فلاسفہ کے دلائل کا ایسا واضح اور مدلل انداز میں رد پیش کرتے تھے کہ طلباء بہت سی عظیم، نادر اور طویل کتب کی مراجعت سے بے نیاز ہو جاتے۔ بعض مسائل پر تحقیقات کا یہ سلسلہ ہفتوں چلتا رہتا، خصوصاً معتزلہ اور فلاسفہ کے وہ نظریات جو قرآن و سنت کے صریح نصوص کے خلاف ہیں، ان کا رد ایسے حکیمانہ و محققانہ انداز سے کرتے کہ سننے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ فلاسفہ کے یہ دلائل حقیقت میں دلائل کہلانے کے مستحق ہی نہیں اور یہ چیز ذہن میں آجاتی۔

؎ پائے استدلالیاں پائے چوبی بود
پائے چوبی سخت بے تمکین بود۔

Marfat.com

علم کلام اور مسائل اعتقادیہ میں یہ انداز تدریس مولانا کی ایک انفرادی خصوصیت تھی، یہی خصوصیت مولانا کی تصانیف میں بھی بڑی خوبی کے ساتھ عیاں ہوتی نظر آتی ہے۔ التعلیق الصبیح میں بھی جہاں کہیں اعتقادی مسائل آئے ہیں، ان پر بڑی محکم اور مدلل بحث کی ہے۔ مثلاً کتاب الایمان کی ابتداء میں اپنے اساسی مقالہ میں اور حدیث جبرئیل کی تشریح کے ضمن میں ایمان کے معنی، ایمان کے مراتب کا فرق، ایمان واسلام میں فرق اور اس بات پر مفصل بحث کی ہے کہ اعمال صالحہ ایمان کا حصہ ہیں یا ایمان سے علیحدہ ان کی مستقل حیثیت ہے، اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی، محی الدین ابن عربی، امام غزالی، ملا علی قاری، ابن حجر العسقلانی، علامہ تورہ بشتی اور علامہ طیبی کی تحقیقات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (۲۴)۔

باب اشراط الساعۃ وعلامات قیامت کے تحت ایک حدیث

"المہدی من عترتی من اولا فاطمہ" (۲۵)

کی توضیح کے ضمن میں ظہور مہدی سے متعلق اپنے نظریہ کو پیش کیا اور ثابت کیا کہ پچیس سے زائد صحابہ سے ظہور مہدی سے متعلق روایات منقول ہیں جنہیں امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، امام بزار، ابن ماجہ، حاکم، طبرانی اور ابو یعلی موصلی نے نقل کیا ہے اور سیوطی نے اس سلسلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں ظہور مہدی سے متعلق نوے سے زائد مرفوع احادیث جمع کی ہیں اور آثار صحابہ اس کے علاوہ ہیں۔ ان احادیث میں ۳۶ احادیث ایسی ہیں جن میں مہدی کا صراحۃً نام بھی مذکور ہے۔ (۲۶)۔

اسی طرح باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اساسی مقالہ میں بدء الخلق اور ابتداء تکوین کی بحث میں مضبوط و محکم دلائل سے کائنات کا مخلوق و حادث ہونا ثابت کیا اور اس سلسلہ میں کثرت کے ساتھ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو بنیاد بنایا گیا اور کائنات کے قدیم ہونے کی بھرپور تردید فرمائی۔ ذکر انبیاء علیہم السلام کے ضمن میں، قرآن کریم میں انبیاء کا ذکر کیوں کیا گیا؟ اس پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد نبوت کی حقیقت، انبیاء کی عصمت کو بیان کیا گیا اور عصمت و معصیت اور عصمت و حفاظت میں فرق واضح کیا گیا اور معرفت انبیاء کے طرق

Marfat.com

بتائے گئے۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے علاوہ امام راغب اصفہانی، امام الحرمین، عبد الرؤف مناوی شارح جامع صغیر، ابن ھمام، حافظ ابن تیمیہ، طبرانی، امام غزالی، امام ابو حنیفہ، شیخ عبد الوہاب شعرانی، محمد حسن سنبھلی شارح شرح عقائد اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحقیقات کو بنیاد و اساس بنایا گیا ہے۔ (۲۷)

مسائل فقہیہ: مسائل اعتقادیہ کی طرح مسائل فقہیہ پر مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے۔ مسائل فقہیہ میں مولانا کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے مسالک کو بیان کیا جاتا ہے، اس کے بعد ان کی حمایت میں پیش کی جانے والی روایات بیان کی جاتی ہیں۔ ان روایات پر تحقیق ہوتی، ان کی سند کر جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور اخیر میں مسلک راجح کو واضح کیا جاتا ہے اور اس کی وجوہ ترجیح بیان کئے جاتے ہیں۔ اختلاف فقہاء کے بیان میں مولانا کی انفرادی خصوصیت، سبب اختلاف پر بحث ہے۔ مولانا فقہاء کے اختلاف کا سبب بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں، جس سے مسئلہ کی تنقیح آسان ہو جاتی ہے اور یہ متعین کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ کون سے مسلک کو ترجیح دی جائے۔ اس ضمن میں یہ بھی مولانا کی خصوصیت ہے کہ کسی بھی مرحلہ پر یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ مولانا اپنے مسلک کی کوئی بے جا حمایت کر رہے ہیں یا اس کو راجح کرنے کی لایعنی کاوش کر رہے ہیں بلکہ اس انداز سے مسئلہ کو بیان کیا جاتا ہے کہ راجح مسلک اور مشرب از خود قاری پر واضح ہو جاتا ہے۔

مولانا کے دلائل میں سنجیدگی اور تفقہ پایا جاتا ہے جو ایک محدث کی شان ہوتی ہے اور ہزار اختلاف کے باوجود کسی کی ذات کو تنقید یا تنقیص کا نشانہ نہیں بنایا جاتا اور یہی اہل علم کا طریقہ ہوتا ہے۔ اہل علم کسی رائے یا مسلک کے ثبوت کو اپنی ذاتی انا کا مسئلہ نہیں بناتے بلکہ اسے محکم، مدلل اور علمی انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ راجح اور مرجوح از خود علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ طہارۃ، نماز، زکوۃ، صیام، حج اور تمام عبادات و معاملات کے اندر فقہی اختلافات اسی انداز و اسلوب کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

مباحث تصوف: کلامی اور اعتقادی مسائل و مباحث کی طرح مباحث تصوف میں بھی مولانا کو خاص دلچسپی تھی، التعلیق الصبیح میں بھی آپ نے مسائل تصوف میں تحقیقی بحثیں کی ہیں۔

Marfat.com

کتاب الرقاق کی ابتداء میں مولانا نے رقاق کے معنی و مفہوم پر بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ رقاق سے مراد قلب کی ایسی نرم کیفیت ہے کہ جس کی بنا پر انسان دنیا سے بے رغبت ہو جائے۔ بعد ازاں آیات قرآنیہ سے دنیا کی بے وقعتی کا ثابت کیا۔ (۲۸)

ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے "دنیا مذموم کا بیان" کے عنوان سے ایک بحث کی "دنیا انسان کو اللہ کے راستہ سے ہٹانے والی ہے، اس لئے اس کی دشمن اور مذموم قرار دی گئی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان تارک الدنیا ہو کر رہبانیت اختیار کر لے بلکہ انسان کی دنیا اور آخرت دونوں دو حالتوں سے عبارت ہیں اور یہ دونوں حالتیں قلب سے متعلق ہیں۔ دنیا موت سے قبل کے زمانہ کا نام ہے اور آخرۃ موت کے بعد زمانہ کا نام ہے۔ ان دونوں حالتوں کی اپنی اپنی کیفیت اور علیحدہ علیحدہ کشش و لذت ہے۔ جو چیز بھی قبل از وفات کے امور میں لذت پہنچانے والی ہے، وہ دنیا ہے لیکن اگر اس حصول لذت میں آخرۃ کا بھی کچھ حصہ ہے کہ یہ دنیا مذموم نہیں ہے بلکہ اس دنیا کی تین اقسام ہوں گی"۔

1. "وہ اعمال و افعال جو آخرۃ تک باقی رہنے والے اور آخرۃ میں ثمر دلانے والے ہیں جیسے علم نافع اور عمل صالح"
2. "وہ اعمال و افعال جو صرف اس دنیا کی زندگی میں لذت پہنچانے والے ہیں اور آخرۃ میں قطعاً کام نہ آنے والے ہیں۔ جیسے گناہ کے کاموں کا سرانجام دینا، ضرورت سے زائد جائز امور و نعمتوں کو حاصل کرنے کی خواہش و تمنا کرنا"
3. "امور متوسطہ، وہ اعمال جو براہ راست ذخیرہ آخرت تو بننے والے نہیں ہیں مگر ایسے اعمال کے لئے ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ مثلاً بقاء انسانی اور اس کی صحت، علم نافع اور عمل صالح کے حصول کے لئے ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ دنیا آخرت کے لئے ایک کھیتی ہے اور اس میں مزارع اپنی جان کے لئے صرف بقدر ضرورت حصہ لیتا ہے اور وہی اس کی دنیا ہے اب اگر اس کھیتی میں وہ آخرت کے لئے کچھ نہیں بوتا تو وہ ھوی و خواہش کا غلام ہو گیا جس کی طرف اس آیت مبارکہ میں اشارہ کیا گیا۔

Marfat.com

"و نهی النفس عن الهوی فان الجنۃ هی الماوی"(۲۹)

اور ھوی کو جمع کرنے والی پانچ چیزیں قرآن نے بیان کی ہیں۔

(۱) لہو ولعب (۲) زینت (۳) آپس میں فخر (۴) مالوں کی کثرت (۵) اولاد کی کثرت

اور سات چیزیں ہیں جن سے مذکورہ پانچ چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

(۱) شہوات کی محبت (۲) عورتوں کی محبت (۳) اولاد کی محبت (۴) سونے چاندی کے خزائن کی محبت (۵) عمدہ گھوڑوں کی محبت (۶) جانوروں کی محبت (۷) کھیتی کی محبت (۳۰)

ان میں سے جو چیز بھی اللہ کے لئے نہیں ہے، وہ دنیا ہے اور جو اللہ کے لئے ہے وہ دنیا نہیں ہے۔ (۳۱)

اس ساری بحث کا مفہوم یہ ہے کہ ترک دنیا تصوف کی بنیاد نہیں بلکہ دنیا کو ان اعمال کے لئے ایک ذریعہ بنانا جو آخرت میں کام آنے والے ہیں، تصوف کی تعلیمات کی اساس وبنیاد ہے۔ گویا اس مختصر سی تحریر میں مولانا نے تعلیمات تصوف کے سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔

ماٰخذ و مصادر: یوں تو مولانا نے اپنی کتاب میں متعدد کتب و مخطوطات سے استفادہ کیا ہے اور ہر مقام پر مرجع کا حوالہ بھی دیا ہے، لیکن بنیادی و اساسی طور پر تین مصادر سے مولانا نے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ مولانا مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

> "و جل اعتمادی فی ذالک علی شرح المصابیح المسمیٰ بالمیسر للشیخ شهاب الدین فضل الله التور بشتی الحنفی رحمه الله تعالیٰ ولعمری انه لشرح لطیف و تصنیف مینف مشتمل علی فوائد حسان، و معان مقصورات فی الخیام لم یطیها قبله انس ولا جان"
>
> "وعلی شرح المشکوٰة المسمیٰ باالکاشف عن حقائق السنن المحمدیه علی صاحبها الف الف صلوٰة و الف الف تحیة للمحدث الجلیل افضل العلماء فی زمانه و اکمل الفضلاء فی اوانه مفسر الکتاب و شارح السنة مبین الاحکام و قامع البدعة شرف الملة والدین الحسین بن عبدالله بن محمد الطیبی الشافعی طیب الله

Marfat.com

ثراه و جعل جنۃ مثواہ، ولعمری ماتری کتاباً اجمع تحقیقاً منہ فی بیان حقائق السنۃ و دقائقھا و ابراز لطائفھا و معرفھا، و کشف اسرارھا و غوامضھا فیا لہ من شرح غریب عزیز المثال لم نیسج ناسج فما اظن علی ھذا المنوال"

"و اعتمدر فی ظبط کلمات الحدیث و و جوہ الاعراب ع ذکر اختلاف النسخ علی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للمحدث الجلیل و الفاضل البنیل فرید دھر و وصید عصرہ الشیخ نور الدین علی بن سلطان محمد الھروی القاری رحمہ اللہ تعا لیٰ، فانہ شرح لطیف علی منھج شریف کافل لضبط الالفاظ مع المبانی" (۳۲)

(اور اس شرح کی تالیف میں میرا سب سے زیادہ اعتماد شیخ شہاب الدین فضل اللہ تور بشتی کی شرح مصابیح "المیسر" پر رہا۔ اور میری زندگی کی قسم المیسر ایک لطیف شرح اور بلند پایہ تصنیف ہے جو ایسے خوبصورت فوائد، اور ایسے معانی کے بیان پر مشتمل ہے جن تک آپ سے قبل کسی جن یا انسان کی رسائی نہیں ہوئی۔

دوسرا مصدر شرح مشکوٰۃ ہے جو حسین بن عبد اللہ بن الطیبی کی تالیف ہے اور جس کا نام الکاشف عن حقائق السنن المحمدیہ ﷺ ہے۔ میری زندگی کی قسم نبی کریم ﷺ کے سنن کے حقائق، دقائق، معارف اور لطائف اس کے اسرار و حکم پر اس سے زیادہ جامع کوئی کتاب تجھے نہیں مل سکتی۔ ایک ایسی بے مثل شرح کہ میرے گمان کے مطابق اس نہج پر ایسی تالیف کوئی نہیں کر سکتا۔

الفاظ حدیث، وجوہ اعراب اور مشکوٰۃ کے مختلف نسخوں کے اختلافات کے سلسلہ میں، میں نے علی بن سلطان القاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح پر اعتماد کیا ہے الفاظ کے صحیح ضبط کے لئے یہ شرح کفایت کرنے والی ہے)۔

Marfat.com

التعلیق الصبیح کے متعلق اہل علم کی آراء

مولانا کے استاد محترم مولانا ظفر احمد عثمانیؒ مولانا کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مولانا مرحوم ان جید علماء باعمل میں سے تھے، جن پر ان کے اساتذہ کو فخر ہے، مولانا نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں مجھ سے مشکوٰۃ شریف اور ایک دو عربی ادب کی کتابیں پڑھی ہیں، مجھے خوشی ہوئی وہ بعد میں شارح مشکوٰۃ بن گئے اور عربی زبان میں التعلیق الصبیح کے نام سے مشکوٰۃ کی ایسی شرح لکھی جو رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رکھے گی اور علماء سے خراج تحسین وصول کرتی رہے گی" (۳۳)۔

سلسلہ شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث پر ایک مقالہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی التعلیق الصبیح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ ہمارے نوجوان محدث مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا تالیف ہے، عربی زبان میں مشکوٰۃ شریف کی بہترین شرح ہے، دمشق میں طبع ہوئی ہے، میری نظر سے چار جلدیں گزریں ہیں، خود مؤلف سے بھی بعض مقامات کو سنا ہے۔ مؤلف کی محنت، وسعت نظر، سلیس طرز بیان قابل داد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان علماء کو اس قسم کی محنت و تحقیق کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

"کثر اللہ امثالھم و تقبل اللہ اعمالھم" (۳۴)

دارالعلوم دیوبند کی قرارداد تعزیت میں مجلس شوریٰ دارالعلوم نے التعلیق الصبیح کو علم حدیث میں تاریخی کارنامہ قرار دیا۔ (۳۵)

Marfat.com

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"ابھی حال میں ہمارے مکرم بھائی مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے (جو مدت دراز تک دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مقامات پر قرآن و حدیث اور مختلف علوم و فنون کا درس دیتے رہے ہیں) سالہا سال کی شبانہ روز محنت و کاوش سے مشکوٰۃ شریف کی نہایت اور کامل شرح تیار کی ہے جو فی الحقیقت مشکوٰۃ کی تمام مطبوع شروح سے مستغنی کرنے والی اور طالب حدیث کے لئے مباحث حدیث کا بہت نادر ذخیرہ بہم پہنچانے والی ہے"۔(۳۶)

شام کے ایک جلیل القدر عالم، مجمع العلمی العربی، دمشق کے رکن محمد بہجۃ بن محمد بہاء الدین البیطار نے التعلیق الصبیح سے متعلق اپنی مفصل رائے کا اظہار کیا ہے، جس کا ملخص یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا نے التعلیق الصبیح کے مقدمہ میں اپنی کتاب کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

و الکبر عنایتی و غایة اهتمامی فی هذا التعلیق شرح الاحادیث و ابراز نکاتها و بیان اسرارها و معارفها و کشف حقائقها و دقائقها علی ما یقتضیه علم المعانی و البیان بعد تتبع کتب العلماء الراسخین المعروفین بهذا الشان (۳۷)

مولانا کی یہ بات واقعہ کے بالکل مطابق ہے، مولانا نے اپنی اس شرح میں احادیث نبویہ کے لطیف معانی پر سے پردہ اٹھایا ہے، نکات بلاغت کا بہترین استخراج کیا ہے، دقیق احکام کو بیان کیا ہے، نوع بہ نوع فوائد نقل کئے ہیں اور نادر و نابغہ لطائف بیان کئے ہیں، مولانا نے تور بشتی اور طیبی کی شروح اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ البالغہ سے صحیح استفادہ کیا ہے اور وقیع اقتباسات پیش کئے ہیں۔

مقدمہ میں مولانا نے جن خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے، کتاب ان سے کہیں بڑھ کر خصائص کی حامل ہے اور اس کا اندازہ ایک قاری کو کتاب پڑھ کر ہی ہو سکتا ہے کہ مولانا نے اس کتاب کی تالیف میں اپنی جان کو وقف کر دیا تھا اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طعام و منام کی

Marfat.com

ضروریات سے بے نیاز ہو کر مولانا نے اس شرح کی تالیف فرمائی اور اس کا حق ادا کر دیا۔ مولانا نے حکمائے اسلام میں سے غزالی، ابن رشد، ابن تیمیہ، ابن قیم سے، شارحین حدیث میں ابن حجر سے، صوفیاء میں محی الدین ابن عربی، امام شعرانی سے استفادہ کیا ہے۔ غرضیکہ نوع بہ نوع مسائل کے بیان میں، مولانا نے محدثین، فقہاء اور صوفیاء ہر بحر علم سے استفادہ کیا ہے۔ مسائل فقہیہ کے بیان میں اختلاف نقل کرتے ہوئے، مولانا نے انصاف اور ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور کسی بھی موقع پر افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ (۳۸)۔

شام ہی کے ایک اور عالم شیخ محمد ہاشم رشید الخطیب اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں۔

> "کتاب التعلیق الصبیح علم و تحقیق کا ایک دمکتا ہوتا آفتاب ہے جس میں علم و تحقیق اور دلیل و مشاہدہ کی معراج محسوس ہوتی ہے۔۔۔ مشکوٰۃ کی شروح میں مرقاۃ ایک معروف و ممتاز حیثیت رکھتی ہے اور اس موضوع پر جامع کتاب بھی ہے۔ بایں ہمہ وہ عظیم شرح بھی التعلیق الصبیح سے بے نیاز کرنے والی نہیں ہے۔ اس شرح کی عظیم خصوصیات میں سے یہ ہے کہ دلائل میں انصاف اور امانت سے اور قوت استدلال میں فہم و فراست سے کام لیا گیا ہے خصوصاً عصر حاضر کے مسائل میں نہایت جامعیت کے ساتھ مختصر بحث کی گئی ہے جس سے مسئلہ کی صحیح حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے۔ (۳۹)

محمود بن رشید العطار دمشقی تحریر کرتے ہیں۔

> "میں نے اس شرح کا جستہ جستہ مطالعہ کیا تو معانی و بیان کے عجیب لطائف کا احساس ہوا۔ اور میں نے اس کو متقدمین کی تحقیقات اور متاخرین کے نتائج فکر کا خلاصہ اور نچوڑ پایا، مولانا نے جس جامعیت کے ساتھ مشکوٰۃ کے لطیف علوم کی تشریح کی ہے اس نے مشکوٰۃ کی دیگر شروح سے بے نیاز کر دیا ہے۔ مولانا نے امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ترجیح میں جو

Marfat.com

دلائل دیئے ہیں وہ علوم و معارف سے بھرپور ہیں اور جس طرح حدیث کے الفاظ، اسرار و نکات بیان کیئے ہیں وہ قابل قدر ہیں۔ فاضل مؤلف نے جس طرح صوفیاء، ادباء، فقہاء، محدثین اور متکلمین کے علوم سے استفادہ کیا ہے، اس سے ان نوجوان کے جامع العلوم، سلف و خلف کی نشانی ہونے کا علم ہوتا ہے، میں نے اس کے دو اجزاء (اول و ثانی) مطالعہ کیئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کی اشاعت مکمل فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے۔ آمین۔ (۴۰)۔

خانہ کعبہ کے مدرس حدیث مولانا الشیخ عمر بن حمدان اپنے ایک طویل مکتوب میں التعلیق الصبیح کے متعلق لکھتے ہیں۔

"فاطلعنی علی شرحہ لمشکاة المصابیح، فرایتہ قد جمع فیہ ما یسر الودود و یکبت الحسود من التحقیقات البدیعۃ و البیان الشافعی الکافی فی تحریر الشریعۃ خلقہ اجاد و افاد و جمع ھذا الجمع العظیم الذی فیہ نہایت النفع للعباد" (۴۱)

(پھر انہوں نے مجھے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح التعلیق الصبیح عطا کی میں نے اس میں دیکھا کہ انہوں نے عجیب و غریب تحقیقات کی ہیں، (تحریر میں شافعی وکافی بیان جو شریعت محمدیہ کو واضح کرنے والا ہو)، ایسا مواد جمع کیا ہے کہ جو علم حدیث سے محبت رکھنے والوں کے لئے آسانی پیدا کردے اور اس علم سے حسد میں مبتلا شخص کو شکست خوردہ بنادے، واقعتاً انہوں نے اپنے جود و کرم سے طالب علم کو فائدہ پہنچایا اور وہ مواد جمع کیا جو انسان کے لئے انتہائی مفید ہے۔)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا

"التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ان کی بلند پایہ تصنیف ہے۔ (۴۲)

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی نے ایک شعر میں تعلیق کو اس طرح خراج عقیدت پیش کیا۔

Marfat.com

شارح المشکوٰۃ تعلیق صبیح فیضہ عم فیضاناً بہ معنی الحدیث الاکرم (۴۳)

(مشکوٰۃ شریف کی شرح تعلیق صبیح سے آپ کا فیض عام ہے، حدیث کے معنی و مفہوم کے لئے آپ کی شرح اس کے فیض کا سبب بن گئی)

معروف جرمن سکالر براکلمان نے شروح مشکوٰۃ کا ذکر کرتے ہوئے التعلیق الصبیح کا بھی ذکر کیا ہے۔ (۴۴)

عہد جدید کے علم حدیث کے ایک شامی عالم ناصر الدین الالبانی جنہوں نے مشکوٰۃ کے بعد صحاح ستہ کی تدوین و تعلیق کی ہے، اپنے مقدمہ مشکوٰۃ میں شروح مشکوٰۃ کے ضمن میں التعلیق الصبیح کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی چار جلدیں دمشق میں طبع ہوئی ہیں۔ (۴۵)

جامعہ ازہر کے ایک پروفیسر مصری عالم شیخ محمود محمد عبداللہ لکھتے ہیں۔

التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح للشیخ محمد ادریس کاندھلوی ایضاً ھذا الشرح من الشروح الھامۃ المفیدۃ۔ التی یحتاج ایھا المحدث و الفقیہ لا حتوائے علی ماخذ عجیبۃ و فوائد جلیلۃ۔ (۴۶)

(التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح بھی انتہائی مفید شروح میں سے ہے جس کی ضرورت ہر محدث کو ہے کیونکہ وہ نادر ماخذ پر مبنی اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے)۔

غرضیکہ جس عالم و محقق نے شروح مشکوٰۃ کا ذکر کیا، التعلیق الصبیح کا ضرور ذکر کیا اور جس تذکرہ نگار نے مولانا کی شخصیت کا تذکرہ کیا اس نے التعلیق کو مولانا کی عظیم ترین خدمت قرار دیا اور یہ حقیقت ہے کہ مولانا کی زندگی کا اگر عظیم ترین نہیں تو اولین عظیم کارنامہ التعلیق الصبیح کی تالیف ہے جو مولانا نے عمر شباب میں مرتب کی۔

Marfat.com

حواشی و حوالے

1. احسان دانش، جہانِ دانش، لاہور، ۱۹۷۳، ص ۲۰
2. صدیقی، محمد سعد، علم تفسیر میں مولینا محمد ادریس کاندھلویؒ کی خدمات۔ (پی ایچ ڈی مقالہ ۱۹۹۳)، ص ۱۹۵
3. ایضاً، ص ۲۱۷
4. طیبی، حسین بن محمد بن عبداللہ، الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) کراچی، ادارہ القرآن، ۱۴۱۳ھ، ج ۱: ص ۸۸۔
5. شیخ عبدالحق محدث دھلوی۔
6. بغوی نے اپنی تمام کتاب میں یہ اہتمام کیا ہے۔
7. خطیب، محمد بن عبداللہ التبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، (۱۰، ۱۳۲۷) تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، بیروت، المکتبہ الاسلامی، ۱۹۸۵ء، ج ۱: ص ۳۸، ۴۱۷۔
8. خطیب، مشکوٰۃ، مقدمہ ج ۱: ص ۶۔
9. حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج ۲: عمود ۱۶۹۸۔
10. ملا علی قاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۱: ص ۱۰، مقدمہ۔
11. خطیب، مشکوٰۃ، ج ۳۔
12. براکلمان، تاریخ الادب العربی، ج ۶: ص ۲۴۰، ۴۱۔
13. حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج ۲: عمود ۱۷۰۰۔
14. مبارکپوری، ابوالحسن عبیداللہ، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، سانگلہ ہل، مکتبہ اشرفیہ، ج ۱: ص ۳۰، ۳۱۔
15. محمد ادریس کاندھلوی، مولانا، التعلیق الصبیح، لاہور، مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۸۷ء، ج ۷: ص ۴۶۳۔

Marfat.com

16. اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۷۳، ۸/۴۲-۷۴۲۔ بذیل مادہ حیدر آباد، ۹/ ۳۷۹، بذیل مادہ، دکن۔

17. مولانا کاندھلوی، کتاب مذکور، ج۱: ص ۴، ۵۔

18. حکیم محمد سعید صاحب، چیئر مین ہمدرد فاؤنڈیشن والد صاحب کے بہت قریبی دوستوں میں سے تھے، ہر ماہ لاہور تشریف لاتے ہیں، گاہے بگاہے والد صاحب سے ملاقات کے لئے بھی آتے، تعلیق کی اشاعت کے بعد جب ملاقات ہوئی تو والد صاحب نے ایک نسخہ پیش کیا، اس پر حیرانی کا اظہار فرمایا اور کہنے لگے "مولانا آپ تو جن ہیں جن" اس موقع پر ناچیز بھی وہاں موجود تھا۔

19. مولانا کاندھلوی، التعلیق الصبیح، ج۱: کتاب الایمان کی ابتداء ص ۱۲ تا ۱۴۔

20. ایضاً کتاب الطہارۃ کی ابتداء ج۱: ص۱۶۹، ۷۰۔

21. ایضاً کتاب الصلوٰۃ کی ابتداء ج۱: ص۲۶۱۔

22. ایضاً باب الکبائر وعلامات النفاق کی ابتداء ج۱: ص۴۹۔

23. بجنوری، مقدمہ انوار الباری، حصہ دوم، ص۲۴۹۔

24. مولانا کاندھلوی، التعلیق الصبیح، ج۱: ص ۱۲ تا ۲۲۔

25. خطیب، مشکوٰۃ (۵۴۵۳)، ج۳: ص۱۵۰۱۔ کتاب الفتن (۲۸)۔

26. مولانا کاندھلوی، کتاب مذکور، ج۶: ص۱۹۶، ۹۷۔

27. ایضاً ج۷: ص۳ تا ۱۶۔

28. ایضاً ج۶: ص۱، ۲۔

29. ۷۹: النازعات: ۴۱۔

30. ۳: آل عمران: ۱۴۔

31. مولانا کاندھلوی، کتاب مذکور، ج۶: ص ۳، ۴۔

32. ایضاً ج۱: ص۵، ۶۔

Marfat.com

33. مولانا کے یہ تاثرات، مولانا کاندھلوی کی وفات پر لکھے گئے تعزیتی خط سے لئے گئے ہیں، دیکھئے صدیقی، میاں محمد، تذکرہ، ص ۳۲۱۔

34. عثمانی، ظفر احمد مولانا، سلسلہ شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث، معارف ج ۵۳ شمارہ ۶ (جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ / جون ۱۹۴۴ء) ص ۴۱۹۔

35. صدیقی، کتاب مذکور، ص ۳۲۰۔

36. مولانا عثمانی نے یہ خط ۹ ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ کو تحریر کیا، یہ مکتوب مولانا کے فرزند مولانا محمد میاں صدیقی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔

37. مولانا کاندھلوی نے تعلیق کی جلد اول صفحہ پانچ پر مقدمہ میں یہ عبارت لکھی ہے۔

38. مولانا کاندھلوی، التعلیق الصبیح، ج ۲: ص ۴۱۷، ۱۸ بیطار کی یہ تقریظ ۱۵ رجب ۱۳۴۵ھ کی تحریر کردہ ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے قیام کے دوران بیطار سے ملاقات کر کے پہلی دو جلدیں ان کو پیش کیں جن کے مطالعہ کے بعد انہوں نے اپنے ان تاثرات کا اظہار فرمایا۔

39. مولانا کاندھلوی، تعلیق، ج ۳: ص ۴۰۲، ۴۰۳، خطیب کی یہ رائے ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ کی تحریر کردہ ہے۔

40. ایضاً: ۴۰۳، ۴۰۴۔

العطار کی اس تقریظ پر تاریخ تحریر درج نہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی اسی زمانہ میں تحریر کردہ ہے جس زمانہ کی پہلی دو تحریریں ہیں۔

41. مولانا کاندھلوی التعلیق الصبیح، ج ۱: ص ۴۱۳۔

Marfat.com

42. مولانا نے یہ مکتوب ظہیر الدین صاحب کو لکھا جو ایم اے عربی کے لئے مولانا کی خدمات علمیہ پر مقالہ مرتب کر رہے تھے محمد ظہیر الدین، مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی علمی خدمات۔ احوال و آثار، مقالہ ایم اے عربی (۱۹۷۴ء) جامعہ پنجاب، ص ۵۳۔

43. صدیقی، محمد میاں، تذکرہ، ص ۳۵۷۔

44. براکلمان، تاریخ الادب العربی، ج ۶: ص ۲۴۱۔

45. الالبانی، ناصر الدین، مشکوٰۃ، مقدمہ ج ۱ : ص ک (البانی نے دمشق میں مطبوعہ چار جلدوں کا ذکر کیا ہے غالباً انہیں پاکستان میں شائع ہونے والی بقیہ چار جلدوں کا علم نہیں ہو سکا۔)۔

46. محمود، محمد عبد اللہ، اللغۃ العربیہ فی باکستان، وزارت تعلیم پاکستان، ۱۹۷۴ء، ص ۲۵۴۔

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

❄ اسلام کا معاشرتی نظام (نیا ایڈیشن)	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ اقبال اور احیائے دین	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ اقامتِ صلوٰۃ	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ پیغمبرانہ دعائیں	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ اسلام کے اصولِ تجارت	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ خلقِ عظیم	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ

Marfat.com

عقیدۂ معاد، احادیثِ نبویہ اور فکرِ اصلاحی

تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر عاصم نعیم*

امین احسن اصلاحی، ماضی قریب کے علماء میں اپنے تحریکی اور علمی اکتسابات کے حوالے سے قابلِ ذکر حیثیت کے حامل تھے۔ ان کی شاہکار تفسیر " تدبرِ قرآن" نے علمی حلقوں سے خوب داد سمیٹی، لائبریریوں کی زینت بنی اور تحقیقی حلقوں کی توجہ حاصل کرنے میں آگے آگے رہی۔ قرآنِ حکیم کی تفسیر کی تکمیل (۱۹۸۰ء) کے بعد اصلاحی صاحب، اپنے حلقہ احباب کے اصرار پر علمِ حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ اصولِ حدیث پر کئی لیکچرز دینے کے بعد صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک کی منتخب احادیث پر دُروس دینے کا اہتمام کیا۔ یہ دُروس بعد ازاں کتابی شکل میں شائع ہوئے۔

اصلاحی صاحب نے مذکور امہات کتبِ احادیث کی شرح و وضاحت اپنے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں کی۔ ان کے مبینہ اصولِ حدیث علماءِ حدیث کے اصولوں سے کئی اعتبارات سے مختلف ہیں، اس بنا پر احادیث کی تشریح میں بھی ان کا اندازِ بیان منفرد اور نتیجہ فکر،

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

یکسر مختلف ہے۔ انہیں، احادیث کے متون میں بہت سے اشکالات اور جامعینِ حدیث کے علمی کاموں اور ان کی علمی واجتہادی کاوشوں میں بھی جابجا نقائص نظر آئے۔ مصنفِ مذکور نے حدیث پر تدبّر اور غور و فکر کے کئی معیارات اور پیمانے متعارف کرائے ہیں۔ ان میں:

حدیث کا قرآن کے مطابق ہونا، احادیث کے مجموعی نظام کو سامنے رکھ کر حدیث کو سمجھنا، حدیث سے اخذ احکام کے وقت روایت بالمعنی کا لحاظ، رواۃِ حدیث کی غلطیوں پر نظر، اور متنِ حدیث پر درایتی نقد کرنا، اہم ہیں۔ آپ نے جامعین اور شارحینِ حدیث کے فہمِ حدیث میں بھی کئی نقائص نکالے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کی پرکھ کے لیے اصل کسوٹی قرآن مجید ہے۔ روایات کے ردّ و قبول میں انہوں نے اس کو معیار بنایا ہے اور جابجا اس سے استشہاد کیا ہے۔[1] "احادیث کے ساتھ قرآنی مطابقت" کے اصول کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ رقم طراز ہیں:

> صحیح علمی طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی طرح پورے ذخیرۂ حدیث پر بھی براہِ راست ان کے الفاظ، ان کے موقع و محل، ان کے سیاق وسباق، ان کے نظائر و شواہد اور قرآن کے ساتھ ان کی موافقت وعدم موافقت کے پہلوؤں سے غور کیا جائے اور بغیر کسی گروہی تعصب کے وہ حدیثیں اختیار کی جائیں، جو مذکورہ کسوٹی پر پورا اترتی ہوں۔[2]

متونِ حدیث میں وارد، الفاظ و اصطلاحات میں سے متعدد پر انہوں نے مختلف قسم کے اعتراضات وشبہات وارد کیے ہیں۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان کے باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا قَدْ اسْوَدُّوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَا أَوْ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ

Marfat.com

صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً۔قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو الْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ۔[3]

(اہلِ جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہلِ دوزخ، دوزخ میں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکالو، تو وہ اس حالت میں نکالے جائیں گے کہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر ان کو نہرِ حیا یا نہرِ حیات میں ڈال دیا جائے گا تو وہ وہاں سے اس طرح اگیں گے کہ جیسے دانے کسی نم زمین کے کنارے پر اُگ پڑتے ہیں۔ دیکھا نہیں وہ کس طرح لپٹے ہوئے زرد زرد نکلتے ہیں۔ وھیب کہتے ہیں کہ عمرو نے حیاۃ کا لفظ استعمال کیا ہے اور خردل من ایمان کی جگہ خردل من خیر کہا۔)

اس حدیث میں جناب امین احسن اصلاحی کو کئی اشکالات نظر آئے، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اس حدیث میں مذکور مجرمین کے دوزخ سے نکالے جانے کے تصور کا قرآن میں کہیں اشارہ تک نہیں ہے۔

۲۔ یہود کے عقائد کے ضمن میں ان کے جہنم میں چند روزہ سزا پانے کے عقیدہ کو من گھڑت عقیدہ بتایا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک، حدیث میں مذکور عقیدہ بھی (نعوذ باللہ) من گھڑت ہے۔

۳۔ آخرت میں نصب شدہ ترازو میں کوئی بھی خیر یا شر ایسا نہیں رہ جائے گا کہ جس کا لحاظ نہ کیا گیا ہو۔ لہٰذا ان کے نزدیک حدیث میں مذکور مومنین کو جہنم سے نکالنے کا نظریہ غلط ہے۔

۴۔ جنت اور دوزخ میں داخلہ ہمیشہ کے لیے ہو گا۔ لوگ جہنم سے کبھی نہ نکل سکیں گے، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔

Marfat.com

۵۔ جہنم کے کسی دور میں ٹھنڈا ہو جانے کا تصور قرآن میں کہیں موجود نہیں ہے۔ نیز یہ کہ

۶۔ عقائد کی بنیاد لازماً قرآن پر ہونی چاہیے، یہاں اس خبرِ واحد کا عقیدہ قرآن کے بیانات سے متناقض ہے، لہٰذا اس معاملے میں قرآن کے بیان کو حاکم سمجھا جائے گا۔[4]

مذکورہ بالا نکات کا تجزیہ ذیل کے صفحات میں پیشِ خدمت ہے۔

جناب امین احسن اصلاحی نے قرآن مجید اور حدیث میں تناقض کی جو صورت درج بالا اشکالات کی صورت میں ترتیب دی ہے، یہ اختراعِ ذہنی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے ایسی کوئی آیتِ کریمہ ذکر نہیں کی ہے جس میں صراحت کے ساتھ ان کے نظریات کی تائید ہوتی ہو۔ علاوہ ازیں جناب اصلاحی صاحب کا یہ دعویٰ کہ عقائد کی بنیاد لازماً قرآن پر ہونی چاہیئے، دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کسی دلیل نقلی و عقلی سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔ خود قرآن کی قرآنیت کا ثبوت بھی نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔

زیرِ نظر حدیث کے مضمون اور جناب اصلاحی کے اشکالات کا تعلق، اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ، عقیدۂ آخرت کے مختلف پہلوؤں اور عوامل سے ہے۔ عقیدۂ آخرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے، اور ایک ایسا وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا، اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا۔ اس زندگی کا ایک اہم مرحلہ وزنِ اعمال ہو گا۔ اچھے اعمال والے، نیک لوگوں کے لیے جنت ہو گی اور برے اعمال کے لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ دخولِ جنت و جہنم میں حدِ فاصل، ایمان ہے۔ ایمان ایک ایسی خصلت وصفت ہے، جس سے احکامِ شرعیہ میں متعدد جوہری تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں۔

شرعاً "ایمان" سے مراد خدا کے وجود و وحدانیت کی تصدیق کرنا، خدا کے آخری نبی ﷺ کی تصدیق کے ساتھ ان سب باتوں کے حق ہونے کا یقین کرنا، جو آپ ﷺ کے ذریعہ ہم

Marfat.com

تک ضروری طور سے پہنچ گئی ہیں۔ جیسے وجودِ انبیاء، کتبِ سماوی، ملائکہ، آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا، تقدیرِ خداوندی، عذابِ قبر، قیامِ قیامت، فرضیتِ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار یا تحریفی تاویل مرادفِ کفر ہوگی۔[5]

ایمان عقیدہ و دین کی اصل بنیاد ہے، اور اعمال وجوارح، اس کی فروع اور شاخیں ہیں۔ اصل ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے۔ زبان سے اقرار کرنا، اجرائے احکامِ اسلام کے لیے شرط ہے کہ آدمی کا مسلمان ہونا زبانی اقرار سے ہی معلوم ہو گا۔ ایک شخص دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے اقرار نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مسلمان ہے۔[6] اعمالِ صالحہ نماز، روزہ وغیرہ ایمان کے اجزائے ترکیبی نہیں۔ یعنی ایسے اجزاء نہیں کہ ان اعمال کے نہ کرنے سے آدمی کافر ہو جائے۔ ان اعمال سے ایمان کو زینت اور رونق حاصل ہوتی ہے اور ایمان کامل اور مکمل ہوتا ہے۔
[7] امام ابو حنیفہ، شیخ ابو منصور ماتریدی، شیخ ابوالحسن اشعری، اکثر محدثین وفقہاء اور متکلمین کہتے ہیں کہ ایمان بسیط ہے، جس کی حقیقت تصدیقِ قلبی ہے، تصدیقِ لسانی (نفاذ احکام اسلامی کے لیے یا بوقت مطالبہ) شرط یا رکنِ زائد ہے۔ اعمالِ جوارح، خلودِ نار سے بچنے کے واسطے، نیز ترقی ایمان و دخولِ اولی، جنت کے لیے ضروری ہیں۔ ان کی حیثیت وہ ہے جو فروع کی اصل کے ساتھ ہوتی ہے۔ تارکِ عمل اور مرتکب کبیرہ، مومنِ فاسق ہے۔ فسق کے باعث عذابِ جہنم کا سزاوار اور ایمان کی وجہ سے دخولِ جنت کا مستحق اور خلودِ نار سے محفوظ ہو گا۔[8]

اعمالِ صالحہ کی کمی بیشی کی وجہ سے لوگوں کے ایمانی مراتب مختلف ہوسکتے ہیں۔ کسی بد عملی اور گناہ سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ لیکن ایسی بد عملی جو اماراتِ کفر و علامتِ تکذیب ہو، آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے، مثلاً بُت کو سجدہ کرنا، قرآنِ حکیم کو نجاست میں ڈالنا یا کسی طریقہ سے اس کی توہین کرنا، تکذیب کی علامت ہونے کی بنا پر کفر ہے۔[9]

امام نووی کا قول:

وَاعْلَمْ أَنَّ مَذْهَب أَهْل السُّنَّة وَمَا عَلَيْهِ أَهْل الْحَقّ مِنْ السَّلَف

Marfat.com

وَالْخَلَف أَنَّ مَنْ مَاتَ مُوَحِّدًا دَخَلَ الْجَنَّة قَطْعًا عَلَى كُلِّ حَال. فَإِنْ كَانَ سَالِمًا مِنَ الْمَعَاصِي كَالصَّغِيرِ ، وَالْمَجْنُون وَالَّذِي اِتَّصَلَ جُنُونه بِالْبُلُوغِ ، وَالتَّائِب تَوْبَة صَحِيحَة مِنَ الشِّرْك أَوْ غَيْره مِنَ الْمَعَاصِي إِذَا لَمْ يُحْدِث مَعْصِيَة بَعْد تَوْبَته ، وَالْمُوَفَّق الَّذِي لَمْ يُبْتَلَ بِمَعْصِيَةٍ أَصْلًا ، فَكُلّ هَذَا الصِّنْف يَدْخُلُونَ الْجَنَّة ، وَلَا يَدْخُلُونَ النَّار أَصْلًا ، لَكِنَّهُمْ يَرِدُونَهَا عَلَى الْخِلَاف الْمَعْرُوف فِي الْوُرُود . وَالصَّحِيح أَنَّ الْمُرَاد بِهِ الْمُرُور عَلَى الصِّرَاط وَهُوَ مَنْصُوب عَلَى ظَهْرِ جَهَنَّم . أَعَاذَنَا اللَّه مِنْهَا وَمِنْ سَائِر الْمَكْرُوه .

وَأَمَّا مَنْ كَانَتْ لَهُ مَعْصِيَة كَبِيرَة وَمَاتَ مِنْ غَيْر تَوْبَة فَهُوَ فِي مَشِيئَة اللَّه تَعَالَى : فَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّة أَوَّلًا وَجَعَلَهُ كَالْقِسْمِ الْأَوَّل ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ الْقَدْرَ الَّذِي يُرِيدهُ سُبْحَانه وَتَعَالَى ، ثُمَّ يُدْخِلهُ الْجَنَّة فَلَا يَخْلُد فِي النَّار أَحَد مَاتَ عَلَى التَّوْحِيد وَلَوْ عَمِلَ مِنَ الْمَعَاصِي مَا عَمِلَ . كَمَا أَنَّهُ لَا يَدْخُل الْجَنَّة أَحَد مَاتَ عَلَى الْكُفْر وَلَوْ عَمِلَ مِنْ أَعْمَال الْبِرّ مَا عَمِلَ . هَذَا مُخْتَصَر جَامِع لِمَذْهَبِ أَهْل الْحَقّ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَة . وَقَدْ تَظَاهَرَتْ أَدِلَّة الْكِتَاب وَالسُّنَّة وَإِجْمَاع مَنْ يُعْتَدّ بِهِ مِنَ الْأُمَّة عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَة ، وَتَوَاتَرَتْ بِذَلِكَ نُصُوص تَحَصَّلَ الْعِلْم الْقَطْعِيّ . فَإِذَا تَقَرَّرَتْ هَذِهِ الْقَاعِدَة حُمِلَ عَلَيْهَا جَمِيع مَا وَرَدَ مِنْ أَحَادِيث الْبَاب وَغَيْره . فَإِذَا وَرَدَ حَدِيث فِي ظَاهِره مُخَالَفَة وَجَبَ تَأْوِيله عَلَيْهَا لِيَجْمَع بَيْن نُصُوص الشَّرْع ، وَسَنَذْكُرُ مِنْ تَأْوِيل بَعْضهَا مَا يُعْرَف بِهِ تَأَوَّلَ الْبَاقِي إِنْ شَاءَ اللَّه تَعَالَى . وَاللَّهُ أَعْلَم .

Marfat.com

وَأَمَّا شَرْح أَحَادِيث الْبَاب فَنَتَكَلَّم عَلَيْهَا مُرَتَّبَة لَفْظًا وَمَعْنًى إِسْنَادًا وَمَتْنًا .[10]

(اہلِ سنت کا مذہب یہی ہے، اور سلف و خلف بھی اسی موقف کے قائل ہیں کہ جس مسلمان کی وفات توحید کے عقیدے پر ہوئی، وہ بہر حال ایک نہ ایک دن جنت میں ضرور داخل کیا جائے گا۔ اگر وہ گناہوں سے محفوظ ہوا جیسے چھوٹا بچہ اور مجنون، ۔۔۔اور شرک و معاصی سے صحیح اور سچی توبہ کرنے والا، جب کہ اس نے توبہ کے بعد معصیت کا ارتکاب نہ کیا ہو، اور وہ شخص جو معصیات سے ہمیشہ دُور رہا، ان تمام اقسام کے لوگ ابتدا ہی سے جنت میں جائیں گے اور جہنم میں داخل ہی نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم اور دیگر ناپسندیدہ چیزوں سے بچائے۔

ہاں جس شخص نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا، اور بغیر توبہ کیے فوت ہو گیا، تو وہ اللہ کی مشیئت میں آ گیا، چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے شروع ہی سے معاف کر دیں اور اسے ابتدا ہی سے جنت میں داخل کر دیں، تو وہ پہلی قسم کی طرح ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ چاہے تو انہیں جس قدر چاہے عذاب دے دے۔ اور (عذاب سے گذارنے کے بعد) انہیں جنت میں داخل کر دے۔ اس لیے کہ جس کی موت توحید پر ہوئی، اسے ہیشگی کا عذاب نہ ہو گا۔ چاہے اس نے کتنے ہی معاصی کیوں نہ کیے ہوں۔ اسی طرح وہ وہ شخص جس کی موت کفر پر ہوئی، کبھی جنت میں داخل نہ ہو گا، چاہے اس نے کتنے ہی نیک اعمال کیوں نہ کیے ہوں۔

اس مسئلہ میں اہلِ حق کے موقف کا یہ مختصر بیان ہے۔ اور اس قاعدہ پر کتاب و سنت اور اجماع کے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ اور ان

Marfat.com

کے نصوص تواتر کے ساتھ اس میں منقول ہیں۔ یہ قاعدہ چوں کہ ثابت شدہ ہے، اس لیے اس باب میں وارد ہونے والی تمام احادیث کو اس پر لاگو کیا جائے گا۔ اگر کوئی حدیث اس قاعدہ کے بظاہر خلاف نظر آئے گی، تو اس کی تاویل کی جائے گی تاکہ نصوص شرعیہ کو جمع کیا جاسکے۔)

مومن مجرمین اور کافر مجرمین کے انجامِ آخرت میں فرق

مجرمین کی دو قسمیں ہیں، مومن و مسلمان مجرمین اور کافر، مشرک اور منافق مجرمین، ان دونوں کا معاملہ اللہ کے ہاں جداگانہ ہے۔نافع بن ازرق ، مشہور معتزلی کا ایک مکالمہ ، "انوارالباری" میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک اہلِ سنت عالم سے پوچھا کہ آخرت میں کفار کس جگہ جائیں گے ؟ اس نے کہا دوزخ میں۔ پوچھا مومن کہاں جائیں گے ؟ کہا ان کی دو قسم ہیں، نیک جنت میں جائیں گے اور مومن فاسق فاجر کو خدا چاہے گا تو گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا اور چاہے گا تو ایمان کی وجہ سے اس کی بخشش فرمادے گا۔ اس نے پھر کہا کہ آخر تم نے اس کے لیے کون سی جگہ متعین کی ؟ اس نے کہا مجھے اس کے لیے کوئی ایک جگہ طے کرنے کا کوئی حق نہیں بلکہ اس کے فیصلے کو خدا کی طرف مؤخر کرتا ہوں۔[11]

امام ابو حنیفہ کی مشہور محدث عثمان بتی کے نام ایک تحریر بہت اہم ہے، جس کی تمہید میں ایمان و اسلام، عقیدہ و عمل کے بارے میں کچھ اصولی باتیں تحریر فرمائیں اور آخر میں لکھا کہ "میرا قول یہ ہے کہ اہلِ قبلہ سب مومن ہیں اور فرائض کے ترک سے کافر نہیں ہوسکتے۔ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے، وہ مومن اور جنتی ہے، جو ایمان و اعمال کا تارک ہے، وہ کافر اور دوزخی ہے، جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اس سے ترک ہو جاتے ہیں، وہ مسلمان ضرور ہے مگر گناہ گار مسلمان ہے، خدا کو اختیار ہے اس پر عذاب کرے یا معاف کر دے۔"[12]
علامہ انور شاہ کشمیری نے ایک محدث کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایمان کا اطلاق اس چیز پر بھی

Marfat.com

ہوتا ہے جو اساس و بنیاد ہے نجات کے لیے، اور اس پر بھی ہوتا ہے جو ایمانِ کامل اور پوری نجات کا ضامن ہے، اور اس بات میں بھی کسی کا خلاف نہیں ہے۔[13]

مومن کے ہر نیک عمل کا قبول ہونا ضروری نہیں اور ہر برے عمل کا معاف ہونا ضروری نہیں۔ نیک عمل شرائطِ قبولیت کے ساتھ کیا گیا ہو اور اسے باطل نہ کیا ہو، یہاں تک کہ ایمان پر خاتمہ ہو گیا ہو، اللہ تعالیٰ ایسے عمل کو قبول فرمالیں گے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ پر لازم اور ضروری نہیں ہے۔ بُرے عمل کے بعد شرائطِ توبہ کے ساتھ توبہ کی گئی ہو تو اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمالیتے ہیں، مگر یہ ان پر لازم اور ضروری نہیں۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[14]

(آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے) لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ[15] (وہ اپنے کاموں کے لئے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔)، اور مزید یہ کہ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ[16] (جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے)

شرح عقائد میں ہے: و یجو ز العقاب علی الصغیرۃ والعفو عن الکبیرۃ[17] (اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی چھوٹے گناہ پر پکڑ لیں، اور چاہیں تو کسی بڑے گناہ کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں)

کافر مجرمین کا ذکر اس آیت میں موجود ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰي يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ[18]

Marfat.com

(جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں)

۲۔ یہود کا من گھڑت عقیدہ اور حدیث کا مفہوم

یہود کے من گھڑت عقیدہ کا ذکر قرآنِ حکیم کی اس آیت میں موجود ہے، جس کا حدیث میں موجود گناہ گار مومن کے جہنم سے نکلنے کے بیان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ[19] (یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی نہ جائے گا، یہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں، ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل تو پیش کرو)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات اور ایک دوسرے پر ردّ کا ذکر فرما کر ان کی نادانی اور اس اختلاف کے مضرّ اثرات کا بیان کیا ہے۔

۳۔ آخرت میں میزان کا قائم ہونا، اعمال کا وزن اور حساب کتاب۔

اسلامی عقیدہ

آخرت میں میزان کے قائم ہونے، اور اعمال کے وزن کے بارے میں اسلامی عقیدے کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

وزنِ اعمال سے متعلق ارشاد ہوا:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[20]

(اور تول اس دن ٹھیک ہوگی پھر جس کی تولیں بھاری ہوئیں سو وہی ہیں

Marfat.com

نجات پانے والے)

بخاری و مسلم میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بعض موٹے فربہ آدمی آئیں گے جن کا وزن اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا، اور اس کی شہادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی، فلا نقیم لہم یوم القیامۃ وزنا، یعنی قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قرار نہ دیں گے۔[21]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی ٹانگیں ظاہر میں کتنی پتلی ہیں لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت کی میزان عدل میں ان کا وزن اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا۔[22]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس پر امام بخاری نے اپنی کتاب کو ختم کیا ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ[23] (دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں مگر میزان عمل میں بہت بھاری ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں، اور وہ کلمے یہ ہیں: سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم)

حضرت عبداللہ ابن عمر، رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ سبحان اللہ کہنے سے میزان عمل کا آدھا پلہ بھر جاتا ہے، اور الحمد للہ سے باقی آدھا پورا ہو جاتا ہے۔[24]

ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میزانِ عمل میں حُسنِ خلق کے برابر کوئی

Marfat.com

عمل وزنی نہیں ہو گا۔[25]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ایسے دو کام بتاتا ہوں جن پر عمل کرنا انسان کے لئے کچھ بھاری نہیں، اور میزانِ عمل میں وہ سب سے زیادہ بھاری ہوں گے، ایک حُسنِ خلق، دوسرے زیادہ خاموش رہنا، یعنی بلا ضرورت کلام نہ کرنا۔[26]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں بروایت حضرت حازم رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ جبرئیل امین تشریف لائے تو وہاں کوئی شخص خوفِ خدا تعالیٰ سے رو رہا تھا، تو جبرئیل نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال کا تو وزن ہو گا مگر خدا و آخرت کے خوف سے رونا ایسا عمل ہے جس کو تولا نہ جائے گا، بلکہ ایک آنسو بھی جہنم کی بڑی سے بڑی آگ کو بجھا دے گا[27]. ایک حدیث کے مطابق لوگوں کو دین کے احکام و مسائل بتلانا یا سکھانا وزن میں اضافے کا سبب بنے گا۔[28]

مذکورہ بالا احادیث سے عیاں ہے کہ بعض معمولی اعمال کا اجر، اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دنیاوی پیمانوں سے ناپ کر مفہومِ حدیث پر اعتراضات وارد نہیں کیے جا سکتے۔ قیامت کے وزن اعمال کے سلسلہ میں اس طرح کی متعدد روایاتِ حدیث موجود ہیں۔

اور مسند، بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو اپنے لڑکوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تمہیں کلمہ لا الہ الا اللہ کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور زمین ایک پلّہ میں اور کلمہ لا الہ الا اللہ دوسرے پلّہ میں رکھ دیا جائے تو کلمہ کا پلہ بھاری رہے گا، اسی مضمون کی روایات حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس اور

Marfat.com

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم سے معتبر سندوں کے ساتھ کتب حدیث میں منقول ہیں [29]۔

ان تمام آیات وروایات کا حاصل یہ ہے کہ مؤمن مسلمان کا پلہ بھی کبھی بھاری کبھی ہلکا ہو گا، اس لئے بعض علماء تفسیر نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں وزن دو مرتبہ ہو گا، اول کفر وایمان کا وزن ہو گا، جس کے ذریعہ مؤمن، کافر کا امتیاز کیا جائے گا۔ اس وزن میں جس کے نامہ اعمال میں صرف کلمہ ایمان بھی ہے اس کا پلّہ بھاری ہو جائے گا، اور وہ کافروں کے گروہ سے الگ کر دیا جائے گا، اور اسی کے مطابق اس کو جزاء وسزاء ملے گی، اس طرح تمام آیات اور روایات کا مضمون اپنی اپنی جگہ درست اور مربوط ہو جاتا ہے [30]

۴۔ جنت وجہنم کی حقیقت، اس میں داخل ہونا اور نکلنا

اصلاحی صاحب کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی اشارہ تک نہیں کہ دوزخ میں داخل کیے جانے کے بعد کسی مجرم کو اس میں سے نکالا جائے گا۔ خلود فی النار کا ذکر بڑے محکم الفاظ میں ہے [31]

جنت ودوزخ میں داخلہ ہمیشہ کے لیے ہو گا، یا عارضی، اس میں کچھ تفصیل ہے۔

جنت حق ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعام کی جگہ ہے۔ اس کی لمبائی چوڑائی بے حد وحساب ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ [32] (اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو، جسکا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے) جنت دائمی ہے اور اور اہلِ جنت اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جو ایک مرتبہ جنت میں داخل ہو جائے گا وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔ (لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ [33] نہ تو وہاں انھیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے)

Marfat.com

جنت میں داخلہ کا استحقاق

تمام اہل جنت کا جنت میں داخلہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت و کرم سے ہو گا، جنت میں کسی کا داخلہ اللہ تعالیٰ پر واجب اور ضروری نہیں۔ قرآنِ حکیم کی کئی آیات اس پر دال ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ [34](وہ اپنے کاموں کے لئے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں)

ایک مشہور حدیث ہے۔قَارِبُوا وَسَدِّدُوا وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْتَ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ[35](کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو بھی نہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل ورحمت (کے دامن) میں ڈھانپ لے اس لئے تم میانہ روی اختیار کرو، اور اللہ کا قرب طلب کرو۔)

جنت کافر و مشرک پر حرام ہے۔ کوئی کافر، مشرک اور منافق ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

قرآن مجید کی آیات اور بہت سی روایات حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دنیا دارالعمل، اور آخرت دارالجزاء ہے۔ دنیا میں کیا جانے والا عمل شریعت کے مطابق ہے تو حسنہ اور اس کے برعکس ہے تو سیئہ۔ یومِ محشر، مسلمان کی حسنات اور سیئات کو تولا جائے گا۔ کسی کی حسنات کا پلہ بھاری ہو گا، کسی کے گناہوں کا، جس کی حسنات کا پلّہ بھاری رہے گا وہ نجات پائے گا، جس کی سیئات اور گناہوں کا پلہ بھاری ہو گا اس کو عذاب ہو گا۔

مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت میں ہے:

Marfat.com

۱۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـئًا ۔ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۔ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ[36]

(ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کرینگے اس لئے کسی شخص پر ادنیٰ ظلم نہیں ہو گا جو بھلائی یا بُرائی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی نے کی ہے وہ سب میزان عمل میں رکھی جائے گی، اور ہم حساب کے لئے کافی ہیں)

۲۔ اور سورہ قارعہ میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ ثَـقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝[37]

(جس کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گا وہ عمدہ عیش میں رہے گا، اور جس کا پلہ نیکی کا ہلکا ہو گا اس کا مقام دوزخ ہو گا)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا کہ جس مؤمن کا پلہ حسنات کا بھاری ہو گا وہ اپنے اعمال کے ساتھ جنت میں اور جس کا پلہ گناہوں کا بھاری ہو گا وہ اپنے اعمال کے ساتھ جہنم میں بھیج دیا جائے گا[38]

۳۔ جنت میں اولین داخلہ کی بنیاد ایمان اور اعمالِ صالحہ ہی ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَـرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۔ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[39]

(اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے اور ان کے لئے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ

Marfat.com

رہنے والے ہیں)

صاحبِ معارف القرآن، نے تفسیر روح البیان اور تفسیر قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہاں مومنین کو جنت کی بشارت دینے کے لئے ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی قید لگائی ہے کہ ایمان بغیر عمل صالح کے انسان کو اس بشارت کا مستحق نہیں بناتا اگرچہ صرف ایمان بھی جہنم میں خلود اور دوام سے بچانے کا سبب ہے اور مؤمن کتنا بھی گنہگار ہو کسی نہ کسی وقت میں وہ جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں پہنچے گا مگر عذاب جہنم سے بالکل نجات کا بغیر عمل صالح کے کوئی مستحق نہیں ہوتا۔

جنت میں خلود کی خوش خبری

جنت میں ایمان و عملِ صالح و تقویٰ والوں کے لیے خلود کی خوش خبری ہے۔ جیسے قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا:

۱۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [40] (اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے)

۲۔ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ [41] (آپ کہہ دیجئے! کیا میں تمہیں اس سے بہت ہی بہتر چیز نہ بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں)

اس مضمون کی دیگر آیات قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔[42]

Marfat.com

جنت کے حرام ہونے اور جہنم کے ٹھکانہ ہونے کا ذکر کفار کے لیے ہے۔

جنت کے حرام ہونے اور جہنم کے ٹھکانے ہونے کا ذکر کفار و منافقین کے لیے ہے۔ خلود فی النار بھی صرف کفار و منافقین کے لیے ہے۔ شامتِ اعمال کے سبب دوزخ میں ڈالے جانے والے مومن کی سزا ہمیشہ کے لیے نہیں ہوگی۔ ارشاد ہوا!

۱۔ وَنَادٰٓي اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ[43] (اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے بندش کر دی ہے)

۲۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ[44] (تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو، سب دوزخ کا ایندھن بنو گے، تم سب دوزخ میں جانے والے ہو)

۳۔ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ[45] یہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اور (تسلی رکھیں) جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے)

۴۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭوَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭاِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭوَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ[46] (بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جن کا قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، حالانکہ خود مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور گناہگاروں کی

Marfat.com

مدد کرنے والا کوئی نہیں ہو گا)

۵۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[47] (اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں، وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے)

۶۔ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ[48] (پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا)

۷۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ[49] (یہ چاہیں گے کہ وہ دوزخ میں سے نکل جائیں لیکن یہ ہرگز اس میں سے نہیں نکل سکیں گے، ان کے لئے دوامی عذاب ہیں)

تیسری آیت میں یہ بھی واضح کر دیا کہ کفار کا یہ عذاب دائمی ہو گا، جس سے وہ کبھی نجات نہ پائیں گے۔

اس مضمون کی دیگر آیات قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔[50]

۸۔ قرآنِ حکیم میں جہاں، جہنم میں چند دن رہنے کے باطل گمان کا ذکر کیا گیا ہے، ان مقامات پر مراد کفار ہی ہیں، چاہے وہ مشرکین میں سے ہوں یا یہود و نصاریٰ میں سے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ[51]

(اس کی وجہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہمیں تو گنے چنے چند دن ہی آگ جلائے گی، ان کی گھڑی گھڑائی باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے)

سورۂ توبہ میں متعدد مقامات پر منافقین کے خلود فی النار کا ذکر ہے۔

۹۔ شفاعت کی تردید بھی کفار کے لیے ہے۔

Marfat.com

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ [52] (انہوں نے اللہ کے ہمسر بنا لئے کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ خیر مزے کر لو تمہاری بازگشت تو آخر جہنم ہی ہے)

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا [53]

(کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں؟ کہ میرے سوا وہ میرے بندوں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟(سنو) ہم نے تو ان کفار کی مہمانی کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے)

۱۰۔ کفار جہنم میں تخفیف کی درخواست کریں گے، جو مانی نہیں جائے گی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ [54] اور (تمام) جہنمی مل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کر دے)

۱۱۔ جہنم کا عذاب کافروں کے لیے دائمی یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا، گنہ گار مسلمانوں کے لیے عارضی عذاب ہوگا، وہ اگر اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے تو ایک نہ ایک دن ضرور نکال لیے جائیں گے اور بالآخر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ [55] (لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہونگے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی رہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے یہ بے انتہا بخشش ہے)

مفسرِ قرآن، علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ ان آیات کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

Marfat.com

۱۔ ایک یہ کے جس قدر مدت آسمان وزمین دنیا میں باقی رہے اتنی مدت تک اشقیاء دوزخ میں اور سعداء جنت میں رہیں گے مگر جو اور زیادہ چاہے تیرا رب، وہ اسی کو معلوم ہے۔ کیونکہ ہم جب طویل سے طویل زمانہ کا تصور کرتے ہیں تو اپنے ماحول کے اعتبار سے بڑی مدت یہ ہی خیال میں آتی ہے۔ اسی لیے "مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" وغیرہ الفاظ محاورات عرب میں دوام کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں۔ باقی دوام و ابدیت کا اصلی مدلول جسے لامحدود زمانہ کہنا چاہیے وہ حق تعالیٰ ہی کے علم غیر متناہی کے ساتھ مختص ہے۔ جس کو "مَاشَاءَ ربک" سے ادا کیا۔

۲۔ دوسرے معنی آیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ لفظ (مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ) ہود ۱۰۷:۱۱) آسمان وزمین سے آخرت کا زمین و آسمان مراد لیا جائے۔ جیسے فرمایا (یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ) ابراہیم ۱۴: ۴۸) مطلب یہ ہوا کہ اشقیاء دوزخ اور سعداء جنت میں اس وقت تک رہیں گے جب تک آخرت کے زمین و آسمان باقی رہیں، یعنی ہمیشہ۔ مگر جو چاہے تیرا رب تو موقوف کر دے، وہاں ہمیشہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جنتیوں اور دوزخیوں کا خلود بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے۔ لیکن وہ چاہ چکا کہ کفار و مشرکین کا عذاب اور اہل جنت کا ثواب کبھی موقوف نہ ہو گا۔ چنانچہ فرمادیا (وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ) البقرة ۲:۱۶۷) اور (یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ) المائدہ ۵:۳۷) اور (اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ) النسآء ۴ :۴۸)[56]

گناہ گار اہل توحید مسلمان

علامہ شبیر احمد عثمانی کی رائے میں، جو مسلمان گناہوں کی بدولت دوزخ میں ڈالے جائیں گے (العیاذ باللہ) ان کے متعلق احادیث صحیحہ نے ہم کو خدا کی مشیت پر مطلع کر دیا ہے کہ ایک

Marfat.com

دن ضرور ان کو نکال کر جنت میں پہنچائیں گے جہاں سے کسی جنتی کو کبھی نکلنا نہیں۔ شاید اسی لحاظ سے جنتیوں کے ذکر میں (عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ)(ھود ۱۱: ۱۰۸)(خدا کی بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہو گی) اور اشقیاء کے ذکر میں (اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ) ھود ۱۱: ۱۰۷)(بے شک تیرا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے) ارشاد ہوا۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ بعض اشقیاء دوزخ سے نکالے جائیں گے مگر سعید کوئی جنت سے خارج نہ کیا جائے گا۔ (تنبیہ) "اِلَّامَاشَآءَ رَبُّكَ" (مگر جو تمہارا پروردگار چاہے) سے متنبہ فرما دیا کہ خدا کے ہمیشہ رہنے اور مخلوق کے ہمیشہ رہنے میں فرق ہے، کسی مخلوق کا ہمیشہ رہنا کئی وجوہ کی بنا پر خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ جب چاہے فنا کر سکتا ہے۔ نیز یہ جتلا دیا کہ جزاء و سزا دینا اس کے اختیار و مشیت کے تابع ہے۔ "آریہ سماج" وغیرہ کے عقیدہ کے موافق وہ اس پر مجبور نہیں۔[57]

ایک حدیث ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنْ النَّارِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْرِجُوا مِنْ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً أَخْرِجُوا مِنْ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً أَخْرِجُوا مِنْ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً[58]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہشام (راوی) نے کہا آگ سے نکالا جائے گا اور شعبہ کی روایت میں ہے آگ سے نکالو اس شخص کو جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔ اسے بھی جہنم سے نکال لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہے۔ اسے بھی جہنم سے نکالو جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہا اور اس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے۔ شعبہ نے کہا اس کو بھی جس

Marfat.com

کے دل میں جو کے برابر ایمان ہے۔)

صحیح مسلم کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاءَكَ مَنْ تُكَلِّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ ذَاكَ جِبْرِيلُ عَرَضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ فَقَالَ بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ نَعَمْ وَإِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ[59]

(۔۔۔۔اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حرہ کی طرف کون گفتگو کر رہا تھا میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا فرمایا وہ جبرائیل تھے جو حرہ میں میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا اپنی امت کو خوشخبری دے دو جو اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا جنت میں داخل ہو گا میں نے کہا اے جبرائیل اگرچہ اس نے چوری یا زنا کیا ہو کہا جی ہاں فرمایا میں نے کہا اگرچہ اس نے چوری اور زنا کیا اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا اگرچہ اس نے چوری اور زنا کیا ہو اس نے کہا ہاں اگرچہ اس نے شراب پی۔)

صحیح مسلم کا ایک باب ہے، جس کا عنوان ہے،بَاب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا(اس بات کی دلیل کہ جو شخص، ایمان کی حالت میں مرا، وہ(ایک نہ ایک دن) جنت میں داخل ہو گا)۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان، کے ایک اور باب کا عنوان ہے: بَاب أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا (سب سے ادنی درجہ کے جنتی کا بیان)اس کی حدیث نمبر ۲۸۰ کے الفاظ ہیں: أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ

Marfat.com

يُخرِجُ قومًا مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ قَالَ نعم (کہا کہ کیا آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی بنا پر کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائیں گے! انہوں نے فرمایاہاں)

صحیح مسلم کے کتاب الایمان،باب أَدْنٰی أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا(سب سے ادنی درجہ کے جنتی کا بیان) میں متعدد حدیثیں اسی مضمون کی ہیں۔ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

> عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّ. (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سفارش سے آگے سے نکلے گی اور وہ لوگ پھر جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا نام جہنمین رکھا جائے گا)[60]

سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

> قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُيِّرْتُ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ وَبَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعَمُّ وَأَكْفَى أَتُرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِينَ لَا وَلَكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْخَطَّائِينَ الْمُتَلَوِّثِي (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اختیار ملا ہے کہ یا شفاعت کروں یا میری آدھی امت کو جنت ملے اور آدھی دوزخ میں جائے تو میں نے شفاعت کو اپنایا کیونکہ وہ تو عام ہوگی کافی ہوگی اور تم سمجھتے ہو کہ میری شفاعت صرف پرہیزگاروں کیلیئے ہوگی نہیں وہ ان سب سے پہلے ہوگی جو گناہگار خطاکار اور قصوروار ہوں گے)۔[61]

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر سے اور میزان سے بھلائی کا کوئی ذرہ بچے گا نہیں، بلکہ خفت موازینہ کے نتیجہ میں دوزخ کا فیصلہ کیا جائے گا، لیکن شفاعت کے بعد اسے وہاں سے ایک نہ ایک

Marfat.com

دن نکال دیا جائے گا۔

۵۔ اہلِ ایمان کا بداعمالیوں کے سبب جہنم میں جانا

اہلِ ایمان میں سے جو لوگ بداعمالیوں میں مشغول رہے، انہیں ان کی بداعمالیوں کے سبب جہنم میں جانا پڑے گا۔ شیطان کی رفاقت اور اس کا اتباع، گمراہ کر کے عذابِ جہنم کی طرف لے جانے والا ہے۔

۱۔ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ [62] (جس پر (قضائے الٰہی) لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا)

۲۔ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ [63] (تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا۔ وہ جواب دیں گے ہم نمازی نہ تھے۔)

۳۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا [64] (پھر ان کے بعد ایسے اطاعت نہ کرنے والے پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔)

اس آیت کی تفسیر میں مفسر عثمانی کا کہنا ہے کہ جو لوگ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے۔ نماز جو اہم العبادات ہے اسے ضائع کر دیا۔ اس طرح کہ بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے۔ بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں۔ بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط و حقوق کی رعایت نہ کی ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کو دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے۔ حتی کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ہی "غیّ" ہے۔[65]

Marfat.com

۴۔ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا 38ۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی[66](تو جس (شخص) نے سرکشی کی (ہو گی) اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہو گی۔ (اسکا) ٹھکانا جہنم ہی ہے)

۵۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ [67](اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہونگے)

نماز نہ پڑھنا، سرکشی کرتے ہوئے دنیاوی زندگی کو ترجیح دینا، جان بوجھ کر تعدی اور ظلم کی راہ سے کسی مال ناحق لے لینا یا کسی کو ناحق قتل کرنا اور فسق و فجور میں مبتلا رہنا اور توبہ نہ کر سکنے کا نتیجہ دخولِ جہنم ہو گا۔

۵۔ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا[68](اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم سے کرے گا تو عنقریب ہم اسکو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے)

٦۔ وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا [69](اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

یہاں مومن مسلمان کو ناحق قتل کرنے والے کے لیے دائمی جہنم کے عذاب کا ذکر ہے، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی، صاحبِ تفسیر بیان القرآن کا کہنا ہے کہ اللہ کا فضل ہے کہ یہ اصلی سزا جاری نہ ہو گی بلکہ ایمان کی برکت سے آخر کو نجات ہو جائے گی تمام اہل حق متفق ہیں کہ بجز کفر و شرک کے کوئی امر وجب خلود فی النار نہیں۔

۷۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِیْرًا .[70](جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب

Marfat.com

فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزوراور مغلوب تھے فرشتے کہتے ہیں کیااللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے)

۸۔ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا .[71] (پھر ہم پرہیز گاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔)

آیتِ مذکور کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی ہر نیک و بد، مجرم و بری، اور مومن و کافر کے لیے حق تعالیٰ قسم کھا چکا اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اس کا گزر ہو گا، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ کو گیا ہے جسے عام محاورات میں "پل صراط" کہتے ہیں، اس پر لا محالہ سب کا گزر ہو گا خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔ (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق، نیز انبیاء ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے، اور آخر میں براہِ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا۔ دوزخ سے نکالے جائیں گے، صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائے گا مگر صالحین پر وہ آگ بردو سلام بن جائے گی، وہ بے کھٹکے اس میں سے گزر جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔[72]

۹۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ گ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۔[73]

(اور جو یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ، کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے)

Marfat.com

۱۰۔ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰی بِهَا صِلِیًّا [74] (پھر ہم انھیں بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم کے داخلے کے زیادہ سزاوار ہیں۔)

بقول مفسر عثمانی، منکرینکے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش، سرکش اور اکڑباز تھے، انھیں عام مجرموں سے علیحدہ کر لیا جائے گا۔ پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہو گا وہ خدا کے علم میں ہے اس کو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائے گا۔[75]

۱۱۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ [76] (دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہیں جھکنا ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے)

آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ظلم وجور میں خود مبتلا ہونے کو تو دین و دنیا کی تباہی سبھی جانتے ہیں مگر ظالموں کی طرف ادنیٰ سا جھکاؤ اور میلان، ان سے راضی ہونا، ان پر اعتماد کرنا بھی انسان کو اسی بربادی کے کنارے لگا دیتا ہے۔ اس جھکاؤ اور میلان سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق صحابہ و تابعین کے چند اقوال منقول ہیں جن میں کوئی تعارض و اختلاف نہیں، سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی کرنا، ان کا کہنا ماننا، ان کی طرف کسی طرح کا بھی میلان رکھنا، ان کے اعمال و افعال کو پسند کرنا، ان سے مداہنت کرنا یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار کرنا، ان کی صحبت میں بیٹھنا، شکل و صورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا، یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے۔[77]

دنیا کے بعض ساتھی ابتداءً جہنم میں ہوں گے

مسلمان اہل توحید، جن کے لیے جنت کا فیصلہ ہو جائے گا، انہیں جب یہ معلوم ہو گا کہ ان کے بعض ساتھی، اپنے اعمال کے ہلکے ہونے کی بنا پر جہنم میں ہیں، تو وہ اللہ رب العزت سے مطالبہ کریں گے کہ انہیں اجازت دی جائے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو بھی جنت میں ساتھ لے جائیں،

Marfat.com

اس کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں ہے۔

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ [78] (اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر کئے جانے والوں میں ہوتا۔)

تفسیر عثمانی کے الفاظ ہیں: "یعنی اس جنتی کو اپنے ساتھی کا حال دکھلا دیا جائے گا کہ ٹھیک دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اسے عبرت ہو گی اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئے گا۔ کہے گا، کم بخت! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا۔ محض اللہ کے احسان نے دستگیری فرمائی جو اس مصیبت سے بچالیا اور میرا قدم راہ ایمان و عرفان سے ڈگمگانے نہ دیا ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا۔ اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔" [79]

۶۔ عقیدہ شفاعت کی حقیقت، اس کے احکام اور اقسام

شفاعت کے لفظی معنے ملنے یا ملانے کے ہیں اسی وجہ سے لفظ شفعہ عربی زبان میں جوڑے کے معنی میں آتا ہے اور اس کے بالمقابل لفظ وتر بمعنے طاق استعمال کیا جاتا ہے اس لئے شفاعت کے لفظی معنی یہ ہوئے کہ کسی کمزور طالب حق کے ساتھ اپنی قوت ملا کر اس کو قوی کر دیا جائے، یا بے کس اکیلے شخص کے ساتھ خود مل کر اس کو جوڑا بنا دیا جائے۔ [80]

قیامت کے دن شفاعت بھی ہو گی، لیکن شفاعت نہ تو ہر کوئی کر سکے گا اور نہ ہی ہر کسی کی کر سکے گا۔ خاص لوگوں کو شفاعت کی اجازت ہو گی اور خاص لوگوں کے لیے ہو گی۔ سب سے بڑی اور سب سے پہلی شفاعت حضور اکرم ﷺ کی ہو گی، جس کو شفاعتِ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں آپ ﷺ کے اسی استحقاق کو "مقامِ محمود" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [81]

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ [82] (قیامت کے دن میں حضرت آدم کی اولاد کا سردار

Marfat.com

ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔)

شفاعت صرف وہی لوگ کریں گے جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت ہو گی، بلا اجازت کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ علماء کرام نے شفاعت کئی اقسام بیان کی ہیں، ایک قسم شفاعت کی ان گنہ گاروں کے لیے ہو گی جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے اور یہ شفاعت انہیں جہنم سے باہر نکالنے کے لئے ہو گی۔[83]

صحیح بخاری کی روایت ہے:قَالَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ شُفِّعْتُ فَقُلْتُ يَا رَبِّ أَدْخِلْ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ خَرْدَلَةٌ فَيَدْخُلُونَ ثُمَّ أَقُولُ أَدْخِلْ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى شَيْءٍ فَقَالَ أَنَسٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَصَابِعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[84] (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ اے پروردگار اس شخص کو بخش دے جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو چنانچہ وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے پھر میں عرض کروں گا اس شخص کو جنت میں داخل کر دے جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں گویا رسول اللہ کی انگلیوں کو دیکھ رہا ہوں (جن سے اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا)

نبی کریم ﷺ اپنے اہلِ ایمان امتیوں کے لیے اللہ ربّ العزّت سے سفارش کریں گے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے:-أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ[85] (سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ شخص ہو گا جو صدق دل سے یا اپنے خالص جی سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دے)

Marfat.com

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ (مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی،)[86] اور ایک دوسری حدیث میں حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اس کو قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہو گی)[87] کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (ابو طالب) کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امید ہے قیامت کے دن انہیں میری شفاعت کچھ نفع دے جائے گی کہ وہ آگ کے درمیان درجہ میں کر دیئے جائیں گے کہ آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔[88]

شفاعت کے کئی مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ میزان و حساب کتاب سے قبل کا ہے کہ جب لوگ دیگر انبیاء سے عرض پرداز ہونے کے بعد آخر میں نبی ﷺ کے پاس پہنچیں گے اور آپ سجدے میں گر جائیں گے۔ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ۔۔۔ ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى۔۔۔[89] (پھر حکم باری ہو گا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے سر کو اٹھایئے اور مانگئے جو آپ مانگنا چاہتے ہیں جو شفاعت آپ کریں گے قبول کی جائے گی میں سجدے سے سر کو اٹھا کر امتی امتی کہوں گا حکم ہو گا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی امت میں ان ستر ہزار لوگوں کو جن کا حساب کتاب نہیں ہو گا داہنے دروازے سے جنت میں داخل کر دیجئے اور ان کو بھی اختیار ہے جس دروازے سے چاہیں داخل ہو جائیں اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جنت کے ایک دروازہ کی چوڑائی اتنی ہے جیسا مکہ اور حمیر کے درمیان کا فاصلہ یا مکہ اور بصری کے درمیان کی مسافت)

یہ اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا

Marfat.com

وَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي فِي الْآخِرَةِ۔[90] (آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنا اپنا مطلوب مانگ لیا یا یہ فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، چنانچہ انہوں دعا کی اور مقبول بھی ہو گئی (لیکن) میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کرلی ہے)

صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کر لئے ایک دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول کی جاتی ہے تو ہر نبی نے جلدی کی کہ اپنی اس دعا کو مانگ لیا ہے اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے سنبھال رکھا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو میری شفاعت میری امت کے ہر اس آدمی کے لئے ہو گی جو اس حال میں مر گیا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہو۔[91]

اسی مرحلے کو ایک اور روایت میں آپ علیہ السلام نے زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث میں آتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔ نبی کریم ﷺ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ایک مقرر کردہ حد تک اپنی امت کے لوگوں کو جنت میں داخل کریں گے، انہیں دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل کریں گے، بعد ازاں مزید کو داخل فرمائیں گے۔ اسی طرح پھر مزید لوگوں کو جنت میں داخل کریں گے۔ حدیث کے ایک راوی قتادہ نے کہا کہ میں انس کو کہتے ہوئے سنا کہ میں (یعنی نبی ﷺ)، ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا یہاں تک کہ دوزخ میں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا، بجز ان کے جن کو قرآن نے روک رکھا ہو گا یعنی (قرآن کی روسے) جن پر دوزخ میں ہمیشہ رہنا واجب ہے۔ انس کا بیان ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمو داً اور فرمایا کہ یہی مقام محمود ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ کیا گیا تھا۔[92]

شفاعت کی اجازت انبیاء، اولیاء، علماء، شہداء، حفاظ، صلحاء، اور فرشتوں کو ہو گی۔ قرآن اور روزہ بھی سفارش کر سکیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض لوگ ایک گروہ کی سفارش کریں گے بعض ایک قبیلہ کی بعض ایک جماعت کی اور کچھ لوگ ایک ایک آدمی کی سفارش کریں گے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔[93]

ایک حدیث پاک کے الفاظ ہیں:-فیقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتْ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (پس پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ملائکہ نے شفاعت کرلی، نبیوں نے اور مومنوں نے بھی شفاعت کرلی، اب صرف (مجھ) ارحم الراحمین کی ذات بچ گئی ہے (جس نے حتمی شفاعت کرنی ہے)[94]

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طريق الروية، رقم الحدیث: ۲۶۷ ایک طویل حدیث ہے، اس کے بعض الفاظ ہیں:

---قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو جو دوزخ میں گرے پڑے ہوں گے ان کو چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس طرح جھگڑیں جس طرح کہ کوئی اپنا حق مانگنے کے لئے بھی نہیں جھگڑتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے ہمارے ساتھ حج کرتے تھے ان سے کہا جائے گا جن کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو ان لوگوں پر دوزخ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان بہت سی تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکلوا لائیں گے جن میں سے بعض کی آدھی پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا ہو گا پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو دوزخ سے نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی کوئی بھلائی ہے اسے بھی دوزخ سے نکال لاؤ پھر جنتی لوگ بہت سی تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے

Marfat.com

اللہ جن لوگوں کو تو نے ہمیں دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا پھر اللہ فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی اگر کوئی بھلائی ہے اسے بھی دوزخ سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ جن لوگوں کو تو نے ہمیں دوزخ سے نکالنے کو حکم دیا تھا ہم نے ان میں کسی کو نہیں چھوڑا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جس کے دل میں تم ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی بھلائی پاؤ اسے بھی دوزخ سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور دوزخ سے بہت بڑی تعداد میں اللہ کی مخلوق کو نکال لائیں گے پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں بھلائی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھے اس حدیث میں سچا نہ سمجھو تو یہ آیت پڑھ لو (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا) 4۔ النساء: 40) (اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائیں گے اور جو نیکی ہو گی اسے دوگنا فرمائیں گے اور اپنے پاس سے بہت سا ثواب عطا فرمائیں گے) اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے فرشتوں نے شفاعت کر دی انبیاء علیہ السلام نے شفاعت فرما دی مومنوں نے شفاعت کر دی اور أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ کے علاوہ کوئی ذات بھی باقی نہ رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر آدمیوں کو جہنم سے نکالیں گے یہ وہ آدمی ہوں گے جنہوں نے کوئی بھلائی نہیں کی ہو گی اور یہ لوگ جل کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایک نہر میں ڈالیں گے جو جنت کے دروازوں پر ہو گی جس کا نام نہر الحیاۃ ہے اس میں اتنی جلدی تر و تازہ ہوں گے جس طرح کہ دانہ پانی کے بہاؤ میں کوڑے کچرے کی جگہ اگ آتا ہے تم دیکھتے ہو کبھی وہ دانہ پتھر کے پاس ہوتا ہے اور کبھی درخت کے پاس اور جو سورج کے رخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز اگتا ہے اور جو سائے میں ہوتا ہے وہ سفید رہتا ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے بیان فرما رہے ہیں گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگل میں جانوروں کو چراتے رہے ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ

Marfat.com

لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلتے ہوں گے اور ان کی گردنوں میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں گے جن کی وجہ سے جنت والے ان کو پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عمل کے دوزخ سے آزاد فرمایا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے جنت میں داخل ہو جاؤ۔۔۔[95]

آیت کے الفاظ: لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا، (کوئی شخص باختیار خود کسی دوسرے کو محشر میں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا نہ کسی کی تکلیف کو کم کر سکے گا)، اس سے شفاعت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ شفاعت کسی کی اپنے اختیار سے نہ ہو گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کسی کی شفاعت کی اجازت نہ دیں، اس لئے اصل حکم کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ ہی اپنے فضل سے کسی کو شفاعت کی اجازت دیدے اور پھر شفاعت قبول فرمالے تو وہ بھی اسی کا حکم ہے،

حدیثِ مذکور کی وضاحت میں علامہ انور شاہ کشمیری سے منقول ہے کہ محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں، جب تک دل میں اس کلمہ کی حقیقت جاگزیں نہ ہو، ایمان اگر ہے تو سزا بھگتنے کے بعد پھر بخشا جانا یقینی ہے۔ اس حدیث میں متعدد چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کم سے کم مقدار میں بھی اگر ایمان قلب میں موجود ہے، تو آخرت میں اس کا فائدہ ضرور حاصل ہو گا۔ حدیث میں خیر سے ایمان مراد ہے۔[96]

نجات کے لیے عمل کی اہمیت

اس ساری بحث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جب اعمال پر مدار نہیں، نجات محض اس کے فضل و کرم پر ہے تو ہم اصلاحِ اعمال، تکمیلِ اخلاق، اور واجباتِ اسلام کی ادائیگی میں تساہل برتنے لگیں، کیوں کہ ہم سے مطالبہ پوری فرماں برداری کا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ[97]

Marfat.com

(ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ[98]

(کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں)

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا[99] (یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انھیں بناتے ہیں جو متقی ہوں)

وہ شخص حقیقت میں کامیاب ہوا جس نے اپنے اعمال و کردار کے ذریعے دوزخ سے دوری اور جنت کے دخول کی سعادت حاصل کرلی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ[100] (ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بیشک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے)

صاحب تفسیر معارف القرآن کے الفاظ ہیں:

"۔۔۔۔اس کی رو سے کامیاب صرف وہ شخص ہے جس کو دوزخ سے چھٹکارا مل جائے اور جنت میں داخل ہو جائے خواہ ابتداً ہی جیسا کہ صلحاء و عباد کے ساتھ معاملہ ہو گا یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد جیسا کہ گنہ گار مسلمانوں

Marfat.com

کے ساتھ ہوگا، مگر مسلمان سب کے سب آخر کار جہنم سے نجات پاکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کی راحتوں اور نعمتوں کے مالک بن جائیں گے، بخلاف کفار کے کہ ان کا دائمی ٹھکانا جہنم ہے۔"[101]

جن روایات میں یہ مذکور ہے کہ بعض لوگوں کو صرف کلمہ ایمان کی بدولت نجات ہو جائے گی اور سب گناہ اس کے مقابلہ میں معاف ہو جائیں گے، یہ اسی استثنائی صورت سے متعلق ہیں جو عام ضابطہ سے الگ مخصوص فضل و کرم کا مظہر ہے۔ جس کا انکار قرآن و سنت کی متعدد صریح نصوص کے انکار کے مترادف ہے، جو جناب امین احسن اصلاحی کی تحریروں سے مترشح ہے۔

خلاصہ

مولانا امین احسن اصلاحی، بر صغیر کے علمی حلقوں کا ایک معروف نام ہے۔ تاہم دین کے معتقدات و مسلمات کے حوالے سے ان کی فکر میں کئی تفردات موجود ہیں۔ قرآن و سنت کے باہمی تعلق کے بارے میں ان کی ایک مخصوص فکر ہے، جو عقلیت کے غلبہ کے باوصف، معتزلی افکار کے قریب ہے۔ معاد اور اس کے متعلقات، اہلِ ایمان اور غیر اہلِ ایمان کے جنت و دوزخ میں داخلے کے بارے میں ان کا نقطہ نظر، یہ ہے کہ نجات کے لیے صرف ایمان کافی نہیں۔ جو شخص ایک دفعہ دوزخ میں داخل ہو گیا، وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکے گا، حالاں کہ قرآن و سنت کے مطالعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایمان، عقیدہ و دین کی اصل بنیاد ہے۔ اعمال اس کے فروع اور شاخیں ہیں۔ جنت و دوزخ میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر منحصر ہے۔ جس کی موت توحید پر ہوئی، اسے ہمیشگی کا عذاب نہیں ہوگا، یہ صرف کفار کے لیے مقدر ہے۔ آخرت میں شفاعت بھی ہوگی۔ آنحضور ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ کے ساتھ دیگر لوگوں کو بھی محدود و مخصوص شفاعت کی اجازت ہوگی، تاہم اعمال کی اہمیت اپنی جگہ پر قائم ہے۔ حقیقی کامیاب وہی

Marfat.com

ہے جس نے اپنے اعمال و کردار کے ذریعے دوزخ سے دوری اور جنت کی نعمتیں حاصل کر لیں۔

حوالے و حواشی

1 امین احسن اصلاحی صاحب کے اصولِ حدیث پر تفصیلی تنقید کے لیے دیکھیے۔ راقم کا مقالہ برائے ایم فل، بعنوان: "قرآن و سنت کا باہمی تعلق اور امین احسن اصلاحی" ، نیز راقم کا مضمون بعنوان: مبادی تدبر حدیث، در "مقالاتِ سیرتِ نبوی ﷺ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور" ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور، ۲۰۱۰، ص:۲۳۱ تا ۲۵۶

2. اصلاحی، امین احسن: تدبرِ حدیث (شرح مؤطا)، ادارہ تدبرِ قرآن و حدیث، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص: ۹، ۱۰

3. بخاری: الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب : تفاضل اهل الایمان فی الاعمال، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۱ء، رقم الحدیث: ۲۱

4. دیکھیے! اصلاحی: تدبرِ حدیث، جلد اول (شرح بخاری) ادارہ تدبرِ قرآن و حدیث، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۷۱، ۷۰

5. انور شاہ کشمیری: انوارالباری شرح صحیح بخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۷ھ، ۶۳/۳

6. پڑھاروی، عبدالعزیز: النبراس فی العقائد، ملتان، ۱۹۸۲ء، ص ۲۵۰

7. تفتازانی: شرح المقاصد، ۳/ ۴۳۲

Marfat.com

[8]. انور شاہ کشمیری: انوارالباری شرح صحیح بخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۷ھ، ۳/ ۶۶

[9]. ملا علی قاری: شرح فقہ اکبر، ۷۷/۱

[10]نووی، ابو یحییٰ شرف الدین: شرح صحیح مسلم، باب الدلیل من مات علی التوحید دار احیاء، بیروت، ۱/ ۹۹

[11]. انور شاہ کشمیری: انوارالباری شرح صحیح بخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۷ھ، ۳/ ۷۵

[12]انور شاہ کشمیری: انوارالباری شرح صحیح بخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۷ھ، ۳/ ۷۰

[13]۔ انور شاہ کشمیری: انوارالباری شرح صحیح بخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۷ھ، ۳/ ۷۰

[14]۔ آل عمران ۳: ۱۲۹

[15]۔ الانبیاء ۲۱: ۲۳

[16]۔ البروج ۸۵: ۱۶

[17]۔ تفتازانی: شرح المقاصد، ص ۸۷

[18]۔ الاعراف۔ ۴۰

[19]۔ البقرہ ۲: ۱۱۱

[20]۔ الاعراف ۷: ۸

[21]۔ قیامت جنت اور جہنم کے احوال کے بیان میں، دیکھیے: مسلم، الجامع، باب صفة القیامة

Marfat.com

والجنة والنار، رقم: ۴۹۹۱؛ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ: تفسیرمظہری، ۱/ ۱۲۹۳، سورة الاعراف)

22۔حوالہ سابق

23۔بخاری: الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح،رقم الحدیث: ۵۹۲۷

24۔الترمذی: السنن، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی عقدالتسبیح بالید،رقم: ۳۴۴۰

25۔ابوداؤد،السنن،کتاب الادب، باب فی حسن الخلق،رقم الحدیث: ۴۱۶۶

26۔مسند بزاز، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک،رقم الحدیث: ۷۰۰۱؛تفسیر مظہری، جلد۳، ص۲۳۸،

27۔تفسیرمظہری،۳/ ۲۳۸

28۔تفسیر مظہری،۳/ ۲۳۹

29۔حاکم: المستدرک، کتاب الایمان،رقم:۱۵۴،۱/ ۱۱۲،مظہری،۳۲۹/۳

30۔تھانوی،اشرف علی: تفسیر بیان القرآن،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان،۲/ ۱۵۷

31۔اصلاحی: تدبّرِ حدیث(شرحِ بخاری) ،۱/۷۱

32۔آل عمران۳: ۱۳۳

33۔الحجر۱۵: ۴۸

34۔الانبیاء۲۱: ۲۳

35۔مسلم، الجامع، کتاب :صفة القیامة والجنة والنار، باب لن یدخل الجنة بعمله بل برحمة الله،رقم: ۵۰۴۱،

36۔الانبیاء۲۱: ۴۷

Marfat.com

37۔ القارعۃ۱۰۱: ۹

38۔ البیھقي، أبو بکر أحمد بن الحسین، شعب الإیمان، باب: واذانقضی الحساب کان بعد وزن، دار الکتب العلمیة ۔بیروت، الطبعة الأولی، ۱۴۱۰ھ، عدد الأجزاء: ۷، ۱/ ۲۶۰)

39۔ البقرہ۲: ۲۵

40۔ البقرہ۲ :۸۲

41۔ آل عمران۳: ۱۵

42۔ ملاحظہ کیجیے! النساء۴: ۱۳، ۵۷، ۱۲۲؛ المائدہ۵: ۸۵، ۱۱۱؛ الاعراف۷: ۴۲؛ التوبۃ۹: ۷۲، ۱۰۰

43۔ الاعراف۷: ۵۰

44۔ الانبیاء۲۱: ۹۸

45۔ العنکبوت۲۹: ۵۴

46۔ البقرہ۲: ۳۹

47۔ المائدہ۵: ۷۲

48۔ النحل۱۶: ۲۹

49۔ المائدہ:۳۷

50۔ البقرہ۲: ۸۱، ۱۲۶، ۲۵۷؛ یونس۱۰: ۸؛ ھود۱۱: ۱۶؛ الحشر۵۹: ۱۷؛ فصّلت۴۱: ۲۸؛ الکھف۱۶: ۵۳، ۱۰۳

51۔ آل عمران۳:

52۔ ابراہیم۱۴: ۳۰

53۔ الکھف۱۶: ۱۰۲

Marfat.com

54۔ غافر ۴۰: ۴۹

55۔ ھود: ۱۰۸

56۔ عثمانی، شبیر احمد: تفسیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص: ۴۰۳

57۔ حوالہ سابق

58۔ اس باب میں حضرت جابر اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی، الجامع، کتاب صفة جهنم عن رسول الله ﷺ، باب ما جاءان النار نفسین، رقم الحدیث: ۲۵۱۸

59۔ مسلم، الجامع، کتاب الزکوٰۃ، باب الترغیب فی الصدقة، رقم الحدیث: ۱۶۵۵

60۔ ابوداؤد، السنن، کتاب السنة، باب الشفاعة، رقم الحدیث: ۴۱۱۵

61۔ ترمذی، السنن: کتاب الزہد، باب: ۴۳۰۱

62۔ الحج ۲۲: ۴

63۔ المدثر ۷۴: ۴۳، ۴۲

64۔ مریم: ۵۹

65۔ عثمانی، شبیر احمد: تفسیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص: ۷۳۵

66۔ النازعات ۷۹: ۳۷، ۳۸

67۔ الانفطار ۸۳: ۱۴

68۔ النساء ۴: ۳۰

69۔ النساء ۴: ۹۳

70۔ النساء ۴: ۹۷

Marfat.com

[71]۔ مریم۱۹: ۷۲

[72]۔ عثمانی، شبیر احمد: تفسیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص:۵۳۷

[73]۔ الفرقان :۶۵

[74]۔ مریم: ۷۰

[75]۔ عثمانی، شبیر احمد: تفسیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص: ۵۳۷

[76]۔ ھود: ۱۱۳

[77]۔ مزید دیکھیے! سورۃ المومنون۔ آیت نمبر ۱۰۳؛ سورۃ السجدہ، آیت نمبر ۲۰؛ سورۃ یٰسین، آیت نمبر ۵۹

[78]۔ الصّآفات: ۵۷

[79]۔ عثمانی، شبیر احمد: تفسیر عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص:۷۶۸

[80]۔ الزبیدی، مرتضیٰ: تاج العروس من جواهر القاموس، الناشر دار الهداية بمصر، ۲۱/ ۲۲۰

[81]۔ بنی اسرائیل۱۷: ۷۹

[82]۔ مسلم، الجامع، کتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا ﷺ، رقم الحدیث، ۴۲۲۳

[83]۔ الصالحي الدمشقي ، محمد بن علاء الدين عليّ بن محمد ابن أبي العز الحنفي: شرح العقيدة الطحاوية، باب الحوض الذى اكرم الله به رسوله ﷺ، تحقيق : جماعة من العلماء ، تخريج : ناصر الدين الألباني، الناشر : دار السلام للطباعة والنشر التوزيع والترجمة (عن مطبوعة المكتب الإسلامي)، الطبعة : الطبعة المصرية الأولى 1426هـ- 2005م، ص ۲۳۱- ۲۳۳)

[84]۔ بخاری، الجامع: کتاب التوحید، باب کلام الله عزوجل يوم القيٰمة مع الانبياء وغيرهم

Marfat.com

85۔ ایضاً: الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، رقم:۹۷، حدیث مرفوع

86۔ ایضاً، کتاب التیمم ، باب: وقول اللہ فلم تجدو ماءً فتیمموا، رقم الحدیث: ۳۲۳

87۔ ایضاً، کتاب الاذان، باب الدعاء عندالنداء، رقم الحدیث: ۵۷۹

88۔ ایضاً، کتاب المناقب، باب قصۃ ابی طالب، رقم الحدیث:۳۵۹۶

89۔ ایضاً: کتاب تفسیر القرآن، باب قول اللہ، ذریۃ من حملنا مع نوح۔۔، رقم الحدیث: ۴۳۴۳

90۔ ایضاً: کتاب الدعوات، بَاب لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، رقم الحدیث: ۵۸۲۹

91۔ مسلم، الجامع: کتاب الایمان، باب بَاب اخْتِبَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةَ الشَّفَاعَةِ لِأُمَّتِهِ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بات کو پسند کرنا کہ میں (قیامت کے دن) اپنی امت کے لئے شفاعت کی دعا سنبھال کر رکھوں، رقم الحدیث ۲۹۶

92۔ بخاری، الجامع، کتاب التوحید ، باب قول اللہ عز وجل ، وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربہا ناظرۃ، رقم الحدیث: ۶۸۸۶؛ یہی مضمون، ترمذی، الجامع، کتاب تفسیرالقرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب و من سورۃ بنی اسرائیل میں موجود ہیں

93- إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنْ النَّاسِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعَصَبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ. جامع ترمذی: صفۃ القیامۃ والرقائق، باب منہ،

94۔ مسلم، الجامع، کتاب الایمان، باب معرفۃ الطریق الروایۃ، رقم الحدیث: ۲۶۹

95۔ مسلم، الجامع، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرویۃ، رقم الحدیث: ۲۶۷

Marfat.com

[96]۔انوارالباری شرح صحیح البخاری، افادات: علامہ انور شاہ کشمیری، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، شعبان، ۱۴۲۷ھ

[97]۔البقرہ۲: ۲۰۸

[98]۔البقرہ۲: ۱۴۲

[99]۔مریم۱۹: ۶۳

[100]۔آل عمران۳: ۱۸۵

[101]۔شفیع، مفتی محمد: معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۱۲ء، ۲/ ۲۵۵

Marfat.com

دفاع حدیث ۔۔۔سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی خدمات کا جائزہ

ڈاکٹر محسنہ منیر*

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (م۱۹۷۹ء) شہرۂ آفاق مسلم مفکر، محقق، مفسر اور شارح حدیث ہیں۔ آپ نے تمام عمر دفاع دین کی خدمت انجام دی جس میں حالات کے لحاظ سے اہم ترین کام دفاع حدیث اور سنت کی تشریعی حیثیت کو جدید امت مسلمہ میں پھیلانا ہے۔ سید مودودیؒ نے آٹھ برس کی عمر میں لکھنے کا آغاز کیا اور عمر کے آخری سال تک ان کا قلمی سفر جاری رہا۔ ان کی اولین تحریر سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر ملتی ہے(۱)۔ سید صاحب کی آخری تصنیف سیرت سرور عالمﷺ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی۔

سید مودودیؒ نے دفاع حدیث کے ضمن میں خاطر خواہ کام انجام دیا ان کی تحریرات کا بڑا حصہ اس پر مبنی ہے۔ سید صاحب نے اس دور میں جب کہ انکارِ وحی اور عقلیت پرستی عام روش بن چکی تھی حدیث کو زندہ و جاوید ماخذ علم کے طور پر قائم ثابت کیا۔ ۱۹۲۱ء میں جب انہوں نے عملی زندگی میں قدم رکھا تب برصغیر پاک و ہند میں حدیث کو درپیش چیلنجز درج ذیل تھے:

۱۔ انکارِ مذہب پر مبنی بین الاقوامی مغربی فکر

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی اور خود ساختہ نبوت

۳۔ مستشرقین کے حدیث کے بارے میں شکوک و شبہات

۴۔ انکارِ حدیث پر مبنی افکار

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

Marfat.com

بیسویں صدی میں انکارِ مذہب بین الاقوامی فکر بن چکا تھا اس صدی میں انسانی زندگی کئی طرح کے انقلابات سے دوچار ہوئی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی لحاظ سے جو تبدیلیاں اس میں وقوع پذیر ہوئیں انہوں نے نئے نظامات (سرمایہ داری اور اشتراکیت) کو متعارف کرایا۔ ہر ایک نظام کے افکار کی اساس میں انکارِ مذہب، عقلیت اور ایجابیت (positivism) شامل تھے۔ ڈارون، کارل مارکس اور فرائیڈ کے خیالات نے انسانی سوچ کو بدل دیا تھا ڈارون کا نظریہ ارتقا انسان کو اشرف المخلوقات کے اس مقام سے نیچے لے آیا جو مذہب نے اسے عطا کیا تھا۔ رفتہ رفتہ کلیسا سے آزادی اور وحی کے دیے ہوئے اخلاقی نظام کا بے معنی ہونا تسلیم کرلیا گیا اور مذہب کے مقابلے میں فطرت پرستی جگہ پانے لگی۔ آگسٹ کامٹے (Auguste Comte) کے نظریہ سے فطرت پرستی اور ایجابیت کی فکر پروان چڑھتی ہے (۲)۔ پھر مذہبی دور ختم ہو گیا اور سائنسی (Scientific) دور آ گیا جسے جدید دور (Modernism) کہا گیا اس فکری انقلاب کی اساس Jacques Rousseau Jean (م ۱۷۷۸ء) کا مذہب مدنی (Civil Religion) کا تصور تھا۔ اس کا اہم ترین کام The Social Contract تصور کیا جاتا ہے (۳)۔

اس جدید انقلاب کے برپا ہونے کے نتیجے میں صرف مغربی مفکرین ہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں میں بھی ایسے گروہ پیدا ہونے لگے جو مغربی فکر اور سائنسی ترقی سے مرعوب تھے۔ بطورِ مذہب وہ اسلام کی حقانیت کے قائل تو تھے لیکن بطورِ نظام وہ اسلام کے لازوال اصولوں کو فرسودہ خیال کرنے لگے تھے۔ اس وقت یہ ضروری تھا کہ مسلمان طبقوں کے سامنے مغربی نظامات کے کھوکھلے پن اور اسلامی نظام کی عالمگیریت کو اُجاگر کیا جائے۔ چنانچہ سید مودودیؒ نے مغربی تصورِ عقلیت پر ان الفاظ میں تنقید کی:

> ''......دنیا نے یہ بھی تسلیم کرلیا کہ مغربی علوم اور مغربی تمدن کی بنیاد سراسر عقلیت اور فطریت پر ہے۔ حالانکہ مغربی تہذیب کے تنقیدی مطالعے سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ اس کی بنیاد نہ عقلیت پر ہے نہ اصول فطرت کی متابعت پر اس کے برعکس اس کا پورا ڈھچر حس، خواہش اور ضرورت پر قائم ہے'' (۴)۔

سید مودودیؒ نے مغربی فکر کے بے اساس ہونے اور اسلام کے عقل کے عین مطابق ہونے کو سائنسی طریق استدلال سے ثابت کیا اور ایک مضمون ''عقل کا فیصلہ'' لکھا جس میں نبوت کا اثبات

Marfat.com

کرتے ہوئے کہا کہ کسی واقعہ کا واقعہ ہونا اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ وہ سامع کی سمجھ میں بھی آجائے بلکہ عقلاً اس کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے معتبر اور متواتر شہادت کافی ہے۔ لیکن مشککین جو ماورائے عقل کے انکار کی بنیاد پر اسلام کو پرکھنا چاہتے ہیں ان کے بارے میں سید مودودیؒ نے لکھا:

''یہ اس معاملہ میں عقل کا فیصلہ ہے مگر تصدیق و یقین کی کیفیت جس کا نام ''ایمان'' ہے اس سے پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے لیے وجدان کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ اندر سے ایک آواز آئے جو تکذیب' شک اور تذبذب کی تمام کیفیتوں کا خاتمہ کر دے اور صاف کہہ دے کہ لوگوں کی قیاس آرائیاں باطل ہیں وہی سچ ہے جو سچے لوگوں نے قیاس سے نہیں بلکہ علم و بصیرت کی رو سے بیان کیا ہے'' (۵)۔

سید مودودیؒ کے نزدیک نبوت اور اس کے لوازم کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا صحیح نہیں۔ انہوں نے جدید مغربی افکار کا مطالعہ کر کے ان کی کمزوریوں کی نشاندہی کی ان کے مطابق:

''مغربی نشاۃ جدیدہ دراصل عقل اور فطرت کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ اس نے معقولات کو توڑ کر محسوسات اور مادیت کی طرف رجوع کیا عقل کے بجائے حس پر اعتماد کیا' عقلی ہدایات اور منطقی استدلال اور فطری وجدان کو رد کر کے محسوس مادی نتائج کو اصلی اور حقیقی معیار قرار دیا فطرت کی رہنمائی کو مردود ٹھہرا کر خواہش اور ضرورت کو اپنا رہنما بنایا'' (۶)۔

مغربی افکار کا جائزہ لینے اور اس پر کاری ضرب لگانے کے بعد نبوتِ محمد ﷺ کا تفصیلی عقلی تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا:

''یہی شخص ہے جس نے دنیا کے تصورات کا رُخ وہمیت اور عجائب پرستی اور رہبانیت کی طرف سے ہٹا کر عقلیت اور حقیقت پسندی اور متقیانہ دنیاداری کی طرف پھیر دیا۔ اسی نے محسوس معجزے مانگنے والی دنیا میں عقلی معجزوں کو سمجھنے اور نبی کو معیارِ صداقت ماننے کا مذاق پیدا کیا۔ اسی نے خرقِ عادت میں خدا کی خدائی کے آثار ڈھونڈنے والوں کی آنکھیں کھولیں اور انہیں آثار فطرت

Marfat.com

(Natural Phenomena) میں خدا کی نشانیاں دیکھنے کا خوگر بنایا۔ اسی نے خیالی گھوڑے دوڑانے والوں کو قیاس آرائی (Speculation) سے ہٹا کر تعقل اور تفکر اور مشاہدہ اور تحقیق کے راستے پر لگایا۔ اسی نے عقل اور حس اور وجدان کے امتیازی حدود انسان کو بتائے''(۷)۔

سید صاحب نے جدید مغربی فکر کے مقابلے میں ''سنت'' کو ایک کامل نظریۂ حیات کی عملی شکل کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ سنت آخری سچے اور مکمل اور قابلِ عمل دین کی تعبیر ہے۔ ان کے اس دعوے میں پایا جانے والا وثوق، یقین اور جوش بلندی کے اس درجے پر ہے جو مسلمانوں کو مغربی تہذیب کی مرعوبیت کے چنگل سے نکال لاتا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ کہتے ہیں کہ یہ سب اس کے اپنے دل و دماغ کی پیداوار تھی میں کہتا ہوں کہ اگر یہ اسی کے دل و دماغ کی پیداوار تھی تو اس کو خدائی کا دعویٰ کرنا چاہئے تھا.........دیکھو یہ کیسی حیرت انگیز صداقت ہے۔ کیسی امانت اور راست بازی ہے۔ جھوٹا انسان تو بڑا بننے کے لیے دوسروں کے ایسے کمالات کا کریڈٹ بھی لے لینے میں تامل نہیں کرتا جن کے اصل ماخذ کا پتہ بآسانی چل جاتا ہے۔ لیکن یہ شخص ان کمالات کو بھی اپنی طرف منسوب نہیں کرتا جن کو اگر وہ اپنے کمالات کہتا تو کوئی اس کو جھٹلا نہ سکتا تھا''(۸)۔

مغربی افکار سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر سید صاحب نے حدیث و سنت کا دفاع کیا۔ معذرت خواہانہ انداز ان کے ہاں مفقود ہے۔ تاریخِ اسلام میں اٹھنے والے تمام قدیم فتنوں سے زیادہ موثر یہ فتنۂ فرنگ جو انسانی قلوب واذہان پر غالب آ گیا تھا اس میں بھی سید مودودیؒ نے حدیث و سنت کی وضاحت مدافعانہ انداز میں نہیں کی۔ انہوں نے مغربی مفکرین کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر ایسے ہی کیا ہے جیسے کہ آپ ﷺ کا درجۂ عرفان و آگہی اور مغربی مفکرین کی سوچ میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔

Marfat.com

فتنہ قادیانیت کا رد

انیسویں صدی میں برصغیر پاک و ہند میں قادیانیت ایک فتنہ بن کر منظرِ عام پر آئی اس کا نشانہ مسلمانانِ برصغیر تھے جن کے اتحاد کو نقصان پہنچانے کے لیے انگریزوں نے یہ جال بچھایا۔ عقیدۂ ختم نبوت جو اتحاد بین المسلمین کی بنیاد فراہم کرتا ہے اس کے متعلق شکوک و شبہات پھیلانے کے لیے انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو استعمال کیا (۹)۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۸۴ء میں اپنی کتاب ''براہینِ احمدیہ'' کی جلد چہارم سے خود پر الہاماتِ الٰہیہ ہونے کے دعوے کیے جو بالآخر دعویٰ نبوت پر منتج ہوئے۔ براہینِ احمدیہ میں مرزا غلام احمد نے لکھا:

''اور قریب تین ہزار کے کشفِ صحیح اور رؤیا صادقہ یاد ہے کہ جواب تک اس عاجز سے ظہور میں آچکے اور صبح صادق کے کھلنے کی طرح پوری بھی ہو چکی ہیں اور دو سو جگہ سے زیادہ قبولیتِ دعا کے آثار نمایاں ایسے نازک موقعوں پر دیکھے گئے جن میں بظاہر کوئی صورت مشکل کشائی کی نظر نہیں آتی تھی اور اسی طرح کشفِ قبور اور دوسرے انواع اقسام کے عجائبات اسی سورہ (سورۃ فاتحہ) کے التزام میں ورد سے ایسے ظہور پکڑتے گئے کہ اگر ایک ادنیٰ پرتو ان کا کسی پادری یا پنڈت کے دل پر پڑ جائے تو ایک دفعہ حبِّ دنیا سے قطع تعلق کر کے اسلام کے قبول کرنے کے لیے مرنے پر آمادہ ہو جائے.......... خداوند کریم نے اُسی رسولِ مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے کلام پاک کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے'' (۱۰)۔

آگے چل کر مزید لکھا:

''پس کیا تم ایمان نہیں لاتے یعنی خدائے تعالیٰ کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائقِ الٰہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے۔ جس کو قبول کرنا ایمان دار کا فرض ہے پھر بقیہ الہامات بالا کا یہ ہے کہ بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائے گا'' (۱۱)۔

مرزا قادیانی کے باطل دعوے جس حد تک بے بنیاد اور علمیت سے خالی تھے ان کو دیکھ کر

Marfat.com

اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا اسلام کے لیے خطرے کا باعث ہونا غیر امکانی تھا۔لیکن انگریز کی پشت پناہی ہونے اور مسلمانوں کے انگریز کے غلام ہونے کی وجہ سے اس فتنے کو بزور ختم نہ کیا جاسکا اسی وجہ سے مرزا غلام احمد کی موشگافیاں جاری رہیں اور سادہ لوح مسلمان اس جال کا شکار ہونے لگے تاہم مسلم علمائے کرام نے عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت اور قادیانیت کے بطلان کی مہم جاری کی۔ اس جدوجہد میں سید مودودیؒ نے بھی حصہ لیا انہوں نے ترجمان القرآن میں عقیدۂ ختم نبوت کی تشریح اس طرح کی:

''﴿ولکن رسول الله و خاتم النبیین﴾ کہنے کے بعد ﴿و کان الله بکل شيء علیما﴾ ارشاد فرمانے میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس امر سے متعلق ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اور جس بات سے اللہ کا علم متعلق ہو چکا ہو اس کا غلط ہونا قطعاً غیر ممکن ہے لہذا آپ کے بعد کوئی شخص ہرگز ہرگز نبوت سے سرفراز نہ ہوگا'' (۱۲)۔

مرزا قادیانی کی ہرزہ سرائیوں کو درخور اعتناء سمجھنا مسلمانوں کے لیے گوارا نہ تھا۔اس کا اندازہ سید مودودیؒ کے اس اقتباس سے ہوتا ہے:

''جب قرآن اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہو کہ محمد ﷺ کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آسکتا تو یہ دیکھنے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد دعوائے نبوت کرنے والا کیا لایا ہے اور کیسا انسان ہے۔اگرچہ مرزا صاحب میرے نزدیک دوسرے اور تیسرے معیار کے لحاظ سے بھی مقام نبوت سے اس قدر فروتر ہیں کہ بابِ نبوت کھلا بھی ہوتا تو کم از کم کوئی معقول آدمی تو ان پر نبوت کا گمان نہیں کرسکتا تھا لیکن میں اس بحث کو قرآن و حدیث کے ناطق فیصلے کے بعد غیر ضروری بھی سمجھتا ہوں اور خدا اور رسول کے معاملے میں گستاخی بھی'' (۱۳)۔

بدقسمتی سے چند ہزار مسلمان فتنۂ قادیانیت کے جال میں پھنس گئے۔قیام پاکستان کے بعد قادیانی ملک کے اہم کلیدی عہدوں پر فائز ہونے لگے۔پاکستان کا آئین نہ ہونے کی وجہ سے اور ان کو اقلیت قرار نہ دیے جانے کی وجہ سے وہ اپنی اسلام دشمن سرگرمیوں میں آزاد تھے۔چنانچہ انہوں نے خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا سلسلہ شروع کر دیا (۱۴)۔اور ان کے ساتھ نکاح کو ناجائز اور

Marfat.com

ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کو حرام قرار دیا (۱۵)۔ چنانچہ مسلمانوں کی جانب سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کی مہم زور پکڑتی گئی جولائی ۱۹۵۲ء میں جب دستوری جدوجہد کے دوران مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک چلی تو سید مودودیؒ نے اس میں بھرپور کردار ادا کیا (۱۶)۔ انہوں نے پاکستان کے اسلامی دستور کے لیے جو آٹھ نکاتی مطالبات تیار کیے ان میں ایک نواں نکتہ یہ شامل کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس نو نکاتی مطالبہ کی مہم کو منظم کرنے کے لیے انہوں نے ملک گیر دورہ کیا سید مودودیؒ اور ان کے ساتھیوں کی تحریک کا جواب دیتے ہوئے قادیانیوں کے ترجمان ''الفضل'' نے لکھا:

> ''عطاء اللہ شاہ بخاری' ملا بدایونی' ملا احتشام الحق
> ' ملا محمد شفیع اور ملا مودودی سے خون کا
> بدلہ لیا جائے گا'' (۱۷)۔

مگر سید مودودیؒ نے جدوجہد جاری رکھی انہوں نے اپنی جدوجہد کی وضاحت ان الفاظ میں کی:

> ''ان (قادیانیوں) کا ایک الگ امت ہونا اب کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہا جس پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف پایا جاتا ہو۔ چند مغرب زدہ اصحاب اور دینی حس سے عاری لوگوں کو چھوڑ کر پوری مسلم قوم اس معاملے میں اپنی رائے ظاہر کر چکی ہے'' (۱۸)۔

انہوں نے حکومت پر زور دیتے ہوئے لکھا:

> ''میں حکومت کو آگاہ کرتا ہوں کہ قادیانیوں کو جداگانہ اقلیت بنانے کا مطالبہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ ہے۔ اور ایک مٹھی بھر اقلیت کے سوا اس کو سب کی تائید حاصل ہے۔ اس مطالبہ کو منوانے کے طریقوں میں ہمارے درمیان اختلاف ہو سکتا ہے مگر بجائے خود اس مطالبہ میں قطعاً کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے اور اسے بہرحال حکومت کو ماننا ہی پڑے گا۔ اس کو تشدد سے دبانے کی کوشش ہرگز کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی'' (۱۹)۔

۱۳ فروری ۱۹۵۴ء کو تحقیقاتی عدالت کی طرف سے مندرجہ ذیل دس نکات پر جملہ فریقوں کا

Marfat.com

نقطہ نظر معلوم کیا گیا:

۱۔ ظہور مسیح مہدی

۲۔ کیا ظاہر ہونے والا مسیحؑ اور عیسیٰ ابن مریم ایک ہی شخصیت ہیں؟

۳۔ کیا مسیح اور مہدی کو ایک نبی کا منصب حاصل ہوگا اور انہیں وحی یا الہام ہوگا؟

۴۔ کیا وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک قرآن وسنت کے کسی حکم کو منسوخ کریں گے۔

۵۔ نبی علیہ ﷺ پر وحی کس شکل میں نازل ہوتی تھی؟ کیا حضرت جبریلؑ آپ علیہ ﷺ کے سامنے مرئی صورت میں ظاہر ہوتے تھے؟

۶۔ کیا خاتم النبیین کی وہ تعبیر جو آل مسلم پارٹیز کنونشن نے پیش کی ہے وہ مسلم عقیدے کا لازمی جزو رہی ہے؟

۷۔ قرآن وسنت کی وہ نصوص جو ایسے دینی وسیاسی نظام کی تائید کرتی ہیں جس میں غیر مسلموں کو ایک اجنبی عنصر کی حیثیت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ اس علیحدگی کے حدود مع تاریخی حوالہ جات ایسے نظام میں غیر مسلموں کے علانیہ تبلیغ مذہب کے حقوق، گناہ کی مشترک اور نیابتی ذمہ داری۔

۸۔ ڈائریکٹ ایکشن کا جواز

۹۔ احمدیوں کی مطبوعات جو عامۃ المسلمین کے دینی جذبات کو مشتعل کرنے والی ہیں۔

۱۰۔ دوسرے مسلمانوں کی مطبوعات جو احمدیوں کے عقائد کے لحاظ سے اشتعال انگیز ہیں۔

ان دس نکات کا جو جواب سید مودودیؒ کی جانب سے دیا گیا وہ ایک علمی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں جابجا قرآنی آیات، صحیح احادیث، تفسیری روایات اور تاریخی شواہد درج ہیں۔ یہ بیان اسلامی عقیدۂ ختم نبوت کا جامعیت سے احاطہ کرتا ہے۔

جیسا کہ انہوں نے لکھا:

> "ختم نبوت کی یہ تعبیر کہ محمد علیہ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور کسی نوعیت کا نبی نہیں آسکتا اور یہ کہ آپ علیہ ﷺ آخری نبی ہیں جن کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور یہ کہ آپ علیہ ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے اور جو اس کو مانے وہ کاذب اور کافر اور دائرہ ملت سے خارج ہے۔ یہ آغاز اسلام سے آج تک تمام

Marfat.com

مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے جس میں اسلامی فرقوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔اس عقیدے کی بنیاد قرآن' سنت اور اجماع امت پر ہے''(۲۰)۔

علمائے کرام کی منظّم جدوجہد کے جواب میں حکومت وقت نے ان کا یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا ساتھ ہی مہم میں شریک افراد کی بڑی تعداد کو گرفتار کرلیا گیا۔ پھر ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء میں سید مودودی' میاں طفیل احمد' ملک نصر اللہ خان عزیز' مولانا امین احسن اصلاحی اور سید نقی علی کو بھی پمفلٹ ''قادیانی مسئلہ'' لکھنے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ان پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا اور سید مودودی کو سزائے موت سنائی گئی۔ جسے بعد میں ختم کر کے عمر قید میں تبدیل کیا گیا۔ ۲۸ مئی ۱۹۵۵ء کو انہیں رہا کیا گیا۔

اس صورت حال میں سید مودودیؒ کی تحریک کا ایک نمایاں پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ وہ دیگر جماعتوں کے برعکس پرامن تحریک چلانے کے حق میں تھے چنانچہ انہوں نے اس مسئلے کا حل حکومت کو یہ پیش کیا کہ دستور پاکستان کی دفعہ نمبر۲ میں درج ذیل دوشقوں کا اضافہ کردیا جائے:

۱۔ اللہ کی توحید' تمام انبیاء کے بعد محمد ﷺ کو آخری نبی ماننا' تمام کتب الٰہیہ کے بعد قرآن کو اللہ کی آخری کتاب تسلیم کرنا اور آخرت پر ایمان رکھنا اسلام کے لازمی بنیادی عقائد ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور ایسے مدعی کو جو شخص اپنا مذہبی پیشوا مانے وہ کافر ہے اور خارج از اسلام ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ مدعی اپنے آپ کو اس کا پیرو' اس کو ظلی یا بروزی یا امتی یا غیر تشریعی نبی کہے یا مسیح موعود' مجدد' محدث وغیرہ ناموں سے پکارے(۲۱)۔

سید مودودیؒ نے ڈائریکٹ ایکشن جو دیگر جماعتوں نے حکومت کے خلاف کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس کی مخالفت کی سید صاحب نے اس کے بارے میں یوں بیان کیا:

''میں نے اپنی حد تک ڈائریکٹ ایکشن کو روکنے کی پوری کوشش کی ہے اور خود اس نظام میں جو اس مسئلہ پر جدوجہد کرنے کے لیے بنایا گیا تھا اس غلط طریقِ کار کی آخر وقت تک مزاحمت کرتا رہا ہوں۔ یہاں تک کہ میری مزاحمت سے ہی تنگ آکر ڈائریکٹ ایکشن کے حامیوں نے ۲۶ فروری کو مرکزی مجلس عمل توڑ کر اس کی جگہ ایک نئی

Marfat.com

ڈائریکٹ کمیٹی بنائی اور ڈائریکٹ ایکشن شروع کیا"۔(۲۲)

سید مودودیؒ کی جانب سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ حکومت اپنے تمام سرکاری ملازمین سے ایک ڈیکلریشن فارم پر کرائے کہ وہ مرزا غلام احمد کو اپنا نبی مانتے ہیں یا نہیں۔ رائے دہندوں کی فہرست اور مردم شماری میں پیروان مرزا غلام احمد کا الگ خانہ رکھا جائے۔ ان کے شناختی کارڈوں اور پاسپورٹوں پر ان کے مذہب کی تصریح کی جائے۔ ان کے علاوہ مولانا نے ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے اور مسلمانوں کو جائیداد حاصل کرنے اور وہاں کاروبار کرنے کے پورے مواقع دینے کا بھی مطالبہ کیا (۲۳)۔

سید مودودیؒ اور ان کے رفقا علمائے کرام اور تمام پاکستانی مسلمانوں کے پرزور مطالبے کو بالآخر حکومت نے مان لیا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی کہ جس کے مطابق مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کے دونوں گروہوں قادیانی و لاہوری کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا (۲۴)۔

قادیانیت کے رد کے سلسلے میں سید مودودیؒ کی جدوجہد کو حافظ محمد ادریس نے یوں بیان کیا ہے:

> "انگریزوں کی کاشتہ جھوٹی نبوت پر بلاشبہ مسلم علماء نے کاری ضربیں لگائیں۔ ان سب لوگوں کی کاوشیں قابل صد مبارک باد ہیں۔ اس موضوع پر سید مودودیؒ نے "عقیدۂ ختم نبوت" اور "مسئلہ قادیانیت" لکھ کر جو خدمت انجام دی ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔ اسی موضوع پر سید مودودیؒ کو فاتح تختۂ دار کا اعزاز ملا۔ "قادیانی مسئلہ" محض ایک تاریخی کتاب ہی نہیں بلکہ تاریخ ساز کتاب ہے "مسئلہ ختم نبوت" ایسا کتابچہ ہے جس نے قادیانیوں کی صفوں میں تہلکہ مچا دیا" (۲۵)

برصغیر میں انکارِ حدیث

برصغیر پاک و ہند میں انکارِ حدیث کا آغاز تیرہویں صدی ہجری میں ہوا۔ قبل ازیں برصغیر میں اسلام کی آمد سے لے کر اب تک مسلمانانِ برصغیر نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیں اور انکارِ حدیث کی آواز سنائی نہ دی۔ تاہم تاریخِ اسلام انکارِ حدیث کے ذکر سے خالی نہیں۔ عہدِ نبوی ﷺ اور اس کے بعد خلافتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک انکارِ حدیث کے انفرادی واقعات روایات میں ملتے ہیں (۲۶)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلافات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فرقے خوارج و شیعہ تھے۔ جنہوں نے فرقہ وارانہ تعصب کی بنا

Marfat.com

پر احادیث کی قبولیت سے انکار کیا۔ خوارج نے تحکیم (لا حکم الا للہ) کے اعلان کے بعد اپنے مخالف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ احادیث کا انکار کیا (۲۷)۔ شیعہ اعتقادِ عصمت کی بنا پر جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی روایات کے منکر ہوئے۔ انہوں نے صرف ان روایات کو قبول کیا جو شیعانِ علی نے روایت کی تھیں (۲۸)۔ غالی شیعہ کا ایک گروہ یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ صرف قرآن ہی قابلِ اخذ و احتجاج ہے (۲۹)۔ دوسری صدی ہجری کے وسط میں جب یونانی فلسفہ مسلمان متکلمین پر اثر انداز ہوا تو انہوں نے احادیث کو شک کی نگاہ سے دیکھا (۳۰)۔ یہ گروہ فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک رواۃ حدیث خطا و وہم کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ اس لیے احادیث ظنی الثبوت ہیں اور ظنی الثبوت کو دین میں بطورِ حجت تسلیم نہیں کیا جا سکتا (۳۱)۔ ان کے مطابق خبر واحد دین میں حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ علم یقینی عطا نہیں کرتی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن ہدایت کے لیے کافی ہے (۳۲)۔ معتزلہ کے بعد روافض خبر واحد کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے (۳۳)۔

مذکورہ صدر گمراہ فرقوں کا مدلل رد علمائے کرام کی جانب سے کیا گیا۔ اس ضمن میں امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)، امام احمدؒ (م ۲۴۰)، ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ)، ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ)، علامہ آمدیؒ (۶۳۱ھ)، ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ)، اور السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہم کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ بعدازاں اس موقف کے قائلین تو موجود رہے لیکن اس فتنے کا زور ٹوٹ گیا۔

تیرہویں صدی ہجری میں جب یورپی اقوام نے سائنسی علوم و فنون (علومِ عقلیہ) کے زیر اثر مذہب کے بارے میں تشکیکی نظریات عام کیے تب برصغیر پاک و ہند میں فتنۂ انکارِ حدیث نے دوبارہ سر اٹھایا۔ مذہب دشمنی کے رجحان سے برصغیر پاک و ہند کے جدید تعلیم یافتہ مغرب سے مرعوب مسلمان بھی نہ بچ سکے۔ پھر مستشرقین نے حدیث کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلائے جن کا اثر بھی اس مسلمان طبقے نے قبول کیا۔ اسی کے زیر اثر سر سید احمد خاں (م: ۱۸۹۸)، اور ان کے ہم خیال جدید علوم کے قائلین نے حدیث پر تنقید کی اور اسلامی اقدار کو تضحیک کا نشانہ بنایا (۳۴)۔

اگرچہ سر سید احمد خاں منکر حدیث نہ تھے مگر وہ اسلامی اقدار کو جدید سائنسی انقلابی دور کے تقاضوں کے بالمقابل فرسودہ خیال کرتے تھے (۳۵)۔ اسی طرزِ عمل نے آگے چل کر انکارِ حدیث کی روش اختیار کی جس کے قائلین میں مولوی عبداللہ چکڑالوی (م ۱۹۱۵ء)، احمد الدین امرتسری (م ۱۹۳۶ء)،

Marfat.com

اسلم جیراج پوری (م ۱۹۵۵ء)، علامہ عنایت اللہ مشرقی (م ۱۹۶۴ء)، نیاز فتح پوری (۱۹۶۶ء)، تمنا عمادی (م ۱۹۷۲ء) اور غلام احمد پرویز (م ۱۹۸۵ء) اوران کے ہم خیال افراد شامل ہیں۔ اس گروہ نے حدیث کے بارے میں مستشرقین کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراضات کو اپنی فکر کی اساس بنایا (۳۶)۔ معتزلی منکرین حدیث ہی کی طرح انہوں نے خبر واحد کے دین میں حجت ہونے سے انکار کیا (۳۷)۔ آگے چل کر انہوں نے احادیثِ متواتر سمیت تمام ذخیرۂ حدیث کی قبولیت سے انکار کر دیا (۳۸)۔ انہوں نے اسلام کو جدید مغربی ترقی کے مقابلے میں فرسودہ مذہب گردانتے ہوئے اسلامی اقدار کا مذاق اُڑایا (۳۹)۔ دین میں من پسند تبدیلیاں کرنے کے لیے انہوں نے حدیث کی تشریعی حیثیت کا انکار کیا اور صرف قرآن کو بطورِ حجت تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا (۴۰)۔

مستشرقین میں سے جنہوں نے حدیث پر اعتراضات کیے ان میں یہودی مستشرق گولڈ زیہر نے اپنی کتاب دراساتِ محمدیہ (Muhammaden Studies) میں حدیث کے متعلق یہ مشکوک نظریہ پیش کیا کہ احادیث پہلی و دوسری صدی ہجری میں مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی اختلافات کی پیداوار ہیں اس نے احادیث کو یہودیت میں توراۃ کے علاوہ موجود مقدس قانون سے مماثل قرار دیا (۴۱)۔

گولڈ زیہر کے افکار سے استفادہ کرتے ہوئے آرتھر جیفری (A. Jeffery) (۴۲)، میکڈونلڈ (Macdonald) (۴۳)، پروفیسر گب (Gibb) (۴۴)، منٹگمری واٹ (Montgorary Watt) (۴۵)، شاخت (Schacht)، اور پروفیسر رابسن (Robson) (۴۶) وغیرہ مستشرقین نے احادیث کے موضوع ہونے، راویانِ حدیث مثلاً حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ اور ابن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ)، وغیرہ کے خود سے احادیث بیان کرنے سلسلۂ اسناد کے خودساختہ ہونے اور روایت کے دفاع کے لیے استعمال کرنے جیسے بے بنیاد اور گمراہ کن نظریات کو اپنی کتب میں پیش کیا۔ مستشرقین کے اعتراضات کے رد میں سر سید احمد خاں نے ''خطباتِ احمدیہ'' میں علامہ شبلیؒ اور سید سلمانؒ ندوی نے ''سیرۃ النبیؐ'' سید سلمانؒ ندوی نے ''خطباتِ مدراس'' میں اور علامہ اقبال نے ''تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلام'' میں اور دیگر شخصیات نے کام کیا۔ جبکہ ان افکار سے متاثر ہونے والوں نے مستشرقین کے نظریات باطلہ کا رد کرنے کے بجائے انکارِ حدیث کا ارتکاب کرتے ہوئے خود اپنے دین کو نشانہ تنقید بنایا۔ برصغیر کے ان منکرینِ حدیث نے آیات قرآنیہ کی من مانی تاویلیں کیں (۴۷)۔ قیام پاکستان کے بعد اس گروہ

Marfat.com

نے دستور پاکستان میں قرآن کے ساتھ سنت کی بالا دستی کی مخالفت کی (۴۸)۔

انکار حدیث کا رد

منکرین حدیث کے افکارِ باطلہ کا رد اور دفاع حدیث کا کام برصغیر میں وسیع پیمانے پر کیا گیا۔ آغاز میں مختلف رسائل و جرائد نے اس ضمن میں اپنا کردار ادا کیا۔ ان میں البلاغ، بمبئی، ماہنامہ فرقان لکھنؤ، ماہنامہ ارشاد، اعظم گڑھ، ماہنامہ جامعہ ملیہ، دہلی، ماہنامہ ندوہ، لکھنؤ، ماہنامہ پیشوا، سہ روزہ الجمعیۃ دہلی، نگار دہلی اور ماہنامہ ترجمان القرآن پٹھانکوٹ وغیرہ شامل ہیں۔ انکارِ حدیث کے رد میں برصغیر پاک و ہند کے طول وعرض سے ان گنت علمی شخصیات سامنے آئیں۔

مولانا ثناء اللہؒ امرتسری کے مضامین عبداللہ چکڑالوی کی بے سروپا باتیں، فرقہ چکڑالویہ کا بطلان، مولوی چکڑالوی اور حدیثِ نبویؐ وغیرہ، محمد حسینؒ بٹالوی کی کتاب حدیث نبوی اور نیچری عیسائی، محمد صادقؒ سیالکوٹی کی تحریر جدا ہو دیں قرآں سے تو رہ جاتی ہے پرویزی، مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب انکارِ حدیث درحقیقت انکارِ قرآن کی منافقانہ صورت ہے۔ محمد اسماعیلؒ سلفی کی کتاب عجمی سازش کا تجزیہ، حکیم نورالدین کا مضمون انکارِ حدیث کی خشت اول (چکڑالوی) اور عبدالرحمٰن کیلانی کی فکر آخرت اور طلوعِ اسلام و دیگر کثیر تحریرات میں انکارِ حدیث کا مدلل رد کیا گیا (۴۹)۔ ان میں ایک نام سید ابوالاعلیٰؒ مودودی کا بھی ہے جنہوں نے انکارِ حدیث کے رد کا آغاز ۱۹۲۵ء میں سہ روزہ ''الجمعیۃ'' سے کیا (۵۰)۔

اس دور کے اپنے ایک مضمون میں انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے درمیان حدیث کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلنے کی وجہ مسلمان علماء و واعظین کی بے احتیاطی قرار دی۔ جنہوں نے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تبلیغ و تعلیم کے کام کو انجام نہ دیا۔ سید مودودیؒ کے مطابق:

> ''اسلام اور اس کے اصول و قوانین، قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات، سنت رسولؐ اور اس کی ہدایات میں آج جتنے شبہات پیدا ہو رہے ہیں ان کا بیشتر حصہ اصل مآخذ سے نہیں بلکہ انہی غلط تحریروں اور تقریروں سے پیدا ہوا ہے قرآن حکیم کی تفسیر ہو یا سیرت رسول اکرم کا بیان یا تعلیمات اسلام کی تشریح، ہر چیز میں آپ دیکھیں گے کہ تقریر کا بیشتر حصہ ضعیف اور موضوع روایات پر مشتمل ہوتا ہے اور جو تھوڑی بہت صحیح روایتیں بیان کی بھی جاتی ہیں، ان کو پیش

Marfat.com

کرنے کا انداز ایسا ہوتا ہے جس سے صاف اور سیدھی سی بات بھی ایک چیستان بن کر رہ جاتی ہے"(۵۱)۔

حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہونے کی دوسری وجہ سید صاحبؒ کے نزدیک اس گروہ کا دنیاوی معاملات کو دین سے الگ کرنا مذہب کو عقل کے ترازو میں تولنا اور دین سے لاعلمی و جہالت کا ہونا ہے۔ جس کے لازمی نتائج کے طور پر یہ جدید تعلیم یافتہ گروہ قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بجائے من مانی تاویل وتشریح کرنے لگا حدیث کے بارے میں ان کے غلط طرزِ عمل کو سید صاحب نے یوں بیان کیا:

"اسی طرح کچھ دوسرے حضرات اٹھتے ہیں اور احادیث پر کلام شروع کر دیتے ہیں کوئی صاحب ہر اس حدیث کو بے تکلف 'موضوع اور ضعیف قرار دے بیٹھتے ہیں جو ان کی سمجھ میں نہیں آتی حالانکہ کسی حدیث پر وضع یا ضعیف کا حکم لگانے کے لیے جن امور کی تحقیق ضروری ہے ان سے وہ واقف تک نہیں ۔کوئی دوسرے صاحب احادیث کے غلط سلط ترجمے پڑھ کر ان سے عجیب عجیب مسائل کا استنباط کرتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی سپرٹ اور اس کے بنیادی اصول تک کو نہیں سمجھا۔ کوئی اور صاحب نہایت بے فکری کے ساتھ فتویٰ صادر کر دیتے ہیں کہ اسلام کے نظام دینی سے سنت رسولؐ اور اکابر صحابہؓ کو یکسر خارج کر دیا جائے حالانکہ اگر وہ اس دین کے نظام پر تھوڑا سا بھی غور کرتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ داعیٔ اسلام اور ان کے اولین تربیت یافتہ لوگوں کی سیرت اگر اسلام سے خارج کر دی جائے تو اسلام بحیثیت ایک مذہب اور بحیثیت ایک تہذیب کے قائم ہی نہیں رہ سکتا یہ سب اجتہاد بلاعلم کے نتائج ہیں اور اگر اس کی روک تھام نہ ہوئی تو جو نقصان دین اور دنیا کے الگ ہونے سے مسلمانوں کو پہنچ چکا ہے اس سے ہزار گنا زیادہ شدید نقصان اس غیر معقول طریقہ سے دین میں دنیا کی بے جا مداخلت پہنچا دے گی"(۵۲)۔

Marfat.com

۱۹۳۴ء سے ترجمان القرآن میں حافظ اسلم جیراج پوری کی تفسیر ''تعلیماتِ قرآن'' کے اقتباسات شائع ہوئے جن سے ان کے انکار حدیث کے رجحان کا اندازہ ہوا سید مودودیؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''صاحب تعلیماتِ قرآن نے رسالت اور اس کے احکام کی تشریح کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ میرے نزدیک رسالت کے اس تصور سے موافقت نہیں رکھتے جو قرآن پیش کرتا ہے'' (۵۳)۔

''تعلیماتِ قرآن'' کے مولف نے لکھا:

''بحیثیت منصب رسالت رسول کا فریضہ صرف پیغامِ الٰہی کی تبلیغ ہے اور بس ''ان علیک الا البلاغ'' الشوریٰ ۴۸' تیرے اوپر صرف تبلیغ ہے'' ﴿فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین﴾ (التغابن ۶۴:۱۲) ﴿فان علیک البلاغ و علینا الحساب (الرعد ۱۳:۴۰) (۵۴)۔

اس موقف کا رد کرتے ہوئے سید صاحبؒ نے لکھا:

''یہاں مولف نے آیات کے سیاق وسباق اور فحوائے کلام کو نظر انداز کر کے رسول ﷺ کی حیثیت کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ گویا وہ محض نامہ بر یا نعوذ باللہ ڈاک کا ہرکارہ ہے'' (۵۵)۔

مذکورہ مضمون میں سید صاحبؒ نے صاحب تعلیمات قرآن کی فہم منصب رسالت کے ضمن میں تین بڑی اغلاط کی نشاندہی کی:

۱۔ انہوں نے بعض آیات کا غلط مفہوم لے کر رسول کا کام صرف تبلیغ (یعنی نامہ بری) میں محدود کر دیا۔

۲۔ انہوں نے رسول ﷺ کو مسلمانوں اور غیر مسلموں، سب کے لیے محض مبلغ قرار دے لیا اور یہ کہا کہ مبلغانہ حیثیت کے ماسوا آنحضرت ﷺ کی زندگی کے اور جتنے پہلو ہیں وہ سب آپ کی شخصی (پرائیویٹ) حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیثیت امارت کو حیثیت رسالت سے الگ کر دیا۔

عصر حاضر کے اس عقلیت پسند گروہ نے حدیث کو رد کرتے ہوئے تاویلاتِ قرآن کا آغاز کر دیا۔

Marfat.com

سید مودودیؒ نے مذکورہ صدر تین غلط نظریات کا رد کتاب وسنت کی روشنی میں کرتے ہوئے وضاحت کی:

''وہ لوگ جو اسلام قبول کرلیں اور امتِ مسلمہ میں داخل ہو جائیں' تو ان کے لیے رسول کی حیثیت محض پیغام پہنچا دینے والے کی نہیں ہے بلکہ رسول ان کے لیے معلم اور مربی بھی ہے۔ اسلامی زندگی کا نمونہ بھی ہے اور ایسا امیر بھی ہے جس کی اطاعت ہر زمانے میں بے چون و چرا کی جانی چاہئے''۔(۵۶)

اس کی تائید میں سید صاحبؒ نے درج ذیل آیات کا حوالہ دیا۔

﴿ویعلمھم الکتب والحکمۃ﴾(۵۷)

''اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾(۵۸)

''درحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں پیروی کا بہترین نمونہ ہے''۔

﴿فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول﴾(۵۹)

''پس اگر تم کسی معاملے میں تنازعہ کا شکار ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ''

﴿ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ﴾(۶۰)

''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

رسول اللہ ﷺ کی حیثیت شخصی اور حیثیت نبوی کے بارے میں جو گمراہ نظریہ منکرین حدیث نے پیش کیا اس کا رد کرتے ہوئے سید مودودیؒ نے اس عقیدے کی صحیح صورت اجاگر کی انہوں نے لکھا:

''قرآن میں آنحضرت ﷺ کی ایک ہی حیثیت بیان کی گئی ہے اور وہ رسول و نبی ہونے کی حیثیت ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منصبِ رسالت سے سرفراز کیا اس وقت سے لے کر حیات جسمانی کے آخری سانس تک آپ ہر آن اور ہر حال میں خدا کے رسول ﷺ تھے۔ آپ ﷺ کا ہر فعل اور ہر قول رسولِ خدا ﷺ کی حیثیت سے تھا''(۶۱)۔

یہاں آپ نے درج ذیل آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا:

Marfat.com

﴿ما ضل صاحبکم وما غوی ....ان هو الا وحی یوحی﴾ (۶۲)

اور یہ حدیث مبارکہ بیان کی:

(فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حقا)(۶۳)

''اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی نکلتا ہے۔''

تیسری غلطی کے تحت منکرینِ حدیث کا یہ موقف تھا کہ بحثیت رسول آپ ﷺ کی اطاعت قیامت تک فرض ہے کیونکہ قرآن ہمیشہ کے لیے ہے لیکن بحثیت امیر آپ کی اطاعت بالمشافہ تھی۔ یعنی بحثیت امیر آپ ﷺ کی حیثیت صرف عہدِ نبوی ﷺ تک محدود تھی اس کا رد سید مودودیؒ نے یوں کیا کہ سورۃ انفال کی آیت ۲۰ میں الفاظ ''وانتم تسمعون'' کے مخاطب صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو اس وقت موجود تھے بلکہ قیامت تک جو لوگ ایمان کے ساتھ قرآن کو سنیں گے ان سب پر لازم ہے کہ محمد ﷺ کا جو حکم ان کو پہنچے اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں (۶۴)۔

منکرینِ حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے فرائض امارت اس طرح ہنگامی ہیں جس طرح دوسرے امراء کے ہوا کرتے ہیں۔ اس کا جواب سید مودودیؒ نے یہ دیا:

> ''حضور ﷺ نے لڑائیوں میں جو اخلاقی ضوابط برتے تھے اور جن ضوابط کو برتنے کی ہدایت فرمائی تھی وہ کسی عہد کے لیے مخصوص نہ تھے بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے ایک دائمی قانون جنگ بنا دیا ہے'' (۶۵)۔

منکرین کے اس موقف کہ بحثیت امیر آنحضرت ﷺ اور دیگر امراء میں کوئی فرق نہیں کے جواب میں سید صاحب نے لکھا:

> ''یہ حق سے صریح تجاوز ہے۔ قرآن مجید میں اطاعتِ خدا' اطاعتِ رسول اور اطاعت اولی الامر کے تین مراتب بیان کیے گیے ہیں۔ اطاعتِ خدا سے مراد قرآن مجید کے احکام کی اطاعت ہے۔ اطاعت رسول سے مراد رسول مقبول ﷺ کے قول وعمل کی پیروی ہے اور اطاعت اولی الامر سے مراد مسلمانوں کے امراء اور اربابِ حل وعقد کی اطاعت ہے (۶۶)۔

Marfat.com

جمہور کے نزدیک حدیث وحی غیر متلو ہے مگر منکرینِ حدیث نے اس عقیدے کا انکار کیا مثال کے طور پر منکرِ حدیث غلام احمد پرویز نے صحیح بخاری کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث فرضیتِ نماز بموقع معراج پر ان الفاظ میں تنقید کی:

''اس روایت سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ کسی یہودی نے گھڑی ہے تاکہ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہو جائے..........لیکن اب یہ چیزیں زیادہ عرصہ نہیں رہ سکتیں اگر مسلمانوں نے انہیں اسی طرح اپنے ساتھ چمٹائے رکھا تو یہ چکی کے پاٹ کی طرح انہیں بھی اپنے ساتھ لے ڈوبیں گی..........بہر حال یہ ہے نمونہ اس ''وحی خفی'' کا جس کی رو سے ہمارے مولوی صاحبان کے مطابق وہ احکام متعین ہوا کرتے تھے جن کا ذکر انہیں وحی جلی (قرآن کریم) میں نہیں ملتا'' (٦٧)۔

سید مودودیؒ نے وحی خفی کی وضاحت آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں کی۔ آپ نے نبوت کی وہبیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

''اس طرح جن لوگوں کو پیدا کیا جاتا ہے وہ عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ غیر معمولی قابلیتوں کے ساتھ وجود میں آتے ہیں..............ان کے علوم کسبی نہیں ہوتے بلکہ جبلی و وہبی ہوتے ہیں حق اور باطل صحیح اور غلط کا امتیاز ان کی عین سرشت میں ودیعت کیا جاتا ہے'' (٦٨)۔

پھر سید صاحب درج ذیل آیات قرآنیہ کا حوالے دیتے ہیں۔

﴿وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم﴾ (٦٩)

''اور اللہ نے آپ پر نازل کیا کتاب اور حکمت کو اور آپ کو سکھایا وہ کچھ جو آپ نہیں جانتے تھے''۔

﴿قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی﴾ (٧٠)

''اے پیغمبر (ﷺ) کہہ دیجئے میری راہ یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر بلاتا ہوں اور دلیل رکھ کر اور جو میری پیروی کرے''

Marfat.com

﴿ان اتبع الا ما یوحی الی ط قل ھل یستوی الاعمی والبصیر﴾ (۷۱)

''میں تو اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے کہہ دیجئے کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں''۔

سید صاحب کے نزدیک مذکورہ آیات اور اس مضمون کے متعلق دیگر آیاتِ قرآنیہ میں جس حکمت کا ذکر کیا گیا ہے وہ کتاب سے الگ ایک روشنی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے نفس میں پیدا کر دی جاتی ہے۔ اسے انبیاء کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس روشنی سے حقائق کا عینی مشاہدہ کرتے ہیں' اسی سے غلط اور صحیح میں امتیاز کرتے ہیں۔ اسی سے معاملات میں فیصلہ کرتے ہیں۔ علمائے اسلام نے اسی چیز کا نام وحی خفی رکھا ہے۔ یعنی وہ اندرونی ہدایت وبصیرت جو ہر وقت ان بزرگوں کو حاصل رہتی تھی اور جس سے وہ ہر موقع پر کام لیتے تھے (۷۲)۔

منکرینِ حدیث کا وحی غیر متلو پر ایمان نہ لانے کا سبب ان کے مطابق یہ تھا کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضور ﷺ جو کچھ کرتے تھے وحی کی رو سے کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا کو اپنی طرف سے بھیجی ہوئی ایک قسم کی وحی پر (نعوذ باللہ) تسلی نہ ہوئی۔ اس لیے دوسری قسم کی وحی کا نزول شروع ہو گیا (۷۳)۔

کم علمی اور جہالت کی بنا پر کیے گئے اس اظہار خیال کے جواب میں سید مودودی نے درج ذیل آیت قرآنیہ کا حوالہ دیا۔

﴿وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیاً او من ورآء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنه ما یشاء انه علی حکیم﴾ (۷۴)

آپ نے لکھا:

''آپ تو دورنگی وحی پر ہی حیران ہیں' مگر آنکھیں کھول کر آپ نے قرآن پڑھا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ کتاب ''سہ رنگی وحی'' کا ذکر کرتی ہے جن میں سے صرف ایک ''رنگ'' کی وحی قرآن میں جمع کی گئی ہے'' (۷۵)

اس کے بعد سید صاحب نے سات مثالیں قرآن اور روایاتِ صحیحہ سے دے کر یہ ثابت کیا کہ حضور ﷺ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی (۷۶)۔

Marfat.com

یوں منکرینِ حدیث نے حجیت حدیث کو تسلیم کرنے کا انکار کرتے ہوئے سرمایۂ حدیث کو محض ایک تاریخی دستاویز کے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کی۔

حافظ اسلم جیراج پوری کے مطابق:

''جب قرآنی حقائق اللہ نے میرے دل پر کھولے اس وقت حدیث کی اصلی حیثیت بالکل واضح ہوگئی کہ وہ دینی تاریخ ہے خود اس کو دین سمجھنا صحیح نہیں''(۷۷)۔

حدیث کے محض تاریخی دستاویز ہونے پر ایمان رکھتے ہوئے اس گروہ نے یہ نقطۂ نظر اپنایا:

''اصل یہ ہے کہ جو امور وحی کی رو سے بیان ہوئے ہیں قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ انہیں کبھی اللہ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور کبھی رسول کی طرف (کیونکہ لوگوں تک وہ احکام رسول ہی کی وساطت سے پہنچے تھے) اور مراد دونوں جگہ خدا کی وحی یعنی (قرآن کریم) ہوتا ہے''(۷۸)۔

آیت ﴿ما حرم اللہ و رسولہ﴾ کا مفہوم انہوں نے یہ کہا

''ہم اس وقت تفصیل میں نہیں جانا چاہتے کہ قرآن میں جہاں اللہ اور رسول ﷺ کے الفاظ اکٹھے آتے ہیں وہاں اس سے مراد کیا ہوتی ہے۔''(۷۹)

سید مودودیؒ نے منکرین حدیث کے اس نظریے کا سبب یہ بتایا کہ قرآن و حدیث نبوی ﷺ کے درمیان تعلق کو درست انداز میں نہ سمجھنے کی بنا پر منکرین حدیث نے حجیت حدیث سے انکار کیا۔

آپ نے لکھا:

''کتاب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو اسی غرض سے بھیجا گیا تھا کہ آپ اس ماہرِ فن کی ضرورت کو پورا کریں آپ نے استاد کی حیثیت سے جو کچھ بتایا اور سکھایا ہے اس کو غیر از قرآن کہنا صحیح نہیں ہے''(۸۰)۔

پھر آپ نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ قرآن تک رسائی کا ذریعہ بھی حدیث ہی ہے (۸۱)۔قرآن فہمی کے لیے حدیث ناگزیر ہے۔اس پر ایمان لازم ہے۔اس کی ایک مثال آپ نے یوں بیان کی:

Marfat.com

''رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی تفصیلات نماز وغیرہ کو غیر از قرآن کہنا ہی سرے سے غلط ہے۔ اگر کوئی ماہرِ فن طبیب فن طب کے کسی قاعدے کو عملی تجربہ کر کے شاگردوں کو سمجھائے تو آپ اسے ''خارج از فن'' نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی پروفیسر اقلیدس کے کسی مسئلہ کی شکلیں کھینچ کر تشریح و تفصیل کے ساتھ سمجھائے تو آپ اسے غیر از اقلیدس نہیں کہہ سکتے'' (۸۲)۔

رسولِ اکرم ﷺ بحیثیت پیغمبر محض نامہ بر یا مبلغ کا درجہ رکھتے ہیں اس باطل نظریہ کا اظہار کرتے ہوئے منکرینِ حدیث نے رسول اکرم ﷺ کی شارح قرآن، شارع دین، معلم رہنما و قائد کی دائمی حیثیات کا یکسر انکار کر دیا۔

غلام احمد پرویز کے مطابق:

''رسول ﷺ کی ذات میں شخصیت اور تصوریت (Personality & Idealogy) دونوں یک جا ممزوج (ملی ہوئی) ہوتی ہیں۔ یوں سمجھو کہ نبوت شخصیت کی مظہر ہوتی ہے اور رسالت آئیڈیالوجی کی نقیب۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت (شخصیت) ختم ہو گئی اور رسالت (آئیڈیالوجی) باقی رہ گئی اس لیے کہ اب انقلابات کا مدار رسالت (Idealogy) پر تھا نہ کہ شخصیتوں پر'' (۸۳)۔

چنانچہ ان کے نزدیک اب عہد نبوی کی حیثیت ویسے ہی ہے جیسے کہ کسی بھی دوسرے دنیاوی حاکم کے دورِ حکومت کی ہوتی ہے۔ بعد کے زمانوں میں حالات و واقعات کے مطابق جو بھی فیصلے کیے جائیں گے ان میں عہدِ نبوی کو قانونی حیثیت دینے کی ضرورت نہیں۔

اس باطل مفروضے کے رد میں سید مودودیؒ نے آیاتِ قرآنیہ نقل کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا:

''یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ نبوت ایک عرض ہے جو ایک خاص وقت میں نبی کے جوہرِ انسانیت پر عارض ہوتا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہی انسانیت کاملہ کا جوہر ہے جو نبوت کی استعداد کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے اور فعلیت کی طرف ترقی کرتے کرتے آخر کار نبوت بنا دیا جاتا ہے۔ نبوت کا منصب ایسا نہیں ہے کہ ایک انسان تھا جو وائسرائے نے بنا دیا گیا حتیٰ کہ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا انسان ہوتا تو

Marfat.com

وہ بھی اس کی طرح وائسرائے بنایا جا سکتا تھا بلکہ دراصل نبوت ایک پیدائشی چیز ہے اور نبی کی حیثیتِ ذاتی ہی اس کی حیثیت نبوی ہے"(۸۴)۔

ایک اور مقام پر سید صاحبؒ نے لکھا:

"اس الزام کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رفع کر دیا ہے وہ محمد ﷺ سے فرماتا ہے ﴿وما ارسلنک الا رحمة للعالمین﴾ (انبیاء:۱۰۷) ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا فیضان رسالت صرف اپنے زمانے تک کے لیے ہوتا تو آپ کو رحمۃ للعالمین نہیں کہا جا سکتا تھا.......... پھر یہ جو فرمایا کہ ﴿وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون﴾ (السبا:۲۸) یہ ارشاد صاف اشارہ کر رہا ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت کے وقت سے لے کر قیامت تک جن بندگانِ خدا پر الناس کا اطلاق ہوتا ہے ان سب کے لیے آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں"(۸۵)۔

منکرین حدیث نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت بعد کے ادوار کے لیے غیر لازم قرار دینے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ حدیث کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس ضمن میں انہوں نے قدیم اعتراض جو معتزلی منکرین کے بعد مستشرقین نے کیا نقل کیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور عہدِ نبوی میں ہی کتابتِ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ اس طرح احادیث کی حفاظت اللہ کی جانب سے نہیں کی گئی نہ ہی عہد نبوی میں اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔ لہٰذا ایسے غیر محفوظ ذخیرۂ علم پر دین کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی ہے(۸۶)۔

اس اعتراض کا جواب سید مودودیؒ نے اپنے مضمون "حدیث اور قرآن" میں دیا۔ انہوں نے اس مضمون میں محدثینِ عظام کی تدوینِ حدیث کے لیے کی گئی مساعیٔ جمیلہ کا تذکرہ پر جوش انداز میں کیا ہے۔ تحقیق فی الحدیث میں محدثین کرام کے اس اسلوب کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ خبر واحد اور آئمہ کے مابین موجود قبولیت اقسام حدیث میں اختلافات کی نوعیت کو واضح کیا ہے اس کے بعد یہ موقف اختیار کیا:

"اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جن لوگوں نے فن حدیث کی تحقیق اور اس کے

Marfat.com

با قاعدہ مطالعہ اور تحقیقات میں پورا ایک مہینہ بھی صرف نہیں کیا ہے وہ ان بزرگوں کے کارناموں پر تنقید کریں جنھوں نے پوری پوری عمریں اس فن کی خدمت میں بسر کر دی ہیں'' (۸۷)۔

احادیث کو موضوع ثابت کرنے کے لیے منکرینِ حدیث نے یہ موقف اختیار کیا کہ بعض احادیث جو بخاری شریف میں درج ہیں وہ ایسی شرم ناک ہیں کہ عقل انہیں اقوال نبوی ﷺ تسلیم نہیں کرتی اس اعتراض نے عام لوگوں کو اس بارے میں سوال کرنے پر مجبور کر دیا کہ کتبِ احادیث میں کتاب الطہارۃ، کتاب الغسل کے ابواب کیوں کر شامل کیے گیے۔ ایسے ہی ایک قاری نے ترجمان القرآن میں سید مودودیؒ سے کتاب الغسل کی ایک روایت کے بارے میں سوال کیا۔ سید صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

''لیکن وہ غور کریں تو ان کو معلوم ہو کہ در حقیقت ایک بہت بڑا ایثار تھا جو حضور ﷺ نے محض اپنی امت کی خاطر گوارا فرمایا۔ جس ذاتِ پاک کی حیا کا یہ عالم تھا کہ اس کی شریکِ زندگی تک کو کبھی اسے برہنہ دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا، حتیٰ کہ جس نے کبھی تنہائی میں بھی برہنہ ہونے کو پسند نہ کیا اس نے محض اپنی امت کو صفائی اور شائستگی کی تعلیم دینے کے لیے اپنی بیویوں کو اجازت دے دی کہ اس کی پرائیویٹ زندگی کے مخفی سے مخفی واقعات تک کو پبلک کر دیں'' (۸۸)۔

سید صاحب نے دفاعِ حدیث کے لیے قلمی کام کے علاوہ عملی اقدامات بھی کیے۔ سید مودودیؒ اور ان کی جماعت اسلامی نے قیام پاکستان کے بعد آئینِ پاکستان میں قرآن و سنت کی بالادستی کے لیے جدوجہد کی۔ غرض فتنۂ انکارِ حدیث کے رد میں انجام دیے جانے والے سید مودودیؒ کے کام کے تین نمایاں پہلو ہیں۔

۱۔ اصطلاحاتِ اسلام کی تشریح قرآن و سنت، ماخذین اول اور تاریخی روایات کی روشنی میں اس انداز سے کرنا کہ منکرینِ حدیث کے نظریات کا بطلان ہو جائے اور حق قاری کے دل میں بیٹھ جائے۔ مثلاً پردہ، حقوق الزوجین، اسلامی ریاست اور سنت کی آئینی حیثیت وغیرہ کتب میں جامعیت کے ساتھ اسلامی احکام بیان کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

۲۔ منکرینِ حدیث کو ان کی روش سے باز رکھنے کے لیے اپنے مضامین کے ذریعے براہ راست ان کے گمراہ کن افکار کی نشاندہی کرنے کے بعد مدلل طریقے سے ان کا رد قرآن وسنت کی روشنی میں کیا۔

۳۔ خط وکتابت کے ذریعے منکرین حدیث کو براہ راست ان کی غلط روش سے باز رکھنے کی کوشش کی جس کی مثال ''سنت کی آئینی حیثیت'' ہے جو ایک منکرِ حدیث ڈاکٹر عبدالودود کے ساتھ سید صاحب کی خط وکتابت پر مبنی ہے۔

اس کتاب میں منکرین حدیث کے کردار کی خرابیاں بھی سامنے لائی گئی ہیں۔ اب تک اس کتاب کے تیرہ (۱۳) ایڈیشن منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ کل تعدادِ اشاعت سولہ ہزار آٹھ سو ہے۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ اس خط وکتابت پر مشتمل ہے جو تشکیلِ آئین پاکستان کے دوران سید مودودیؒ اور نمائندہ منکرینِ حدیث ڈاکٹر عبدالودود کے درمیان ''ملکی آئین میں ''سنت'' کو بطورِ ماخذ قانون شامل کیا جانا چاہئے یا نہیں''؟ کے موضوع پر ہوئی۔ کتاب کا دوسرا حصہ جناب جسٹس محمد شفیع ہائی کورٹ مغربی پاکستان کی جانب سے حدیث پر اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات پر مبنی ہے۔ ۲۱ جولائی ۱۹۶۰ء کو مقدمہ رُشیدہ بیگم بنام شہاب دین کا فیصلہ سناتے ہوئے فاضل جج نے حدیثِ رسول ﷺ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ صریحاً انکارِ حدیث پر مبنی تھے۔ ''سنت کی آئینی حیثیت'' میں فاضل جج کے اعتراضات نقل کرنے کے بعد قرآن وحدیث اور تاریخی حقائق کی روشنی میں ان کا جواب سید مودودیؒ نے دیا ہے۔ کتاب کا موضوع ''انکارِ حدیث کا رد'' ہے۔ اس کی اشاعت کا مقصد منکرینِ حدیث کی موشگافیوں کے اثرات سے امتِ مسلمہ کو بچانا ہے۔ لہٰذا سنت کا معنی ومفہوم، سنت کی تعریف، جمع وتدوین حدیث کی تاریخ اور سنت کی قانونی حیثیت کی وضاحت عام فہم اور سادہ الفاظ میں اس کتاب میں کردی گئی ہے تاکہ قارئین اس کتاب کے مطالعہ کے بعد فتنۂ انکارِ حدیث کی حقیقت سے باخبر ہوجائیں اور حدیث کی اعتقادی حیثیت کا ادراک کرتے ہوئے انکارِ حدیث کے ارتکاب سے باز رہیں۔ کتاب کی اشاعت کا ایک اور مقصد منکرینِ حدیث کے ان عزائم کو ناکام بنانا تھا جن کے تحت وہ پاکستان کے آئین میں ''سنت'' کو بحیثیت ماخذِ قانون شمولیت کے حق میں نہ تھے۔ سید مودودیؒ کی یہ کتاب ''سنت'' کی تعریف اور اسکے مختلف پہلوؤں کی وضاحت پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

منکرینِ حدیث کی خامیوں کی نشاندہی

ڈاکٹر عبدالودود کے ساتھ سید مودودیؒ کی مراسلت کی اشاعت کا بنیادی مقصد منکرینِ حدیث کے کردار کو عوام الناس کے سامنے بے نقاب کرنا تھا جو ہٹ دھرمی، کٹ حجتی، باطل پر ڈٹے رہنا اور حق کو پا کر بھی اس سے انکار پر مبنی تھا۔ ڈاکٹر عبدالودود نے اپنے پہلے خط میں درج ذیل سوالات سید مودودیؒ سے کیے:

۱۔ جس طرح ''کتاب'' سے مراد قرآن مجید ہے اسی طرح سنت سے کیا مراد ہے؟

۲۔ قرآن کی طرح سنتِ رسول اللہ ﷺ کی مرتب شکل میں جامع و مانع کوئی کتاب ہے؟

۳۔ سنتِ رسول اللہ ﷺ کی کتاب کا متن تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہے جیسے قرآن مجید کا متن ہے؟

۴۔ اگر نہیں تو کیسے معلوم ہوگا کہ فلاں بات سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے یا نہیں؟ (۸۹)

مذکورہ چار سوالات سے شروع ہونے والی مراسلت جب اختتام پذیر ہوئی تو نتیجہ یہ تھا کہ ڈاکٹر عبدالودود کی کج بحثی سامنے آ چکی تھی۔ سید مودودیؒ نے ان سوالات کے درج ذیل جوابات دیے:

۱۔ یہ قانون محمد ﷺ سے ہم کو دو شکلوں میں ملا ہے ایک قرآن جو لفظ بلفظ خداوندِ عالم کے احکام و ہدایات پر مشتمل ہے۔ دوسرے محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ یا آپ کی سنت، جو قرآن کے منشا کی توضیح و تشریح کرتی ہے (۹۰)

۲۔ ایک معاشرے اور ریاست کا پورا نظام صرف ایک مدون کتاب آئین (code) ہی پر نہیں چلا کرتا بلکہ اس کتاب آئین کے ساتھ رواجات (Conventions) روایات (Traditions) نظائر (Precedents) عدالتی فیصلوں، انتظامی احکام، اخلاقی ہدایات وغیرہ کا ایک وسیع سلسلہ بھی ہوتا ہے جو کتاب آئین پر عملاً ایک نظامِ زندگی چلنے کا لازمی نتیجہ ہے.......... یہ چیز دنیا میں کہیں بھی کسی ''ایک جامع و مانع کتاب'' کی شکل میں مرتب نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے (۹۱)۔

۳،۴۔ تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب دیتے ہوئے سید مودودی نے لکھا:

''سنت کی تحقیق میں اختلاف، اس کو آئین کی بنیاد بنانے میں اسی طرح مانع نہیں

Marfat.com

ہو سکتا جس طرح قرآن کی تعبیر میں اختلاف اسے آئین کی بنیاد قرار دینے میں مانع نہیں ہے" (۹۲)۔

ڈاکٹر عبدالودود کے ابتدائی چار سوالات کے جوابات سید مودودی کی جانب سے مفصل دیے جانے کے باوجود ڈاکٹر صاحب کی طرف سے مسلسل احادیث پر اعتراضات کا سلسلہ آخری خط تک جاری رہا۔ انہوں نے حق کو تسلیم کرنے کے بجائے خود سید مودودی کے جوابات میں سے سوالات نکال نکال کر بحث کو طول دیا۔ چنانچہ مئی ۱۹۶۰ء سے جس مراسلت کا آغاز ہوا اور جس میں حجیتِ حدیث کے اثبات میں قرآن و حدیث سے بیش قیمت دلائل دے دیے گئے اس کے بعد نومبر ۱۹۶۰ء میں ارسال کیے گئے مراسلے میں ڈاکٹر صاحب نے لکھا:

"ایک سچے مسلمان کی طرح میں ہر وقت حق کے آگے جھکنے پر تیار ہوں لیکن جہاں حق موجود ہی نہ ہو بلکہ کسی بت کے آگے جھکنا مقصود ہو تو کم از کم میں ایسا نہیں کر سکتا" (۹۳)۔

اس کے جواب میں سید مودودی نے منکرینِ حدیث کا اس مراسلت کا بنیادی مقصد قارئین کے سامنے یہ بیان کیا:

"آپ نے یہ مراسلت واقعی بات سمجھنے کے لیے کی ہوتی تو سیدھی بات سیدھی طرح آپ کی سمجھ میں آجاتی لیکن آپ کی تو سکیم ہی کچھ اور تھی۔ آپ نے اپنے ابتدائی سوالات میرے پاس بھیجنے کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے علماء کے پاس بھی اس امید پر بھیجے تھے کہ ان سے مختلف جوابات حاصل ہوں گے اور پھر ان کا ایک مجموعہ شائع کر کے یہ پروپیگنڈا کیا جا سکے گا کہ علماء سنت سنت تو کرتے ہیں مگر دو عالم بھی سنت کے بارے میں ایک متفقہ رائے نہیں رکھتے" (۹۴)۔

اس طرح اپنے تجربے کی بنا پر سید مودودی منکرینِ حدیث کا کردار یہ بتاتے ہیں:

"منکرینِ حدیث کے بے نظیر اوصاف میں سے ایک نمایاں وصف ہے کہ آپ ان کی ایک غلطی کو دس مرتبہ بھی مدلل طریقے سے غلط ثابت کر دیں، پھر بھی وہ اپنی بات دہراتے چلے جائیں گے اور آپ کی بات کا قطعاً کوئی نوٹس نہ لیں

Marfat.com

گے''(۹۵)۔

''سنت کی آئینی حیثیت'' میں منکرینِ حدیث کے ساتھ مراسلت کا بنیادی مقصد علم حدیث کی توضیح کرنا تھا۔ سید مودودیؒ نے اس مراسلت کے دوران وحی متلو اور وحی غیر متلو کی تعریف جمع و تدوینِ حدیث کی تاریخ' جرح و تعدیل کی وضاحت اور آئمہ کی اس ضمن میں مساعی' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اتباعِ سنت اور عصرِ حاضر میں سنت کی اہمیت اور ضرورت پر مدلل و مفصل انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ سید مودودیؒ کی خدماتِ حدیث میں اس کتاب کی اہمیت نا قابلِ انکار ہے۔

سید صاحبؒ نے دفاعِ حدیث کے ضمن میں کیے گئے اقدامات کے نتائج دور رس اور کامیاب برآمد ہوئے۔ عوام کی اکثریت اسلام سے آگاہی حاصل کرنے کی جستجو میں لگ گئی۔ آپ کے مضامین کے اغلاط سے پاک ہونے' دلائل سے پر ہونے' طرز استدلال کے پر کشش ہونے اور عام فہم ہونے کی وجہ سے مقبولیت کے بلند درجے کو پہنچتے ہیں جس کی وجہ سے نوجوان نسل اور طلباء کی بڑی تعداد ان سے استفادہ کرتی ہے۔ اپنے مضامین میں حدیث کے اصل مقام کو واضح کرنے کی شعوری کوشش میں سید صاحبؒ کامیاب ہوئے اور برصغیر میں حدیث دین میں بطور ماخذ اور حجت کے باقی رہی۔

بقول خلیل الرحمٰن چشتی:

> ''منکرینِ حدیث ہر دور میں پائے گئے ہیں مولانا مودودی کے دور کے منکر حدیث' اصل میں اشتراکیت سے مرعوب تھے۔ مولانا نے ان کی کھوکھلی عمارت کو منہدم کرنے کے لیے سب سے پہلے بنیاد پر ضرب لگائی اور خود قرآن سے ثابت کیا کہ محمد ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد ان کے اہم ترین اعتراض قرآن کی طرح سنت کتابی شکل میں محفوظ نہیں ہے کا بہت ہی تفصیل سے جواب دیا کہ سنت ایک لمحے کے لیے بھی امت مسلمہ سے غائب نہیں ہوئی۔ سنت کی آئینی حیثیت اور رسائل و مسائل میں اس موضوع پر مباحث کا بغور جائزہ لیجئے آپ پر یہ بات روشن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ یہ کتنا عظیم کارنامہ ہے''(۹۶)۔

۔ آئین پاکستان میں سنت کی شمولیت

Marfat.com

قیام پاکستان کے بعد سید مودودیؒ نے دستور میں قرآن کے ساتھ سنت کی بالادستی کی شمولیت کی جدوجہد کی۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اسمبلی میں اپنے صدارتی خطاب میں نومولود پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کی اولین ذمہ داری آئین کی تیاری بتائی (۹۷)۔ قائداعظمؒ کے اس خطاب نے عوامی حلقوں میں یہ سوال اٹھایا کہ پاکستان کا آئین کیسا ہوگا؟ اسلامی یا سیکولر جبکہ حکومتی سطح پر سیکولر قسم کی غیر مشروط جمہوریت اور مساوات پر مبنی معاشرے کے قیام کی سوچ پائی جاتی تھی جیسا کہ اس وقت بین الاقوامی فضا قائم تھی۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سید مودودیؒ نے قیام پاکستان سے قبل ترجمان القرآن میں قیام پاکستان کے بعد کی جس امکانی صورتحال کا ذکر گاہے بگاہے کیا تھا وہ سامنے آرہی تھی۔ مگر عوام کی جانب سے اسلامی دستور کے نفاذ کے مطالبہ پر ملک میں یہ بحث چل پڑی کہ پاکستان کا آئین کیسا ہونا چاہئے۔ اسلامی یا سیکولر؟ اس نازک وقت میں سید صاحب نے جنوری ۱۹۴۸ء سے لے کر مارچ ۱۹۴۹ء تک آئین پاکستان میں اسلام کو مرکزی نظام کی صورت میں نافذ کرنے کے لئے عملی اقدامات کی نشاندہی کی۔ ۶ جنوری ۱۹۴۸ء سے ۱۴ مارچ ۱۹۴۸ء تک ریڈیو پاکستان پر سید صاحب کی پانچ تقاریر نشر کی گئیں۔ ان کے موضوعات تھے ''اسلام کا اخلاقی نظام، اسلام کا سیاسی نظام، اسلام کا معاشرتی نظام' اسلام کا اقتصادی نظام اور اسلام کا روحانی نظام (۹۸)۔

۶ جنوری ۱۹۴۸ء اور ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کو پنجاب یونیورسٹی کالج لاہور میں منعقدہ تقاریب میں ''اسلامی قانون اور پاکستان میں اس کے نفاذ کی عملی تدابیر'' کے موضوع پر دو تقاریر کیں جن میں پاکستان میں قانونِ اسلامی کے نفاذ کے لیے تدابیر اور طریقے تجویز کیے۔ یہ پہلا موقع تھا جب سید صاحب نے عوام کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ مجلسِ دستور ساز پاکستان کو چاہئے کہ ایک قرارداد کی صورت میں ان مقاصد کا اعلان کرے جن کے حصول کے لیے مسلمانانِ برصغیر نے ایک جداگانہ مملکت کے قیام کے لیے جدوجہد کی تھی۔

سید صاحب نے کہا مجلس دستور ساز پاکستان کو چاہئے کہ وہ یہ اعلان کرے:

۱۔ پاکستان میں حاکمیت خدا کی ہے اور ریاست اس کے نائب کی حیثیت سے ملک کا انتظام کرے گی۔

۲۔ ریاست کا اساسی قانون شریعتِ خداوندی ہے جو محمد ﷺ کے ذریعے سے ہمیں پہنچی ہے۔

Marfat.com

۳۔ تمام پچھلے رائج قوانین جو شریعت سے متصادم ہوتے ہیں بتدریج بدل دیے جائیں گے اور آئندہ کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا جو شریعت سے متصادم ہوتا ہو۔

۴۔ ریاست اپنے اختیارات کے استعمال میں اسلامی حدود سے تجاوز کی مجاز نہ ہوگی (۹۹)۔

۱۸ مئی ۱۹۴۸ء کو ریڈیو پاکستان پر نشر کیے گئے ایک مباحثہ میں سید صاحب نے وضاحت کے ساتھ دستور پاکستان میں ایسے اقدامات تجویز کیے جن کے بعد دستور اسلامی کہلا سکتا ہو۔ انہوں نے قانونِ اسلامی میں موجود اختلافات مٹانے کا طریقہ یہ تجویز کیا:

۱۔ پاکستان کو ایسی مذہبی ریاست جس میں اخلاق، مذہب، تہذیب، تمدن، معاشرت قانون، سیاست اور معیشت اسلامی اصولوں پر قائم ہو بنانے کے لیے ایسے لوگوں کو تلاش کیا جائے جو دین و دنیا دونوں کے ماہر ہوں اور قرآن و حدیث کی تعلیمات اور سیاسیات و معاشیات وغیرہ کے مسائل پر یکساں نظر رکھتے ہوں۔

۲۔ باہمی اختلافات خواہ مذہبی ہوں یا دنیاوی ان کا حل جمہوری طریقے کے مطابق یہ ہے کہ ریاست کا نظام اس نقطۂ نظر کے مطابق چلایا جائے جس کو اکثریت قبول کرتی ہو اور قلیل التعداد گروہوں کے نقطۂ نظر کی زیادہ سے زیادہ اتنی رعایت کی جائے جس کی اصول میں گنجائش ہو۔

۳۔ اسلامی ریاست کی حیثیت سے پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے پاکستانی عوام میں صحیح اسلامی روح اور دین کی اصلی اقدار سے آگاہی پیدا کرنے کے لیے کام کیا جائے (۱۰۰)۔

سید صاحب نے دستور اسلامی کے نفاذ کے لیے عوامی تحریک چلانے کا آغاز اپریل ۱۹۴۸ء میں کیا۔ اس کے بعد جماعتِ اسلامی کی طرف سے رائے عامہ کو دستور اسلامی کا مطالبہ کرنے کے لیے ہموار کیا جانے لگا (۱۰۱)۔

اس جدوجہد کے دوران سید صاحب اور ان کے دو ساتھیوں امین احسن اصلاحی اور میاں طفیل محمد کو اکتوبر ۱۹۴۸ء میں پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار بھی کیا گیا۔ تاہم اس جدوجہد کی کامیابی کے طور پر ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو مجلس دستور ساز نے ''قراردادِ مقاصد'' منظور کر لی۔

۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۳ء تک کا دور تشکیل آئین کے لحاظ سے اہم تھا اس دوران اسلامی نظام کے

Marfat.com

حامیوں اور لادین نظام کے حامیوں کے مابین کشمکش جاری رہی۔ لادین نظام کے نفاذ کے حامیین میں حکومت، قادیانی اور منکر حدیث گروہ شامل تھے۔ جبکہ اسلامی نظام کے نفاذ کے حق میں عوام کی اکثریت، مذہب پسند سیاسی جماعتیں اور علماء کرام شامل تھے۔ اس دور میں ان دو گروہوں کی کشمکش میں زیر بحث نکتہ یہ تھا کہ دستور میں حدیث کو بطور ماخذ دین شامل کیا جانا چاہیے یا نہیں؟

اول الذکر طبقہ دستور میں حدیث کی شمولیت کا مخالف تھا جبکہ موخر الذکر طبقہ یہ جانتا تھا کہ دین سے حدیث کی حجیت کو ختم کر دیا جائے تو دین کی من مانی تعبیریں کرنا ممکن ہو جائے گا اور مسلمانوں کی اجتماعیت اور مرکزیت ختم ہو جائے گی۔ اسلام کی رو سے ایسا نظام جو سنت کے بغیر عمل میں لایا جائے گا وہ غیر اسلامی نظام ہو گا۔ لہذا وہ اس بات پر سمجھوتہ کرنے پر تیار نہ تھے کہ دستور میں حدیث کو اس کا مناسب مقام نہ دیا جائے۔ سید مودودیؒ ان کے رفقاء اور ان کے ہم خیال علمائے کرام کے گروہ نے ملک میں قرآن وسنت پر مبنی دستور کے نفاذ کے لیے جو شب وروز محنت کی اس میں جمہوری طریقے اختیار کیے۔

۷ ستمبر ۱۹۵۰ء کو حکومت کی جانب سے پیش کردہ دستوری مسودہ سیکولر طرز کا تھا جس میں تعلیمات اسلامی بورڈ کی تجاویز شامل نہ کی گئیں جس پر سید صاحبؒ نے حسب ذیل تنقید کی:

> ''بنیادی اصولوں کی پوری رپورٹ پڑھ جائیے اس میں ایک لفظ بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس کا مطلب یہ ہو کہ اللہ اور رسولؐ کے حکم کو اس ریاست میں آخری سند (Final Authority) کی حیثیت حاصل ہو گی اور پبلک اور حکومت کے درمیان ہر نزاع کا فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو گا'' (۱۰۲)۔

آئین میں قرآن وسنت کی بالادستی کے نفاذ کے لیے اگلا عملی قدم اٹھانے کے لیے ۳۱ علمائے کرام جنوری ۱۹۵۱ء میں کراچی میں جمع ہوئے اور ۲۲ نکات اسلامی دستور کی تشکیل کے لیے اتفاق رائے سے منظور کیے جن کا دوسرا نکتہ یہ تھا کہ ملک کا قانون کتاب وسنت پر مبنی ہو گا۔ کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے گا اور نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جائے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ اور ۲۲ واں نکتہ تھا: دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہو گی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ ۱۶ جنوری ۱۹۵۳ء میں ان ۲۲ نکات میں ایک ترمیم یہ کی گئی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب سے مرکزی اسمبلی میں ان کے لیے ایک نشست مخصوص کر دی جائے (۱۰۳)۔

Marfat.com

منکرین حدیث جو ملک میں ''قرآنی دستور'' لانے کے خواہاں تھے۔ انہوں نے ''قرآنی دستور پاکستان'' کے نام سے اپنی پسند کے دستور کی وضاحت کرتے ہوئے ''سنت'' کی دستور میں شمولیت کو خطرناک قرار دیا۔ ''قرآنی دستورِ پاکستان'' میں لکھا ہے:

> ''سنت (احادیث) کی رو سے جنگ کے قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا جائے گا یا مثلاً بنیادی حقوق کی رو سے ہر شخص کو تبدیلی مذہب کی اجازت ہوگی لیکن سنت (احادیث) کی رو سے جو مسلمان مذہب تبدیل کرے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی............ یہ تو ابھی پہلا قدم ہے جب پورا قانون بنایا جائے گا تو اس وقت دیکھیے گا کہ قرارداد مقاصد میں ''سنت'' (احادیث) کو کانسٹی ٹیوشنل پوزیشن دینے والے کن کن امور میں مجبور ہو جائیں گے کہ وہ خلاف ''سنت'' قانون بنائیں (۱۰۴)۔

منکرین حدیث کا رسالہ ''طلوع اسلام'' کراچی اس دور میں سنت کے خلاف ان کی تحریک کا ترجمان تھا۔

دستور میں ''سنت'' کی شمولیت کی اس جدوجہد میں سید مودودیؒ کی شخصیت ایک اور پہلو سے اس طرح سامنے آتی ہے کہ آپ حکومت' قادیانی' منکرین حدیث' سیکولر ذہنیت رکھنے والے گروہ ہر ایک کی تنقید کا براہ راست نشانہ بنے۔ حکومت نے انہیں' ان کی جماعت' رسالہ ترجمان القرآن اور ان کے ہم خیال سہ روزہ کوثر اور روزنامہ تسنیم کو تنبیہ و تادیب کے سلوک کا حق دار سمجھا۔ سید صاحبؒ اور ان کے رفقاء کو جیل جانا پڑا۔ سید صاحب پر بغاوت کا مقدمہ چلا اور انہیں پھانسی کی سزا سنائی گئی' قادیانیوں نے انہیں دھمکیاں دیں منکرینِ حدیث نے انہیں ملا' مدعی نبوت' حریص اقتدار وغیرہ کے الزامات دیے (۱۰۵)۔ اس سلوک کو سید صاحبؒ نے صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ انہوں نے سنت کی تشریح کا کام جاری و ساری رکھا۔ تفہیم القرآن اور ترجمان القرآن کے اس دور کے مضامین میں قرآن و سنت کے مطابق تشریحاتِ اسلام ملتی ہیں۔ سنت ایک ایسا منظم اور مربوط نظام ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کرتا ہے اس نظریے کے مطابق سید صاحب کے اس دور کے مضامین میں سیاست' معاشرت' معیشت' اخلاقیات' وغیرہ ہر موضوع پر قرآن و سنت سے استدلال ملتا ہے۔ اس طرح انہوں نے عوامی

Marfat.com

فکر میں سنت کو اجاگر کیا۔ سید صاحب کے نزدیک قرآن وسنت پر مبنی نظام مرکزی سطح پر قرآن وسنت پر مبنی اذہان کی پہنچ کے بغیر کامیابی سے نافذ نہ ہوسکتا تھا اس بنا پر ان کی جماعت، جماعت اسلامی نے عملی سیاست میں قدم رکھا۔

۱۹۵۲ء کی دستوری سفارشات جو ناظم الدین رپورٹ کے نام سے مشہور ہیں جنوری ۱۹۵۲ء میں اکابر علماء کی جانب سے اس میں ترمیمات تجویز کی گئیں۔ ۳۰ جنوری ۱۹۵۲ء کو لاہور کے جلسۂ عام میں سید مودودیؒ نے ان تجاویز کی وضاحت کی (۱۰۶)۔

مختصراً یہ کہ ملک کی دستوری جدوجہد جو ۱۹۵۰ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک جاری رہی اس میں سنت کو بطور سند شامل کرنے کی کوشش کرنے والوں میں سید مودودیؒ ایک مرکزی شخصیت کے طور پر نظر آتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر خالد علوی:

> ''حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان میں ریاست کی اسلامی شناخت کے سلسلے میں ساری جدوجہد صرف ایک شخص کے گرد گھومتی ہے اور وہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ذات ہے۔ جماعت اسلامی کے کارکن اس جدوجہد کا اہم حصہ تھے۔ علماء کرام اور مسلمان عوام اس مہم میں شریک تھے لیکن اس مہم کی فکری راہنمائی اور عملی منصوبہ بندی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے کی تھی۔ مقتدر طبقات اگرچہ ہمیشہ سیکولر رہے وہ سید مودودیؒ سے ہمیشہ خائف رہے۔ اسلام کے سیاسی نظام، اسلامی ریاست، اسلامی حکومت اور اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں جو فکری خطوط سید مودودی نے مرتب کیے وہی اس جدوجہد کے رہنما اصول تھے۔ ۱۹۵۶ء کا دستور اور پھر ۱۹۶۲ء کا دستور سید مودودی کے تبصروں کی زد میں تھا۔ پاکستان کی دستوری تاریخ پر سید مودودیؒ کے افکار کی حیثیت رہنما اصولوں کی رہی پاکستانی ریاست کی اسلامی شناخت کے سلسلے میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر سید مودودیؒ نہ ہوتے تو اس ریاست کی دستوری حیثیت کچھ اور ہوتی'' (۱۰۷)

پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششوں میں سید مودودیؒ اور ان کی جماعت کہاں تک

Marfat.com

کامیاب ہوئی تجزیہ نگاروں نے اس بارے میں غور وفکر کے بعد درج ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے۔ بقول فریڈرک گریس(Fredric Grace):

" What conclusion should be drawn, at the end of this brief study, from the experiment conducted by the Jamaat in the last fifty years or so? even before we conclude whether a 'peril', exists or not, one cardinal fact stands out that in countries with a Muslim majority, the Jamaat has taken on a national character to the extent at least to which these states have Islamized themselves. Beyond that however, can one talk of the existence of a green peril' as some assert? If there is no such 'peril' can we look forward to more promissing times to come? Has the political practice of the Jammat deflected the dogma into a more demoratic direction? How are we to evaluate, finally, its capacity for the mobilization of the Muslim diaspora in Europe"? (108)

اس مختصر مطالعہ کے بعد اس تجربہ سے جسے جماعت نے پچھلے پچاس یا کچھ برسوں میں حاصل کیا کیا نتیجہ اخذ کیا جانا چاہئے؟ اس سے پہلے کہ ہم نتیجہ نکالیں کہ آیا کسی خطرے کا وجود ہے یا نہیں۔ ایک اہم حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ ان ممالک میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے جماعت نے ایک حد تک ایک قومی کردار اختیار کر لیا ہے کم از کم اس حد تک جہاں پر ان ریاستوں نے اپنے آپ کو اسلامی بنا لیا ہے۔ اس سے آگے کیا کوئی 'سبز خطرے' کے وجود کے بارے میں بات کر سکتا ہے جیسا کہ کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو کیا ہم بہتر اور روشن ادوار کے آنے کے منتظر ہو سکتے ہیں؟ کیا جماعت کے سیاسی عمل نے عقائد کو جمہوری سمت کی طرف موڑ دیا ہے۔ آخر کار ہمیں اس کی یورپ میں ہجرت کرنے والے مہمانوں میں رائے عامہ کی بیداری پیدا کرنے کی صلاحیت کا ایسے اندازہ لگانا ہے۔

اسی طرح ایک اور مبصر ڈاکٹر پوجا جوشی (Dr. Pooja Joshi) کے مطابق:

Marfat.com

"After Pakistan's creation the Jamaat launched a massive movement for Pakistan's Islamization. It mounted press are on the ruling elite to mould Pakistan's is political system and its constitutional apparatus in accordance with the Islamic political doctrines as laid down in the Quran and the Sunnah. The founder of Pakistan, Quaid-i-Azam, M.A. Jinnah, faced stiff challenge from the conservative Jamaat leadership. Jinnah's suggestion of building Pakistan on secular lines was rejected by the Jamaat and the Ulama. Similarly, during Ayub and Bhutto eras, the Jamaat insisted upon Islamization measures and achieved considerable success"(109)

"پاکستان کی تخلیق کے بعد جماعت نے پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کے لیے ایک عظیم الشان تحریک کا آغاز کیا۔ اس نے پاکستان کے سیاسی نظام اور آئینی مشینری کو اسلامی سیاسی عقائد و نظریات کے مطابق ڈھالنے کے لیے جو کہ قرآن اور سنت میں ترتیب دیے گئے ہیں حکمران شرفاء پر دباؤ کو بڑھایا پاکستان کے بانی' قائد اعظم محمد علی جناح کو جماعت کی قدامت پسندانہ قیادت کی طرف سے سخت مبارزت کا سامنا کرنا پڑا۔ جماعت اور علماء کی طرف سے قائد اعظم کی پاکستان کو لادینی بنیادوں پر قائم کرنے کی تجویز کو مسترد کر دیا گیا۔ اسی طرح ایوب خان اور بھٹو کے ادوار میں جماعت نے اسلامی اقدامات پر اصرار کیا اور.........کافی حد تک کامیابی حاصل کی"۔

الغرض سید مودودیؒ اور ان کے رفقاء نے حقیقتاً نفاذ اسلام کی جدوجہد میں اپنی عمریں صرف کیں۔ ان کی کوششوں سے قرآن وسنت کو کامل نظام زندگی کے طور پر تسلیم کر لیا گیا اگرچہ حصولِ اقتدار میں وہ کامیاب نہ ہو سکے مگر یہ بات بھی ناقابلِ انکار ہے کہ حصول اقتدار ان کی اولین ترجیح کبھی نہ رہا۔ آپ نے دفاع حدیث کے میدان میں مستعدی سے وقت کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلمانان پاکستان میں یہ احساس اجاگر کیا کہ یہ دراصل دفاع دین کی جدوجہد ہے۔ فی الوقت بین الاقوامی نقشے پر اسلامی دنیا کا سیاسی وسماجی جائزہ اس بات کی

Marfat.com

عکاسی کرتا ہے کہ مسلمانان پاکستان کی حیثیت دین اسلام کے دفاع کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔

۞۞۞

حوالے وحواشی

۱۔ سید مودودیؒ کی اولین تحریر سیرۃ النبی کے موضوع پر ملتی ہے: وثائق مودودیؒ، ۱۸، ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۸۶ء ؛سید مودودیؒ کے اولین دور کی نادر تحریروں کی فہرست کے لیے ملاحظہ ہو: سفیر اختر، ادب اور ادیب، ۱۰، ادارالمعارف واہ کنٹ ۱۹۹۸ء ؛افتخار احمد، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ۲۴، المیز ان پبلشرز فیصل آباد، ۲۰۰۱ء

۲. Harriet Martnean (1896). The Positive Philosophy, p. 522, London George Bell & Son.

۳. Rousseau, Jean Jacques (1996). Social Contract, Translated by G. D. H. Cole, Promethens Books, New York, USA.

۴۔ تنقیحات ۱۰۳، اسلامک پبلی کیشنز لاہور

۵۔ تفہیمات ۱/ ۱۷، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء

۶۔ تنقیحات ۱۰۳

۷۔ تفہیمات' ۱/ ۲۴۹، ۲۵۰

۸۔ ایضاً' ۱/ ۲۵۵

۹۔ غلام احمد قادیانی ازالۂ اوہام' ص ۳۰۴' احمدیہ انجمن اشاعت' اشاعتِ اسلام لاہور' ۱۹۰۱ء طبع پنجم (حاشیہ): تریاق القلوب' ص ۱۵' مطبع ضیاء الاسلام' قادیان دارالامان' ۱۹۰۲ء : روحانی خزائن ۱۵/ ۵۹۶' ناظرۃ اشاعۃ ربوہ' س۔ن

۱۰۔ روحانی خزائن' ۱/ ۶۴۳ تا ۶۴۵' الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ' ۱۹۵۷ء

Marfat.com

۱۱۔ روحانی خزائن ۶۶۳/۱۱

۱۲۔ آیت ختمِ نبوت کا مفہوم ۶۹ ماہنامہ ترجمان القرآن اگست ۱۹۹۵ء

۱۳۔ خاتم النبیین کے بعد دعویٰ نبوت ۵۱ ماہنامہ ترجمان القرآن جولائی ۱۹۵۱ء

۱۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی ’حقیقۃ الوحی‘ ۱۷۹ ’بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان‘ ۱۹۳۴ء

۱۵۔ الفضل ۴، ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء

۱۶۔ میاں طفیل محمد ’جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد‘ ۶ ’ادارہ معارف اسلامی لاہور نومبر ۲۰۰۱ء

۱۷۔ الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ء

۱۸۔ اشارات ۲ ’ماہنامہ ترجمان القرآن اگست‘ ۱۹۵۲ء

۱۹۔ قادیانی مسئلہ اور اس کے مذہبی سیاسی اور معاشرتی پہلو ۹۷، ۹۸ ’اسلامک پبلی کیشنز لاہور‘ ۱۹۹۵ء

۲۰۔ قادیانی مسئلہ اور اس کے مذہبی سیاسی اور معاشرتی پہلو ۲۵۷

۲۱. Pooja Joshi (2003). Jamaat-i-Islami, The catalyst of Islamization in Pakistan,58' Kalinga Publications.

۲۲۔ مقدمہ سید ابوالاعلیٰ مودودی ۴۵، ۴۶ ’جماعت اسلامی پاکستان کراچی‘ ۱۹۵۳ء

۲۳۔ جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد ۲۵۲

۲۴۔ اللہ وسایا ’پارلیمنٹ میں قادیانی شکست‘ ۳۱۷ ’علم و عرفان پبلشرز لاہور جولائی ۲۰۰۰ء

۲۵۔ مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی ۶۹ ’ماہنامہ الدعوۃ‘ اسلام آباد دسمبر ۲۰۰۳ء

۲۶۔ بخاری ’کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم‘ باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردة ’۵۷۷‘ رقم الحدیث ۶۹۲۴ ’موسوعة: الشافعی‘ الأم ’۲۰۵/۷‘ طبعة القاهره ’۱۳۲۵ھ

۲۷۔ ’الشهرستانی‘ الملل والنحل ’۱۴۵/۱‘ طبعة الحلبی ’۱۹۷۷ء: ابن حزم‘ الفصل فی الملل والنحل ’۱۶۸/۴‘ طبعة مصر ’۱۹۶۴م: عبدالقاهر البغدادی‘ الفرق بین الفرق ’۵۴‘ ۱۹۷۷م دار المعرفة بیروت ’۲۰۰۱ء

۲۸۔ الملل والنحل ۱۴۶/۱: الفرق بین الفرق ’۲۴

۲۹۔ السیوطی ’جلال الدین‘ ’مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة ’۳‘ الجامعة الاسلامیة ’مدینة

Marfat.com

المنورۃ، ۱۹۷۹ء

۳۰۔ الام، ۷/۲۵۰: ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، ۷۶ ۲

۳۱۔ محمد خضری بک، تاریخ التشریع الاسلامی، ۱۳۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۹۸۵ء

۳۲۔ الام، ۷/۲۵۶

۳۳۔ السیوطی، مفتاح الجنۃ ۶

۳۴۔ مقالاتِ سرسید، ۱/۴۱، مرتب محمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۲ء

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ مقامِ حدیث، ۱/۹۷، ادارہ طلوع اسلام کراچی، ۱۹۵۳ء

۳۷۔ ایضاً ۱/۴۲، ادارہ طلوع اسلام، کراچی ۱۹۵۳ء

۳۸۔ پرویز، سلیم کے نام، ۲۱۹

۳۹۔ پرویز، قرآنی فیصلے ۱/۱۶، ادارہ طلوعِ اسلام لاہور، مئی، ۱۹۶۴ء

۴۰۔ قرآنی دستور پاکستان، ۳۲ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی، نومبر ۱۹۵۲ء

۴۱. Goldziher and his Oriental Diary, 56, Trans, Pata; R; Detrit, Waynestete university press, 1987

۴۲. Islam, Muhammad and his Religion,12 Balice Publishing, Indianapolis, 1979

۴۳. Development of Muslim Theology, 72,George and sons, London

۴۴. Muhammad at Madina,338, Oxford University press, Karachi, 1981

۴۵. An introduction to Islamic Law,34,Oxford University Press London,1924

۴۶. Robson, The Isnad in Muslim Traditions,15/18,Oxford University Press Karachi,1981

۴۷۔ اسلامی نظام ۱۰، ۱۱

۴۸۔ قرآنی دستور پاکستان، ۲۲۱، ۲۲۲

۴۹۔ انکار حدیث کے رد پر تحریر کردہ کتب کی جامع فہرست کے لیے ملاحظہ ہو فتنہ انکار حدیث، ۲۴۹: ماہنامہ محدث لاہور، اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء اشاعتِ خاص

Marfat.com

۵۰۔ صدائے رستاخیز ۴۵' ادارہ معارف اسلامی لاہور' ۱۹۹۳ء

۵۱۔ اشارات' ۴' ترجمان القرآن' جولائی ۱۹۳۴ء

۵۲۔ اشارات، ۷، ۸

۵۳۔ تفہیمات، ۱/۲۶۰

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ ایضاً

۵۶۔ ایضاً، ۱/۱۵۹

۵۷۔ البقرۃ ۲:۱۲۹

۵۸۔ الاحزاب ۳۳:۲۱

۵۹۔ النسآء ۴:۵۹

۶۰۔ النسآء ۴:۸۰

۶۱۔ ایضاً ۷، ۸

۶۲۔ النجم ۵۳:۴-۵

۶۳۔ ابوداؤد، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، ۱۴۹۳، رقم الحدیث ۳۶۴۶، موسوعۃ

۶۴۔ تفہیمات ۱/۲۶۰

۶۵۔ تفہیمات ۱/۲۶۰

۶۶۔ ایضاً

۶۷۔ ایضاً

۶۸۔ ایضاً' ۱/۲۵۹

۶۹۔ النسآء' ۴:۱۱۳

۷۰۔ یوسف ۱۲:۱۰۸

۷۱۔ الانعام' ۵:۵۰

۷۲۔ تفہیمات' ۱/۲۶۱

۷۳۔ ایضاً ۱/۲۶۶

۷۴۔ الشوریٰ' ۴۲:۵۱

۷۵۔ ایضاً' ۱/۲۲۶، ۲۶۷

۷۶۔ تفہیمات' ۱/۲۶۸

۷۷۔ قرآنی فیصلے ۱/۱۶' ادارہ طلوعِ اسلام لاہور' مئی ۱۹۶۴ء

۷۸۔ تفہیمات' ۱/۲۹۴

۷۹۔ تفہیمات' ۱/۲۹۷

۸۰۔ سنت کی آئینی حیثیت' ۱۱۸

۸۱۔ ایضاً ۱۱۹

۸۲۔ سنت کی آئینی حیثیت' ۱۲۰

۸۳۔ مقالاتِ اسلم' ۳۵' قومی کتب خانہ نیا محلّہ راولپنڈی

۸۴۔ ایضاً

۸۵۔ قرآنی فیصلے' ۱/۲۷۸

۸۶۔ ایضاً' ۱/۲۸۰

۸۷۔ ایضاً' ۳۳

Marfat.com

۸۸۔ سنت کی آئینی حیثیت، ۲۲
۸۹۔ ایضاً ۲۶
۹۰۔ ایضاً ۳۱
۹۱۔ سنت کی آئینی حیثیت، ۴۱
۹۲۔ ایضاً، ۴۷
۹۳۔ ایضاً، ۱۲۶
۹۴۔ ایضاً ۱۳۱-۱۳۲
۹۵۔ ایضاً، ۲۰۴
۹۶۔ تحریکِ احیائے دین کے قافلہ سالار، ۲۷، ۲۷ ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور اکتوبر نومبر ۲۰۰۳ء
۹۷. Jinnah Speeches, 14, sang-e-Meel Publishers, Lahore, 1986
۹۸۔ سید مودودی '' اسلامی نظامِ زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، ۳۳۸، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء
۹۹۔ جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد، ۱۰
۱۰۰۔ پاکستان کو ایک مذہبی ریاست ہونا چاہیے، ۱۱۲، ماہنامہ ترجمان القرآن، جون ۱۹۴۸ء
۱۰۱۔ روداد جماعت اسلامی، ۶/۸، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور، ۱۹۵۴ء
۱۰۲۔ ثروت صولت، مولانا مودودی کی تقاریر، ۲
۱۰۳۔ جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد، ۴۷
۱۰۴۔ قرآنی دستورِ پاکستان، ۳۷، ۳۸
۱۰۵۔ مزاج شناسِ رسول، ۶، ادارہ طلوعِ اسلام کراچی، ۱۹۵۳ء: مسئلہ معذین کے بنیادی گوشے کے متعلق ایک اہم بحث، ۱۵، ماہنامہ طلوعِ اسلام کراچی، اکتوبر ۱۹۵۰ء
۱۰۶۔ اسلامی ریاست ۴۸۱
۱۰۷۔ سید مودودی اور پاکستانی ریاست کی اسلامی شناخت ۱۵، ماہنامہ الدعوۃ، اسلام آباد، دسمبر ۲۰۰۳ء
۱۰۸. Political Islam in the Indian sub-continent, The Jamaat-i-Islami, 123, Monohar-A publication of the French Research Institutes in India. 2001.
۱۰۹. Jamaat-i-Islami, The Catalyst of Islamization in Pakistan, 49, Kalinga Publications, 2003.

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

- ❄ مثالی پیغمبر — پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
- ❄ فقہ حنفی اور اس کی خصوصیات — پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
- ❄ Modern Trends in Tafsir Literature — پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
- ❄ مشعلِ راہ — پروفیسر ڈاکٹر ثمر فاطمہ
- ❄ اسلامی تہذیب وتمدن — پروفیسر ڈاکٹر ثمر فاطمہ

❁ ❁ ❁

Marfat.com

برصغیر کے مسیحی ادب میں علومِ حدیث

تنقیدات کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر ساجد اسد اللہ*

عہد حاضر میں گلوبل ویلج قرار دی جانے والی اس نئی دنیا میں دعوتی و تقابلی حوالے سے جن دو مذاہب کے مطالعہ اور تحقیق پر سب سے زیادہ توجہ دی جا رہی ہے وہ اسلام اور عیسائیت ہیں۔ برصغیر میں مغل حکمران جلال الدین اکبر (۱۵۴۲ء۔۱۶۰۵ء) کے دربار میں ۱۵۸۰ء اور ۱۵۹۱ء میں گوا سے آنے والے پادریوں کے وفود سے مسلم مسیحی کشاکش کی بنیاد پڑی۔ ان منادین نے دربار اکبری میں مسلم علماء سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت، اور قرآن مجید کی الہامی حیثیت پر مناظرے کیے (۱)۔ بعد ازاں اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے برصغیر پر قبضہ کے بعد مسلم مسیحی کشمکش کا سیاسی دور شروع ہو جاتا ہے، جس کے مذہبی کشاکشی پر براہ راست اثرات مرتب ہوئے۔ سیاست کے ساتھ ساتھ دعوتی و تبشیری میدان میں بھی دونوں مذاہب ایک دوسرے کے بڑے حریف ثابت ہوئے۔ یہاں کا مسیحی مسلم مناظراتی لٹریچر، جو کہ برصغیر کے کلامی ادب کا ایک معتدبہ حصہ بھی ہے، اس مذہبی کشمکش پر شاہد ہے۔

یہ بات خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ اسلام کے بارے میں برصغیر کے مسیحی رویہ اور مغربی انداز فکر میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ عمومی طور پر بھی نقد اسلام میں مسیحی منادین اور مستشرقین ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔

برصغیر کے مسیحی لٹریچر کا عمومی مزاج بھی دراصل ان مستشرقین کی سوچ کا ہی پرتو ہے۔ یہاں کے مسیحی قلم کار اسلام، پیغمبر اسلام اور تعلیمات اسلام پر نقد و جرح ان سے مستعار لیتے نظر آتے ہیں۔

---

* گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سمن آباد، فیصل آباد

Marfat.com

برصغیر کے مسیحی سکالرز کا ''نظریہ حدیث'' اور ''نقل حدیث'' کے پس منظر میں پائی جانے والی فکر اور سوچ کا مطالعہ درج ذیل نکات کے تحت پیش خدمت ہے۔

☆ تعریف حدیث	☆ مقام حدیث	☆ ضرورت حدیث
☆ حجیت حدیث	☆ ابتدائے حدیث	☆ ماخذ حدیث
☆ اصول حدیث	☆ تدوین حدیث	☆ کتب حدیث
☆ نقل حدیث	☆ خدمات حدیث	☆ ثمرات حدیث

☆ برصغیر میں اس مسیحی لٹریچر کے اثرات

تعریف حدیث

برصغیر کے معروف مسیحی منادایل بی جونز کے نزدیک:

> اس لفظ حدیث کے لفظی معنی ہیں بیان یا کلام کے، اصطلاح میں اس سے وہ قول یا فعل مراد ہے جو نبی کا یا اصحاب کا ہو اور کسی سنت کی تائید یا ثبوت میں پیش کیا جائے۔(۲)

مسلم نظریہ حدیث کی رو سے یہ تعریف ناقص ہے کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب قول، فعل، اور تقریر بھی شامل ہے۔ نیز حدیث کو سنت کا تائیدی ثبوت بتلایا گیا ہے جبکہ حدیث سنت کے مترادف ہے اور یہ اپنی مستقل حیثیت میں ماخذ اسلام ہے نہ کہ سنت کی تائیدی حیثیت کی حامل ثانوی چیز ہے۔

مدراس یونیورسٹی کے فیلو پادری ایڈورڈ سیل **تعارف سنت** میں گویا ہیں:

> سنت تین طرح کی ہے ایک فعلی دوسری قولی تیسری تقریری جو کام محمد صاحب نے خود کیے ہیں اونھیں (انہیں) سنت فعلی کہتے ہیں اور جو آپ نے تو نہیں کیے ہیں مگر اوروں کو اونکے (ان کے) کرنے کا حکم دیا ہو اونھیں سنت قولی کہتے اور جو کام آپ کے سامنے ہوئے اور آپ نے اونھیں (انہیں) منع نہ کیا اونھیں (انہیں) سنت تقریری کہتے ہیں۔(۳)

یہ تعریف درست نہیں کیونکہ سنت فعلی آپ ﷺ کی کوئی ایسی سنت نہیں جو آپ ﷺ نے خود نہیں کیا اور دوسروں کو کرنے کا حکم فرمایا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کو بیان کرنے والی حدیث فعلی ہوتی ہے۔ اب ہم محدثین کی تعریف سنت دیکھتے ہیں

Marfat.com

السنن تنقسم ثلاثة اقسام قول من النبی صلی اللہ علیہ و سلم و فعل منه علیه السلام او شیء راه و علمه فاقر علیه (۴)
سنن (سنت) تین طرح پر منقسم ہیں نبی کریم کا قول اور آپ کا فعل یا آپ نے کسی چیز کو دیکھ کر اسے برقرار رکھا۔

مقام حدیث

پشاور میں اہم تبشیری خدمات دینے والے ''ڈکشنری آف اسلام'' کے مصنف Thomas HughesPatrick کے بقول مسیحیت اور اسلام میں حدیث رسول ایک سا مقام نہیں رکھتیں بلکہ دونوں مذاہب میں حدیث کے الگ الگ مفہوم کی بناء پر مقام حدیث بھی مختلف ہے۔

Muhammadan traditions are therefore supposed to be the uninspired record of inspired sayings, and consequently occupy a totally different position to what we understand by traditions in the Christian Church.(۵)

ایڈورڈ سیل نے احادیث کا مقام اور مرتبہ یوں بیان کیا ہے:

احادیث کا مرتبہ جو کچھ بھی ہو لیکن مسلمانوں کے اعتقاد میں وہ سب الہامی ہیں اور نبی کا ہر فعل وقول انکے نزدیک ایسا ہی لازم جانتے ہیں جیسے کہ مسیح کے نمونہ پر چلنے کو مسیحی۔(۶)

ضرورت حدیث

''لتبین للناس ما نزل الیهم'' (نحل، 16:44) کے تحت حدیث تفسیر قرآن کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ قرآن فہمی میں حدیث کی اہمیت کی اس مسلم سوچ کو مسیحی ادب میں یوں نمایاں کیا گیا ہے۔ ایل بی جونز کہتے ہیں:

احادیث سے قرآن کی ایک بڑی ضرورت پوری ہوتی ہے کہ اس کی تفسیر کرنے میں بہتری اور دقتوں کے علاوہ جو متضاد آیتیں ہیں ان کو سلجھانے کی یہ کوشش کرتی ہیں (۷)

برصغیر کے مسیحی لٹریچر میں نمایاں ترین کتاب ''ینابع الاسلام'' کے مصنف ڈبلیو سینٹ کلیئر ٹزڈل کے نزدیک:

حقیقت میں خاص الخاص فائدہ ان احادیث کا قرآن کے دقیق و مشکل مضامین

Marfat.com

کوحل کرنا ہوا (۸)

جبکہ برصغیر کے مسلم مسیحی مناظراتی لٹریچر میں خاص سرگرمی دکھانے والے مترجم قرآن ای ایم ویری کے خیال میں:

قرآن کے بعد احادیث کا مرتبہ ہے اور احادیث دراصل اوسکا (اس کا) ضمیمہ ہیں۔ پس اون (ان) سے نہ صرف قرآن کے مطالب معلوم ہوتے ہیں بلکہ بجائے خود ایسی اصل ہے جس سے استخراج مسائل کیا جاتا ہے (۹)

اس کے برعکس ایڈورڈ سیل ایک جگہ لکھتے ہیں:

مذکورہ بالا بحث سے دو باتیں ثابت ہیں اول یہ قرآن ایک غیر مکمل کتاب ہے اور ضرور غیر قرآن کا محتاج ہے دوم یہ کہ احادیث کا مجموعہ اس قابل نہیں کہ قرآن کے اس نقص کو رفع کر سکیں (۱۰)

قرآن اور احادیث کے باہمی تعلق پر مسیحی سکالرز متفق الخیال نظر نہیں آتے ہیں۔ حدیث کے بارے ان کے افکار میں الجھاؤ پایا جاتا ہے۔

حجیت حدیث

مسیحی ادب کے ایک نامور ہندی اہل قلم پادری غلام مسیح کی تحقیق نے مسلمانوں کے ہاں شریعت کا اساسی مصدر ٹھہرائے جانے والی حدیث نبوی کو اضافی قرار دیا ہے اور اسے بالکل بے اعتبار ٹھہرایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اگر اسلام کی بنیاد قرآن عربی ہی رہتا تو خیر تھی پر اہل قبلہ نے اسلام کی بنیاد میں حدیث شریف کو بھی بڑھایا ہے اہل اسلام کی اس بنیاد کے خام ہونے کا ذکر کرنا ضروری نہیں (۱۱)

بلکہ بات بڑھاتے ہوئے اگلے ہی صفحہ پر گوہر فشاں ہیں:

اہل قبلہ کے اسلام میں حدیث نامی بنیاد قرآن کے مقابل ہزار درجہ خام ہے (۱۲)

برصغیر کے مسیحی ادب میں ایک اہم نام پادری صفدر علی کا ہے وہ ''نیاز نامہ'' میں احادیث کے حوالے سے لب کشا ہیں:

قرآن کے مقابلہ میں حدیث کا اعتبار نہیں (۱۳)

Marfat.com

کیونکہ ان کے خیال میں:

> بے شک قرآن خدائے عالم الغیب و غیر متغیر و صادق کا کلام ہے اور نہ حدیث اوسکے الہام سے ہے (۱۴)

مختصراً حجیت حدیث کے بارے برصغیر کا مسیحی نقطہ نظر یہ ہے کہ

☆ حدیث خام ہے

☆ حدیث قابل اعتبار نہیں

☆ حدیث وحی غیر متلو نہیں

مسیحی سکالرز کا حدیث کو خام، ناقابل اعتبار قرار دینا اور وحی غیر متلو تسلیم نہ کرنا دراصل نبی علیہ الصلاۃ کی نبوت و رسالت کو نہ سمجھنے کی بنیاد پر ہے جب ان کے نزدیک آپ ﷺ نبی ہی نہیں تو پھر آپ ﷺ کی کوئی بات بھی قابل اعتبار نہیں، وحی قرار پا کر وحی غیر متلو کا درجہ پانا تو دور کی بات ہے۔

ابتدائے حدیث

ایک رائے یہ بھی سامنے لائی گئی کہ احادیث ایک خاص ضرورت اور ماحول کی پیداوار ہیں جو نظریہ ضرورت کے تحت دین کی اصل ٹھہرائی گئیں ہیں یہ احادیث ارتقائی مراحل کے بعد اپنی مستقل حیثیت اختیار کر گئیں۔ ''اہل مسجد'' کے مصنف کے مطابق:

> کیونکہ قرآن کافی نہیں ہے تو اب دقت یہ تھی کہ پھر اس کی کمی کیونکر پوری کی جائے اس مشکل کا حل جو کچھ انہوں نے کیا ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں محمد صاحب کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد ایک غیر نوشتہ یعنی زبانی قانون جو سنت یا طریق نبوی کہلایا قبول کیا گیا جس کی رو سے ''رسول اللہ کے عمدہ نمونے (سورۃ احزاب آیت ۲۶) کے ذریعے قرآن کی کمی پوری کی گئی بہر حال یہ ماننے کی وجہ موجود ہے کہ محمد صاحب نے اپنی زندگی میں اپنے آپ کو غلطی سے منزہ نہیں سمجھا (۱۵)

مصنف اپنی فکر کو مزید واضح کرتا ہے کہ:

> اس طرح ایک نئی تعلیم وجود میں آئی کہ جس کے مطابق محمد صاحب کے اقوال و افعال خدا کے وحی کے قابو میں تھے اس لیے وہ بھی واجب الاطاعت مانے گئے (۱۶)

Marfat.com

مزید براں مصنف کے نزدیک:

اسلام کے ان ابتدائی اور اشتعال انگیز ایام کے مطالبات نے صرف سینکڑوں ہی نہیں بلکہ اس قسم کے ہزاروں اقوال واعمال پیدا کر دیئے کہ جن کا اب تک پتہ بھی نہ تھا اور جن کا ہونا نبی کی طرف منسوب کر دیا گیا محمد صاحب کے متعلق ہر قسم کے بیانات خواہ سچ یا جھوٹ اس قدر رائج ہو گئے کہ انکی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی (۱۷)

ایک یہ رائے پیش کی گئی:

جس طریقہ سے احادیث کا آغاز ہوا ہم بآسانی اس کا خیال کر سکتے ہیں محمد صاحب کی موت کے بعد ان کے صحابہ کے خیال اور گفتگو جنگی معرکوں کے موقعوں پر فرصت کے لمحوں میں خود بخود اپنے بڑے سردار کے اقوال اور افعال کے ذکر کی طرف مائل ہوتے تھے کہ جس نے ان کے لیے ممکن کر دیا کہ وہ ایک فتح مند قوم بن جائیں اور جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا محمد صاحب کی کامیابی پر انکی حیرت بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ ان میں ایک مافوق الفطرت طاقت کا ہونا خیال کرنے لگے یہ خیال قرین عقل معلوم پڑتا ہے کہ وہ تمام باتیں جو اس کثرت کے ساتھ احادیث میں جمع کی گئی ہیں ان کا آغاز اس قسم کے حالات سے ہوا ہوگا (۱۸)

حاصل کلام یہ کہ مسیحی سکالر کے نزدیک مسلمانوں نے ناکافی رہنمائی کی حامل کتاب قرآن مجید کی کمی احادیث سے پوری کی ہے اور نظریہ ضرورت کے تحت انہیں تشریعی مقام دیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مکمل تعلیمات کی حامل کتاب ہے اور آنحضرتؐ کی بات تکمیل قرآن نہیں بلکہ ''لتبین للناس'' کے تحت تشریح وتوضیح قرآن قرار پاتا ہے۔ باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ آپؐ اپنے آپ کو غلطی سے مبرا نہیں سمجھتے تھے یعنی جب آپؐ غلطی سے مبرا نہیں تو آپ ﷺ کا کلام (حدیث) بھی غلطی سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ مسلم عقیدہ کے مطابق بحیثیت نبی آپؐ معصوم عن الخطاء تھے۔ پیغمبرانہ حیثیت سے آپؐ کے فرمودات میں قطعاً کوئی غلطی کا شائبہ تک نہیں ہے۔

ان سکالرز کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی محیر العقول کامیابیوں کے زبان زد عام ہونے کے رجحان نے مسلمانوں کو احادیث جمع کرنے پر ابھارا، قطعاً بے سروپا بات ہے کیونکہ مسلمانوں کا جمع و تدوین

Marfat.com

احادیث نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اقوال وافعال کی شرعی حیثیت کی بنا پر تھا نہ کہ یہ داستان گوئی کا کوئی باب تھا۔

ماخذ حدیث

مسیحی لٹریچر میں ایک اہم بحث ماخذ حدیث نبوی ہے۔ خود ساختہ معیارات اور ناکافی یا اتفاقی مشابہت کی بناء پر حدیث کا تعلق دیگر اقوام کی قدیم روایات واقوال کے ساتھ جوڑا جاتا ہے پھر بزعم خویش ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ سابقہ اقوام میں مروج روایات وتعلیمات سے ماخوذ ہے۔ مسیحی سکالرز کی طرف سے ماخذ حدیث کے اس دعوی کا جائزہ لینے سے قبل ایک بات کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ خود عیسائیت میں جب اصلاح اور مذہب بیزار قسم کی تحریکیں اٹھ رہی تھیں تو انتقاد عالیہ (Hi Criticisum) کے حوالے سے مسلمہ مذہبی حقائق کو بھی اپنے عقلی معیار اور تاریخی اصولوں کے ذریعے پرکھنے کا رجحان بڑھا جس کے نتیجہ میں محدود مشاہدے اور دستیاب ناکافی تاریخی مواد کی بناء پر عیسائیت کی مذہبی اساسیات کا سرے سے انکار کرتے ہوئے اسے فرضی کہانیاں اور ذہنی اختراع تک قرار دے دیا گیا۔ اس کی وضاحت ذیل کے اقتباس سے ہوتی ہے۔

۱۸۳۵ میں جرمنی کے ایک مذہبی عالم ڈاکٹر اسٹرس (Stress) نے اپنی کتاب سیرۃ المسیح (Life of Jesus) میں ثابت کیا کہ اناجیل میں جو سوانح یسوع کے درج ہیں وہ تمامتر اصنام پرستوں کے مذہبی خرافات سے ماخوذ ہے۔ رابرٹسن ممبر پریوی کونسل نے ثابت کیا کہ تاریخ میں یسوع ناصری کے نام کا کوئی شخص موجود ہی نہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اسلاف یہود میں یسوع نامی ایک غیر معروف دیوتا تھا جس سے بعد کو پراسرار ولادت، احیاء ثانیہ وغیرہ کے بہت سے لایعنی قصے منسوب کردیئے گئے۔

تولین (Tulane) یونیورسٹی کے پروفیسر ڈبلیو بی اسمتھ نے بھی اپنی کتاب (Eccedeus) میں مسیح کی تاریخی حیثیت سے انکار کیا ہے۔ تقریباً یہی خیال جرمن پروفیسر ڈریوز (Drews) کا ہے اور فرانسیسی ڈاکٹر کوچو (Couchow) نے بھی اپنی کتاب معمائے مسیح (Enigma of Jesus) میں بھی ظاہر کیا ہے انہیں کے ہم خیال پراسپر الفارک (Prosper Alfaric) وٹوریس ماشیورو (Vittoris Machioro) وغیرہ و دیگر علمائے مغرب بھی ہیں جو یسوع کی ہستی کو صرف ایک فرضی اور اضافی ہستی سمجھتے ہیں (۱۹)

Marfat.com

اس پس منظر میں جب کوئی پر جوش مسیحی سکالر اپنے مذہب کی برتری میں قلم اٹھاتا ہے تو لازمی طور پر وہ دوسرے مذہب کی اساس کو بے اصل اور بے حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے یہی چیز ہمیں یہاں برصغیر کے مسیحی لٹریچر میں نظر آتی ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی دوسری اقوام کی مذہبی تعلیمات اور رائج فرضی قصوں سے ماخوذ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ پادری ڈبلیو سینٹ کلیئر ٹزڈل نے خاص اس موضوع پر ''ینابع الاسلام'' قلم بندکی۔ اس میں وہ قرآن وحدیث کو (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن رسا دماغ کی اختراع گردانتا ہے جسے آپؐ نے اہل یہود، عیسائیوں، زرتشت اور ہندوؤں میں رائج تعلیمات وروایات سے ترتیب دیا۔

> اگر تعلیمات واخبار مندرجہ قرآن وحدیث کو ان تعلیموں اور خبروں سے ملائیں جن کا اس وقت یہود کے درمیان چرچا ہو رہا تھا تو روز روشن کی طرح یہ بات کھل جاتی ہے کہ ان دونوں کے درمیان بہت ہی پکا اور یقینی رشتہ ہے اور ان کی آپس کی عجیب و غریب مشابہت ہر قسم کے شک کو مٹا دیتی ہے (۲۰)

جبکہ دوسرے ہی لمحے قرآن واحادیث کو بدعتی عیسائیوں میں رائج موضوع کتب کی روایات سے مزین ٹھہرایا گیا ہے انہی کے الفاظ میں:

> اور بہت سے باتیں ہیں جو قرآن وحدیث میں جہلاء عیسائیوں کی موضوعہ کتابوں اور اہل بدعت کی جھوٹی تصنیفات سے ماخوذ ہیں (۲۱)

علاوہ ازیں زرتشت اور اہل ہنود میں مروجہ دیو مالائی قصے اور روایات کو بھی حدیث کا ماخذ شمار کیا گیا ہے (۲۲)

مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ نے اپنی عقل وتدبر سے مختلف ذرائع سے حاصل کردہ مستعار افکار وتعلیمات کو حالات کے مطابق ڈھالتے ہوئے اپنے پیروکاروں کے لیے الہامی شریعت کے طور پر پیش کیا۔

> وہ مجموعہ مطالب وتعلیمات جو قرآن وحدیث میں موجود ہے ایک دریا کی مانند ہے جس میں طرح طرح اور قسم قسم کا پانی ہر طرف جدا جدا سر چشموں سے جاری ہو کر آملا ہے لیکن وہ ظرف جس میں ان پانیوں نے اس طرح کی صورت اختیار کر لی وہ عقل و

Marfat.com

تدبر اور نفس حضرت محمد ﷺ ہے (۲۳)

اسی کے ساتھ ساتھ احادیث کے انجیل کا چربہ ہونے کا دعوی خاص طور پر دھرایا گیا۔ ان مسیحی مصنفین کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمات انجیل کو احادیث کے ذریعے اپنے نام سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نزدیک آنحضرتؐ کے عیسائی علماء سے روابط تھے جن سے آپ ﷺ نے انجیل کی تعلیمات حاصل کیں۔ حقیقت میں دیکھیں تو یہ ایسا ہی بے سروپا الزام ہے جیسے یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کشمیر تشریف لائے تھے اور انہوں نے بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات کو انجیل میں پیش کیا ہے (۲۴)

'عربستان میں مسیحیت' نامی کتاب کے مصنف پادری سلطان محمد پال نے ص ۱۸۵ تا ص ۲۲۹ پر کلام انجیل اور ۷۰ احادیث مبارکہ کو تقابل کر کے اس دعوی کو ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے (۲۵) ایک دوسرے مسیحی سکالر ڈاکٹر ایس اے حسن نے ''ہماری حدیث'' نامی کتابچہ میں بھی یہی اسلوب اپنایا ہے (۲۶)

اصول حدیث

علم حدیث ایک ایسا فن ہے جس کی نظیر ہمیں مسیحی اور نہ کسی دوسرے مذہب میں ملتی ہے۔ محدثین نے احادیث کے مقام و مرتبہ اور شریعت میں احکام و مسائل کی بنیاد بننے کی بناء پر ان کے اخذ و قبول اور بیان و روایت میں انتہائی مثالی احتیاط سے کام لیا ہے راویان حدیث کے ثقہ و غیر ثقہ ہونے کے معیار مقرر کرتے ہوئے اسماء الرجال کا ایسا عظیم الشان فن ایجاد کیا کہ جس کے غیر بھی معترف ہیں۔ معروف اسکالر ڈاکٹر اسپرنگر کے بقول:

> نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری ہے نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے (۲۷)

اسی طرح یہ بھی اقرار کیا گیا کہ:

> دنیا کی تاریخ میں سوائے مسلمانوں کے کوئی قوم ایسا دعوی نہیں کرسکتی کہ اس نے اپنے نبی کی تاریخ کو ایسا محفوظ کیا کہ اس کے لئے ایک لاکھ سے زائد لوگوں کے حالات قلم

Marfat.com

بند کر دیئے مسلمانوں کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے (۲۸)

لیکن اس حقیقت کے باوجود اسی علم حدیث کو بعض مسیحی سکالرز نے بے اعتبار اور ناکارہ قرار دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ پادری عماد الدین کے بقول:

یہ فن (حدیث) ہی ناکارہ ہے جن قواعد اصولیہ اپنے سے انہوں نے بڑی محنت اور دیانت کے ساتھ تحقیق کی ہے وہ قواعد ایسے نہیں ہیں کہ آدمی غلطی سے بچاویں (۲۹)

اور پادری اکبر مسیح کے بقول:

جو لوگ فن حدیث کے امام ہیں انہیں کے درمیان غضب کا اختلاف ہے ایک دوسرے کو جھٹلا رہا ہے۔ علم رجال بس ایک بھول بھلیاں ہے دارومدار حسن ظن پر ہے ثقہ راوی کو مجروح کر دینا مجروح کو ثقہ بنا دینا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے تمام جھوٹی حدیثیں ثقہ اور پارسا لوگوں نے وضع کی ہوئی ہیں پس جو شخص تحقیق سے اس بحث میں کام لے گا اس کو ماننا پڑے گا کہ ایمانی امور میں احادیث سے بڑھ کر کوئی شے بے اعتبار نہیں (۳۰)

اسی طرح اھل مسجد کے مصنف کے خیال میں:

ان حقیقتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اسناد جو صحیح مانے جاتے ہیں فی نفسہ بہت کم مفید ہیں علاوہ ازیں اسلام کے ابتدائی راویوں کو ہم یقینی طور پر معتبر نہیں جان سکتے (۳۱)

جبکہ پادری ایڈورڈ سیل صاحب کے نزدیک مسلم اصول تحقیق میں اصل خوبی نقد و جرح کی بجائے صرف اچھی یادداشت ہے، وہ کہتے ہیں:

مسلمانوں کی الٰہیات میں نکتہ چینی کی تحقیق کوئی کمال نہیں بلکہ بڑا کمال اچھا حافظہ ہے (۳۲)

محدثین کے اعلیٰ درجہ کے روایتی و درایتی معیار و اصول اس وجہ سے بھی قابل اعتراض ہیں کہ:

ایسی احادیث کہ جن میں عمدہ اور دینی اقوال محمد صاحب کی نسبت منسوب کئے گئے ہیں ان پر بھی اسی قسم کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں مرحوم گولڈ زیہر جو ایک مشہور فاضل ہو گذرے ہیں ان کا بیان ہے کہ ابتداء میں محمد صاحب کی زندگی کا ایسا خاکہ کھینچنے کی طبیعت لوگوں میں پائی جاتی تھی جو مسیح کی شان سے کہ جس کا خاکہ

Marfat.com

کلیسا نے کھینچا ہے، کسی طرح کم نہ ہو ہاں یہ ممکن ہے کہ اس قسم کی طبیعت ان میں نادانستہ کام کر رہی ہو اس لیے محمد صاحب کی صرف زندگی ہی نہیں بلکہ ان کے اقوال بھی اس معیار کے مطابق بنائے گئے ہونگے (۳۳)

یہ صورتحال اس وقت دلچسپ ہو جاتی ہے جب ہم کچھ دوسرے مسیحی سکالرز کو انہیں محدثین کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے ان کی تعریف میں رطب اللسان پاتے ہیں۔ برکت اللہ پادری صاحب یوں شہادت دیتے ہیں:

> اہل اسلام نے نہایت احتیاط کے ساتھ احادیث کی تنقید کی ہے۔اصول تنقید، علم جرح (راوی کو بے اعتبار ثابت کرنا) اور تعدیل (اس کو قابل اعتبار ثابت کرنا) علم اسم الرجال وغیرہ کو ترتیب دے کر نہایت جانفشانی کے ساتھ محنت شاقہ کر کے جھوٹی اور سچی روایات اور احادیث میں تمیز کرنے کی کوشش کی ہے (۳۴)

وہ مزید لکھتے ہیں:

> اس میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ محدثین اپنے کام میں راست باز اور دیانت دار نہ تھے یہ بھی اچھی طرح قبول کیا جائے کہ جو روایتیں اس وقت رائج تھیں انہوں نے نیک نیتی سے انہیں تلاش کیا جن اسناد پر وہ قائم تھیں انہیں بڑی احتیاط سے تحقیق کی اور نہایت احتیاط و صحت سے انہیں قلمبند کیا انکے جمع کرنے والوں کے سبق ظن نے تو بے شک کسی روایت کے سلسلہ اسناد کے قبول یا رد کرنے میں اثر کیا ہوگا مگر ایسے گمان کی کوئی وجہ نہیں کہ انہوں نے خود روایتوں میں کسی طرح دست اندازی کی ہو (۳۵)

اسی طرح پادری عماد الدین رقم طراز ہیں:

> میں انہیں (محدثین کو) ان کے کام میں ہرگز بے دیانت نہیں کہتا اور چور یا جعلساز بھی نہیں بتاتا (۳۶)

مختصراً اس ضمن میں مسیحی نقطہ نظر کچھ اس طرح ہمارے سامنے آیا کہ:

☆ علم حدیث ایک ناکارہ فن ہے۔

☆ اصول حدیث کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد بھی احادیث سے بڑھ کر کوئی شے بے اعتبار نہیں۔

Marfat.com

☆ سلسلہ اسناد کوئی مفید کام نہیں کہ انہیں معتبر مانا جائے۔

☆ اصول نقد و جرح کچھ بھی نہیں۔

☆ محدثین نے شعوری طور پر احادیث کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح ِ کلیسیا کے برابر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆ ان تمام کے برعکس محدثین کی کاوشوں کا اقرار بھی کیا گیا کہ وہ راست باز تھے، انہوں نے بڑی احتیاط سے تحقیق کر کے احادیث کو پرکھا اور اصول تنقید، علم جرح و تعدیل، علم اسماء الرجال کے ذریعے احادیث کو معتبر گردانا۔

تدوین حدیث

مسیحی مصنفین کے ہاں اصول حدیث کے علاوہ جس بناء پر احادیث کو غیر مستند اور غیر ثقہ ٹھہرایا جاتا ہے وہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حافظہ کے بل بوتے پر دو اڑھائی سو سال بعد احادیث کا منضبط کیا جانا ہے۔ کتابت حدیث اور تدوین حدیث میں فرق روا نہ رکھنے کی وجہ سے مستشرقین اور مشرقی مسیحی مصنفین کی طرف سے تدلیس پر مبنی یہ دعویٰ سامنے آیا۔ بعد میں برصغیر کے ناداں منکریں حدیث اپنی اپنی لے میں یہی سُر الاپنے لگے۔

ای ایم ویری صاحب کی تحقیق ملاحظہ ہو:

یہ تمام بیانات (احادیث) محمد صاحب کی وفات سے دو تین سو سال بعد تحریر ہوئے (۳۷)

پادری سی جی فانڈر کہ برصغیر کی تاریخ مسیحیت ان کے تذکرہ کے بغیر ادھوری ہے، یوں فرماتے ہیں

احادیث کی تالیف حضرت محمد سے اس قدر بعد میں ہوئی اور ان کے بیانات ایسے عجیب ہیں کہ کوئی عالم آنحضرت کے معجزات کے بارے میں ان پر بالکل اعتماد نہیں کر سکتا (۳۸)

جبکہ اہل مسجد کے مصنف یوں گویا ہے:

احادیث کا یہ بڑا ذخیرہ کہ جو شریعت کا ایک خاص جزو بن گیا تھا عرصہ دراز تک صرف لوگوں کے حافظہ پر منحصر تھا ان کو کتابت میں لا کر محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ حفظ کر کے یاد کر لی جاتی تھیں اور پھر زبانی ایک دوسرے تک پہنچائی جاتی تھیں (۳۹)

Marfat.com

اسی طرح پادری صفدر علی کے نزدیک:

اول تو احادیث کا اعتبار بہت دشوار ہے دو ڈیڑھ سو سال برس کے پیچھے لوگوں نے سنی سنائی باتیں سو میں سے پانچ اپنی دانست میں معتبر جان کر لکھی ہیں اور کچھ یقینی بات نہیں کہ جو ان لوگوں نے صحیح سمجھا وہی معتبر ہو (۴۰)

اور پادری عماد الدین کے بقول:

احادیث جو سو دو سو برس بعد آنحضرت کی لکھی گئی ہیں اور راوی اول او نکے آنحضرت ہی کے ازواج و دیگر اقربا وغیرہ ہیں (۴۱)

اس باب میں تدوین حدیث کے بارے مسیحی نقطہ نظر کچھ یوں ہمارے سامنے آرہا ہے

☆ احادیث وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک / دو یا تین سو سال بعد لکھی گئیں۔

☆ انہیں حافظہ کے بل بوتے پر لکھا گیا۔

☆ ان کے راوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز اقارب ہی تھے۔

احادیث کا حین حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم قلم بند ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ڈاکٹر مصطفی اعظمی صاحب نے اپنے مقالہ میں ان باون صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں جو احادیث نبوی کو آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ضبط تحریر میں لا کر محفوظ کر گئے۔ (۴۲)

فکر انکار حدیث سے رجوع کرنے والے ڈاکٹر غلام جیلانی اپنی تصنیف ''تاریخ حدیث'' میں ''تفہیم اسلام'' کے مصنف کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

حضور پر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات مبارکہ ہی میں تقریباً ۴۰ ہزار احادیث ضبط (تحریر) ہو چکی تھیں (۴۳)

عہد رسالت سے لیکر تدوین حدیث تک کے ادوار میں کتابت حدیث کا تسلسل ایک ایسا امر واقعی ہے جسے کوئی اہل علم جھٹلا نہیں سکتا اس تسلسل کی ایک مثال ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے یوں بیان کی ہے (۴۴) کہ امام بخاری (۲۵۶ھ) ایک روایت امام احمد بن حنبل (۲۴۰ھ) سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے استاد عبد الرزاق ابن ھمام (۲۱۱ھ) سے مروی ہیں جو اپنے استاد معمر بن راشد (۱۵۳ھ) سے اور وہ آگے ھمام بن منبہ (۱۱۰ھ) سے روایت کرتے ہیں۔ ھمام بن منبہ، صحابی رسول حضرت ابوھریرہ (۵۸ھ)

Marfat.com

سے بیان کرتے ہیں جو خود رسول اللہ سے سنتے ہیں۔ زبانی روایت کے ساتھ ساتھ اس سند میں مذکور ہر راوی کا تحریری طور پر مرتب کردہ مجموعہ احادیث ہمارے پاس محفوظ ہے۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

امام بخاری	الجامع الصیح
امام احمد بن حنبل	المسند
عبدالرزاق بن ھمام	المصنف
معمر بن راشد	الجامع
ھمام بن منبہ	الصحیفہ

اب اگر راوی کے زبانی بیان کو اس کی مرتب کردہ کتاب حدیث میں موجود پا کر ان کا جائزہ لیا جائے تو حدیث کے بیان و کتابت میں کوئی فرق نہیں ملتا۔ اس سے ایک تو احادیث کا عہد رسالت سے تیسری صدی تک کا تحریری ثبوت ملتا ہے اور دوسری طرف ان کا ثقہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وہ ہستی کہ تاریخ نے جس کے قول و فعل کو محفوظ کر کے یوں پیش کیا ہے کہ **لیلھا کنھارھا** کے مصداق آپؐ کی ذات کا کوئی گوشہ ہم سے اوجھل نہیں اس ہستی سے منسوب ادب حدیث میں دانستہ تشکیک و تذبذب پیدا کرنے کا محرک شاید وہ احساس ہو جو ایک مسیحی قلم کار حضرت عیسیٰ کی زندگی کے بارے ناکافی معلومات کی بنا کر رکھتا ہے۔ حیات مسیح پر ناکافی معلومات کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا یوں ریمارکس دیتا ہے:

> صاف (درست) بات یہ ہے کہ حیات مسیح پر لکھنے کی کوشش ترک کر دی جائے۔ اس کے لیے مواد یقیناً موجود نہیں اندازہ کیا گیا ہے کہ ان کی زندگی کے ان دنوں کی تعداد ۵۰ سے زیادہ نہیں جس کے متعلق ہمارے پاس ریکارڈ موجود ہے (۴۵)

کتب حدیث

جمہور محدثین کے نزدیک ادبیات حدیث میں الجامع الصحیح للبخاری سب سے فائق ہے۔ اہلِ علم کا اتفاق ہے:

اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری الجامع الصحیح للبخاری (۴۶)

ہم یہاں صرف اسی کتاب حدیث کے بارے کچھ مسیحی آراء پیش کر رہے ہیں۔ اس کا مقام و مرتبہ

Marfat.com

ایک مسیحی قلمکار کے نزدیک ملاحظہ فرمائیں۔

کتب احادیث خواہ وہ بخاری کی اصح الکتب ہی کیوں نہ ہو بمصداق

او خود گمراہ است کہ رہبری کند

اس قابل نہیں کہ ان پر ایمانیات کے بارے کلی اعتماد کیا جا سکے (۴۷)

طرق اور روایت میں فرق نہ کرتے ہوئے پادری سی جی فانڈر کہتے ہیں:

غالباً سب سے معتبر اور قابل اعتبار صحیح بخاری کی احادیث ہیں پھر ان کے بعد مسلم اور ترمذی کی۔ لیکن معزز ناظرین کو یہ دکھانے کی غرض سے کہ بخاری کے ایام میں کس قدر کثیر التعداد غیر معتبر احادیث رائج تھیں اور ان ایام میں کس سریع الاعتقادی اور لغویات کا رواج تھا............ بخاری بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک لاکھ احادیث جمع کیں جس کا صحیح ہونا اس نے ممکن سمجھا اور دو لاکھ غیر احادیث جمع کیں ان تین لاکھ کے مجموعہ میں سے آخر کار اس نے فقط ۷۲۷۵ کو معتبر سمجھا اور جب مکرر بیانات کو خارج کر دیا تو ۴۰۰۰ رہ گئیں یہ بھی سب کی سب معتبر اور قابل اعتماد نہیں ہیں (۴۸)

ایک رائے کے مطابق صحیح احادیث کو جمع کرنے کی ابتداء امام بخاری نے کی۔

یہ پہلا شخص ہے جس نے حدیثوں کو پہلے جمع کرنا شروع کیا اپنی الصحیح میں (۴۹)

امام بخاری کے تحقیقی اصول اور احتیاط پسندی کو غیر معیاری قرار دیتے ہوئے ایل بی جونز لکھتے ہیں

یہ صاف ظاہر ہے کہ بخاری اور دیگر محدثین کا کام محض احادیث کا جمع کرنا نہیں تھا بلکہ انکی کوشش یہ تھی کہ جو حدیثیں اب تک جمع ہو چکی ہیں کسی معیار سے انکی جانچ کی جائے۔ تاہم جب انکے معیار کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو یہ صفائی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کی کوششیں نہ صرف ناکافی بلکہ بے سود ہیں۔ اول تو اسلیے کہ کسی حدیث کے متن کی جانچ میں انہوں نے تنقید معنوی سے کام نہیں لیا اگر ان کو اسناد کی صحت کا اطمینان ہو جاتا تو پھر وہ باقی اور باتوں کو نہیں دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ پھر اگر حدیث کا بیان بعید العقل یا ناممکن الوقوع محال ہوتا تو بھی اس کی صحت پر شک نہ کرتے تھے صحیح معنوں میں ان کا طریق تنقید بالکل صوری یا خارجی تھا انہوں نے

Marfat.com

صرف اسناد ہی کی اصلیت کے پرکھنے پر اکتفا کیا لیکن یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اسناد کی جانچ بھی پورے طور پر نہیں کی (۵۰)

رواۃ کی جانچ پڑتال کے حوالے سے یہی مصنف امام بخاری پر معترض ہیں:

اسلام کے ابتدائی ایام کے عجیب اشخاص یعنی صحابہ کرام اور تابعین کی زندگی کی نکتہ چینی کرنا انہیں (امام بخاری کو) سخت ناگوار تھی ان کی پاسداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ اور تابعین کل عملی مقاصد کے لیے نکتہ چینی سے مستثنیٰ رہے (۵۱)

حالانکہ مصنف مذکور خود ہی صحابہ کا حدیث کے بارے یہ رویہ بھی بیان کرتے ہیں:

احادیث کے رواج دینے میں محمد صاحب کے صحابہ نے بڑی احتیاط کی ضرورت محسوس کی تھی'' (۵۲)

مسیحی سکالرز کی ان آراء میں سلبی طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ

- بشمول بخاری کتب حدیث کلی قابل اعتماد نہیں
- امام بخاری کی احتیاط کے باوجود، لاکھوں احادیث سے ان کی منتخب کردہ احادیث معتبر نہیں
- امام بخاری و دیگر محدثین نے مکمل تحقیقی اصول نہیں اپنائے
- امام بخاری نے صحابہ کو دیگر رواۃ کے ساتھ جرح وتعدیل کے معیار پر نہیں پرکھا

مسیحی لٹریچر میں نقل حدیث

برصغیر کے مسیحی لٹریچر میں تعارف اسلام، نقد و جرح، تبصرہ اور دلیل دعویٰ کے تحت احادیث نبوی بکثرت پائی جاتی ہیں کیوں کہ قرآن کے بعد اسلام کی دوسری اصل سنت و حدیث ہی ہے۔ مسیحی لٹریچر میں نقل حدیث کے بارے عام رویہ اپنے دعویٰ کی تائید و دلیل میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استناد و استشہاد کرنا ہے۔ برصغیر کے مسیحی ادب کا کوئی دور اس روش سے خالی نہیں۔ پادری سی. جی فانڈر، پادری عماد الدین سے لے کر کے عہد حاضر تک کے ان مسیحی مصنفین کے ہاں ہمیں یہ اسلوب نظر آتا ہے۔ اس میں اسلام اور تعلیمات اسلام پر نقد و جرح کرتے ہوئے تشکیک و تذبذب پیدا کرنے کا عنصر خاص طور پر مدنظر رکھا گیا ہے تا کہ صیانت اسلام کے حوالے سے لوگوں کے اذہاں پراگندگی کا شکار ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ کو ہدف بنا کر بناء اسلام منہدم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کوشش

Marfat.com

میں حالات و واقعات اور سیاق و سباق سے تحریف کرتے ہوئے مختلف پیرائے میں احادیث پیش کی گئی ہیں۔ نقل حدیث کا یہ انداز اسلامی ادب میں حدیث نبوی کے تذکرہ سے میل نہیں کھاتا۔ اس بحث کو سمیٹتے ہوئے بنظر غائر جائزہ لیں تو نقل حدیث کے بارے ان مسیحی مصنفین کے رویہ کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

☆ قرآن مجید پر مختلف پہلوؤں سے نقد کرتے ہوئے خصوصاً غیر ثقہ، شاذ اور اسرائیلی تفسیری روایات کا بیان کرنا

☆ مسلم ادب تفسیر میں مسلمہ و مقبول تفسیری آراء کی بجائے اپنی تائید میں کم تر درجے کی روایات سے استشہاد کرنا

☆ اختلاف قرآت میں شاذ یا مردود قرآت کی روایت سے استدلال کرنا

☆ جمع تدوین قرآن میں بظاہر متعارض اور غیر ثقہ روایات پیش کرنا

☆ معجزات کے بارے احادیث کو عقلی معیار پر پرکھ کر نقد کرنا

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی من گھرٹ تاریخی روایات کو احادیث کی شکل میں پیش کر کے ایسی تصویر کشی کرنا جس سے آپ کی ذات مبارکہ کا منفی تاثر ابھرتا ہو

☆ تاریخی روایات کو جو کہ محدثین کے معیار سے کم تر ہوں حدیث کی حیثیت سے پیش کرنا

☆ مشہور العام کو حدیث کے نام سے پیش کرنا

خدمات حدیث

برصغیر میں مسیحی سکالرز کی طرف سے حدیث کے بارے انتقادی رویہ کے ساتھ ساتھ چند ایک مفید کاوشیں بھی نظر آتی ہیں جنہیں ہم ان کی خدمات حدیث کہہ سکتے ہیں۔ چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ معروف جرمن اسکالر ڈاکٹر اسپرنگر جو کہ کلکتہ میں کام کرتے رہے انہوں نے امام ابن حجر کی معروف تصنیف **الاصابة فی تمیز الصحابة** ایڈٹ کر کے رائل ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ کی جانب سے شائع کروائی۔

☆ نیز ۱۸۰۹ء میں کیپٹن اے میتھوس نے کلکتہ سے **مشکوۃ المصابیح** کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔

☆ اسی طرح وان کریمر نے کلکتہ سے ہی محمد بن عمر واقدی کی **المغازی** طبع کروائی۔

Marfat.com

ثمرات حدیث

انسانی تمدن کی ترقی وارتقاء میں مسلم تہذیب کا کردار ایک قابل فخر درخشاں باب ہے۔دنیا کی معنوی ومادی ترقی میں اسلام کے کردار کا ایک مسیحی سکالر اپنے مخصوص رنگ میں یوں اقراری ہے:

> تواریخ سے صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ اسلام نے جس قوم کو فتح کیا اسے پوری بربادی اور تباہی کا موردالزام بتایا تو بھی دنیا کی روحانی اور ذہنی ترقی کے لیے اسلام خدا کے ہاتھ میں ایک بڑا وسیلہ بنا (۵۳)

اسی کتاب میں اسلام کے اساسی و بنیادی ماخذ حدیث کو مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹ گردانا گیا ہے۔لکھتے ہیں:

> دنیا میں ایسی کوئی قوم نہیں جو اس قدر حدیث کی محکوم اور پابند ہو جب تک (اس) وہم کی قید ٹوٹ نہ جاوے ہرگز ترقی اور روشن ضمیری کی امید نہیں ہو سکتی (۵۴)

حالانکہ مسلمانوں کے دور عروج میں مسلمانوں کا حدیث پر ایمان انتہائی مستحکم اور پختہ تھا اس بارے میں وہ کسی بھی شک وشبہ کا ذرہ برابر بھی شکار نہ تھے۔حدیث پر ایمان اور اس کے مطابق عملی زندگی ان کی ترقی میں قطعا رکاوٹ نہ بنی بلکہ یہی احادیث نبوی انہیں ترقی کی راہ پر گامزن رکھنے میں مہمیز ثابت ہوئیں۔ ایک دوسرے مسیحی سکالر زای ایم ویری کے نزدیک

> جب تک اسلامی علماء احادیث وروایات اور اجماع کے بس میں ہیں تب تک اسلامی ممالک میں عقل وضمیر بیکاری اور غلامی کی حالت میں ہیں اور رہیں گے (۵۵)

حالانکہ یہ حقیقت ثابت ہے کہ مسلم تہذیب نے تمام تر اساس قرآن سے اور جلاء حدیث نبوی سے ہی پائی ہے۔انسانی زندگی کے تہذیبی ارتقاء کے سفر میں احادیث کے ذریعے جو معیار مسلمانوں کو میسر آیا وہ کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا۔لیکن افسوس تو یہ ہے کہ یہاں منکرین حدیث کی طرف سے بھی یہی راگ الاپا جا رہا ہے کہ احادیث امت کے زوال کا سبب بنی ہیں (۵۶)

برصغیر میں مسیحی لٹریچر کے اثرات

اوراق سابقہ میں پیش کئے جانے والے نظریہ حدیث پر مبنی مسیحی لٹریچر نے برصغیر میں وسیع پیمانے پر رنگ دکھایا جس سے بعض لوگ معمولی حد تک متاثر ہوئے اور احادیث نبوی کے بارے میں کہیں کہیں

Marfat.com

شک وشبہ کی بات کرنے لگے پھراس سے بڑھ کر یہاں متاثرین کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا جسے منکرین حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ میدان جنگ میں مغلوب قوم ذہنی شکست وخوردگی کا شکار ہو جاتی ہے اور غالب قوم کی طرف سے ہر نظریاتی یلغار کو عین عقل سمجھ کر قبول کرتی دکھائی دیتی ہے۔ برصغیر میں مسلم حکمرانی کی آٹھ سو سالہ تاریخ میں ہمیں یہاں انکار حدیث کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ یہاں انکار حدیث کی فکر انگریز اقتدار کے بعد ہی سامنے آئی جو اس دعوی کا بین ثبوت ہے کہ اس کی تخم ریزی کا یہی دور ہے۔ انگریز برصغیر میں اپنے تسلط کے ساتھ ساتھ دو اور چیزوں کے بھی خواہاں تھے

۱۔ فرنگی تہذیب وتمدن کا فروغ

۲۔ مذہب عیسائیت کا پرچار

برصغیر میں انگریزی تسلط کے ساتھ ہی عیسائیت کے پرچار کے لیے مسیحی مشنریوں کی ایک ٹڈی دل فوج کمر بستہ ہو کر میدان میں اتری۔ اپنے مقابل مذاہب میں یہاں ان کے حقیقی حریف مسلمان ہی تھے چنانچہ انہوں نے اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات کے بارے مختلف شکوک وشبہات اور بے بنیاد اعتراضات بڑی شد ومد سے پیش کرنا شروع کیے۔ اس سلسلہ میں حدیث نبوی کے حوالے سے ان کے ہاتھ میں سب سے اہم ہتھیار مستشرقین کے افکار ونظریات تھے۔ اس کا نتیجہ دو صورتوں میں نکلا۔ مسلمانوں کے ایک گروہ نے من وعن مسیحی افکار کو قبول کر کے دین اسلام کو خیر باد کہہ دیا۔ جس میں پادری عمادالدین، پادری سلطان محمد پال، پادری احمد شاہ، پادری صفدر علی اور پادری برکت اللہ کے نام نمایاں ہیں۔ دوسرا گروہ وہ تھا جس نے اسلام کے دفاع کے نام پر انہی افکار کو اسلامی رنگ دے کر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔ خضری بک لکھتے ہیں:

> اس دور کے وہ علماء جنہوں نے اپنے علم کا زیادہ معیار مطالعہ پر رکھ کر براہ راست مستشرقین کو پڑھا ہے ان کی تحریروں میں (شعوری یا لاشعوری) ایک مرعوبیت کا احساس پایا جاتا ہے۔ جس کو ان جگہوں پر بآسانی پڑھا جاسکتا ہے۔ جہاں انہوں نے اسلام پر کسی مغربی اعتراض کا جواب دیا ہے..... لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اعتراض کرنے والے کے ہاتھ میں تلوار بھی ہو اور منہ میں تیز زبان بھی اور جواب

Marfat.com

دینے والے کا ذہن ان دونوں سے مرعوب بھی ہو تو قدرتی طور پر جواب جاب نہیں رہتا ایک معذرت بن جاتا ہے (۵۷)

اغیار کے اعتراضات سے انہیں اپنے عقائد و نظریات کی عمارت متزلزل نظر آنے لگی تو معذرت سے آگے معاملہ پسپائی کی شکل اختیار کر گیا۔ حدیث نبوی کا انکار بھی اسی پسپائی کا شاخسانہ ہے۔ ایک رائے کے مطابق یہ پسپائی ذہنی کم ہمتی کا نتیجہ نہ تھی بلکہ ایک گہری سازش کا نتیجہ تھا۔ ڈاکٹر محمد عابد لکھتے ہیں:

انگریزوں نے مسلمانوں کو دینی اعتبار سے کمزور کرنے کیلئے مختلف سازشیں شروع کر دیں مثلاً مسلمانوں میں فرقہ بندی کو ہوا دینے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں ہی میں ایسے رجال تیار کئے گئے جنہوں نے مختلف دینی احکام سے انحراف کر کے دین میں نئے نئے فتنے پیدا کئے ان فتنوں میں انکار ختم نبوت اور انکار حدیث کے فتنے نہایت نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوئے (۵۸)

اس دعوی کی تائید ہمیں برصغیر میں منکرین حدیث کی معروف شخصیت عبداللہ چکڑالوی پر انگریز سے امداد لینے کے اس الزام سے ہوتی ہے۔

انگریزی سیاست دانوں نے عیسائی پادریوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے چند مسلمان علماء کو پھانسا..... اب انہوں نے خود حدیث کو غیر معتبر ٹھہرانے کے لیے چند مسلمان منافقین کو خرید لیا ان کے سرخیل عبداللہ چکڑالوی تھے۔ ان کو عیسائیوں نے اس خدمت کے لیے چنا اور انہوں نے اعلانیہ حدیث کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کیا انگریز پادریوں نے اس کو چٹھیاں لکھیں مالی مدد کے وعدے کیے اور ان سے کہا کہ آپ ایک نہایت اچھا کام کر رہے ہیں (۵۹)

بہرحال برصغیر کے اس مسیحی دور کا ایک بڑا اثر فتنہ انکار حدیث کی شکل میں نمودار ہوا اور مستشرقین کی بولی اپنی اپنی زبان میں پیش کی جانے لگی۔ ایک مبنی برحقیقت تبصرہ پیش خدمت ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی تسلط نے جب حکومتی رنگ اختیار کیا تو مسلمانان برصغیر نے جنگ آزادی کے میدان میں آخری مذبوحی حرکات کا مظاہرہ کیا لیکن ناکام رہے میدان جنگ کی شکست نے ذہنی مرعوبیت کی راہ دکھلائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مستشرقین

Marfat.com

نے اپنے خاص مقاصد کی خاطر جو علمی تحاریک شروع کی تھیں ان کے پس منظر، پیش منظر کا تنقیدی جائزہ لیے بغیر بعض افراد (منکرین حدیث) نے انہیں قبول کرلیا اور پھر ان کے اُگلے ہوئے نوالے نئی فکر، نئی تحقیق، نئی علمی کاوش اور قومی خدمت کے نام سے پیش کرنے شروع کر دیے انہیں میں سے شاخت اور گولڈز یہر وغیرہ کے یہ فکری شاخسانے تھے جن کو ایسے ذہنی مریضوں نے اپنی فکری پرواز اور علمی اڑان کے لیے سہارا بنالیا حالانکہ یہ ذہنی مرعوبیت کے شاہکار ہونے کے علاوہ کوئی نئی علمی فکری کاوش نہ تھی (۶۰)

جس طرح کسی شر کی تہہ میں کوئی خیر پنہاں ہوسکتی ہے اسی طرح مسیحی فکری یلغار نے مسلمانوں میں اپنے عقائد پر متصلبانہ ایمان اور دفاع حدیث کا جذبہ متحرک کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ تمسک بالحدیث اور ترویج واشاعت حدیث کی شرح پہلی سے کئی گنا بڑھ گئی جس پر برصغیر کا اصول حدیث، تاریخ حدیث، حجیت حدیث، تراجم وحواشی اور شروحات حدیث کا وسیع ذخیرہ بین ثبوت کے طور پر موجود ہے۔

اس کا ایک اور اضافی فائدہ یہ بھی ہوا کہ برصغیر کے مسلمانوں میں ادیان کے تقابلی مطالعہ کا رجحان بڑھا اور یورپ کے درآمدی تحقیقی میعارات سے بھی استفادہ کی سوچ پروان چڑھی۔ اس تمام تر کا مثبت نتیجہ یہ بھی ہے کہ ایک معیاری لٹریچر کا ذخیرہ سامنے آیا۔

❁ ❁ ❁

حوالے وحواشی

۱۔ برکت اللہ پادری، مغلیہ سلطنت اور مسیحیت (پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور ۱۹۷۰ء) ص ۱۸۱

۲۔ جونز، ایل بیون، اھل مسجد، مترجم: جے عبدالسبحان (پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، طبع دوم، ۱۹۵۲ء) ص ۷۷

۳۔ ایڈورڈ سیل، پادری، عقائد اسلامیہ، مترجم: شفقت اللہ حمیدی (امریکن مشن پریس،

Marfat.com

لکھنؤ،۱۸۸۳)ص.۱۳

۴۔ ابن حزم، علی بن حزم الاندلسی، الاحکام فی اصول الاحکام (فیصل آباد،۱۴۰۴ھ) ج.۲،ص.۶

۵۔ Hughes, Thomas Patrick, **Dictionary of Islam**, Premier Book House Lahore, 1964, pp. 639

۶۔ عقائد اسلامیہ،ص.۱۹ ۷۔ اھل مسجد،ص.۷۹

۸۔ کلیئر ٹزڈل، ڈبلیو سینٹ، ینابیع الاسلام، مترجم: پادری اکبر مسیح (پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، طبع دوم،۱۹۵۳) ص.۱۶

۹۔ وِیری، ای ایم، پادری، دین اسلام (امریکن ٹریکٹ سوسائٹی، لدھیانہ، طبع اول،۱۹۰۵) ص.۱۹

۱۰۔ عقائد اسلامیہ،ص.۹۰

۱۱۔ غلام مسیح، پادری، تحقیق الاسلام پہلا حصہ مسمی حقیقت الاسلام (پنجابی پریس لاہور، ۱۹۲۴)ص.۱

۱۲۔ ایضا،ص.۲

۱۳۔ صفدر علی، پادری، نیاز نامہ (امریکن مشن پریس، لکھنؤ، طبع ثانی،۱۸۷۸)ص.۱۲۶

۱۴۔ ایضا،ص.۲۱۸ ۱۵۔ اھل مسجد،ص.۷۶

۱۶۔ ایضا،ص.۷۷ ۱۷۔ ایضاص.۸۰

۱۸۔ ایضا،ص.۷۹

۱۹۔ فتح پوری، نیاز، مذاھب عالم کا تقابلی مطالعہ (آواز اشاعت گھر، لاہور، س.ن) ص.۴۷

۲۰۔ ینابیع الاسلام ،ص.۴۲ ۲۱۔ ایضا،ص.۱۴۱

۲۲۔ ایضا، صفحہ۱۵۱تا۱۸۰فصل پنجم میں درج ذیل عنوان کے تحت یہ دعوی کیا گیا ہے
''اس دعوی کی تحقیق میں کہ آیا قرآن وحدیث میں بعض ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو زردشتیوں اور ہنود کی پرانی کتابوں میں ملتے ہیں''۔اس رویہ پر کیا ردعمل ہوسکتا ہے ملاحظہ ہو
''جدید علم تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ عہد نامہ جدید یعنی مجموعہ اناجیل میں ایک بھی

Marfat.com

پاکیزہ خیال یا تعلیم ایسی نہیں ہے جو اقوال افلاطون (Plots) یا حکماء رواقین (Epicurians) کی تعلیمات میں موجود نہ ہوں"

(مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ، ص۔۲۷ نیز عقائد نصرانیہ کا تاریخی رشتہ فینقیہ، بابل، فلسطین، مصر، ایران، اور یونان کے قدیم ادب اور فرضی حکایتوں سے جوڑ کر انہیں ان کا ماخذ بتلایا ہے۔)

۲۳۔ ایضاً، ص۔۱۹۸

۲۴۔ قادیانی، غلام احمد، مرزا، مسیح ہندوستان میں، قادیان ۱۸۸۹ء؛ چشمہ مسیحی (ربوہ، ۱۹۶۰) ص۔۸

۲۵۔ پال، سلطان محمد، پادری، عربستان میں مسیحیت (پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی، لاہور، طبع اول ۱۹۴۵ء)

۲۶۔ ایس اے حسن، ڈاکٹر، ہماری حدیث (حصہ دوم) (آصف بک ڈپو، لاہور، بار اول، ۱۹۵۲ء)

۲۷۔ بحوالہ: شبلی نعمانی، سیرت النبی (مکتبہ مدنیہ، لاہور، ۱۴۰۸ھ) ج۔۲، ص۔۳۹

۲۸۔ ہفت روزہ "اعتصام" لاہور، جمیت حدیث نمبر، ۷ فروری ۱۹۵۶، ص۔۶۵، (فتنہ انکار حدیث کا عقلی اور تاریخی تجزیہ از محمد علی قصوری)

۲۹۔ عماد الدین، تاریخ محمدی، بحوالہ: کانپوری، محمد علی، دافع التلبیسات (نامی پریس، کانپور، ۱۳۰۲ھ) ص۔۷۱

۳۰۔ اکبر مسیح، پادری، تاویل القرآن (پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی، لاہور، بار سوم، ۱۹۵۲) ص۔۴

۳۱۔ اھل مسجد، ص۔۸۹ ۳۲۔ عقائد اسلامیہ، ص۔۴۸

۳۳۔ اھل مسجد، ص۔۹۰

۳۴۔ برکت اللہ، پادری، توضیح البیان فی اصول القرآن (پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی، لاہور، س۔ن) ص۔۸۷

۳۵۔ میور، ولیم، لائف آف محمد، بحوالہ: دافع التلبیسات، ص۔۷۱

Marfat.com

۳۶۔ عمادالدین، تاریخ محمدی، بحوالہ: دافع التلبیسات، ص۔۷۱
۳۷۔ دین اسلام ، ص۔۱۷
۳۸۔ فانڈر، سی۔جی، پادری، میزان الحق (پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، باردوم، ۱۹۶۲) ص۔۴۱۷
۳۹۔ اھل مسجد ، ص۔۸۲ ۴۰۔ نیاز نامہ ، ص۔۸۷
۴۱۔ عمادالدین، پادری، تحقیق الایمان (مطبع آفتاب پنجاب، لاہور، طبع اول، ۱۸۶۶) ص۔۲۴
۴۲۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے:
M.M.Azami, Studies in Early Hadith Literature(American Trust Publications, Indiana 1978)
الاعظمی، محمد مصطفے، دراسات فی الحدیث النبوی و تاریخ تدوینہ (المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۲)
۴۳۔ مسعود احمد تفہیم اسلام، جماعت المسلمین، (مبطع ندارد، اشاعت ثالث، ۱۹۸۷) ص۔۵۷۸
۴۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بھاولپور (اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، ۱۴۰۱ھ) ص۔۵۳-۵۴
۴۵۔ Encyclopaedia Birttanina, (1958) , vol.13 , pp.16-17
۴۶۔ علوی، خالد، حفاظت حدیث (المکتبۃ العلمیۃ، لاہور، ۱۹۷۱) ص۔۳۰۰
۴۷۔ توضیح البیان، ص۔۸۸ ۴۸۔ میزان الحق، ص۔۴۰۷
۴۹۔ ھماری حدیث، ص۔۳ ۵۰۔ اھل مسجد، ص۔۸۷
۵۱۔ ایضاً، ص:۸۸ ۵۲۔ ایضاً، ص۔۸۲
۵۳۔ عقائد اسلامیہ ص۔۴۹ ۵۴۔ ایضاً، ص۔۲۵۶
۵۵۔ دین اسلام، ص۔۲۲۴
۵۶۔ ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو: پرویز، غلام احمد، اسباب زوال امت (ادارہ طلوع اسلام،

Marfat.com

لاہور، س.ن)

۵۷۔ خضری بک، محمد، تاریخ فقہ (اردو)، مترجم: مولانا تقی عثمانی؛ حبیب اللہ ہاشمی (دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۶۷) ص.۸

۵۸۔ ماہنامہ ''محدث'' لاہور، اشاعت خاص، فتنہ انکار حدیث، جلد ۳۴، شمارہ ۸، ۹، اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء) ص.۱۲۸ (برصغیر میں فتنہ انکار حدیث از ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد)

۵۹۔ ہفت روزہ ''اعتصام'' لاہور، حجیت حدیث نمبر، جلد ۷ شمارہ ۲۸-۲۹، ۵ تا ۱۲ رجب ۱۳۷۵ھ/ ۱۷ تا ۲۴ فروری ۱۹۵۶ء، ص.۶۵

۶۰۔ ہفت روزہ ''اھلحدیث'' لاہور، خدمات اہلحدیث نمبر، جلد ۲۸ شمارہ ۳۹، ۷ جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ/ ۱۰ تا ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۷ء ، ص.۲۱۳ (اہلحدیث کی خدمات حدیث اور منکرین حدیث از ڈاکٹر خالد ظفر اللہ)

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

❄ اصول حدیث	ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر
❄ مصباح الحدیث	ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر
❄ رسولِ رحمت	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ حضورؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄ پیغمبرانہ منہاجِ دعوت	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

انکارِ حدیث......حق یا باطل؟

[ایک منکرِ حدیث کے شبہات کے جوابات]

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ*

سیرت نبوی ﷺ پر عالمی ایوارڈ یافتہ کتاب الرحیق المختوم کے مصنف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ علمی و دینی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ 1975ء میں وسط ہند کے اضلاع بالا گھاٹ اور سیونی سے انکار حدیث کے فتنے نے جب سر اٹھایا تو مولانا نے اس کی سدِ باب کے لئے نہ صرف وہاں پہنچ کر علمی بحث مباحثہ میں حصہ لیا بلکہ بعد میں حدیث نبوی پر اٹھائے جانے والے ان اعتراضات کے عالمانہ جوابات بھی لکھے۔ انہی دنوں ہندوستان کے صوبہ بہار کے شہر مدھوپور سے ایک صاحب نے بھی احادیث رسول پر بنیادی نوعیت کے اعتراضات وارد کئے، مثلاً احادیث کا علم بعض انسانوں کی کاوشوں کا حاصل ہے، ہمارے لئے قرآن کریم ہی کافی ہے، محدثین میں سے اکثر عجمی تھے، چنانچہ یہ جمع احادیث کی جدوجہد دراصل اسلام کے خلاف ایرانی سازش کا شاخسانہ ہے۔ قرآن کریم میں ظن اور سُنی سنائی بات پر یقین لانے سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے، جبکہ ان احادیث میں تو مقدس ہستیوں کے بارے میں خلاف عقل اور توہین آمیز باتیں بھی موجود ہیں۔ یہ اعتراضات اکثر و بیشتر وہی ہیں جو حدیث سے بے اعتنائی کرنے والے مغربی زدہ افراد پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان اعتراضات کے لوگوں میں بکثرت پھیل جانے کی بنا پر مولانا مبارکپوری کے محققانہ جوابات کو ارمغان علمی کی اس جلد میں جو علمِ حدیث سے متعلق ہے، افادہ عام کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

Marfat.com

کیا قرآن میں سب کچھ ہے اور حدیث کی ضرورت نہیں؟

انکارِ حدیث کے لئے سب سے اہم اور بنیادی نکتہ یہ تلاش کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید میں ہر مسئلہ کی تفصیل بیان کردی گئی ہے، اس لئے حدیث کی ضرورت نہیں۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کے متعلق تبیانا لکل شیئ اور تفصیلا لکل شیئ والی آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جن کا مطلب توڑ مروڑ کر اور غلط ملط بیان کر کے یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ قرآن میں ہر مسئلہ کی تفصیل موجود ہے۔

① منکرین حدیث اب ہمارا سوال سنیں؛ قرآن میں مردہ، خون، سوٴر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام قرار دیا گیا ہے اور بهيمة الأنعام حلال کیا گیا ہے۔ بهيمة الأنعام کی تفسیر قرآن میں ان جانوروں سے کی گئی ہے: اونٹنی، اونٹ، گائے، بیل، بکری، بکرا، بھیڑ اور مینڈھا۔ لغت میں بھی بهيمة الأنعام کی فہرست میں یہی جانور بتائے گئے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے علاوہ دنیا کے بقیہ جانور حلال ہیں یا حرام؟ مثلاً کتا، بلی، گیدڑ، بھیڑیا، چیتا، شیر، تیندوا، بندر، ریچھ، ہرن، چیتل، سانبھر، بارہ سنگھا، بھینسا، خرگوش، کوا، چیل، باز، شکرہ، کبوتر، مینا، فاختہ وغیرہ وغیرہ؛ یہ سارے جانور حلال ہیں یا حرام؟ یا ان میں سے کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام؟ آپ جو جواب بھی دیں، اس کا ثبوت قرآن سے پیش کریں۔ آپ کی عقلی تک بندیاں نہیں مانی جائیں گی، یعنی آپ چونکہ دعویدار ہیں کہ ہر مسئلہ قرآن میں موجود ہے اس لئے ان جانوروں میں سے جس کو حلال مانیں، اس کے حلال ہونے کا ثبوت قرآن سے دیں اور جس کو حرام مانیں، اس کے حرام ہونے کا ثبوت قرآن سے دیں اور اگر آپ قرآن سے نہ دے سکیں (اور یقیناً نہیں دے سکیں گے) تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن میں ہر مسئلہ بیان نہیں کیا گیا ہے اور حدیث کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان جانوروں کے حلال وحرام ہونے کا قاعدہ حدیث میں بیان کردیا گیا ہے جس سے فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ کون سا جانور حلال ہے اور کون سا حرام......!

② دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز کی حالت میں کھڑے ہونے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا ذکر بھی قرآن میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز میں پہلے کھڑے ہوں یا پہلے رکوع کریں یا پہلے سجدہ کریں؟ پھر کھڑے ہوں تو ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں یا لٹکا کر؟ ایک پاؤں پر کھڑے ہوں یا دونوں پر؟

Marfat.com

لغت میں 'رکوع' کا معنی ہے جھکنا، سوال یہ ہے کہ آگے جھکیں، یا دائیں جھکیں یا بائیں جھکیں؟ پھر جھکنے کی مقدار کیا ہو؟ ذرا سا سر نیچا کریں یا کمر کے برابر نیچا کریں یا اس سے بھی زیادہ نیچا کریں؟ پھر رکوع کی حالت میں ہاتھ کہاں ہوں؟ گھٹنوں پر ٹیکیں؟ یا دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ کر بازوؤں کو ران پر ٹیکیں؟ یا ڈنڈے کی طرح لٹکنے دیں؟

اسی طرح سجدہ کیسے کریں؟ یعنی زمین پر سر کا کون سا حصہ ٹیکیں، پیشانی کا ٹھیک پچھلا حصہ یا دایاں کنارہ یا بایاں کنارہ؟ سجدہ کی حالت میں ہاتھ کہاں رکھیں؟ رانوں میں گھسالیں؟ یا زمین پر ٹیکیں؟ اور اگر زمین پر ٹیکیں تو صرف ہتھیلی زمین پر ٹیکیں یا پوری کہنی زمین پر ٹیکیں؟ سجدہ ایک کریں یا دو کریں؟ ان سوالات کا آپ جو بھی جواب دیں، اس کا ثبوت قرآن سے دیں۔ ان مسائل کے بارے میں آپ کی عقلی تک بندیاں نہیں مانی جائیں گی اور اگر قرآن سے ان سوالات کا جواب نہ دے سکیں (اور یقیناً نہیں دے سکتے) تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن کے حکم پر بھی عمل نہیں ہو سکتا۔

③ تیسرا سوال یہ ہے کہ قرآن میں زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نہ دینے والوں کو سخت عذاب کی دھمکی بھی دی گئی ہے۔ جس جس قسم کے لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کرنی ہے، انہیں بھی بتا دیا گیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ کب کب وصول کی جائے؟ یعنی زکوٰۃ روز روز دی جائے؟ یا سال بھر میں ایک مرتبہ دی جائے؟ یا پانچ سال یا دس سال یا بیس سال میں ایک مرتبہ دی جائے؟ یا عمر بھر میں ایک مرتبہ دی جائے؟ پھر یہ زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے اور کتنی کتنی دی جائے؟ یعنی غلہ کتنا ہو تو اس میں زکوٰۃ دی جائے؟ اور کتنے غلہ پر کتنی زکوٰۃ دی جائے؟ سونا چاندی کتنی ہو تو زکوٰۃ دی جائے؟ اور کس حساب سے دی جائے؟

یہ سارے مسئلے قرآن سے ثابت کیجئے۔ اگر آپ قرآن میں یہ مسائل نہ دکھلا سکیں (اور ہرگز نہیں دکھلا سکتے) تو ثابت ہوگا کہ حدیث کو مانے بغیر قرآن کے حکم پر بھی عمل ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ان سارے مسائل کا بیان حدیث ہی میں آیا ہے۔

④ چوتھا سوال: قرآن میں حکم ہے کہ مسلمان جنگ میں کفار کا جو مالِ غنیمت حاصل کریں، اس کے پانچ حصے کر کے ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر الگ نکال دیا جائے جو یتیموں، مسکینوں اور حاجت مندوں وغیرہ میں بانٹ دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ باقی چار حصے کیا کئے جائیں؟ تمام مجاہدین پر

Marfat.com

برابر برابر بانٹ دیئے جائیں یا فرق کیا جائے؟ کیونکہ بعض لوگ اپنا ہتھیار، گھوڑا، تیر، کمان، نیزہ، بھالا، زرہ، خود، سواری کا جانور اور کھانے کا سامان خود لے کر جاتے تھے اور بعض کو اسلامی حکومت کی طرف سے یہ سامان فراہم کیا جاتا تھا۔

اسی طرح بعض لوگ بڑی بہادری اور بے جگری سے لڑتے تھے، بعض دبکے رہتے تھے، کچھ اگلی صف میں رہتے تھے، جن پر براہِ راست دشمن کا وار ہوتا تھا۔ کچھ پیچھے رہتے تھے جو خطرہ سے دور رہتے تھے۔ اب اگر ان سب کو برابر دیں تو کیوں دیں؟ اور اس کا ثبوت قرآن میں کہاں ہے؟ اور اگر فرق کریں تو کس حساب سے فرق کریں؟ قرآن سے اس کا حساب بتائیے۔ اور اگر کمانڈر کی رائے پر چھوڑ دیں تو قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ کمانڈر کی رائے پر چھوڑ دیں؟ اس کی دلیل دیجئے۔ اگر قرآن میں ان مسئلوں کا کوئی حل نہیں ہے تو کیسے کہا جاتا ہے کہ قرآن میں سارے مسئلے بیان کر دیئے گئے ہیں......!!

⑤ پانچواں سوال: قرآن میں حکم ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔ اب سوال یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کاٹیں یا ایک ہاتھ؟ اور اگر ایک ہاتھ کاٹیں تو داہنا کاٹیں یا بایاں؟ پھر اسے کاٹیں تو کہاں سے کاٹیں؟ بغل سے یا کہنی سے یا کلائی سے؟ یا ان کے بیچ میں کسی جگہ سے؟ آپ جو جواب بھی دیں، اس کا ثبوت قرآن سے دیں اور اگر قرآن سے اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تو کیسے کہتے ہیں کہ قرآن میں ہر مسئلہ بیان کر دیا گیا ہے۔

⑥ چھٹا سوال: قرآن میں یہ ارشاد ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ سوال یہ ہے کہ جمعہ کے دن کب پکارا جائے؟ کس نماز کے لئے پکارا جائے؟ کن الفاظ کے ساتھ پکارا جائے؟ جس نماز کے لئے پکارا جائے، وہ نماز کیسے پڑھی جائے؟ ان ساری باتوں کا ثبوت قرآن سے دیجئے۔ ورنہ تسلیم کیجئے کہ قرآن میں ہر مسئلہ بیان نہیں کیا گیا ہے۔

صاف بات یہ ہے کہ قرآن میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جو باتیں ہم نے پوچھی ہیں، ان باتوں میں اور اسی طرح زندگی کے بہت سارے مسئلے میں تنہا قرآن سے کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کیا تھا۔ یہ طریقہ صرف حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اس لئے جب تک حدیث کو نہ مانیں، خود قرآن پر بھی عمل نہیں کر سکتے۔ فی الحال یہی سوال پیش کر کے ہم آگے بڑھتے ہیں۔

Marfat.com

انکارِ حدیث کے اُصولی دلائل

اس ایک اصولی دلیل کا حال جان لینے کے بعد آیئے اب مدھوپوری محقق صاحب☆ کی زبانی چند اور اُصولی دلیلیں سنئے۔اس کے بعد ہمارا جواب ملاحظہ فرمایئے۔موصوف نے خود ہی سوال قائم کیا ہے اور خود ہی جواب بھی دیا ہے۔لکھتے ہیں:

سوال: دین میں مصطلح 'حدیث' کا کیا مقام ہے؟ جواب: کچھ نہیں، کیونکہ......

(ا) دین حق ہے اور اس کی بنا علم و یقین پر ہے۔جس کی شہادت خود اللہ اور اس کے سچے فرشتے دیتے ہیں:

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (النساء:۱۶۶)

(ب) دین عملاً محمد رسول اللہ ﷺ والذین معہ کے ذریعہ بطریق احسن مکمل ہو چکا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:۳)

(ج) دین لوحِ قرآن پر لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً بدرجہ اکمل محفوظ ہو گیا ہے:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (البروج:۲۱،۲۲)

برعکس اس کے ہماری حدیثیں سب کی سب یکسر ظنی، غیر یقینی اور روایت بالمعنی ہیں۔دین سے اس کا کیا تعلق؟: اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (النجم:۲۸) یعنی حق کے مقابلے میں 'ظن' کا کوئی مقام نہیں ہے: اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (النجم:۲۳) یعنی ''یہ لوگ محض 'ظن' کے پیچھے دوڑتے ہیں، دراصل وہ اپنی من مانی کرتے ہیں۔حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کو ہدایت پہنچ چکی ہے۔'' اور ایک مقام پر تو خاص کر مؤمنوں کو خطاب کر کے زیادہ ظن و گمان سے کوسوں دور رہنے کا حکم صادر کر دیا گیا ہے۔ بلکہ یہاں تک متنبہ کر دیا گیا ہے کہ بعض قیاس آرائیاں 'صریح' گناہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات:۱۲)

وفاتِ نبویؐ کے سینکڑوں سال بعد بعض بعض ایرانیوں نے ادھر ادھر کی محض سنی سنائی اٹکل پچو باتوں

Marfat.com

(جنہیں اقوالِ رسولؐ واصحابِ رسول سے منسوب کیا جاتا تھا) کا ذخیرہ جمع کر کے انہیں متفرق ومتضاد روایتوں کو 'صحیح حدیث' کا نام دے دیا اور بعد والوں نے بعض دینی اور سیاسی مصالح کی بنا پر اس کو (بزعم خویش) جزوِ دین سمجھ لیا، اور اس طرح تفقہ فی الدین اور تدبر فی القرآن کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا۔ اس سے قبل یہی روایتیں جب تک زید، عمرو وبکر کی زبانوں پر بے روک ٹوک گشت کرتی رہیں، ان کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی، لیکن قیدِ کتابت میں آنے اور ان پر 'صحیح' کا لیبل چپکانے کے بعد انہیں 'فلاں نے فلاں سے کہا' اور 'فلاں نے فلاں سے سنا'......

روایتوں کو بدقسمتی سے دین کی اصل واساس سمجھ لیا گیا، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ مجموعہ ہائے روایات زیادہ سے زیادہ ایک طرح کے نیم تاریخی مواد کی حیثیت رکھتے ہیں اور بس۔ نیم تاریخی ہم نے اس لئے کہا کہ اولاً یہ فنِ تاریخ کے معیار پر پورے نہیں اُترتے، اور دوسرے یہ کہ ان کتب احادیث کی اکثر روایات قصہ گویوں، واعظوں اور داستان سراؤں کی خودساختہ روایات اور من گھڑت کہانیاں ہیں۔ نیز ان جھوٹی روایات اور فرضی واقعات کا عوام میں خوب خوب پرچار کرنے کے ذمہ دار بھی یہی وعاظ وقصاص کا گروہ رہا ہے۔

ہماری 'حدیث' کا ایک دوسرا تاریک پہلو بھی ہے جو پہلے سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ اور جسے 'اسلامی تاریخ' کا 'المیہ' کہنا چاہیے۔ مثلاً حدیث کے مجموعوں میں ایسی روایتیں بھی بکثرت ملتی ہیں جو الزام تراشی، دروغ بافی اور فحش نگاری کا مرقع ہیں۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ ان مخرب اخلاق اور حیا سوز 'حدیثوں' کو منسوب کیا جاتا ہے قرآن کی برگزیدہ شخصیتوں کی طرف (جیسے خود آنحضرت ﷺ، آپ کی ازواجِ مطہراتؓ، خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ اور اصحابِ رسول علی الخصوص حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ)۔ یا پھر سب وشتم کے تیر چلائے جاتے ہیں تو اگلی آسمانی کتابوں کی مثالی ہستیوں پر جیسے حضرت ابراہیمؑ، یوسفؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، اور مریمؑ وغیرہم۔ غرض صحفِ اولیٰ کی منتخب شخصیتیں ہوں یا صحیفہ آخر کی پسندیدہ ہستیاں، کسی کی بھی عزت و آبرو راویانِ حدیث کی مشقِ ستم کا نشانہ بننے سے نہ بچ سکی: وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (المرسلات:۱۹)

واضح رہے کہ یہ روایتیں مسیلمہ کذاب یا ملا معین واعظ کاشفی جیسے مشہور دروغ گویوں کی نہیں ہیں

Marfat.com

بلکہ عام مسلمانوں کے 'مایہ ناز' اور 'فخر روزگار' اماموں کے 'ثقہ' راویوں کی ہیں جو آج تقریباً ہزار سال سے ان کتابوں کی زینت بنی ہوئی ہیں جو 'اصح الکتب بعد کتاب اللہ' اور 'مثلہ معہ' سمجھی جاتی رہی ہیں...... وائے گر در پس امروز بود فردائے!''

ان 'تحقیقاتِ عالیہ' اور 'فرموداتِ طیبہ' کے بعد مدھو پوری 'محقق' صاحب ایک 'ٹھوس حقیقت' کا عنوان لگا کر مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''ہم مکلف ہیں ایمان لانے کے اللہ اور اس کے رسولؐ پر۔ اور اللہ و رسولؐ پر ایمان لانے کے معنی ہیں اللہ کو حق جاننا اور محمدؐ (رسول اللہ) پر نازل شدہ کتاب (قرآن) کو ماننا۔ بخلاف اس کے محض سنی سنائی باتیں جو صدہا سال تک ہر کہ و مہ کی زبان پر بے روک ٹوک گشت کرتی رہی ہوں اور بالآخر انہیں محدثین نے بالکل غیر ذمہ دارانہ ذرائع سے معلوم کر کے اپنے بیاض میں نقل کیا ہو، ایسی غیر مستند اور غیر یقینی روایتوں کو اس صادق و مصدوق کی طرف منسوب کر کے انہیں 'سنت' کا نام دینا اور ان پر ایمان لانے کے لئے مسلمانوں کو مجبور کرنا سراسر بے انصافی اور انتہائی زیادتی ہے۔

مروّجہ انجیل کا نسخہ جسے خود حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے قلم بند کیا تھا (جو سفر و حضر ہر حال میں آپؑ کے رفیق و ہم جلیس رہ چکے تھے) اگر محض اس لئے قابل اعتنا نہیں سمجھا جاسکتا کہ یہ کام حضرت مسیح کی موجودگی میں نہیں بلکہ واقعہ رفع کے چالیس سال بعد انجام پایا تھا تو یہ روایتیں جنہیں نہ خود حضورؐ نے قلمبند کروایا نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کسی نے اس کی ضرورت سمجھی۔ بلکہ حضور کے سینکڑوں سال بعد بعض عجمیوں نے زید، عمرو و بکر سے پوچھ پوچھ کر لکھ لیا ہو، انہیں منزل من اللہ ماننے اور جزوِ دین قرار دینے کے لئے وجہ جواز کیا ہوسکتی ہے؟ اور یہ تدوین و ترتیب کے دوران تقویٰ و طہارت کا اہتمام یعنی ایک ایک روایت کو قلم بند کرنے سے پہلے تازہ غسل و وضو اور دو رکعت نفل ادا کرنے کا شاخسانہ نفسیاتی اعتبار سے ذہنوں میں روایتوں کی تقدیس و تکریم کا جذبہ خواہ کتنا ہی پیدا کرے لیکن نفس روایات کا جہاں تک تعلق ہے، یہ حقیقت ہے کہ اگر انہیں آبِ زمزم سے بھی غسل و وضو کر کے لکھا گیا ہوتا تو بھی اس عمل سے ان کی صحت و سقم میں کوئی فرق نہیں آتا۔''

Marfat.com

قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کا یقین کرنے کے لئے ہمیں رسول کی رسالت پر ایمان لانا ہوگا، بغیر آپ پر ایمان لائے قرآن کے کلام اللہ ہونے پر ہمارا ایمان لانا کسی درجہ میں معتبر نہ ہوگا۔ بعینہٖ اسی طرح روایتوں کو حدیثِ رسولؐ ماننے کے لئے ایک ایک روایت کے راوی پر ایمان لانا ہمارے لئے ناگزیر ہوگا بلکہ ہر روایت کے ہر سلسلہ اسناد میں جتنے راوی ہوں گے ہر ایک پر بلا استثنا ایمان لانا ہوگا۔ کیا ہمیں اللہ و رسولؐ کی طرف سے اِن اَن گنت اصحابِ اسماء الرجال پر ایمان لانے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اناللہ ......"

جواب

مدھو پوری 'محقق' صاحب کا 'سرمایۂ تحقیقات' ختم ہوا۔ اب آیئے اس پر ہمارا تبصرہ اور جائزہ ملاحظہ فرمایئے۔ ہم نے اس کے جواب میں انہیں لکھا تھا کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ دین میں حدیث کا کوئی مقام نہیں اور اس دعویٰ کی آپ نے اپنے خیال میں دو دلیلیں لکھی ہیں۔ دوسری دلیل پر تو ہم آگے گفتگو کریں گے۔ پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کی بنا علم و یقین پر ہے، احادیث ظنی ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے وہ آیات نقل کی ہیں جن میں ظن کی مذمت کی گئی ہے۔ اور ظن سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کی یہ حرکت دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ حضرات نہ تو قرآن کو مانتے ہیں اور نہ اس کو سمجھنے کا سلیقہ ہی رکھتے ہیں!!

شریعت میں ظنّ اور ظنّیات کی حیثیت

جنابِ عالی! قرآنِ مجید میں صرف ظن کی مذمت ہی نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ اسے اختیار کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اور اسے مدارِ نجات بھی قرار دیا گیا ہے۔ سنئے، فرمایا گیا ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (النور:۱۲)

"جب تم لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر الزام کے واقعہ کو سنا تو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے نفسوں کے ساتھ اچھا ظن کیوں نہ قائم کیا؟ اور کیوں نہ کہا کہ یہ کھلی ہوئی جھوٹی تہمت ہے۔"

غور فرمایئے! اس میں صرف 'ظن' کو اختیار ہی کرنے کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد پر ایک

Marfat.com

معاملہ کے بارے میں فیصلہ کن رائے قائم کرنے کا بھی مطالبہ ہے۔ایک جگہ فرمایا گیا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:۴۵،۴۶)

''صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بے شک یہ بھاری ہے مگران ڈرنے والوں پر جو یہ 'ظن' رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے ربّ سے ملنا ہے اور یہ کہ وہ اسی کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔''

گویا قیامت کے وقوع اور اللہ سے ملاقات کا 'ظن' رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ، لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (المطففین:۴،۵)

''کیا وہ لوگ ظن نہیں رکھتے کہ وہ ایک بڑے دن کے لئے اٹھائے جائیں گے؟''

گویا بعث کا ظن نہ رکھنا عدمِ ایمان کی علامت ہے اور ڈنڈی مارنے جیسی برائیوں کا سبب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ......الخ (الحاقہ:۱۹تا۲۲)

''قیامت کے دن جس شخص کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ کہے گا: آؤ میری کتاب پڑھو۔میں ظن رکھتا تھا کہ میں اپنے حساب سے ملوں گا۔پھر وہ پسندیدہ زندگی یعنی بلند و بالا جنت میں ہوگا۔''

لیجئے جناب! یہاں ایک 'ظنی' عقیدے پر جنت مل رہی ہے اور آپ ظن اور ظنیات کو جہنم میں دھکیلنے پر تلے بیٹھے ہیں۔حضرت داؤد علیہ السلام نے ظن کی بنیاد پر توبہ و استغفار کیا تو ان کے اس عمل کو مدح و تعریف کے سیاق میں ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ (صٓ:۲۴)

''داؤد نے یہ ظن کیا کہ ہم نے اسے آزمائش میں ڈال دیا ہے پس انہوں نے اپنے ربّ سے مغفرت مانگی اور رکوع کرتے ہوئے گر پڑے اور اللہ کی طرف جھک گئے۔''

Marfat.com

آپ ظنی چیز کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں سمجھتے اور قرآن ظن پر دین کے ایک حکم کا دارومدار رکھتا ہے، ارشاد ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ

یعنی ''مطلقہ ثلاثہ کا دوسرا شوہر اگر طلاق دے دے تو (پہلے شوہر اور اس کی مطلقہ) ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں تراجع کرلیں (یعنی پھر بذریعہ نکاح اکٹھے ہو جائیں) اگر یہ ظن کریں کہ وہ دونوں اللہ کے حدود قائم کرسکیں گے۔'' (البقرۃ:۲۳۰)

غزوۂ تبوک میں جو تین مؤمنین خالصین بلا عذر شریک نہ ہوئے تھے، ان کی توبہ بھی جس مرحلے کے بعد قبول کی گئی، اس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

وَعَلَى الثَّلاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (التوبہ:۱۱۸)

''اور اللہ نے ان تین افراد کی توبہ بھی قبول کی جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب ان پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی اور ان کی جان پر بن آئی اور انہوں نے یہ ظن قائم کرلیا کہ اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔ پھر اللہ نے ان پر رجوع کیا تاکہ وہ توبہ کریں۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔''

لیجئے جناب! کتنی صاف بات ہے کہ جب ان پیچھے رہ جانے والوں نے حالات کی سختی کا مزا چکھ لیا اور یہ 'ظن' قائم کرلیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں تو اللہ نے ان کی توجہ قبول کرلی۔ یعنی انہیں اللہ کی رحمت و مغفرت ان کے اسی ظن کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔

یہ تو یہ: اسلام نے اسلامی عدالت کے تمام فیصلوں کی بنیاد صرف دو عادل گواہوں پر رکھی ہے، اس سے صرف زنا کا کیس مستثنیٰ ہے۔ لیکن ان دو عادل گواہوں کی عدالت و ثقاہت کس درجہ کی ہوگی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر وہ نماز کے بعد اللہ کی قسم اور اپنے اخلاص کا واسطہ دے کر گواہی دے رہے ہوں، تب بھی قرآن نے ان کے بارے میں اس احتمال کو قبول کیا ہے کہ وہ جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لے سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو سورۂ مائدہ: ۱۰۶ تا ۱۰۸

بلکہ گواہی کے سلسلے میں مزید ایک قانونی شق یہ رکھی ہے کہ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو

Marfat.com

عورتوں کی گواہی کافی ہوگی (البقرۃ:۲۸۳)......اور خود ہی یہ بھی بتلا دیا ہے کہ عورتوں کی تعداد ایک کے بجائے دو اس لئے رکھی جارہی ہے کہ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی (البقرۃ:۲۸۲) ''اگر ایک عورت معاملہ کو بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔'' یعنی ایسی گواہی بھی قبول کی جائے گی جو خود گواہی دینے والے کو یاد نہیں ہے۔ بلکہ گواہی دینے والا انسان دوسرے کی یاددہانی کی بنیاد پر گواہی دے رہا ہے۔

کہیے جنابِ عالی! اس قسم کی گواہی 'یقینیات' کے کس درجہ سے تعلق رکھتی ہے؟ اور یہ ڈھیل تو رہی نظامِ عدالت کے سلسلے میں، باقی رہیں خبریں تو ان کے سلسلے میں اس سے بھی زیادہ وسعت اور گنجائش رکھی گئی ہے۔ حکم دیا گیا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (الحجرات:٦)

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق آدمی کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو......الخ''

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب تقویٰ اور صالح آدمی خبر لائے تو تحقیق بھی کرنے کی ضرورت نہیں۔

جنابِ محترم! جب قرآن میں نہ صرف ظن کی تعریف کی گئی ہو بلکہ اس پر دین کے بعض احکامات کا دارومدار رکھا گیا ہو، اسی پر پورے نظامِ عدالت کی بنیاد رکھی گئی ہو، اسی ظن کی بنیاد پر فیصلہ کن رائے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہو، اسی ظن کے تحت توبہ واستغفار کرنے والوں کی بخشش کی گئی ہو حتیٰ کہ اسے آخرت میں نجات کا سبب قرار دیا گیا ہو تو آپ کو یہ بات کہاں تک زیب دیتی ہے کہ آپ احادیث پر 'ظنی' ہونے کی پھبتی چست کریں۔ آپ دوسروں کو تفقہ فی الدین اور تدبر فی القرآن سے محروم قرار دیتے ہیں، دراں حالے کہ اس محرومی کے شکار درحقیقت آپ خود ہیں۔ محترم کہنا پڑتا ہے کہ ایاز قدر خود بشناش

شاید آپ اس موقع پر لغت کھول کر بیٹھ جائیں اور چیخنا چلانا شروع کردیں کہ دیکھو یہ شخص 'ظن' کے مختلف معانی کو ایک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ کررہا ہے۔ اس لئے میں آپ کی اس چیخ پکار سے پہلے ہی یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ یہ کارِ خیر میں نہیں، آپ انجام دے رہے ہیں۔ آخر اس سے بڑھ کر دھاندلی

Marfat.com

اور زبردستی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ قرآن کی ان تمام آیات اور اسلام کے اس سارے نظام کو پس پشت ڈال دیں جن میں 'ظن' کو دین اسلام کا جزوِ لاینفک قرار دیا گیا ہے اور قرآن کی دو تین آیتوں کو پیش کر کے لفظ 'ظن' کے مفہوم کو غلط رنگ دیتے ہوئے یہ فیصلہ ٹھونک دیں کہ 'ظن' کے لئے دین میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس لئے ذخیرۂ احادیث جو یکسر ظنی اور غیر یقینی ہے، اس کا دین میں کوئی مقام نہیں۔ بتایئے! ہم نے جو آیات پیش کی ہیں، ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کے اس فیصلے پر اس کے سوا کیا کہا جائے کہ

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند   در جہل مرکب ابدالدہر بماند

دین کے مکمل ہونے کا مطلب

حدیث کے بے حیثیت اور بے مقام ہونے کے سلسلے میں آپ کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ

دین عملاً محمد رسول اللہ والذین معہ کے ذریعہ مکمل ہو چکا ہے۔ اور قولاً لوحِ قرآن میں محفوظ ہو گیا ہے۔

غالباً آپ کے اس 'فنکارانہ' استدلال کا منشا یہ ہے کہ اگر آپ سے یہ سوال کر دیا جائے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ کے ذریعہ عملاً جو دین مکمل ہو چکا ہے، اس کی تفصیلات کہاں دستیاب ہوں گی تو آپ جھٹ کہہ دیں گے کہ قرآن میں۔ ممکن ہے آپ نہ کہیں لیکن آپ کے دوسرے ہم خیال حضرات یہی کہتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی توجہ اپنے ان سوالات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو اسی مضمون کے شروع میں درج ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

- قرآن میں جن جانوروں کو حرام اور جن کو حلال قرار دیا گیا ہے، انکے علاوہ بقیہ جانور حلال ہیں یا حرام؟
- نماز کے متعلق قرآن میں جو چند چیزیں مذکور ہیں، ان کے علاوہ نماز کے بقیہ حصوں کی ترکیب کیا ہے؟
- زکوٰۃ کم از کم کتنے مال پر فرض ہے؟ کتنے فیصد فرض ہے؟ اور کب کب فرض ہے؟
- مال غنیمت کی تقسیم مجاہدین پر کس تناسب سے کی جائے؟
- چور کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں یا ایک؟
- جمعہ کی نماز کے لئے کب اور کن الفاظ میں پکارا جائے؟ اور وہ نماز کیسے پڑھی جائے؟

ان سوالات کو ایک بار غور سے پڑھ لیجئے اور بتایئے کہ اس سلسلے میں 'رسول اللہ ﷺ والذین معہ'

Marfat.com

کا عمل کیا تھا؟ اور اس عمل کی تفصیلات کہاں سے ملیں گی؟ اگر قرآن میں ملیں گی تو کس سورہ، کس پارے، کس رکوع اور کن آیات میں؟ اور اگر قرآن میں یہ تفصیلات نہیں ہیں۔ اور یقیناً نہیں ہیں تو قرآن کے بعد وہ کون سی کتابیں ہیں جو آپ کے 'معیار' پر صحیح ہیں اور ان میں یہ تفصیلات بھی درج ہیں؟

قرآن تو بڑے زور شور سے کہتا ہے کہ جو اللہ سے اُمید رکھتا ہے اور آخرت میں کامیاب ہونا چاہتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے نمونے پر چلے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (الاحزاب:۲۱)

اور یہاں یہ حال ہے کہ جو مسائل پیش آتے ہیں، ان میں رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ ملتا ہی نہیں۔ اور اگر کہیں ملتا بھی ہے تو آپ اسے 'ایرانی سازش' کے تحت گھڑا گھڑایا افسانہ قرار دیتے ہیں جن پر تقدس کا خول چڑھا کر لوگوں کو بیوقوف بنایا گیا ہے، ورنہ دین میں ان کی کوئی حیثیت اور کوئی مقام نہیں۔ اب آپ ہی بتایئے کہ اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی چاہنے والے بے چارے کریں تو کیا کریں؟ ع

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں......؟

اس سلسلے میں سوالات اس کثرت سے ہیں کہ انہیں درج کرتے ہوئے آپ کے ملولِ خاطر کا اندیشہ ہے، اس لئے اتنے پر اکتفا کرتا ہوں

اندکے با تو بگفتم وبدل ترسیدم کہ آزردہ دل نہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میری ان گذارشات سے یہ حقیقت دو ٹوک طور پر واشگاف ہو جاتی ہے کہ یہ ساری دشواریاں اور پیچیدگیاں اس لئے پیش آ رہی ہیں کہ سورۂ مائدہ کی آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ...... الخ اور سورۂ بروج کی آیت بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ...... الخ کا مفہوم سمجھنے میں آپکے تدبر فی القرآن اور تفقه في الدين کا طائرِ پندار حقائق کی دنیا سے بہت دور پرواز کر گیا ہے۔

روایت بالمعنی

اب آیئے! آپ کے چند اور 'فرموداتِ عالیہ' پر گفتگو ہو جائے، آپ نے حدیثوں کی بابت لکھا ہے کہ ''یہ سب کی سب یکسر ظنی، غیر یقینی اور روایت بالمعنی ہیں۔'' یہ معلوم ہی ہے کہ 'غیر یقینی' کا لفظ 'ظنی' کی تفسیر ہے اور ظن کے سلسلے میں میں اپنی گذارشات پیش کر چکا ہوں۔ رہا 'روایت بالمعنی' کا معاملہ تو سن

Marfat.com

لیجئے کہ روایت بالمعنیٰ اگر کوئی جرم ہے تو اس جرم کا سب سے بڑا مجرم (نعوذ باللہ) خود قرآن ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ، ہودؑ اور ان کی قوم کا مکالمہ، صالحؑ اور قومِ ثمودؑ کا مکالمہ، ابراہیم اور لوط علیہما السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ، حضرت شعیبؑ اور اہل مدین و اصحاب الایکہ کا مکالمہ، حضرت موسیٰ کا فرعون سے، بلکہ جادوگروں سے اور بنی اسرائیل سے مکالمہ، اور حضرت عیسیٰ کے مواعظ و مکالمے، کیا یہ سب انہی الفاظ اور عبارتوں میں تھے، جن الفاظ اور عبارتوں کے ساتھ قرآن میں درج ہیں؟ کیا آپ اس تاریخی حقیقت کا انکار کر سکتے ہیں کہ ان پیغمبروں اور ان کی قوموں کی زبان عربی نہیں تھی......!!؟

قرآن میں ایک ہی بات کہیں کچھ الفاظ و عبارت میں ادا کی گئی ہے تو کہیں دوسرے الفاظ و عبارت میں۔ کہیں مختصر ہے کہیں مطول، بلکہ کہیں ایک جز مذکور ہے تو کہیں دوسرا جز۔ پس اگر ایک بات کے بیان کرنے میں الفاظ و عبارت، اجمال و تفصیل اور اجزاءِ گفتگو کے ذکر و عدمِ ذکر کا اختلاف اور روایت بالمعنیٰ کوئی عیب ہے تو سب سے پہلے قرآن مجید کو اس عیب سے (نعوذ باللہ) پاک کیجئے۔ اور اگر نہیں تو پھر حدیث کے روایت بالمعنیٰ ہونے پر آپ کو اعتراض کیا ہے؟ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ قرآن تو روایت بالمعنیٰ سے بھرا ہوا ہے، پھر بھی یقینی کا یقینی اور احادیث کے متعلق جوں ہی آپ کے کان میں یہ آواز پہنچے کہ اس میں کچھ احادیث روایت بالمعنیٰ بھی ہیں، بس آپ شور مچانے لگیں کہ ہٹاؤ ان احادیث کو، یہ روایت بالمعنیٰ کی گئی ہیں۔ ان کا کیا اعتبار، اور دین سے ان کا کیا تعلق......؟

ایرانی سازش کا بدبودار افسانہ

قرآنی آیات کو آپ نے اپنی مزعومہ خرافات کے گرد طواف کرنے کے بعد اس بڑے بول کا اظہار کیا جسے منکرین حدیث کے گرگانِ باراں دیدہ اپنے سرد و گرم چشیدہ یہودی صلیبی مستشرق اساتذہ کی تقلید میں بولتے آئے ہیں اور جس کے متعلق ہر صاحبِ بصیرت بے کھٹک کہہ سکتا ہے کہ

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (الکھف:۵)

''بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکل رہا ہے، وہ سراپا جھوٹ بک رہے ہیں۔''

اِن کے اِس بول کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کا ذخیرہ درحقیقت ایرانیوں کی سازش اور قصہ گویوں، واعظوں اور داستان سراؤں کی من گھڑت حکایات کا مجموعہ ہے۔

Marfat.com

آپ کے اس دعویٰ کا پردہ فاش کرنے سے پہلے میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس عجمی سازش اور داستان سراؤں کی گھڑنت کا پتہ آپ نے کس طرح لگایا؟ آپ کے ذرائع معلومات کیا ہیں؟ اور آپ کے پاس اس پرشور دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ کیونکہ دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں!

آپ لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ دعویٰ تو کرتے ہیں اس قدر زور و شور سے، اور ایسے اونچے آہنگ کے ساتھ اور دلیل کے نام پر ایک حرف نہیں۔ کیا اسی کا نام تدبر فی القرآن ہے؟ اور اسی کو تفقہ فی الدین کہتے ہیں......؟

آپ فرماتے ہیں کہ ''وفاتِ نبوی کے سینکڑوں برس بعد بعض ایرانیوں نے ادھر ادھر کی سنی سنائی اٹکل پچو باتوں کو جمع کر کے انہیں صحیح حدیث کا نام دے دیا۔'' ملخصاً

میں کہتا ہوں کہ آیئے، سب سے پہلے یہی دیکھ لیں کہ ان مجموعہ ہائے احادیث کو جمع کرنے والے ایرانی ہیں بھی یا نہیں؟ سن وار ترتیب کے لحاظ سے دورِ اول کے رواۃِ حدیث میں سرفہرست ابن شہاب زہری، سعید بن میسب، عروہ بن زبیر اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کے نام نامی آتے ہیں۔ یہ سب کے سب، سب سے معزز عربی خاندان قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور آخر الذکر تو اسلامی تاریخ کے پانچویں خلیفہ راشد کی حیثیت سے معلوم و معروف ہیں۔

اسی طرح دورِ اوّل کے مدوّنینِ حدیث میں سرفہرست امام مالکؒ ہیں۔ پھر امام شافعیؒ اور ان کے بعد امام احمد بن حنبلؒ، ان تینوں ائمہ کے مجموعہ ہائے احادیث پوری اُمت میں متداول اور مقبول ہیں۔ یہ تینوں خالص عربی النسل ہیں۔ امام مالکؒ قبیلہ ذی اَصبح سے، امام شافعیؒ قریش کی سب سے معزز شاخ بنو ہاشم سے، اور امام احمدؒ قبیلہ شیبان سے۔

یہ بنو شیبان وہی ہیں جن کی شمشیر خاراشگاف نے خورشیدِ اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے ہی خسرو پرویز کی ایرانی فوج کو ذی قار کی جنگ میں عبرتناک شکست دی تھی۔ اور جنہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ایرانی سازش کے تحت برپا کئے گئے ہنگامہ ارتداد کے دوران نہ صرف ثابت قدمی کا ثبوت دیا تھا بلکہ مشرقی عرب سے اس فتنے کو کچلنے میں فیصلہ کن رول ادا کر کے عربی اسلامی خلافت کو نمایاں استحکام عطا کیا تھا۔ اور پھر جس کے شہپر و شہباز مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی شمشیر خاراشگاف نے کاروانِ حجاز کے لئے فتحِ ایران کا دروازہ کھول دیا تھا۔

Marfat.com

آخر آپ بتلا سکتے ہیں کہ یہ کیسی ایرانی سازش تھی جس کی باگ دوڑ عربوں کے ہاتھ میں تھی؟ جس کا سرپرست عربی خلیفہ تھا اور جس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایسی ایسی نمایاں ترین عربی شخصیتوں نے اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ جن میں سے بعض بعض افراد کے قبیلوں کی ایران دشمنی چار دانگ عالم میں معروف تھی؟ کیا کوئی انسان جس کا دماغی توازن صحیح ہو، ایک لمحہ کے لئے بھی ایسے بدبودار افسانہ کو ماننے کے لئے تیار ہوسکتا ہے؟

دورِ اوّل کے بعد آیئے دورِ ثانی کے جامعینِ حدیث پر نگاہ ڈالیں۔ ان میں سرفہرست امام بخاری ہیں جن کا مسکن 'بخارا' تھا۔ بخارا ایران میں نہیں بلکہ ماوراء النہر (ترکستان) میں واقع ہے۔ دوسرے اور تیسرے بزرگ امام مسلم اور امام نسائی ہیں۔ ان دونوں حضرات کا تعلق نیشاپور کے علاقے سے تھا اور نیشاپور ایران کا نہیں بلکہ خراسان کا جز تھا۔ اگر اس پر ایران کا اقتدار رہا بھی ہے تو اجنبی اقتدار کی حیثیت سے۔ چوتھے اور پانچویں بزرگ امام ابوداؤد اور امام ترمذی تھے۔ اول الذکر کا تعلق بجستان (خراسان) سے، ثانی الذکر کا تعلق ترمذ (ماوراء النہر، ترکستان) سے رہا ہے۔ چھٹے بزرگ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک طبقہ ابن ماجہ کی سنن کو صحاحِ ستہ میں شمار کر کے انہیں استناد کا یہ مقام دیتا ہے، دوسرا طبقہ سنن دارمی یا مؤطا امام مالک کو صحاحِ ستہ میں شمار کرتا ہے۔ امام ابن ماجہ یقیناً ایرانی ہیں لیکن ان کی تصنیف سب سے نیچے درجے کی ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر محدثین اسے لائق استناد ماننے کو تیار نہیں۔ آخر الذکر دونوں حضرات عربی ہیں۔ امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی بھی عربی ہیں۔

کیا محدثین عجمی تھے؟

یہ حقیقت اچھی طرح یاد رہے کہ جن محدثین نے احادیث کو کتابی شکل میں جمع کیا ہے، ان سب کو یا ان کی اکثریت کو عجمی قرار دینا محض فریب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج حدیث کی جو کتابیں اُمت میں رائج، مقبول اور متداول ہیں، چند ایک کے سوا، سب کے مصنّفین [مؤلفین] عرب تھے۔ ہم ذیل میں اس طرح کے عرب محدثین کی فہرست دے رہے ہیں تاکہ واقعی حقیقت دوٹوک طور پر واشگاف ہوجائے:

عرب محدثین		قبیلہ
۱۔ امام مالکؒ	۱۷۹ھ	ذی اصبح

Marfat.com

۲۔امام شافعیؒ	۲۰۴ھ	قریش
۳۔امام حمیدیؒ	۲۱۹ھ	قریش
۴۔امام اسحٰق بن راہویہؒ	۲۳۸ھ	بنوتمیم
۵۔امام احمد بن حنبلؒ	۲۴۱ھ	بنوشیبان
۶۔امام دارمیؒ	۲۵۵ھ	بنوتمیم
۷۔امام مسلمؒ	۲۶۱ھ	بنوقشیر
۸۔امام ابوداودؒ	۲۷۵ھ	بنوأزد
۹۔امام ترمذیؒ	۲۷۹ھ	بنوسلیم
۱۰۔حارث بن ابی اسامہؒ	۲۸۲ھ	بنوتمیم
۱۱۔امام ابوبکر بزارؒ	۲۹۲ھ	بنوأزد
۱۲۔امام نسائیؒ	۳۰۳ھ	......
۱۳۔امام ابویعلیٰؒ	۳۰۷ھ	بنوتمیم
۱۴۔امام ابوجعفر طحاویؒ	۳۲۱ھ	بنوأزد
۱۵۔امام ابن حبانؒ	۳۵۴ھ	بنوتمیم
۱۶۔امام طبرانیؒ	۳۶۰ھ	لخم
۱۷۔امام دارقطنیؒ	۳۸۵ھ	......
۱۸۔امام حاکمؒ	۴۰۵ھ	بنوضبہ

اس فہرست سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن محدثین کی کتابیں رائج اور مقبول ہیں ان میں ۱۸ عرب اور صرف ۴ عجمی ہیں۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی رفیق دارالمصنّفین، اعظم گڑھ نے پہلی صدی ہجری میں پیدا ہونے والے محدثین سے لے کر آٹھویں صدی کے آخر تک وفات پانے والے مشہور اور صاحبِ تصنیف محدثین کا تفصیلی ذکر 'تذکرۃ المحدثین' نامی کتاب کی دو جلدوں میں کیا ہے۔ ان محدثین کی کل تعداد ستر ہوتی ہے۔ جن میں سے صرف ۱۲ محدثین کے متعلق یہ صراحت ملتی ہے کہ وہ عجمی تھے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حدیث کو عجمی یا ایرانی سازش قرار دینے میں کتنا وزن ہے اور یہ نعرہ کس قدر

Marfat.com

پر فریب ہے۔

اسی کے ساتھ اگر یہ بات بھی مدنظر رہے کہ کتبِ احادیث کے لکھنے والوں میں پیشرو اور سرفہرست عرب محدثین ہیں۔ عجمی محدثین ان کے بعد ہیں۔ پھر ان عجمی محدثین نے اپنی کتابوں میں جو حدیثیں جمع کی ہیں، وہ وہی حدیثیں ہیں جنہیں ان کے پیشرو اور ہم عصر عربوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے تو مذکورہ بالا حقیقت مزید اچھی طرح بے نقاب ہو جاتی ہے۔

اب آپ بتائیے کہ آخر عربوں کے خلاف یہ کیسی سازش تھی جس کے دورِ اول کے تمام بڑے بڑے لیڈر عربی تھے اور عربوں کے بعد ترکستانی اور خراسانی تھے جو نسلاً عربی تھے۔ اور اگر عربی نہ بھی تسلیم کریں تو پھر ایرانیوں سے کد ورقابت رکھتے تھے اور انہوں نے سازش کا سارا مواد اپنے پیشرو عرب لیڈروں سے حاصل کیا تھا۔ اگر بدقسمتی سے اس دور کے 'سازشی ٹولے' میں ایک آدھ ایرانی نے شریک ہو کر ان کی کفش برداری اور خوشہ چینی کی بھی تو اس کو کوئی حیثیت حاصل نہ ہو سکی۔ یا تو اس کی تصنیف کو درجہ استناد ہی نہیں دیا گیا۔ یا دیا بھی گیا تو سب سے نچلے درجہ کا......؟

یہ بھی بتلا دیجئے کہ آخر یہ کیسی 'ایرانی سازش' تھی کہ 'سازشی ٹولے' اور ان کے سیاسی آقاؤں کے درمیان برابر ٹھنی رہتی تھی؟ کسی کو شہر بدر کیا جا رہا ہے، کسی پر شہر کے دروازے بند کئے جا رہے ہیں، کسی کو حوالہ زنداں کیا جا رہا ہے، کسی پر کوڑے برس رہے ہیں، کسی کی زخمی پیٹھ پر زہریلے پھائے لگائے جا رہے ہیں، کسی پاؤں میں بیڑیاں پہنائی جا رہی ہیں، کسی کے کندھے اُکھڑوا کر گدھے پر بٹھایا جا رہا ہے اور شہر میں گشت کرایا جا رہا ہے اور کسی کے ساتھ کچھ اور ہو رہا ہے!!

پھر 'سازشی ٹولہ' بھی کیسا ہے کہ اپنے آقاؤں سے ذرا دبتا نہیں؟ ان کے مقابل میں اکڑا ہوا ہے۔ ان کے بچوں کے لئے سپیشل کلاس لگانے پر آمادہ نہیں۔ عام درس میں نمایاں اور مخصوص جگہ دینے کو تیار نہیں۔ ان کے ہدایا اور تحائف کو پوری بے نیازی کے ساتھ ٹھکرا دیتا ہے اور ان کے دربار میں بھول کر بھی حاضر نہیں ہوتا۔ اگر کبھی حاضری کے لئے مجبور بھی کیا جاتا ہے تو وہ کھری کھری سناتا ہے کہ بلائیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کیا یہی 'لچھن' ہوتے ہیں سازشیوں کے......؟

آخر یہ کیسا نادان 'سازشی ٹولہ' تھا کہ جن سیاسی مصالح کے حصول کے لئے اس نے اتنی خطرناک سازش رچائی تھی، انہی سیاسی مصالح کے خلاف برسرپیکار رہا اور اس رستے میں جو جو مصیبتیں جھیلنی پڑیں

Marfat.com

نہایت ہی استقلال کے ساتھ جھیلتا رہا۔

اس 'ایرانی سازش' کا ایک اور پہلو بھی خاصا دلچسپ ہے۔ اس سازشی ٹولے کی جمع کی ہوئی کتب احادیث میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں قبیلوں، قوموں اور ملکوں کے فضائل ومناقب یا خرابیاں اور کمزوریاں بھی بیان کی گئیں ہیں۔ اس قسم کی احادیث میں حجاز کو 'دین کی پناہ گاہ' کہا گیا ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)۔ یمن کو 'ایمان وحکمت کا مرکز' قرار دیا گیا ہے (ایضاً)...... شام کو اسلام کی چوٹی کی شخصیتوں کا مرکز'، 'اللہ کی منتخب کی ہوئی زمین' اور 'اسلام کا مستحکم قلعہ' کہا گیا ہے اور اس کے لئے دعائیں کی گئی ہیں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)

آپ کو معلوم ہے کہ مشرق کو عموماً اور ایرانیوں کے مرکزِ اقتدار (عراق) کو خصوصاً، احادیث میں کیا مقام عطا ہوا ہے؟ اسے فتنہ وفساد کا مرکز اور اُجڈوں اور اُکھڑوں کا مسکن قرار دیا گیا ہے۔ اس پر قدرتی آفات اور تباہیوں کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے اور اسے ابلیس کی قضائے حاجت کا مقام بتلایا گیا ہے۔ (بخاری، طبرانی وغیرہ)۔ اگر ایک آدھ حدیث میں اہل ایران سے متعلق کوئی فضیلت آ بھی گئی ہے تو صرف چند افراد کے لئے رجال من ھولاء

بتایئے! آخر یہ کیسے 'بدھو' قسم کے 'سازشی' لوگ تھے کہ سارے فضائل وکمالات تو عطا کر دیے اپنے عرب دشمنوں کو؟ اور ساری پستی اور خرابی منتخب کر لی، اپنے لئے اور اپنے آقاؤں کے لئے؟ کیا سازش اسی طرح کی جاتی ہے؟ اور کیا ایسی ہی اُلٹی سیدھی تدبیروں سے سیاسی بالادستی حاصل ہوتی ہے؟

بریں عقل ودانش بباید گریست

آیئے آپ کو ایک اور حقیقت کی طرف متوجہ کروں۔ جسے مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم، گوجرانوالہ نے لکھا ہے، لکھتے ہیں:

> ''پھر آپ نے کبھی اس پر بھی غور فرمایا کہ اسلامی حکومت سرزمین حجاز سے شروع ہو کر اقطارِ عالم تک لاکھوں مربع میل زمین پر پھیلی ہوئی تھی۔ آپ یہ سوچیں آپ کو صلح سے کوئی ملک ملا۔ خود سرزمین حجاز میں قدم قدم پر لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ مکہ پر فوج کشی کی ضرورت ہوئی۔ نجد لڑائی سے ملا۔ شام، عراق، حبش، یمن کے بعض علاقوں پر لڑنا پڑا۔ سمندر کے ساحلی علاقوں پر جنگیں ہوئیں۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کو اپنی زندگی میں کم و بیش بیاسی جنگیں لڑنا پڑیں۔ پھر یہ جنگوں کا سلسلہ خلیفہ ثالث کی حکومت کے درمیانی ایام تک جاری رہا۔ پھر خلیفہ ثالث کے آخری دور سے شروع ہو کر حضرت علیؓ کا پورا زمانہ قریب قریب باہمی آویزش کی نذر رہا۔ ۴۱ھ کے بعد جوں ہی ملک میں امن قائم ہوا، خلفائے بنی اُمیہ نے شخصی کمزوریوں کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہندوستان، اندلس، بربر، الجزائر، تمام علاقے جنگ ہی سے اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے۔

پھر آپ کے قلم اور دماغ نے سازش کا نزلہ صرف 'فارس' پر کیوں گرایا؟ محض ملک گیری اور فتوحات کی بنا پر بغاوتیں، سازشیں تصنیف کی جاسکتی ہیں تو حجازی سازش، ہندوستانی سازش، بربری اور اندلسی سازش کیوں نہیں بنائی گئی؟ کیا شام کے یہودی معصوم، عراق اور روم کے مشرک اور عیسائی فارسیوں سے زیادہ پاک باز تھے؟ ان کی حکومتیں مسلمانوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ نہیں اُتریں؟ مصر میں اسلامی فتوحات سے قبطی اور مصری قوموں کا وقار پامال نہیں ہوا۔ پھر آپ مصری سازش کے متعلق کیوں نہیں سوچتے؟

اگر عقل کا دیوالیہ نہیں دے دیا گیا تو اپنی فتوحات کی پوری تاریخ پر غور فرمایئے۔ چین کے سوا شاید ہی کوئی ملک ہے جہاں مسلمانوں کے خون نے زمین کو لالہ زار نہ کیا ہو۔ مغربی سمندر کے سواحل پر آپ کی فوجیں برسوں لنگر انداز رہیں۔ ان لوگوں پر آپ کو سازش کا شبہ کیوں نہیں؟ آپ اُلٹا خود ہی ان کی سازش کا شکار ہو گئے......!!

غزالی، ابن مکرم، ابن عربی، ابن العربی، شاطبی، ابن حزم، یحیٰ بن یحیٰ مصمودی وغیرہم، قرطبہ اور اندلس کے علما کو سازشی نہیں کہا جاتا۔ اگر خراسان، بخارا، قزوین، ترمذ، نساء کے علما پر حدیث سازی کی تہمت اس لئے لگائی گئی ہے کہ ان بزرگوں نے سنت کے پرانے تذکروں، صحابہ اور تابعین کی بیاضوں اور سلف اُمت کے مسودات سے تدوین حدیث کے لئے راہیں ہموار کیں تو علمائے اندلس نے بھی سنت کی کچھ کم خدمت نہیں کی کہ شروحِ حدیث، فقہ الحدیث اور علومِ سنت کی خدمت میں ان

Marfat.com

بزرگوں نے لاکھوں صفحات لکھ ڈالے۔ ان خدمات کو کیوں سازش نہیں کہا گیا۔ منکرین سنت کے پورے خاندان میں کوئی عقلمند نہیں جوان حقائق پر سنجیدگی سے غور کرے، کیا علومِ دینی اور فنونِ نبوت کی ساری داستان میں آپ کو صرف علمائے فارس ہی مجرم نظر آئے!!

من کان هذا القدر مبلغ علمه فلیستتر بالصمت والکتمان"

(حدیث کی تشریعی اہمیت از مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ: ص ۶۹ تا ۷۱)

آیئے اس 'ایرانی سازش' کے متعلق مولانا موصوف کے بعض اور تبصرے ملاحظہ فرماتے چلیے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"آج سے تقریباً ایک صدی پہلے حکومت نہ انتخابی تھی؛ نہ جمہوری نمائندگی کی سندان کو حاصل تھی۔ نہ وہ حکومتیں عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی تھیں بلکہ اس وقت کی حکومتیں شخصی ہوتی تھیں یا زیادہ سے زیادہ کوئی قوم حاکم ہو جاتی، باقی لوگ محکوم ہوتے تھے۔ اقتدار میں عوام کی جوابدہی قطعاً ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھی۔ نہ حکومت کسی آئین کی پابند ہوتی تھی۔ بادشاہ کی رائے اور بادشاہ کا قلم پورا آئین ہوتا تھا۔ یا وہ لوگ جو بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملا کر حکومت کے منظورِ نظر ہو جائیں۔ ایسی حکومتوں کے ساتھ ہمدردی ذاتی ضرورتوں کی وجہ سے ہوتی تھی۔ یا بادشاہ کے ذاتی اخلاق اور کریکٹر کی وجہ سے۔ اگر کوئی انقلاب ہو جائے تو انقلاب سے ملک متاثر تو ہوتا تھا لیکن اس کی وجہ بادشاہ یا اس کے خاندان کے ساتھ ہمدردی نہیں ہوتی تھی، بلکہ یہ تاثر آنے جانے والی حکومتوں کے مقاصد کی وجہ سے ہوتا۔

فارسی حکومت شخصی تھی۔ یزدگرد کی موت پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔ یزدگرد کا خاندان یقیناً اس انقلاب میں پامال ہوا ہوگا۔ لیکن تاریخ اس وقت کسی ایسی سازش کا پتہ نہیں دیتی جو اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کے طور پر کی گئی ہو۔ نوشیرواں کے بعد ویسے بھی کسریٰ کی حکومت رو بہ انحطاط تھی، ان کے کردار میں عدل و انصاف کے بجائے استبداد روز بروز بڑھ رہا تھا۔ عوام کو حکومت کے ساتھ کوئی دلچسپی اور محبت نہیں تھی۔ پھر سازش کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

مذہباً فارسی حکومت آتش پرست تھی۔ اسلام نے توحید کے عقیدہ کی سادگی سے یہودیت اور

Marfat.com

عیسائیت تک کو متاثر کیا۔ بت پرستی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی، آتش پرستی کی وہاں کیا مجال تھی۔ اسلام کی تعلیمات اس مسئلہ میں نہایت مدلل اور واضح تھیں، ان میں کوئی چیز ڈھکی چھپی نہ تھی۔ اسلام کا موقف عقیدۂ توحید کے معاملے میں کھلی کتاب تھا۔ وہ دوسروں کے شبہات اور اعتراضات بڑی کشادہ دلی سے سنتا تھا۔ مخالفین کے شبہات کی تردید اور اصلاح میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ نہ ہی اپنے نظریہ کو کسی پر جبراً ٹھونستا تھا، پھر اس کے خلاف کیوں سازش کی جائے......کون کرے؟ اور کس طرح کرے؟

فارسی حکومت کا چراغ خلیفہ ثانی کی حکومت میں گل ہوا۔ یزدگرد کو خود اس کی رعایا نے قتل کیا اور اس کے خاتمہ میں مسلم عساکر کی مدد کی۔ پھر سازش کی ضرورت کیسے ہوئی؟ فارس کی فتح کے بعد ہزاروں فارسی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ جزیہ دیتے رہے، انہیں کسی نے بھی کچھ نہیں کہا۔ ان کے معبد (آتش کدے) مدتوں قائم رہے۔ جو لوگ ان سے اسلام کی طرف راغب ہوئے انہیں اسلام نے پوری ہمدردی کے ساتھ اپنی آغوش میں عزت کی جگہ دی۔

جہاں مذہب یوں آزاد ہو اور سیاست اس طرح بے اثر، ملک کے عوام مسلمانوں کی فتوحات پر خوشیاں مناتے ہوں، جب وہ جنگی مصالح کی بنا پر کسی مقام سے پیچھے ہٹنا پسند کریں تو اس علاقہ میں صف ماتم بچھ جائے۔ تعجب ہوتا ہے کہ ادارۂ طلوعِ اسلام اور جناب اسلم جیراجپوری نے سازش کے جراثیم کو کون سی عینک سے دیکھ لیا!!

تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عدل گستری اور انصاف پسندی کی وجہ سے فارسی بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ فاتحین کی علم دوستی کے اثرات سے فارس کے تمام ذہین لوگ سیاست چھوڑ کر فوراً علم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس راہ میں انہوں نے آخرت کی سربلندیوں کے علاوہ علمی دنیا میں بہت بڑا نام پیدا کیا، اور حکومت کے خلاف سازش کا ان کی زبان پر کبھی نام تک نہیں آیا۔ یہ سازش کا پورا کیس مولانا جیراجپوری کے کاشانہ اور ادارۂ طلوع اسلام کے دفتر میں تیار ہوا ہے۔ واقعات کی روشنی میں اسے ثابت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

سازش کی یہ عجیب قسم ہے کہ سازشیوں نے فاتحین کا مذہب قبول کیا۔ پھر ان کے علوم کی اس قدر خدمت کی کہ فاتحین اپنے علوم کی حفاظت سے بے فکر اور کلی طور پر مطمئن ہو گئے۔ پھر فاتحین

Marfat.com

نے ان میں سے اکثر علوم اور علما کی سرپرستی کی۔ (مقدمہ ابن خلدون: ۵۸)

معلوم ہے کہ اُموی خلفاء کے وقت شاہی درباروں میں عجمیوں کو وہ اقتدار حاصل نہ تھا جو عباسی درباروں میں برامکہ کو حاصل ہوا۔ لیکن اُن کا دامن دین کی خدمات سے بالکل خالی تھا۔ قرآن وسنت اور دینی علوم تو بڑی بات ہے، برامکہ سے تو عربی زبان کی بھی کوئی خدمت نہ ہوسکی۔

ہارون الرشید نے امام مالکؒ اور ان کے درس کی سرپرستی کی کوشش کی، لیکن امام مالک نے اسے بے اعتنائی سے مسترد کر دیا، روپیہ دینے کی کوشش کی تو پورے استغنا سے واپس کر دیا۔

سازش کا آخر یہ مقصد ہوسکتا تھا کہ شاہی دربار تک رسائی ہو، مال و دولت اور حکومت میں حصہ ملے، اب دربار خود درِ دولت پر حاضر ہوتا ہے، اپنی ساری بلندیاں چھوڑ کر پورے انکسار، انتہائی احترام سے خزانوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ تھیلیاں باادب پیش ہوتی ہیں، اور 'سازشی' ہیں کہ نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔

بادشاہ عرض کرتے ہیں تشریف لے چلیے، آنکھیں فرشِ راہ ہوں گی، فارسی سازش کے سرغنہ یا فن حدیث کے سالارِ قافلہ فرماتے ہیں: "والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون" مطلب یہ کہ اس بڑے دربار سے علیحدگی میرے لئے ناممکن ہے۔

پھر سازشیوں کا یہ پورا گروہ مختلف عجمی ممالک سے ہزاروں میل سفر طے کر کے مدینہ منورہ پہنچ کر امام کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے پیش ہوتا ہے اور کوئی سوچتا نہیں کہ شیخ عرب ہے، یہ عجمی النسل کہیں پوری سازش کا راز فاش نہ کر دے۔

عرب استاد کے عجمی شاگرد مدتوں استفادہ کرتے ہیں اور انہیں علوم کا درس ہوتا ہے۔ ساتھی ساتھی پر جرح کرتا ہے۔ ایک دوسرے کی کمزوریوں کے کھلے بندوں تذکرے ہوتے ہیں۔ عرب محدثین عجمی علما پر تنقید کرتے ہیں، عجمی اہل عرب کے نقائص کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لیکن اس سازش کا سراغ جس کے اختراع کا سہرا 'طلوعِ اسلام' کے دفتر پر ہے، نہ کسی عرب کو لگا، نہ کسی عجمی کو۔ نہ استاد نے اسے محسوس کیا نہ شاگرد نے نہ ساتھی نے!!

پھر تعجب یہ ہے کہ فارس کی فتح پہلی صدی کے اوائل میں ہوئی اور اس سازش کا منصوبہ تیسری صدی میں بنایا گیا۔ تقریباً پورے دو سو سال فارسی بے وقوف آرام کی نیند سوتے رہے۔ یعنی

Marfat.com

جب شکست کا درد اور کوفت تازہ تھی، اس وقت تو فارسیوں کو کوئی احساس نہ ہوا۔ لیکن تین سو سال کے بعد درد کی بے قراریاں انگڑائیاں لینے لگیں اور فارسی سازشیوں نے بخاری رمسلم اور کتب صحاح کی صورت اختیار کرلی۔ فیا للعقول و أربابها

پھر اتنی بڑی سازش جس نے اسلامی اور تعلیمی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، دنیا کے مسلم اور غیر مسلم مؤرخوں کی آنکھیں بے کار ہوگئیں، قلم ٹوٹ گئے اور زبانیں گنگ؟...... ان کی ضخیم کتابیں اس عظیم الشان سازش کے تذکرے سے یکسر خالی ہیں۔ یہ راز سب سے پہلے یورپ کے ملحد مُکتشفینپ رکھلا اور اس کے بعد دفتر طلوعِ اسلام کے دریوزہ گروں نے کچھ ہڈیاں مستعار لے لیں۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِمَّا يَكْسِبُوْنَ"

(حدیث کی تشریعی اہمیت: ص۴۲ تا ۴۹)

ہماری ان گذارشات سے واضح ہوگیا کہ ایرانی سازش کا جو شاخسانہ آپ کے رہنماؤں نے چھوڑا ہے وہ کوئی 'ٹھوس حقیقت' نہیں بلکہ ایک 'بدبودار افسانہ' ہے۔ جس نے اسلام کے دانا دشمن یہودی مستشرق گولڈ زیہر اور اس کے رفقا کی کوکھ سے جنم لیا ہے اور حافظ اسلم، مسٹر پرویز اور پاکستان کے کچھ بے علم یا محدود العلم کلرکوں کی گود میں پل کر جوان ہوا ہے۔ اور اب آپ جیسے 'محقق' حضرات اسے عام مسلمانوں کے حلق میں ٹھونسنے کے لئے اپنے 'سرمایۂ تحقیقات' کی حیثیت سے اس کی نمائش کرتے پھر رہے ہیں۔

خیر جناب! 'سازشی ٹولے' نے پہلی صدی میں اپنی 'سازش' کا آغاز کیا اور تیسری صدی کے اخیر تک مکمل کرلیا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اب ہزار برس بعد یعنی اب سے کوئی اَسی برس پہلے آپ حضرات کے ہوش و حواس نے انگڑائی لی اور یہودی و صلیبی مستشرقین کی خردبین لگا کر آپ حضرات نے یہ انکشاف کیا کہ یہ اُمت تو اپنے آغاز سے اب تک 'ایرانی سازش' کا شکار ہے۔ یہ انکشاف بڑی دیر سے ہوسکا۔ اب یہ آوٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے۔ اس کی حیثیت مشت بعد از جنگ کی ہے۔ اس لئے اسے شیخ سعدیؒ کے مشورہ کے مطابق آپ اپنے ہی کلے پر مار لیجئے۔ اتنی دیر کے بعد ایسے فوجداری مقدمات کی تفتیش نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی دانشمند اس موضوع پر سوچنے کی کوشش کرسکتا ہے!!

Marfat.com

روایتوں کے متفرق اور متضاد ہونے کی حقیقت

آپ نے روایتوں کو متفرق اور متضاد لکھا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلم آپ سے یہ سوال کر بیٹھے کہ آپ کا قرآن ابتداء ً متفرق تھا یا مجتمع؟ اور اگر مجتمع تھا تو کس لوح پر، وہ لوح کہاں ہے؟ اسے کس نے دیکھا ہے؟ اور اس بات کی شہادت کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا ہے؟ پھر یہ شاہدین قابل اعتبار تھے بھی یا نہیں؟ انہوں نے اپنی شہادت کن کن لوگوں کے سامنے اَدا کی؟ پھر ان لوگوں کی حیثیت کیا تھی؟ وھلم جرّا، اگر آپ کے سامنے ایسے سوالات پیش کر دیئے جائیں تو آپ کیا جواب دیں گے؟ حدیث تو خیر 'فلاں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں سے' کے واسطے سے حضور ﷺ تک پہنچ بھی جاتی ہے۔ مگر آپ لوحِ قرآن کے لئے تو اتنا بھی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے۔

باقی رہا تضاد کا معاملہ تو یہ محض ایک 'ہوا' ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ صحیح احادیث میں کوئی تضاد نہیں۔ ظاہر بینی کے لحاظ سے اگر آپ حضرات نے کچھ مثالیں فراہم کر لی ہیں تو ایسی مثالیں قرآن کے نہ ماننے والوں نے خود قرآن سے فراہم کی ہیں تو کیا آپ تسلیم کر لیں گے کہ (نعوذ باللہ) قرآن میں بھی تضاد ہے؟ پھر آپ حضرات اپنی 'تدبر فی القرآن' کی مخصوص صلاحیت کو بروے کار لاتے ہوئے قرآنی آیات کا جیسا کچھ مفہوم سمجھتے ہیں، ان کے لحاظ سے تو قرآن مجید تضاد سے بھرا نظر آئے گا۔ مثال دیکھنی ہو تو پچھلے اوراق پلٹ لیجئے (اور اگلے صفحات میں بھی ملاحظہ فرمائیے گا) ظن کی بحث میں آپ کی پیش کردہ جن قرآنی آیات پر ہم نے بحث کی ہے، وہ سب کی سب آپ کے بتلائے ہوئے مفہوم کے اعتبار سے خود قرآن ہی کی دوسری آیات سے ٹکرا رہی ہیں۔

روایات کی کتابت میں تاخیر

آپ کو اس کا بھی اِدعا ہے کہ روایتیں کتابت میں آنے سے پہلے زید، عمرو، بکر کی زبانوں پر بے روک ٹوک گشت کر رہی تھیں، اور قیدِ کتابت میں آنے کے بعد اس پر 'صحیح' کا لیبل چسپاں کر دیا گیا۔ ان کی حیثیت نیم تاریخی مواد کی ہے...... وغیرہ

مجھے آپ لوگوں کی جرأت پر حیرت ہے۔ جن حوالوں کی بنیاد پر آپ قیدِ کتابت کی تاریخ متعین کرتے یا کر سکتے ہیں، انہی حوالوں کی رو سے یہ بات بالکل صاف اور قطعی طور پر عیاں ہے کہ احادیث کے قیدِ کتابت میں آنے سے پہلے صرف دو طبقے پائے جاتے ہیں: ایک صحابہ کرام کا طبقہ اور دوسرا تابعین

Marfat.com

عظام کا۔ پہلا طبقہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے 'والذین معہ' سے تعبیر کیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جن کی عملی معیت کو شامل کر کے آپ دین کو مکمل مان رہے ہیں اور دوسرا طبقہ ان کے تربیت یافتگان کا ہے جسے قرآن نے وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ (التوبہ:۱۰۰) سے تعبیر کیا ہے۔ کیا قرآن کے یہ دونوں مقدس طبقے آپ کی نگاہ میں ایسے ہی ایرے غیرے، نتھو خیرے قسم کے ہیں کہ آپ انہیں زید عمرو بکر جیسی اہانت آمیز تعبیر کا نشانہ بنائیں، اور اقوال و افعالِ رسولؐ کے متعلق ان کی روایت اور بیان کو ایک کافر کی بے سند تاریخی روایت کے برابر بھی نہ سمجھیں؟ تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو!

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جن کتابوں اور حوالوں کی بنیاد پر آپ حضرات نے یہ شگوفہ چھوڑا ہے کہ جن حدیثوں پر 'صحیح' کا لیبل چسپاں کیا گیا ہے، وہ حدیثیں قیدِ کتابت میں آنے سے پہلے زید، عمرو، بکر کی زبانوں پر بے روک ٹوک گشت کرتی تھیں اور قصہ گویوں، داستان سراؤں اور واعظوں کی گھڑی ہوئی ہیں ان کتابوں اور حوالوں سے آپ حضرات اپنا دعویٰ قطعاً ثابت نہیں کر سکتے۔ **ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا**

ان کتابوں اور حوالوں سے جو کچھ سمجھا جا سکتا ہے، وہ یہی ہے کہ اُسوۂ رسولؐ، صحابہ کرامؓ کے درمیان عملاً بھی محفوظ تھا اور قولاً بھی۔ اور اس کے بعد والے طبقوں تک منتقل ہوا۔ پھر تدوین حدیث کے زمانے میں کچھ لوگوں نے اپنے مختلف النوع اغراض کے لئے حدیثیں گھڑیں اور کوشش کی کہ اپنی گھڑی ہوئی احادیث کو اُسوۂ رسولؐ یعنی صحیح احادیث کے ساتھ گڈمڈ کر کے اپنے دیرینہ مقاصد کو حاصل کر لیں۔ مگر وہ اس میں بری طرح ناکام ہوئے۔ شیعوں نے اہل بیت کے سیاسی تفوق کے لئے حدیثیں گھڑیں۔ اباحیت پسندوں نے اپنی راہ ہموار کرنے کے لئے اور عقلیت پسندوں نے اپنی عقلیت کو وجہ جواز فراہم کرنے کے لئے۔ گھڑنے والوں نے اپنی جعلی احادیث کی ترویج کا طریقہ یہ سوچا کہ کچھ مشہور اصحاب حدیث کی صحیح اور قوی سندوں سے ان جعلی احادیث کو روایت کریں تا کہ کسی کو ان کی صحت میں شک نہ ہو۔ لیکن جوں ہی یہ روایتیں اہل علم کے سامنے آئیں، گھڑنے والے پکڑے گئے۔ کیونکہ کسی بھی بڑے محدث کے ہزاروں شاگرد ہوا کرتے تھے۔ اب ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص اس محدث سے ایسی حدیث روایت کرے جو ان ہزاروں شاگردوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہ ہو اور وہ اس پر بھی اس کا اعتبار کر لیں۔ ایسے راوی پر فوراً جرح شروع ہوتی تھی۔ پچیسیوں تنقیحات ایسی تھیں کہ کسی جعلساز کے لئے

Marfat.com

نکل بھاگنے کی کوئی راہ باقی نہ بچتی۔ تھوڑی سی زد و خورد کے بعد اسے ہتھیار ڈال دینے پڑتے اور اپنی جعلسازی کا اقرار کر لینا پڑتا۔

محدثین نے حدیث کی صحت پرکھنے کے لئے ایسے سخت اصول وضوابط بنائے اور ایسا کڑا معیار مقرر کیا کہ دنیا آج تک اس کی نظیر نہ لا سکی۔ کوئی دس لاکھ افراد کی زندگیاں کھنگال کر رکھ دیں۔ پھر جملہ افراد کو اس کسوٹی پر پرکھ کر کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا۔

تدوینِ حدیث کے تیسرے اور چوتھے دور میں ان جعلی احادیث کا ذخیرہ بھی تالیفی شکل میں باقاعدہ علیحدہ کر دیا گیا، تاکہ راہِ حق کے راہرو کے لئے کسی بھی مرحلہ میں مشکل پیش نہ آسکے!!

یہ ہے کہ واقعہ کی اصل صورت جو ان کتابوں اور حوالوں سے مستفاد ہوتی ہے جن کی بنیاد پر آپ حضرات نے 'ایرانی سازش' کا بدبودار افسانہ تیار کیا ہے۔ اگر آپ کا ایمان بالقرآن آپ کو صدق ودیانت کی اجازت دیتا ہے تو واقعہ کو اس کی حقیقی صورت میں پیش کیجئے اور قبول کیجئے، ورنہ اپنے دعویٰ کی دلیل لائیے......!!

آپ کے استدلال کی نوعیت بالکل وہی ہے کہ کسی گھر میں چور گھس جائے تو آپ گھر والے ہی کو چور کہنے لگیں اور جب آپ سے ثبوت مانگا جائے تو آپ فرمائیں کہ ثبوت یہ ہے کہ اس کے گھر میں چور گھسے تھے، یا کوئی پولیس پارٹی ڈاکوؤں کو گرفتار کر لائے تو آپ پولیس پارٹی ہی کو ڈاکو کہیں اور ثبوت یہ پیش کریں کہ انہوں نے ڈاکوؤں کو گرفتار کیا ہے۔

جنابِ والا! محدثین نے جعل سازوں سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے اور نہ اپنے ذخیرے میں ان کی روایات کو در آنے دیا ہے؛ بلکہ ان کی جعل سازی پکڑ کر لوگوں کو بتلایا ہے کہ فلاں نے فلاں سے روایتیں گھڑی ہیں۔ اس فرض شناسی پر خود محدثین اور ان کی روایتیں آخر موردِ الزام کیسے ٹھہر گئیں۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

آپ نے ذرا آگے چل کر اسی سلسلے میں اناجیل اربعہ کی استنادی حیثیت کی کمزوری بھی بطورِ شہادت پیش کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ذہن پر یہ ضابطہ کابوس بن کر مسلط ہو چکا ہے کہ کوئی بھی واقعہ اسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب کہ وہ علی الفور قیدِ کتابت میں آچکا ہو۔ صرف چند برسوں کی تاخیر بھی اسے مشکوک بلکہ ناقابل قبول بنا دینے کے لئے کافی ہے، اگرچہ درمیان کے ناقلین

Marfat.com

اور رواۃ کتنے ہی زیادہ مستند اور قابل اعتماد کیوں نہ ہوں، بلکہ خود واقعہ کے عینی شاہد ہی نے اسے کیوں نہ قلم بند کیا ہو۔

میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ اگر آپ کا یہ ضابطہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر قرآن مجید کی استنادی حیثیت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ قرآنِ مجید میں گذشتہ اقوام (قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ مدین واصحاب الایکہ، قومِ ابراہیم، قومِ لوط، قومِ سبا وغیرہ وغیرہ) کے واقعات ان کے وقوع کے ہزار ہا ہزار برس کے بعد قلم بند کئے گئے ہیں۔ پھر آپ کے مذکورہ بالا اُصول کی رو سے انہیں کیونکر مستند تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ ایک دشمنِ اسلام بالکل آپ ہی کے لب ولہجہ اور اندازِ گفتگو میں کہہ سکتا ہے کہ یہ سارے واقعات عرب قصہ گو اور داستان سرا اپنی شبانہ محفلوں، قومی میلوں اور بازاری اجتماعات میں دارا و سکندر اور رستم و اسفندیار کے قصوں کی طرح گرمیٔ محفل کے لئے بیان کیا کرتے تھے۔ یہ محض عرب کی دیو مالائی کہانیوں کا حصہ تھے، ان کی کوئی حیثیت واہمیت نہ تھی۔ بلکہ یہ زید، عمرو، بکر کی زبان پر بے روک ٹوک گشت کیا کرتے تھے، لیکن ہزاروں برس بعد جب قرآن نے انہی قصوں کو قانونِ قدرت کے تاریخی تسلسل کی شہادت کی حیثیت سے پیش کیا تو کلامِ الٰہی بن گیا جس پر ایمان لانا واجب قرار پا گیا اور جس کا انکار کرنا کفر ٹھہر گیا۔ بھلا ان قصوں کا کیوں کر اعتبار کیا جائے جو ہزار ہا برس تک قصہ گویوں اور داستان سراؤں کا موضوعِ سخن بنے رہے، ہر کہ ومہ کی زبان پر بے روک ٹوک گشت کرتے رہے اور جنہیں ان کے وقوع کے ہزار ہا برس بعد ایک نبوت کے دعویدار نے قیدِ کتابت میں لاکر وحی الٰہی اور دین وایمان کا جزو قرار دے دیا۔

بتائیے! اگر آپ کے سامنے دشمن اسلام یہ سوال پیش کردے تو آپ اپنے مذکورہ بالا اُصول پر قائم رہتے ہوئے کیا جواب دے سکتے ہیں؟ اور اگر قرآن کی استنادی حیثیت ماننے اور منوانے کے سلسلے میں آپ اس اُصول کے پابند نہیں تو حدیث کی استنادی حیثیت کے معاملے میں اس اصول کی پابندی پر آپ کو اصرار کیوں ہے......؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو محفوظ، مستند اور قابل اعتماد قرار دینے کے لئے اس کا قیدِ کتابت میں آیا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے۔ یعنی یہ اُصول اور معیار ہی سرے سے غلط ہے کہ اگر کوئی بات اپنے وقوع کے وقت قیدِ کتابت میں آگئی تو قابل اعتماد ہوگی، ورنہ نہیں۔ اس لئے یہ خیال صحیح نہیں کہ قرآن اس لئے

Marfat.com

قابل اعتماد واستناد ہے کہ وہ لکھوالیا گیا تھا۔ اور احادیث اس لئے قابل اعتماد واستناد نہیں کہ وہ عہد رسالت اور عہدِ خلافت میں لکھوائی نہیں گئی تھیں۔ بلکہ اس سلسلہ میں معاملہ کی جو صحیح نوعیت ہے، اسے ذیل کے الفاظ میں سنئے:

''اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن کو جس وجہ سے لکھوایا گیا، وہ یہ تھی کہ اس کے الفاظ اور معنی دونوں من جانب اللہ تھے۔ اس کے الفاظ کی ترتیب ہی نہیں، اس کی آیتوں کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب بھی اللہ کی طرف سے تھی۔ اس کے الفاظ کو دوسرے الفاظ سے بدلنا بھی جائز نہ تھا۔ اور وہ اس لئے نازل ہوا تھا کہ لوگ انہی الفاظ میں اسی ترتیب کے ساتھ اس کی تلاوت کریں۔ اس کے مقابل میں سنت کی نوعیت بالکل مختلف تھی، وہ محض لفظی نہ تھی بلکہ عملی بھی تھی، اور جو لفظی تھی، اس کے الفاظ قرآن کے الفاظ کی طرح بذریعہ وحی نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ حضور نے اس کو اپنی زبان میں ادا کیا تھا۔ پھر اس کا ایک بڑا حصہ ایسا تھا جسے حضور کے ہمعصروں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا تھا۔ مثلاً یہ کہ حضور کے اخلاق ایسے تھے، حضور کی زندگی ایسی تھی، اور فلاں موقع پر حضورؐ نے یوں عمل کیا۔

حضورؐ کے اقوال وتقریریں نقل کرنے کے بارے میں بھی یہ پابندی نہ تھی کہ سننے والے انہیں لفظ بلفظ نقل کریں۔ بلکہ اہل زبان سامعین کے لئے یہ جائز تھا اور وہ اس پر قادر بھی تھے کہ آپ سے ایک بات سن کر معنی ومفہوم بدلے بغیر اسے اپنے الفاظ میں بیان کر دیں۔ حضورؐ کے الفاظ کی تلاوت مقصود نہ تھی بلکہ اس تعلیم کی پیروی مقصود تھی جو آپ نے دی ہو۔ احادیث میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں کی طرح یہ ترتیب محفوظ کرنا بھی ضروری نہ تھا کہ فلاں حدیث پہلے ہو اور فلاں اس کے بعد۔ اس بنا پر احادیث کے معاملے میں یہ بالکل کافی تھا کہ لوگ اسے یاد رکھیں اور دیانت کے ساتھ انہیں لوگوں تک پہنچائیں۔ ان کے معاملے میں کتابت کی وہ اہمیت نہ تھی جو قرآن کے معاملے میں تھی۔

دوسری بات جسے خوب سمجھ لینا چاہئے، یہ ہے کہ کسی چیز کے سند اور حجت ہونے کے لئے اس کا لکھا ہوا ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے۔ اعتماد کی اصل بنیاد اس شخص یا ان اشخاص کا بھروسے کے قابل ہونا ہے جس کے یا جن کے ذریعہ سے کوئی بات دوسرے تک پہنچے، خواہ وہ مکتوب ہو یا غیر مکتوب۔

Marfat.com

خود قرآن کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے لکھوا کر نہیں بھیجا بلکہ نبی کی زبان سے اس کو بندوں تک پہنچایا۔ اللہ نے پورا انحصار اس بات پر کیا کہ جو لوگ نبی کو سچا مانیں گے، وہ نبی کے اعتماد پر قرآن کو ہمارا کلام مان لیں گے۔ نبی ﷺ نے بھی قرآن کی جتنی تبلیغ واشاعت کی، زبانی ہی کی۔ آپ کے جو صحابہ مختلف علاقوں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے، وہ قرآن کی سورتیں لکھی ہوئی نہ لے جاتے تھے۔ لکھی ہوئی آیات اور سورتیں تو اس تھیلے میں پڑی رہتی تھیں جس کے اندر آپ ﷺ انہیں کاتبانِ وحی سے لکھوا کر ڈال دیا کرتے تھے۔ باقی ساری تبلیغ واشاعت زبان سے ہوتی تھی اور ایمان لانے والے اس ایک صحابی کے اعتماد پر یہ بات تسلیم کرتے تھے کہ جو کچھ وہ سنا رہا ہے، وہ اللہ کا کلام ہے یا رسول اللہ ﷺ کا جو حکم وہ پہنچا رہا ہے، وہ حضور ہی کا حکم ہے۔

تیسرا اہم نکتہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ لکھی ہوئی چیز بجائے خود کبھی قابل اعتماد نہیں ہوتی، جب تک کہ زندہ اور قابل اعتماد انسانوں کی شہادت اس کی توثیق نہ کرے۔ محض لکھی ہوئی کوئی چیز اگر ہمیں ملے اور ہم اصل لکھنے والے کا خط نہ پہچانتے ہوں، یا لکھنے والا خود نہ بتائے کہ یہ اسی کی تحریر ہے، یا ایسے شواہد موجود نہ ہوں جو اس امر کی تصدیق کر دیں کہ یہ تحریر اسی کی ہے جس کی طرف منسوب کی گئی ہے تو ہمارے لئے محض وہ تحریر یقینی کیا معنی، ظنی حجت بھی نہیں ہو سکتی...... یہ ایک اصولی حقیقت ہے جسے موجودہ زمانے کا قانونِ شہادت بھی تسلیم کرتا ہے اور فاضل جج خود اپنی عدالت میں اس پر عمل فرماتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے محفوظ ہونے پر ہم جو یقین رکھتے ہیں، کیا اس کی بنیاد یہی ہے کہ وہ لکھا گیا تھا؟ کاتبینِ وحی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے صحیفے جو حضورؐ نے املا کرائے تھے، آج دنیا میں کہیں موجود نہیں۔ اگر موجود ہوتے تو بھی آج کون یہ تصدیق کرتا کہ یہ وہی صحیفے ہیں جو حضورؐ نے لکھوائے تھے۔ خود یہ بات بھی کہ حضورؐ اس قرآن کو نزولِ وحی کے ساتھ ہی لکھوا لیا کرتے تھے، زبانی روایات ہی سے معلوم ہوئی ہے، ورنہ اس کے جاننے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ تھا۔ پس قرآن کے محفوظ ہونے پر ہمارے یقین کی اصل وجہ اس کا لکھا ہوا ہونا نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ زندہ انسان زندہ انسانوں سے مسلسل اس کو سنتے اور آگے زندہ انسانوں تک اسے پہنچاتے چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا یہ خیال ذہن سے نکال دینا چاہئے کہ کسی چیز کے محفوظ ہونے کی

Marfat.com

واحد سبیل اس کا لکھا ہوا ہونا ہے۔

ان اُمور پر اگر فاضل جج اور ان کی طرح سوچنے والے حضرات غور فرمائیں تو انہیں یہ تسلیم کرنے میں ان شاء اللہ کوئی زحمت پیش نہ آئے گی کہ اگر معتبر ذرائع سے کوئی چیز پہنچے تو وہ سند بننے کی پوری قابلیت رکھتی ہے خواہ وہ لکھی نہ گئی ہو۔

تمام منکرین حدیث بار بار قرآن کے لکھے جانے اور حدیث کے نہ لکھے جانے پر اپنے دلائل کا دارومدار رکھتے ہیں۔لیکن یہ بات کہ حضورؐ اپنے زمانے میں کاتبانِ وحی سے نازل شدہ وحی لکھوا لیتے تھے۔اور اس تحریر سے نقل کر کے حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں قرآن کو مصحف کی شکل میں لکھا گیا،اور بعد میں اسی کی نقلیں حضرت عثمانؓ نے شائع کیں، یہ سب کچھ محض حدیث کی روایات ہی سے دنیا کو معلوم ہوا ہے، قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔نہ حدیث کی روایات کے سوا اس کی کوئی دوسری شہادت دنیا میں کہیں موجود ہے۔اب اگر حدیث کی روایات سرے سے قابل اعتماد ہی نہیں تو پھر کس دلیل سے دنیا کو آپ یقین دلائیں گے کہ فی الواقع قرآن حضورؐ کے زمانے میں لکھا گیا تھا؟

کسی کا یہ کہنا کہ عہدِ نبوی کے رواجات، روایات، نظائر، فیصلوں، احکام اور ہدایات کا پورا ریکارڈ ہم کو 'ایک کتاب' کی شکل میں مرتب شدہ ملنا چاہئے تھا، درحقیقت ایک خالص غیر عملی طرزِ فکر ہے اور وہی شخص یہ بات کہہ سکتا ہے جو خیالی دنیا میں رہتا ہو۔آپ قدیم زمانے کے عرب کی حالت چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے آج اس زمانے کی حالت کو لے لیجئے جب کہ احوال و وقائع کو ریکارڈ کرنے کے لئے ذرائع بے حد ترقی کر چکے ہیں۔فرض کر لیجئے کہ اس زمانے میں کوئی لیڈر ایسا موجود ہے جو ۲۳ سال تک شب و روز کی مصروف زندگی میں ایک عظیم الشان تحریک برپا کرتا ہے۔ہزاروں افراد کو اپنی تعلیم و تربیت سے تیار کرتا ہے۔ان سے کام لے کر ایک پورے ملک کی فطری، اخلاقی، تمدنی اور معاشی زندگی میں انقلاب پیدا کرتا ہے۔اپنی قیادت و رہنمائی میں ایک نیا معاشرہ اور ایک نئی ریاست وجود میں لاتا ہے۔اس معاشرے میں اس کی ذات ہر وقت ایک مستقل نمونہ ہدایت بنی رہتی ہے۔ہر حالت میں لوگ اس کو دیکھ دیکھ کر یہ سبق لیتے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ہر طرح کے لوگ شب و روز اُس سے ملتے رہتے ہیں اور وہ ان کو

Marfat.com

عقائد وافکار، سیرت واخلاق، عبادات ومعاملات، غرض ہر شعبۂ زندگی کے متعلق اُصولی ہدایات بھی دیتا ہے اور جزئی اَحکام بھی۔ پھر اپنی قائم کردہ ریاست کا فرمانروا، قاضی، شارع، مدبر اور سپہ سالار بھی تنہا وہی ہے۔ اور دس سال تک اس مملکت کے تمام شعبوں کو وہ خود اپنے اُصولوں پر قائم کرتا اور اپنی رہنمائی میں چلاتا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آج اس زمانے میں یہ سارا کام کسی ایک ملک میں ہوتو اس کا ریکارڈ 'ایک کتاب' کی شکل میں مرتب ہوسکتا ہے؟

کیا ہر وقت اس لیڈر کے ساتھ ٹیپ ریکارڈ لگا رہ سکتا ہے؟ کیا ہر آن فلم کی مشین اس کی شبانہ روز نقل وحرکت ثبت کرنے میں لگی رہ سکتی ہے؟ اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کیا آپ کہیں گے کہ وہ ٹھپا جو اس لیڈر نے ہزاروں لاکھوں افراد کی زندگی پر، پورے معاشرے کی ہیئت اور پوری ریاست کے نظام پر چھوڑا ہے، سرے سے کوئی شہادت ہی نہیں ہے جس کا اعتبار کیا جاسکے؟ کیا آپ یہ دعویٰ کریں گے کہ اس لیڈر کی تقریر سننے والے، اس کی زندگی دیکھنے والے، اس سے ربط وتعلق رکھنے والے بے شمار افراد کی رپورٹیں سب کی سب ناقابل اعتماد ہیں، کیونکہ خود اس لیڈر کے سامنے وہ 'ایک کتاب' کی شکل میں مرتب نہیں کی گئیں اور لیڈر نے ان پر اپنے ہاتھ سے مہر تصدیق ثبت نہیں کی؟ کیا آپ فرمائیں گے کہ اس کے عدالتی فیصلے اور اس کے انتظامی احکام، اس کے قانونی فرامین، اس کے صلح وجنگ کے معاملات کے متعلق جتنا مواد بھی بہت سی مختلف صورتوں میں موجود ہے، اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک 'جامع و مانع کتاب' کی شکل میں تو ہے ہی نہیں؟''

(ترجمان القرآن: منصبِ رسالت نمبر، ص ۳۳، ۳۴، ۱۶۳، ۳۳۶ تا ۳۳۸)

اس وضاحت کے بعد یہ بھی عرض ہے کہ آپ ذخیرۂ حدیث کو فن تاریخ کے معیار پر پورا اُترتا ہوا تسلیم نہیں کرتے، اس لئے آپ کو چیلنج ہے کہ آپ دنیا کے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ معیارِ تاریخ کو معیارِ حدیث کے ہم پلہ ہی ثابت کردیجئے، صرف بڑا بول بول دینا کوئی کمال نہیں!!

الزام تراشی اور زنگاری کلامی کے الزام کی حقیقت

آپ نے منکرین حدیث کا اندازِ اِدّعا بلکہ اندازِ افترا اختیار کرتے ہوئے حدیث کے ایک اور 'تاریک پہلو' کی نشاندہی کی ہے جسے آپ کے بقول 'اسلامی تاریخ' کا 'المیہ' کہنا چاہئے کہ حدیث کے

Marfat.com

مجموعوں میں ایسی روایات بکثرت ملتی ہیں جو 'الزام تراشی'، 'دروغ بافی' اور 'فحش نگاری' کا مرقع ہیں۔

اور اس 'بکثرت' کی مقدار خود آپ لوگوں کی نشاندہی کے مطابق ایک فیصدی بھی نہیں۔ کیا اسی کو 'بکثرت' کہا جاتا ہے؟ پھر جہاں تک 'دروغ بافی' کا سوال ہے تو حقیقت کھل چکی ہے۔ جب تک آپ یہودی مستشرقین کی خردبین لگا کر دیکھیں گے، یرقان کے مریض کی طرح آپ کو ہر طرف دروغ ہی دروغ نظر آئے گا کیونکہ یہ مرض آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ آپ حقیقت پسندی اختیار کریں۔ اور معاملہ کو اس کی صحیح اور اصل شکل میں ملاحظہ فرمائیں۔ ورنہ جب تک آپ گھر کے مالک اور محافظ کو چور اور پولیس پارٹی کو ڈاکو سمجھیں گے، آپ کو اس بیماری سے نجات نہیں مل سکتی۔

باقی رہا 'الزام تراشی' اور 'فحش نگاری' کا دعویٰ تو یہ بھی سراسر زبردستی ہی ہے۔ آپ کے اشارے یا تو ان روایات کی طرف ہیں جن کے جھوٹ ہونے کی قلعی خود محدثین نے کھول دی ہے۔ لیکن آپ کمال ڈھٹائی سے ان چوری پکڑنے والوں ہی کو چور کہہ رہے ہیں یا پھر آپ نے ایسی باتوں کو 'الزام تراشی' اور 'فحش نگاری' قرار دے دیا ہے جن کی نظیریں خود قرآن میں موجود ہیں۔ تو کیا (نعوذ باللہ) آپ قرآن میں 'الزام تراشی' اور 'فحش نگاری' تسلیم کریں گے؟ اگر نہیں تو پھر حدیث اور روایات کی ویسی ہی باتوں کو آپ 'الزام تراشی' اور 'فحش نگاری' قرار دینے پر کیوں تلے بیٹھے ہیں؟ آپ نے جن روایات کی طرف اشارہ کیا ہے، آیئے اُنہیں میں سے ایک آدھ سے اس کی توضیح کرتے ہیں:

آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیا ہے۔ ان کی بابت صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ اُنہوں نے اپنی زندگی میں تین کذبات کا ارتکاب کیا ہے۔ کذب، جھوٹ، غلط اور خلافِ واقعہ بات کو کہتے ہیں۔ صحیح بخاری کی یہ روایت سنتے ہی آپ حضرات بھی، اور قائلین حدیث میں سے بعض عقلیت پسند بھی سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ لیکن آیئے ذرا سنجیدگی سے اس روایت پر غور کریں!!

اس روایت میں جن تین کذبات کا انتساب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کیا گیا ہے، ان میں سے دو کی تفصیلات خود قرآن میں مذکور ہیں۔ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ

> حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے باتیں کر رہے تھے۔ اچانک انہوں نے تاروں پر ایک نظر ڈالی اور کہا کہ میں بیمار ہوں۔ قوم چلی گئی اور حضرت ابراہیم نے جھٹ اُٹھ کر ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ قوم نے واپس آ کر معاملے کی تفتیش کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا

Marfat.com

کہ یہ تمہاری حرکت ہے؟ انہوں نے کہا: بلکہ اس بڑے بت نے یہ حرکت کی ہے، اگر تمہارے یہ معبود بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو...... الخ

اس میں دو باتیں قابل غور ہیں: (۱) ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کا عذر جس سیاق وسباق میں کیا تھا، اس کا منشا یا تو یہ تھا کہ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لائق نہیں۔ یا یہ کہ بیماری کے سبب میرے لئے بات چیت کرنی مشکل ہے۔ لیکن جوں ہی قوم ہٹی، وہ جھٹ اُٹھے اور بتوں پر پل پڑے۔ اگر واقعتاً وہ ایسے ہی بیمار تھے جیسی بیماری کا اظہار فرمایا تھا تو کیا وہ بت خانے تک پہنچ سکتے تھے؟ اور بتوں کو توڑ سکتے تھے؟ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے بت شکنی کا الزام بڑے بت پر عائد کیا۔ کیا واقعتاً اُسی نے باقی بتوں کو توڑا تھا؟ یقیناً نہیں۔ ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دونوں باتیں خلافِ واقعہ کہی تھیں، جسے عربی زبان میں 'کذب' کہتے ہیں۔

تیسرے واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ

ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ کے ہمراہ ایک جابر حکمراں کے علاقے سے گزرے۔ وہ حکمراں خوبصورت عورتیں چھین لیتا تھا۔ اگر ساتھ میں شوہر ہوتا تو قتل کر دیا جاتا تھا۔ حضرت سارہ کو بھی اس حکمران نے طلب کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم مجھے اپنا بھائی ظاہر کرنا۔

متعدد مآخذ میں اس کی وضاحت بھی ہے کہ حضرت سارہ کچھ دور کے تعلق سے حضرت ابراہیمؑ کی بہن ہوتی تھی؛ یوں بھی وہ دینی بہن تھیں۔ لیکن جس سیاق میں وہ اپنے آپ کو بہن کہتیں، اس سے سننے والا یہ سمجھتا کہ وہ حقیقی بہن ہیں۔ اس لئے یہ بات خلافِ واقعہ ہوئی۔

یہ تینوں معاملے ایک اور پہلو سے بھی قابل غور ہیں۔ پہلے اور دوسرے موقع پر خلافِ واقعہ بولے بغیر بھی مقصد حاصل ہو سکتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ سکتے تھے کہ آج مجھے معاف رکھیں، میں آپ حضرات کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح وہ بڑے بت کا نام لئے بغیر کہہ سکتے تھے کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان معبودوں سے پوچھ لو، اگر بولتے ہوں۔ لیکن تیسرا موقع بڑا نازک تھا۔ بیوی اور جان دونوں خطرے میں تھے۔ ایسی صورت میں قرآن نے ارتکابِ کفر کی اجازت دی ہے: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ اس لئے یہ تیسرا واقعہ بھی قرآن کی نگاہ میں معیوب نہیں۔

یہ ہے ان تین کذبات کا خلاصہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ ان میں سے

Marfat.com

پہلے دو کی نسبت خود قرآن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی ہے۔ صحیح بخاری میں ان کا صرف حوالہ دیا گیا ہے۔ البتہ تیسرا واقعہ صرف صحیح بخاری میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آپ اس نسبت کو 'الزام تراشی' اور 'دروغ بافی' کا مرقع قرار دے رہے ہیں تو آپ کے اس الزام کا صرف ۱/۳ حصہ صحیح بخاری پر عائد ہوتا ہے جس کے جواز کا فتویٰ دینے میں خود قرآن بھی شریک ہے اور اس الزام کا باقی ۲/۳ حصہ قرآن پر عائد ہوتا ہے۔ غور فرمایئے کہ آپ نے کس جسارت اور دلیری کے ساتھ حدیث دشمنی کے جوش میں قرآنِ مجید ہی کو 'الزام تراشی' اور 'دروغ بافی' کا مرقع قرار دے دیا۔ فنعوذ بالله من شرور أنفسنا

⊙ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام بھی لیا ہے۔ حالانکہ صحیح احادیث میں تو ان پر کوئی الزام نہیں۔ بلکہ انہیں کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم کہا گیا ہے اور قید خانے میں ان کی ثابت قدمی پر ان کی مدح وتوصیف کی گئی ہے۔

البتہ قرآن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے حقیقی بھائی سے ساز باز کر کے ان کے غلے میں شاہی برتن رکھ دیا۔ پھر اپنے بھائیوں کے قافلے پر چوری کا الزام عائد کرا کر ان کی تلاشی لی اور حقیقت چھپانے کے لئے پہلے دوسرے بھائیوں کی تلاشی لی، پھر اپنے حقیقی بھائی کے غلہ سے برتن نکال کر دوسرے بھائیوں سے لئے گئے اقرار کے مطابق اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس روک لیا۔

غالباً آپ کے ذہن میں یہی واقعہ تھا۔ لیکن آپ کو یہ یاد نہیں رہا کہ اس کا ذکر بھی قرآن میں ہے۔ اسلئے آپ نے اسے شانِ انبیا کے خلاف سمجھ کر احادیث اور روایتوں پر 'الزام تراشی' کا الزام تراشنے میں اپنی چابک دستی کا مظاہرہ فرما دیا۔ لیکن آپ کی اس چابک دستی کی زَد حدیث کے بجائے قرآن پر آ پڑی۔

قریب قریب یہی معاملہ ان بقیہ شخصیتوں کا ہے جن کے اسماءِ گرامی آپ نے ذکر کیے ہیں، اگر تفصیل میں آپ جانا چاہتے ہیں تو چلئے ہم بھی تیار ہیں

سمجھ کے رکھیو قدم دشتِ خار میں مجنوں — کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے!

ہماری اس توضیح سے یہ حقیقت بھی سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ آیا امام بخاریؒ کا نام سن کر جماعت اہلحدیث پر 'سہم کا دورہ' پڑ جاتا ہے، یا آپ حضرات پر جوشِ مخالفت میں سرسامی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جس کے بعد آپ حضرات کو ہوش ہی نہیں رہتا کہ آپ کیا بک رہے ہیں اور کس کے خلاف بک

Marfat.com

رہے ہیں۔

آپ نے حدیث پر 'مثلہ معہ' کی پھبتی بھی چست فرمائی ہے۔ مگر بتائیے کہ جب قرآن مجید نے اُسوۂ رسولؐ کو مدارِ نجات قرار دے کر اپنے بنیادی احکام تک کی تفصیلات اسی پر چھوڑ دی ہیں، اور اس اُسوۂ کو اس حد تک وسعت دی ہے کہ پیغمبروں کے خواب تک کو وحی الٰہی اور حکم الٰہی کا درجہ دے رکھا ہے اور جگہ جگہ ایسی وحی کے حوالے دیئے ہیں جن کا قرآن میں کہیں نام ونشان تک نہیں تو خود اس قرآن کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا؟ حدیث سے پہلے آپ کی اس پھبتی کی زد تو خود قرآن ہی پر پڑ رہی ہے۔ اگر آپ اسے ماننے کے لئے تیار نہیں تو آئندہ ہم اس اجمال کی تفصیل بھی پیش کر سکتے ہیں۔

اَن گنت راویوں پر ایمان لانے کا معاملہ

آپ نے یہ بھی سوال اٹھایا ہے کہ قرآن پر ایمان لانے کے لئے رسولؐ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پس اسی طرح روایتوں کو حدیثِ رسولؐ ماننے کے لئے تمام راویوں پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ تو کیا ہمیں اللہ اور رسولؐ کی طرف سے اَن گنت راویوں پر ایمان لانے کی تکلیف دی گئی ہے؟

اولاً: میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے حضورؐ کو خود دیکھا ہے؟ اور حضورؐ پر قرآن کے نزول کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔ بلکہ آپ تو چودھویں صدی میں پیدا ہوئے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ آپ کو اس بات کا علم کیسے ہوا کہ حضورؐ پیغمبر تھے؟ اور آپ پر یہی قرآن نازل ہوا تھا جو اس وقت ہمارے ہاں متداول ہے؟ آپ یہی کہیں گے کہ اس امت کے اجتماعی نقل وتواتر سے یہ قرآن ہم تک پہنچا ہے، اس لئے ہم اس کی صحت کا یقین رکھتے ہیں۔

اب مجھے عرض کرنے دیجئے کہ آپ کے مقرر کئے ہوئے اُصول کے مطابق قرآن پر ایمان لانے کے لئے صرف حضورؐ کی رسالت پر ایمان لانا کارآمد نہ ہو سکے گا، بلکہ اس چودہ سو برس کے دوران پیدا ہونے والے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر (خواہ زاہد ومتقی ہوں، خواہ فاسق وفاجر) ایمان لانا ہوگا تو کیا ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اس اُمت کے اَن گنت نیک وبد انسانوں پر ایمان لانے کی تکلیف دی گئی ہے؟ انا للہ

ثانیاً: قرآن نے جو یہ حکم دیا ہے کہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لو، جس کا صاف تقاضا یہ ہے کہ اگر 'متقی' خبر لائے تو تحقیق کی بھی حاجت نہیں، یوں ہی مان لو۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اگر اُسوۂ رسولؐ

Marfat.com

کے متعلق کوئی شخص کوئی خبر دے تو قرآن کے اس اصول اور حکم پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ اگر قرآن کے اس حکم پر عمل کیا گیا، اور اس کی بتائی ہوئی خبر قابل قبول ثابت ہوئی تو کیا اس خبر کو ماننے کیلئے اس شخص پر ایمان لانا پڑے گا؟ اگر ایمان لانا پڑے گا تو پھر ایسے جتنے بھی افراد پر ایمان لانا پڑے، لایئے: یہ تو عین حکم قرآنی کا اتباع ہوگا۔ اور اگر نہیں لانا پڑے گا تو پھر آپکے اس چیخ و پکار کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ روایتوں کو قبول کرنے کا مطالبہ کر کے درحقیقت ہم سے اَن گنت راویوں پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے؟

اللہ کے بندے! اپنے تفقہ فی الدین اور تدبر فی القرآن کی کچھ تو لاج رکھنی تھی۔ ہماری پچھلی گذارشات سے واضح ہو چکا ہے کہ آپ جس چیز کو ایک 'ٹھوس حقیقت' سمجھے بیٹھے ہیں وہ درحقیقت ایک پھسپھسا تخیل ہے، جس کی حیثیت كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (ابراہیم:۲۶) سے زیادہ نہیں ہے۔

اگر کوئی ٹھوس حقیقت ہے تو صرف یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب پر ایمان لانا فرض ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا، آپ کی اطاعت کرنا، آپ کے فیصلوں کو دل کی تنگی و ناگواری کے بغیر تسلیم کرنا اور ان فیصلوں کے مقابل میں اپنے آپ کو خود مختار نہ سمجھنا، آپ کے اُسوے اور طریق عمل کی پیروی کو رضائے الٰہی اور نجاتِ آخرت کا مدار سمجھنا اور آپ کے اوامر و نواہی کی پابندی کرنا فرض ہے۔ یہ سارا فرض خود قرآن نے عائد کیا ہے، اس فرض کو عائد کرنے کے بعد اس نے دین کے بڑے اہم اہم اور بنیادی قسم کے مسائل میں خاموشی اختیار کر لی ہے۔ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم سینکڑوں جگہ دیا ہے مگر ان کی تفصیلات سے خاموشی ہے۔ اسی طرح اس نے زندگی کے بے شمار مسائل میں صرف بعض بنیادی اُمور کی طرف اشارہ کر کے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ کیونکہ اس نے باقی تفصیلات کا دارومدار اُسوۂ رسولؐ پر رکھ دیا ہے۔

اب جو لوگ یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ قرآن سے باہر اُسوۂ رسولؐ کہیں بھی محفوظ نہیں رہ گیا ہے، اور احادیث کے نام سے جو ذخائر اُمت کے ہاتھ میں متداول ہیں، ان کی کوئی حیثیت اور کوئی مقام نہیں، وہ درحقیقت قرآن کو ناقابل عمل اور اس کی رہنمائی کو سراپا لغو سمجھ رہے ہیں، اور انکارِ حدیث کا لبادہ اوڑھ کر قرآنی تعلیمات کو روندنے اور کچلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو عاجز و درماندہ اور مجبور و بے بس سمجھ رہے ہیں کہ اس نے اُسوۂ رسولؐ کی پیروی

Marfat.com

کا حکم تو دے دیا اور اسے مدارِ نجات تو ٹھہرا دیا، لیکن چند ہی برس بعد جب چند 'ایرانی سازشیوں' نے اس اُسوۂ رسولؐ کے خلاف 'سازش' کی تو اپنی تمام تر قوت و طاقت، ملک و جبروت اور حکمت و قہرمانی کے باوجود ان کی 'سازش' کو ناکام نہ بنا سکا، اُمتِ مرحومہ کی دستگیری نہ کر سکا اور ہمیشہ کے لئے گمراہی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا۔

وہ لوگ اپنے یہودی مستشرقین کی پلائی ہوئی شراب 'حقیقت پسندی' کے نشے میں بدمست ہو کر ساری اُمت کو بیوقوف سمجھ بیٹھے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی شاہراہِ ہدایت سے کٹ کر اور لوگوں کو کاٹ کر اپنی عقلی تک بندیوں کے خارزار پر دوڑانا چاہتے ہیں، جو سراسر بے انصافی اور انتہائی زیادتی ہے اور جس کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء:۱۱۵)

جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہؐ کی مخالفت اختیار کرے گا، اور مؤمنین کی راہ سے الگ تھلگ اپنی راہ بنائے گا، ہم اسے اسی راہ پر ڈال دیں گے جسے اس نے اختیار کیا ہے، اور اسے جہنم میں جلائیں گے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

Marfat.com

بیسویں صدی میں انکارحدیث- تجزیاتی مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت*

دین حنیف کو ضعف پہنچانے کی کوششیں اگرچہ روز اول ہی سے شروع ہوگئی تھیں لیکن تائیدایزدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اخلاص وعزیمت نے دشمنان اسلام کی ان مذموم کاوشوں اور کاروائیوں کو بار آور نہ ہونے دیا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری دور میں یہ دشمن یہودی وعجمی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر صحابہ کرام کی صفوں میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے اور مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اسی انارکی کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا دل خراش سانحہ رونما ہوا۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ان عناصر کو مزید کھل کھیلنے کا موقعہ ملا جس کے نتیجے میں مختلف فرقے مثلاً شیعہ، خوارج، قدریہ، مرجئہ وغیرہ ظہور میں آئے۔ کچھ عرصہ بعد فرقہ معتزلہ بھی اپنے مخصوص عقائد لے کر میدان میں اتر آیا۔ فرقہ سازی کا دروازہ کھلنے سے ہر فرقے نے اپنے آپ کو برحق کہا اور اس کی تائید اور عوام الناس میں پذیرائی حاصل کرنے کے لیے نصوص قرآنی کی حسبِ منشا تاویل وتشریح کی، اپنے فرقے اور دعاوی کے لیے احادیث بھی گھڑیں، وضع حدیث کے اس فتنے نے ان کے کام کو مزید آسان بنا دیا۔

تاریخ اسلامی میں فتنہ انکارِ حدیث منظم طریق پر دوسری صدی ہجری میں اٹھا اور اس کے اٹھانے والوں میں خوارج اور معتزلہ پیش پیش تھے۔

خوارج کا مقصد مسلم معاشرہ میں انتشار وافتراق پیدا کرنا تھا۔ اور اس راہ میں وہ سنت کو سنگِ گراں اور بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ کیونکہ سنت ہی نے معاشرہ کو منظم ومنضبط کیا تھا۔ جہاں تک فرقہ

---

*پروفیسر ایمریطس، شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

معتزلہ کا تعلق ہے تو اس کے ہمنوا اور متبعین عجمی اور یونانی فلسفہ سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ انھوں نے ہر اس بات کو جو فلسفہ کی بنا پر ظہور پذیر ہوئی اس پر اٰمنا و صدقنا کہنے کو سراسر عقل کا تقاضا سمجھا اور چاہا کہ اسلام کی ایسی تعبیر کی جائے جو ان عقلی تقاضوں کے مطابق ہو۔ اس راہ میں بھی پھر سنت اور حدیث سد راہ بنی۔ سو انھوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے احادیث کو مشکوک قرار دیا اور ان کو حجت ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اس مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے۔ ان ذرائع میں سے خود مقصد بن جانے ایک ذریعہ قرآن کو مشکوک اور مشتبہ بنانا تھا جیسا کہ فتنہ قرامطہ کے ایک سرکردہ شخص عبید اللہ بن حسین قیروانی (م ۳۲۲ھ) کی اس تحریر سے مترشح ہوتا ہے جو سلیمان بن حسن ابو طاہر القرمطی (م ۳۳۲ھ) کو لکھی گئی۔ وہ لکھتا ہے:

انی اوصیک بتشکیک الناس فی القرآن والتوراۃ والزبور والانجیل وبدعوتھم الی ابطال الشرائع۔ (۱)

چونکہ یہ تشکیک الفاظ قرآن میں تو ناممکن تھی لہذا معانی اور اس کی تشریح و توضیح کو ہدف بنایا گیا۔ الفاظ کی من مانی تاویل کے لیے لابدی تھا کہ اس راہ کے سب سے بڑے پتھر اور رکاوٹ یعنی حدیث وسنت کو ہٹایا جائے۔ قرآن حکیم کے صحیح فہم اور اسکی تعبیر و تشریح کے لیے احادیث کی حیثیت اساسی و بنیادی ہے۔ محمد عجاج الخطیب سنت کے خلاف دشمنان اسلام کی سرگرمیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو قوت و شوکت حاصل ہو گئی تو انہوں نے مختلف طریقوں سے اہل ایمان کے عقائد کو مسموم کرنے اور ان کی حمیت دینی کو کمزور کرنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ لکھتے ہیں:

وبعد فانہ لم یرق لأعداء الاسلام ان یروا ھذا الدین قد صلب عودہ واستوی ساقہ.... فرأوا أن یدسوا السم فی عقائد المسلمین یسلخوھم عنھا فعملوا علی تغیر وجہ الاسلام وتشویھہ بمختلف الطرق الدعابة الجذابة فشککوا بعض ضعاف القلوب فی تعالیمہ وأحکامہ وکان من الصعب علیھم ان یعبثوا بالقرآن الکریم الاصل التشریعی الأول فحاولوا ان

Marfat.com

یطرقوا باب السنة فاتهموا اکبار نقلتها وائمة حفاظها....
قاصدین من وراء هذا تشکیک المسلمین فی السنة الطاهرة
لیطرحوها فتبعد الشقة بین المسلمین وفهم قرآنهم.... (۲)

نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں:

فان هؤلاء المخذولین لما أرادوا هدم هذه الشریعة المطهرة
ومخالفتها، طعنوا فی أعراض الحاملین لها.... فهم یظهرون
السب واللعن لخیرا الخلیقة... ولیس فی الکبائر ولا فی
معاصی العباد أشنع ولا أخنع ولا أبشع من هذه الوسیلة. (۳)

قدیم منکرین حدیث میں نمایاں بشر بن غیاث المریسی م ۲۱۸ھ (۴)۔ ابراہیم بن سیار النظام م ۲۳۱ھ (۵)، عبداللہ بن احمد ابوالقاسم البلخی الکعبی م ۲۹۴ھ (۶) وغیرہ تھے۔ ان کا شمار ملاحدہ اور زنادقہ میں ہوتا ہے۔ انھوں نے احادیث کی صحت میں شک اور سنت کے واجب الاتباع ہونے سے انکار کی دوگونہ پالیسی اختیار کی۔ اجل صحابہ کرام مثلاً حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابوھریرہ رضوان اللہ علیہم پر ایسے اتہامات والزامات لگائے جو ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے شایان شان نہیں۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے جب زنادقہ کی گرفت کی اور شاکر نامی زندیق کی گردزدنی کا ارادہ کیا تو خلیفہ نے اس سے اس مذموم حرکت کی وجہ دریافت کی تو بولا: انا نرید الطعن علی الناقلة فاذا بطلت الناقلة اوشک ان نبطل المنقول (۷) نظام کہتا ہے کہ جو صحابہ اپنی رائے سے فتوی دیتے تھے وہ دین کے معاملے میں اپنی اھواء وخواہشات کو ترجیح دیتے تھے۔ (۸) عاشقان سنت اور علمبرداران حق، ملحدین کے اس زہریلے اور باطل پروپیگنڈے پر تڑپ اٹھے اور ان کی کا تاروپود بکھیرا۔ امام شافعی نے اپنی کتاب الرسالة میں، ابن قتیبہ نے تاویل مختلف الحدیث اور پھر منصور بغدادی نے الفرق بین الفرق میں ان کا تعاقب کیا اور ان کے مذموم مقاصد کو بے نقاب کیا۔ یہ ان علماء حق کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ فتنہ انکار حدیث تیسری صدی ہجری کے بعد کئی صدیوں تک دنیائے اسلام میں سر نہ اٹھا سکا۔

تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں اس فتنہ نے دوبارہ سر اٹھایا۔ اس کا پہلا مرکز عراق تھا۔ پھر

Marfat.com

مختلف اسلامی ممالک (۹) میں اس کو اپنے ہمنوا ملے۔

اس فتنے کی دوسری پیدائش کا سبب پہلی سے مختلف نہ تھا۔ مسلمان غیر اسلامی تہذیبوں سے سابقہ پیش آنے سے ذہنی شکست خوردگی میں مبتلا تھے اور مغرب کی ہر چیز کو تقاضائے عقل مان کر اسلام کو اس کے مطابق ڈھالنے میں مصروف تھے۔ لیکن دوسری طرف تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں حالات مختلف تھے کہ مسلمان فاتح تھے مغلوب نہ تھے۔ لہذا ان کے ذہنوں پر اس فلسفے کا زیادہ اثر نہ ہوا۔ اس کے برعکس موجودہ دور میں حملہ ایسے وقت میں ہوا جبکہ مسلمان مغلوب اور ہر میدان میں مار کھا چکے تھے۔ اس وجہ سے فاتحین کے فلسفے اور سائنسی و مادی ترقی سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ انھوں نے مغرب کی ہر چیز کو من وعن اور بلا چون چرا تسلیم کرنے میں عافیت سمجھی اور ان پر تنقید کرنے کو تاریک خیالی سے تعبیر کیا گیا۔ یہاں سنت پھر آڑے آئی۔ سو انہوں نے قرآن حکیم کی من مانی تاویل کے لیے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے۔

اس کے لیے وہی پرانا حربہ استعال کیا گیا یعنی ایک طرف روایات کی صحت کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلائے گئے تو دوسری طرف سنت کو حجت وسند ماننے سے انکار کیا۔ لیکن یہاں پھر حالات کی تبدیلی اور فرق نے اس تکنیک اور اس کے حربوں کی تفصیلی صورت میں بڑا فرق پیدا کر دیا ہے۔ قدیم زمانے میں اس فتنے کو اٹھانے والے بڑے ذی علم لوگ تھے۔ اس کے برعکس ہمارے دور میں جو لوگ اس فتنے کو ہوا دینے اٹھے ہیں ان کا علمی سرمایہ مشتبہ ہے جیسا کہ استاذ احمد محمد شاکر رقم طراز ہیں:

ان اولئک الأقدمين زائغين كانوا أم ملحدين كانوا علماء مطلعين اكثرهم ممن أضلهم الله علم أما هؤلاء المعاصرون فليس الا الجهل والجرأة وامتضاغ ألفاظ لا يحسونها يقلدون فی الكفر ثم يتعالون على كل من حاول وضعهم على الطريق القويم. (۱۰)

ان صفحات میں جدید بالخصوص مصری منکرین حدیث کے اعتراضات کا مختصر جائزہ لیا جائے گا۔

موجودہ دور کے منکرین حدیث میں شرف الدین عاملی (۱۱) احمد امین (۱۲) اور محمود ابوریہ (۱۳) کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ منکرین اپنے مستشرق اساتذہ کی علمی تحقیقات پر ایمان کامل رکھتے اور اپنی بیشتر

Marfat.com

''تحقیق'' کی بنیاد غیر مستند کتب پر رکھتے ہیں۔ لیکن جب مستند کتب سے حوالہ دیں تو بڑی ہوشیاری اور ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں۔ اور اپنے مذموم مقصد کے حصول کے لیے عبارات کو سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے پیش کرتے ہیں۔ یہ منکرین سنت کو حجت تسلیم نہیں کرتے اور روایات کی صحت میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ انھوں نے حدیث کے حجت ہونے کی حقیقت کو مشکوک کرنے کے لیے اس خیال کی تشہیر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا۔ اگر قرآن کی طرح اس کی حیثیت بھی جزو دین کی ہوتی تو آپ اسے مدون کرنے کا اہتمام فرماتے۔ ان کے نزدیک حدیث کا ضخیم ذخیرہ محض زبانی روایت ہوتا رہا اور ایک صدی بعد اس کی تدوین کی طرف توجہ دی گئی اس طرح یہ ذخیرہ ناقابل اعتبار اور ظنی ہے۔ (۱۴) حدیث کا ایک طالبعلم اس حقیقت سے باخبر ہے کہ نہی کتابت والی روایات (۱۵) کے پہلو بہ پہلو ہماری پاس متعدد ایسی روایات موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی اجازت دے دی تھی۔ (۱۶) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو احادیث کی تشہیر اور دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب وتحریض فرمائی۔ علماء نے ان دونوں قسم کی روایات میں تطبیق کی ہے اور نہی کتابت والی روایت کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں۔ (۱۷) امام خطابی فرماتے ہیں:

وقد قيل انه انما نهى ان يكتب الحديث مع القرآن فى صحيفة واحدة لئلا يختلط به ويشتبه على القارى فاما ان يكون نفس الكتاب محظوراً وتقييد العلم بالخط منهياً عنه فلا. (۱۸)

محدث رامہرمزی (م ۳۶۰ھ) نہی کتابت والی روایت بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جب قرآن کا بیشتر حصہ نازل ہو گیا اور صحابہ نے اسے حفظ کر لیا اور اور التباس کا خطرہ باقی نہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی اجازت دے دی تھی۔ (۱۹) جیسا کہ ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں:

ثم انه زال ذلک الخلاف واجمع المسلمون على تسويغ ذلک واباحته ولولاتدوينه فى الكتب لدرس فى الاعصر الأخر. (۲۰)

خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ قرون اولیٰ میں کتابت کو ناپسند کرنے کی ایک وجہ گہری

Marfat.com

بصیرت میں کمی تھی اور وحی وغیر وحی میں امتیاز کرنے میں شبہ ہوسکتا تھا کیونکہ اکثر بدوؤں کو دینی بصیرت حاصل نہ تھی اور نہ وہ علماء کے پاس بیٹھتے تھے۔ لہٰذا اندیشہ تھا کہ وہ اپنے صحیفوں کو قرآن سے ملحق کر دیتے اور یہ سمجھنے لگ جاتے کہ جو کچھ ان میں ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔ (۲۱)

دوسری وجہ یہ کہ عرب عمدہ حافظے کے مالک تھے اور وہ کتابت کو باعث عار اور معیوب سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ لگاؤ نے ان کی قوت حفظ کو مزید صیقل کر دیا تھا۔ امام اوزاعی (م۱۵۳ھ) فرماتے ہیں:

کان هذا العلم شيأ شريفاً اذا كان من افواه الرجال يتلا قونه ويتذاكرونه فلما صار في الكتب ذهب نوره وصار الى غير أهله. (۲۲)

سید مودودیؒ رقمطراز ہیں: اہل عرب زبانی روایت کے عادی تھے اور اس عادت نے اسلام کے ابتدائی دور میں برسوں تک زبانی روایت پر کاربند رکھا۔ ان حالات میں زبانی روایت کی محض اجازت ہی نہ تھی بلکہ بکثرت احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی روایت کی کثرت سے تاکید فرمائی تھی۔ (۲۳) زبانی روایت کی ترغیب پر متعدد ارشادات موجود ہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نضر الله امرأ سمع منا حديثا فبلغه كما سمعه فرب فبلغ أوعى من سامع. (۲۴)

ان معترضین کا کہنا ہے کہ احادیث اس لیے بھی ناقابل اعتبار ہیں کہ رواۃ نے روایت لفظی کا اہتمام نہیں کیا اور معنوی روایت پر اکتفا کیا۔ (۲۵) حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے معنوی روایت کی شرائط (۲۶) کے ساتھ اجازت دی تھی اور وہ اس رعایت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ محمد بن سیرین (م۱۱۰ھ) سے روایت ہے:

ربما سمعت الحديث عن عشرة كلهم يختلف في اللفظ والمعنى واحد (۲۷)

اسی طرح واثلہ بن اسقع سے روایت ہے:

Marfat.com

اذا حدثتم بالحديث على المعنى فحسبكم (۲۸)

اس اجازت کے باوجود صحابہ کرام الفاظ کی حفاظت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ اعمش کہتے ہیں:

کان هذا العلم عند اقوام كان امرهم لأن يخر من السماء احب اليه من أن يزيد فيه واواً او الفاً او دالاً. (۲۹)

بقول ابن عبدالبرؒ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے تقوی کا یہ حال تھا کہ جب وہ کوئی حدیث روایت کرتے تو قال رسول اللہ کے بجائے قال هكذا او كما قال اوشبه هذا أو قريباً من ذلك کہتے تھے۔ (۳۰)

صحابہ نے معنوی روایت میں کوئی بدعت پیدا نہیں کی بلکہ اس کے جواز کی دلیل قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی۔ (۳۱)

احمد امین مشہور مستشرق گولڈ زیہر کی متابعت میں حدیث کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ علماء نے سند کو پرکھنے کا تو اہتمام کیا لیکن متن کی طرف سے تساہل برتا گیا۔ (۳۲) یہ ان محبان وعاشقان حدیث پر اتہام ہے۔ علماء نے سند ومتن دونوں کو پرکھنے کا خاص اہتمام کیا اور اگر سند میں تشدد سے کام لیا تو اس کی اصل غرض وغایت متن حدیث کی حفاظت ہی ہے جس کی خاطر سند کو پرکھا جاتا ہے۔ سند کی اہمیت متن سے کسی طرح کم نہیں بلکہ دین کا اہم حصہ ہے۔ عبداللہ بن المبارک کا مشہور قول ہے:

الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء. (۳۳)

ان منکرین نے صحابہ محترم کی عدالت وثقاہت پر بھی شبہ کیا ہے۔ احمد امین کا قول ہے کہ محدثین کی ایک جماعت دیگر رواۃ کی طرح صحابہ کرام کو بھی مورد الزام ٹھہراتی ہے۔ (۳۴) یہ بھی اتہام اور دروغ گوئی ہے۔ مخصوص فرقوں کے علاوہ تابعین اور ان کے بعد جمہور اہل اسلام نے صحابہ کی عدالت پر اتفاق کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: اہل سنت والجماعت کے نزدیک جملہ صحابہ عدول ہیں۔ باقی رہا معتزلہ کا یہ قول کہ حضرت علی کے خلاف لڑنے والوں کو چھوڑ کر باقی صحابہ عدول ہیں تو یہ قول مردود ہے۔ شیعہ فرقہ کی کم عقلی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ وہ صرف سترہ (۱۷) صحابہ کو مسلم قرار دیتے ہیں اور باقی سب کی

Marfat.com

تکفیر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: فهو من الهذيان بلا دليل، الا مجرد الرأى الفاسد، عن ذهن بارد.... والبرهان على خلافه أظهر وأشهر اس کے بعد وہ ان کے کارہائے نمایاں اور اخلاق عالیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان الفاظ پر بات ختم کرتے ہیں:

لم تكن فى امة من الأمم المتقدمة، ولا يكون أحد بعدهم مثلهم في ذلك فرضى الله عنهم أجمعين ولعن من يتهم الصادق ويصدق الكاذبين۔(۳۵)

سنت کو مشکوک کرنے کے لیے یہ بھی کہا گیا کہ وضع حدیث کے فتنے کا آغاز عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہو گیا تھا۔ وہ اپنے قول کی تائید میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان: من كذب على متعمداً۔۔۔(۳۶) پیش کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث جھوٹ باندھنے کے موقع پر فرمائی (۳۷)۔ احمد امین کا یہ استدلال بڑا بودا اور بے بنیاد ہے۔ وہ اپنے اس استدلال میں دیگر فرقوں مثلاً خوارج، معتزلہ اور غالی شیعہ کی متابعت کرتے ہیں اس امر پر اتفاق ہے کہ مذکورہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمائی جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے احادیث کو بعد میں آنے والے لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا۔

ان کا کہنا ہے کہ صحابہ ایک دوسرے کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے اور بعض کو بعض پر فضیلت دیتے تھے۔(۳۸) حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی توقیر و تعظیم میں کمی نہیں کرتے تھے۔ رہی بعض احادیث میں ایک دوسرے پر نقد و جرح تو دراصل صحابہؓ ایک دوسرے پر علمی گرفت میں کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے اور وہ اس تنقید کو ایک دوسرے کی تکذیب قرار نہیں دیتے تھے۔ براء ابن عازب کہتے ہیں:

ليس كلنا كان يسمع حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت لنا صنيعة واشغال ولكن الناس لم يكونوا يكذبون يومئذ يتحدث الشاهد الغائب.(۳۹)

قدیم وجدید معترضین نے سنت نبی پر لوگوں کے اعتماد کو متزلزل کرنے کے لیے بعض صحابہ کرام اور تابعین مثلاً حضرات ابوہریرہ، عمرو بن العاص، مغیرہ ابن شعبہ اور عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ کو

Marfat.com

مطعون کیا ہے۔ ابوھریرہ کثیر الروایہ ہونے کے سبب ان کی شدید تنقید اور غضب کا نشانہ بنے ہیں۔ اس صحابی عظیم پر ان کی تنقید محض مادی مفادات اور نفسانی خواہشات کی پیروی کا نتیجہ ہے، جس کا مقصد ابو ہریرہ جیسے عظیم صحابی پر شکوک وشبہات کا دروازہ کھول کر باقی رواۃ کے بارے میں مشکوک ذہنوں کو مسموم کرنے کے سوا اور کچھ نہیں، جیسا کہ عجاج الخطیب کہتے ہیں:

کان الطعن فی ابی ھریرہ ذریعة للطعن فی غیرہ من الصحابة لتوھین السنة ورفض العمل بھا(۴۰)

ابوہریرہ اپنے زہد وتقوی، ضبط وحفظ، اخلاق عالیہ، صحبت نبوی، تواضع، فہم وفراست کے اعتبار سے صحابہ میں بڑے معزز ومحترم ہیں۔ یہ وہ صحابہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد سفر وحضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور دنیا کے دیگر مشاغل سے پہلوتہی کرلی تھی۔ (۴۱)

معترضین نے ابوھریرہ کی روایات مشکوک کرنے اور ان کی وقعت کو کم کرنے کے لیے اوچھے حربے استعمال کیے ہیں اور پھر ستم یہ کہ اپنی ''تحقیق'' کی تائید کے لیے بعض اوقات مستند اہل علم کے اقوال توڑ مروڑ کر اور سیاق وسباق سے کاٹ کر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ایک عام آدمی اس ''علمی تحقیق'' سے مرعوب ہو کر شکوک وشبہات میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ معترضین اپنے گھناؤنے الزامات صحیح ثابت کرنے کے لیے ابوہریرہ کے نام کے اختلاف، غربت وافلاس، یتیمی، ناخواندگی اور اسلام لانے میں تاخیر وغیرہ کو بطور خاص ہدف بنایا ہے۔ (۴۲) حالانکہ یہ تمام مذکورہ حالتیں کسی کی عظمت ورفعت میں کسی طور تنقیص کا باعث نہیں ہوتیں۔ احمد امین اور ان کے ہمنواؤں کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام ابوہریرہ کی روایات کو رد کردیا کرتے تھے۔ (۴۳) یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام ابوہریرہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ (۴۴) آپ صحابہ میں نمایاں حفاظ حدیث میں سے تھے۔ ابوصالح عثمان کا قول ہے:

کان ابوھریرة من احفظ اصحاب محمد(۴۵)

امام شافعی تو انہیں سب سے بڑا حافظ وقت قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

ابوھریرة أحفظ من روی الحدیث فی دھرہ.(۴۶)

Marfat.com

امام بخاری ان کی وسعت علم کا ان الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں:

روی عنه ثمانمائة من اهل العلم وکان أحفظ من روی الحدیث (۴۷)

حضرت ابوھریرہ کی کثرت روایت پر اعتراض کرنے والے صحابہ نہیں بلکہ کچھ اور لوگ تھے۔ کثرت روایت کا سبب وہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر قرآن کی آیت: ان الذین یکتمون... نہ ہوتی تو میں ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا۔ (۴۸) اسلام لانے میں تاخیر کے باوصف ابوھریرۃ کا کثیر الروایہ ہونا بعید از عقل نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوھریرہ کے طلب حدیث کے ذوق وشوق اور حرص کو دیکھ کر فرمایا کہ ابوھریرہ علم حدیث کا حریص ہے۔ (۴۹) معترضین کہتے ہیں کہ خلفائے اربعہ اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے بھی حضرت ابو ہریرہ کی روایات کی تکذیب کی۔ (۵۰) اور اس معاملے میں حضرت عمر اور حضرت عائشہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو درست نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر نے ابو ہریرہ کی کثرت روایت کی وجہ سے تکذیب کی، جلاوطن کرنے کی دھمکی دی اور ان کو کوڑا بھی مارا۔ (۵۱) ابن قتیبہ نے اس اتہام کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر کا کثرت روایات سے روکنا صرف ابو ہریرہ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ آپ بحیثیت مجموعی کثرتِ روایت سے منع فرماتے تھے (۵۲) معترضین اپنے اس اعتراض کی تائید کے لیے ابن کثیر کی روایت قطع وبرید کی اور روایت کے صرف اس حصے پر اکتفا کیا ہے جو ان کے مذموم مقاصد پر پورا اترتا ہے۔ ابن کثیر حضرت عمر کے کثرت روایت سے روکنے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ عمرؓ نے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ احادیث کا غلط استعمال نہ کرنے لگیں۔ مستند کتب میں حضرت عمر کے وہ الفاظ بھی محفوظ ہیں کہ جب انہیں (عمر کو) یقین ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کے عواقب ونتائج سے بخوبی واقف ہیں تو فرمایا: أما اذاً فاذهب فحدث (۵۳) حضرت عمر کثرت روایت کے ضرور مخالف تھے لیکن محض روایت سے آپ نے کبھی نہیں روکا بلکہ سنت وحدیث کی نشر واشاعت کے لیے ہمہ جہت کوششیں کیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے: فمن حفظها فلیحدث بها (۵۴) ابن قتیبہ کثرت روایت سے روکنے کی وجوہات اور مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ منافقین اور فاجروں کے ملاوٹ اور جھوٹ سے محفوظ رکھنے کے

Marfat.com

لیے یہ اقدام کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

الا یتسع الناس فیھا ویدخلھا الشوب ویقع التدلیس والکذب من المنافق والفاجر. (۵۵)۔

ابن عبدالبر بھی کثرت روایت سے روکنے کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ حضرت عمرؓ کا اکثار سے روکنا مصلحتاً تھا تاکہ سچ اور جھوٹ کی آمیزش نہ ہو جائے نیز قرآن وسنت میں تمیز برقرار رہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اکثار روایت سے روکنا کذب کے خوف سے تھا۔ اگر روایت کو ناپسند ہی کرتے تو نہی، قلت وکثرت دونوں کے متعلق ہوتی۔ (۵۶) ابن عبدالبر اکثار روایت سے نہی والی روایت سے مطلق نہی روایت کا مفہوم لینے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو واقعات کا صحیح علم نہ تھا اور جن قلوب میں سنت سے گرانیاں تھیں انھوں نے ان روایات سے جن میں آپؓ نے مصلحتاً روایت سے روکا یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہا کہ حضرت عمر مسلمانوں کے ذہن سے احادیث کو بالکل خارج کرنا چاہتے تھے۔ (۵۷)

جہاں تک معترضین کا یہ کہنا کہ حضرات عثمانؓ اور علیؓ نے بھی ابو ہریرہؓ کی تکذیب کی (۵۸) تو یہ حقائق کے برعکس ہے اور وہ یہاں جو دلائل پیش کرتے ہیں ناقابل اعتماد اور ضعیف ہیں۔ (۵۹) رہا حضرت عائشہؓ صدیقہ کا ابو ہریرہ کی روایات کا رد کرنا اور جھٹلانا تو اگر ان روایات کا تجزیہ کیا جائے جن میں تردید کا ذکر ہے تو یہ الزام خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔ معترضین اپنے اعتراض کی تائید میں جنبی شخص کے روزے کے بارے میں حدیث (۶۰) پیش کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ابو ہریرہ پر اس حدیث کے ضمن میں جو اعتراض کیا تھا تو ابو ہریرہ نے ان کے اس قول کو گھریلو معاملات سے زیادہ باخبر ہونے کی بنا پر تسلیم کر لیا تھا۔ (۶۱)۔ دوسری طرف ہمارے پاس ایسی روایات بھی ہیں جو حضرت عائشہؓ کی ابو ہریرہ کی تائید وتصدیق پر دلالت کرتی ہیں۔ (۶۲)

امام حاکم نے المستدرک میں حضرت عائشہ کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں (۶۳)۔ ابو ہریرہ اس معاملے میں تنہا نہیں بلکہ ام المؤمنین نے بعض دیگر اجل صحابہ کرام سے بھی اختلاف کیا اور ان کی تصحیح کی۔ (۶۴) صحابہ کا باہم اور ام المؤمنین کے درمیان

Marfat.com

اختلافات کا مقصد ایک دوسرے کی تکذیب یا تنقیص ہرگز نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت عمر، ابوموسیٰ اشعری سے حدیث استئذان (۶۵) پر شہادت طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اما أني لم أتهمك ولكن خشيت أن يتقول الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم. (٦٦)

معترضین نے ایک روایت سے یہ ثابت کرنے کی سعی ناکام کی ہے کہ ابن مسعودؓ نے بھی ابوہریرہ کی تکذیب کی اور پھر اس پر ظلم یہ کہ وہ اس روایت کو جلیل القدر علامہ ابن عبدالبر کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ اس اتہام کو قبول عام حاصل ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ابن عبدالبر نے اس روایت میں علماء کے ان فتاوی کا ذکر کیا ہے جن میں وہ باہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے۔ اسی ضمن میں انھوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب ابوہریرہ نے یہ حدیث بیان کی ''جو شخص میت کو غسل دے وہ خود بھی غسل کرے اور جو جنازہ اٹھائے وہ وضو کرے'' (۶۷) ابن مسعود نے اس حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (۶۸)

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی روایت میں ابوہریرہ منفرد نہیں بلکہ اسے بعض دیگر صحابہ مثلاً حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ کی عظمت، دیانت اور وسعت علم کے معترف تھے جس کی تائید ابن عمر کے اس قول سے ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے:

كنت الزمنا وأعلمنا يا أبا هريرة برسول الله صلى الله عليه وسلم وأحفظنا لحديثه. (٦٩)

مسلمانوں کی نظروں میں ابوہریرہ کا مقام گرانے اور ان کی وقعت کم کرنے کے لیے ان حضرات نے ابن عمر کو بھی ابوہریرہ کی تردید کرنے اور جھٹلانے والوں میں شامل کر لیا ہے۔ ابن عمر سے مروی ہے: ''جس نے کتا پالا اس کے عمل سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے البتہ شکار اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتا پالا جا سکتا ہے۔ ابن عمر سے کہا گیا کہ ابوھریرہ کی روایت میں تو کھیتی کی حفاظت کے لیے بھی کتا پالنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ سن کر ابن عمرؓ نے فرمایا: ہاں! ابوہریرہ کی کھیتی بھی تھی۔ (۷۰) احمد امین ابن عمر کے اس قول سے ابوہریرہ پر طنز اور اتہام ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

انھوں نے حدیث میں لفظ زرع کا اضافہ اس لیے کیا تا کہ اپنی کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا پال سکیں۔
(۷۱) کتب حدیث پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابو ہریرہ اس روایت میں تنہا نہیں بلکہ بعض دوسرے صحابہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ شارحین حدیث نے ابن عمر کے اس قول کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں اور کہا ہے کہ اس حدیث میں ابو ہریرہ کی تصدیق دیگر صحابہ نے کی ہے اور ابن عمر کے اس قول کا مقصد ابو ہریرہ کی تصدیق ہے نہ کہ تکذیب وتنقیص۔(۷۲)

عبدالحسین شرف الدین عاملی اور اس کے ہمنوا، عظیم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن الوقت اور سیم وزر کا پرستار ہونے کا اتہام لگاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب حضرات علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان خلافت کے لیے جنگ ہوئی تو ابو ہریرہؓ نے مالی مفادات کی خاطر معاویہؓ کا ساتھ دیا اور بنی امیہ کی حمایت وتائید جبکہ حضرت علیؓ کی مخالفت میں احادیث وضع کیں۔(۷۳) وہ کہتے ہیں:

ولم يكن ماقدم أبوهريرة لمعاوية جهاداً بسيفه أوبماله وانما كان جهاده احاديث ينتشرها بين المسلمين يخذل بها انصار على ويطعن فيها عليه ويجعل الناس يبرؤن منه ويشيد بفضل معاوية ودولته. (۷۴)

اور پھر معاوضہ اور بدلے میں ابو ہریرہ پر عنایات خسروانہ ہوئیں۔ کہتے ہیں:

ولم يلبث ان تحول حاله من ضيق الى سعة ومن فقر الى ثراء
بنوامیہ کی ان نوازشات پیہم نے ابو ہریرہ کو ان کا غلام بنا دیا۔ استبعد بنو امية اباهريرة... فاذا هو لسان دعا يتهم في سياستهم۔(۷۵)

یہ تمام باتیں ابو ہریرہ سے بغض وعناد کا نتیجہ ہیں۔ مستند مصادر اس بات پر گواہ ہیں کہ جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان فتنہ رونما ہوا تو دیگر صحابہ کی طرح ابو ہریرہ نے بھی گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور اس میں ملوث ہونے سے انکار کر دیا۔ جہاں تک بنوامیہ کی حمایت اور حضرت علی کے خلاف احادیث وضع کرنے کا اتہام ہے تو کتب حدیث اس پر گواہ ہیں کہ ابو ہریرہ سے مناقب اہل بیت کے بارے میں کثیر احادیث مروی ہیں (۷۶) جو اہل بیت سے ان کی محبت اور وابستگی کا بین ثبوت ہیں۔ دوسری طرف

Marfat.com

ہمارے سامنے متعدد ایسی روایات بھی ہیں جو خلفائے بنوامیہ اور ابو ہریرہ کے درمیان تلخی پر دلالت کرتی ہیں۔(۷۷) یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ امویوں کی مدح میں ابو ہریرہ سے منسوب روایات سند اور متن دونوں اعتبار سے مردود ہیں۔

ان منکرین حدیث نے اپنے مستشرق اساتذہ کی متابعت میں ابو ہریرہ کی مرویات کو مشکوک کرنے کے لیے ایک اور حربہ استعمال کیا اور کہا کہ ابو ہریرہ اہل کتاب بالخصوص کعب الاحبار سے روایت کرتے اور کعب کے اقوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ان کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہ کعب سے بہت متاثر تھے اور وہ ان سے خوشہ چینی کرتے تھے۔(۷۸) کہتے ہیں:

ویبدو أن أباهريرة كان اكثر الصحابة انخداعاً به وثقة فيه...
كعب الاحبار قد سلط قوة دهائه على سذاجة أبى هريرة لكى يستحوذ عليه وينيمه ليلقنه كل مايريد ان يبثه فى الدين الاسلامى من خرافات وأوهام. (۷۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اہل کتاب سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۸۰) علاوہ ازیں کعب الاحبار کی علمیت وعدالت کا اعتراف اہل علم نے کیا ہے، اور پھر ابو ہریرہؓ کعبؓ سے روایت کرنے میں منفرد نہیں بلکہ دوسرے صحابہؓ مثلاً عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ بھی ان کی طرف رجوع کرتے تھے، اور ان تمام صحابہؓ کا اہل کتاب کی طرف رجوع کرنا ایک محدود دائرے میں تھا اور جس کا تعلق عقیدہ سے نہیں ہوتا تھا۔صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہت بڑا الزام ہے کہ وہ کعب کے اقوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔

احمد امین اپنے استاذ گولڈزیہر کی متابعت میں ابو ہریرہؓ کی روایات مشکوک بنانے کے لئے کہتا ہے کہ وضاعینِ حدیث نے ابو ہریرہؓ کی کثرتِ روایت سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور بہت سی احادیث خود وضع کر کے ان کی جانب منسوب کر دیں۔(۸۱)

یہاں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس معاملے میں ابو ہریرہ منفرد نہیں بلکہ ان وضاعین نے دیگر اکابر صحابہؓ مثلاً حضرات عمرؓ، عائشہؓ، ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ وغیرہم کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔جس سے

Marfat.com

ان بزرگوں کا دامن آلودہ نہیں ہوتا اور پھر اہل علم نے وضع کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر ہی صحیح وسقیم کو ممیّز کرنے کے لئے وہ اعلیٰ پیمانے مقرر کئے جن میں امتِ مسلمہ ممتاز ہے۔

یہ تھا حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں معترضین کے اعتراضات پر طائرانہ تبصرہ۔ اللہ تعالیٰ نے بعض راسخ العقیدہ اہل قلم کو ان الزامات کے جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی، لہذا اشرف الدین، احمد امین اور ابوریہ کے اعتراضات کا مدلل اور مسکت جواب استاذ عبدالرحمٰن الیمانی، شیخ محمد ساحی، شیخ عبدالرزاق، محمد ابوزھو، شیخ محمد ابوشہبہ، مصطفیٰ حسنی سباعی، محمد عجاج الخطیب، عبدالمنعم صالح وغیرھم نے اپنی کتب میں دیا ہے فجزاهم الله احسن الجزاء۔ ہم اپنی بات کو محمد عجاج الخطیب کے اس قول پر ختم کرتے ہیں:

ونجا أبوهريرة من تلك الأعاصير المصطنعة التى عصفت حوله، ومن تلك الأمواج الغداوة التى تلاطمت على قدميه، فبقى صامدا أبد الدهر يحترمه الجمهور، ويعرفون مكانته ومنزلته، وارتدت تلك الهجمات الضالة على أعقابها خامدة مكتومة الأنفاس تجر وراء ها ذيول الخزى والانكسار. (۸۲)

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے کلام کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اسی طرح ان شاءاللہ تا قیامت وہ سنت کی حفاظت فرماتا رہے گا، اور یہ مفسدین اپنے مقاصد میں خائب وخاسر رہیں گے۔

۞۞۞

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابومظفر الاسفرائنی، التبصیر فی الدین، ۱۴۳، عالم الکتب، بیروت ۱۴۰۳/ ۱۹۸۳، ابومنصور البغداد، یالفرق بین الفرق، ۲۵۷، مکتبہ ابن سینا، قاہرہ

۲۔ محمد عجاج الخطیب، ابوھریرۃ راویۃ الاسلام، ۳-۴؛ المؤسسة المصرية العامة، مصر

Marfat.com

۳۔ صدیق حسن خان، الدین الخالص، ۷، مطبعة المدنی، قاہرہ، ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء

۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۷/ ۵۶-۶۷، دار الکتاب العربی، بیروت، س۔ن؛ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۰/ ۱۹۹، مؤسسة الرسالة، بیروت؛ ذہبی، میزان الاعتدال، ۱/ ۳۲۲، دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲؛ عماد الدین، عبدالحی، شذرات الذهب، ۲/ ۴۴، دار المسیرة، بیروت؛ التبصیر فی الدین، ۹۹

۵۔ تاریخ بغداد، ۶/ ۹۷-۹۸؛ سیر أعلام، ۱۰/ ۵۴۱، الفرق بین الفرق، ۲۵۴

۶۔ التبصیر فی الدین، ۸۲

۷۔ تاریخ بغداد، ۴/ ۳۰۸

۸۔ تأویل مختلف الحدیث، ۴۸ ؛ الفرق بین الفرق، ۲۶۰

۹۔ پاکستان میں بھی یہ فرقہ اسلام کی حفاظت وصیانت کے پس پردہ اپنے کام میں مصروف ہے۔ اس کا آغاز غیر منقسم ہندوستان میں برطانوی آقاؤں کے منصوبوں کی تکمیل اور ان کو خوش کرنے کے لیے ہوا۔ سب سے پہلے اس کی آواز بعض وابستگان علی گڑھ کی طرف سے اٹھی پھر مختلف علاقوں مثلاً امرتسر، چکڑالہ، پٹنہ اور دہلی وغیرہ میں اس کو ہمنوا ملے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں بھی ان عناصر کو پاؤں جمانے کا موقعہ ملا۔ ادارہ طلوع اسلام نے اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے پیشروؤں کو بھی مات کر دیا۔ کچھ اداروں سے منسلک بعض افراد بھی سرکاری سرپرستی میں اس کام میں مصروف رہے۔

۱۰۔ مسند احمد بن حنبل، ۱۲/ ۸۵

۱۱۔ شرف الدین عاملی (م ۱۹۵۷ء)، عمر رضا کحالة، معجم المؤلفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۵/ ۸۷؛ کا سنت سے عناد اور بغض ان کی کتاب ابو ہریرہ سے ظاہر ہے۔

۱۲۔ احمد امین کا سنت سے بغض ان کی کتب بالخصوص ضحی الاسلام، ۳۴۷، ۳۶۵ وغیرہ دار الکتاب العربی بیروت، ۲۰۰۵ء؛ فجر الاسلام کے باب ششم کی دوسری فصل سے ظاہر ہو جاتا ہے: مکتبة النهضة المصرية، قاہرہ، ۱۳۷۰/ ۱۹۵۰ء

۱۳۔ محمود ابوریہ، سنت سے عناد میں ان دو حضرات سے بھی آگے نکل گئے جس کی شہادت ان کی دو تالیف ابو ہریرہ شیخ المضیرة اور اضواء علی السنة المحمدیة، سے ملتی ہے۔ اس

Marfat.com

کا فارسی میں ترجمہ ہوا، وابستگان طلوع اسلام نے بھی شمارہ اگست ۷۵ء میں اس کے بارے میں تبصرہ کیا جو مؤلف کی فکر کی تائید کرتا ہے۔

۱۴۔ فجر الاسلام، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۱؛ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ۳/۲۳، ای۔ جے۔ برل، London، Luzac، ۱۹۸۶ء

۱۵۔ خطیب بغدادی، تقیید العلم، ۲۹-۳۵؛ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ۱/۶۳-۶۴ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء؛ رامھر مزی، المحدث الفاصل، ۳۷۹-۳۸۱، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۱ھ؛ صحیح مسلم بشرح النووی، ۱۶/۱۲۹، دار الفکر بیروت

۱۶۔ تقیید العلم، ۶۸-۸۵، ۹۷، دار احیاء السنۃ النبویۃ، ۱۳۹۵ھ؛ الترمذی، الجامع، کتاب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ، ۵/۳۹، ۴۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ المحدث الفاصل، ۳۶۳-۳۸۷

۱۷۔ ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، ۴۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء؛ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۱۴۸، مکتبہ دار الفیحاء، دمشق، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء؛ تقیید العلم، ۵۷؛ توجیہ النظر، ۱۰

۱۸۔ خطابی، معالم السنن، ۴/۱۷۰، مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

۱۹۔ المحدث الفاصل، ۳۸۶

۲۰۔ ابن الصلاح، مقدمۃ، ۱۸۳، دار الفکر دمشق، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

۲۱۔ تقیید العلم، ۵۷

۲۲۔ جامع بیان العلم، ۱/۶۸؛ مقدمۃ ابن الصلاح، ۱۸۲-۱۸۳

۲۳۔ بخاری، الجامع، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، ۱/۳۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء؛ ترمذی، الجامع، کتاب العلم؛ باب ماجاء۔۔۔ ۵/۳۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ ترجمان القرآن، منصب رسالت نمبر، ۲۳۲

۲۴۔ جامع بیان العلم، ۱/۳۹، ۴۰-۴۲؛ ترمذی، الجامع، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث... ۵/۳۴؛ ابوداؤد، السنن، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ۴/۶۸-۶۹، دار الحدیث، حمص، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

Marfat.com

۲۵۔ اضواء علی السنة المحمدیه،۷۶وبعد؛پرویز،مقام حدیث،۵۲،۱۴۲؛ادارہ طلوع اسلام،کراچی

۲۶۔ الشافعی،الرسالة،۳۷۰،۳۷۱؛تحقیق احمد محمد شاکر؛خطیب بغدادی، الکفایة فی علم الروایة، ۱۸۰-۱۸۱؛دائرة المعارف الاسلامیة،حیدرآباددکن،۱۳۵۷ھ

۲۷۔ المحدث الفاصل،۵۳۴؛جامع بیان العلم،۱/۷۹

۲۸۔ أیضاً،۵۳۳؛جامع بیان العلم،۱/۷۹

۲۹۔ الکفایة فی علم الروایة،۱۷۸،دائرة المعارف الاسلامیة،حیدرآباددکن،۱۳۵۷ھ

۳۰۔ جامع بیان العلم،۱/۷۹

۳۱۔ المحدث الفاصل،۵۳۰-۵۳۱

۳۲۔ فجر الاسلام،۲۱۷-۲۱۸؛انسائیکلوپیڈیا آف اسلام،۳/ ۲۸

۳۳۔ صحیح مسلم بشرح النووی ،۱/ ۸۷،۸۸،دارالفکر،بیروت؛حاکم،معرفة علوم الحدیث، ۶،داراحیاء العلوم،بیروت،۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء؛ابن رجب،شرح علل الترمذی،۱/ ۱۵۶،دارالملاح،۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۳۴۔ فجر الاسلام،۲۱۶-۲۱۷

۳۵۔ اختصار علوم الحدیث،۱۷۳،مکتبة دارالسلام، الریاض ومکتبة دارالفیحاء،دمشق

۳۶۔ بخاری،الجامع ، کتاب العلم،۱/ ۳۵،دارالفکر بیروت،۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء؛ترمذی، الجامع، کتاب العلم، باب ماجاء فی تعظیم الکذب،۵/ ۳۵،۳۶

۳۷۔ فجر الاسلام،۲۱۱،اضواء علی السنة،۶۵

۳۸۔ أیضاً،۲۱۶؛ أیضاً،۷۳؛ دو اسلام،۹۴-۱۰۳

۳۹۔ معرفة علوم الحدیث،۱۴

۴۰۔ ابوہریرہ،راویة الاسلام ،۶۰المؤسسة المصریة، تذکرة الحفاظ ،۱/۳۲؛مطبعه دائرة المعارف، حیدرآباددکن،۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء

۴۱۔ ابوہریرہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے :فسوی، کتاب المعرفة والتاریخ ،۱/ ۴۸۶، ۳/ ۱۶۰،۱۶۱،۱۶۲،مکتبه الدار، المدینة المنوره،۱۴۱۰ھ؛البدایة،۸/ ۱۴۹،دارابن

Marfat.com

کثیر، دمشق، ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء؛ تہذیب، ۱۲/ ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ سیر اعلام، ۲/ ۵۷۸؛ الاستیعاب، ۴/ ۱۷۶۸؛ حلیۃ الاولیاء، ۱/ ۳۷۶؛ مستدرک، ۵۰۶/۳

۴۲۔ ابوهريره شیخ المضیرة، ۴۳ وبعد

۴۳۔ شرف الدین عاملی، ابو هريره، ۴۵؛ فجر الاسلام، ۲۱۹؛ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ۳/ ۴۴؛ مسلم، الجامع کتاب فضائل الصحابة، ۷/ ۱٦٦؛ اضواء على السنة، ۱۹۵ وبعد

۴۴۔ کتب احادیث کی کتب فضائل الصحابہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوھریرہ کے لیے ایک یہ دعا بھی فرمائی: اللهم حبب عبيدك وامه الى عبادك المؤمنين

۴۵۔ تذكرة الحفاظ، ۱/ ۳٦، البداية، ۸/ ۱۵۴، ۷/ ۱٦٦

۴٦۔ ایضاً، ۱/ ۳٦؛ البداية، ۸/ ۱۵۴

۴۷۔ ایضاً، ۱/ ۳۱؛ البداية، ۸/ ۱۵۰

۴۸۔ مسلم، الجامع، كتاب فضائل الصحابه، باب فضائل ابی هريرة، ۷/ ۱٦۷؛ البداية والنهاية، ۸/ ۱۵۷

۴۹۔ بخاری، الجامع، كتاب العلم باب الحرص على الحديث، ۱/ ۳۳

۵۰۔ اضواء على السنة، ۲۰۳؛ شیخ المضیرة، ۱۳۳؛ رد الدارمی علی بشر المریسی، ۱۳۲ وبعد؛ شرف الدین عاملی، ۲٦۲-۲٦۴

۵۱۔ اضواء على السنة، ۲۰۱، ۲۱٦؛ شيخ المضيرة، ۱۰۳؛ ابو هريره، ۲٦۸

۵۲۔ تأويل مختلف الحديث، ۴٦، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء؛ البداية، ۸/ ۱۵٦

۵۳۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۸/ ۱۵۵

۵۴۔ جامع بيان العلم، ۲/ ۱۲۲

۵۵۔ تأويل مختلف الحديث، ۴۷، ۴۸؛ متعدد صحابہ کرام قلت روایت کے پابند تھے۔

۵٦۔ جامع بيان العلم، ۲/ ۱۲۲

۵۷۔ جامع بيان العلم، ۲/ ۱۲۱

Marfat.com

۵۸۔ شیخ المضیرة،۱۳۵

۵۹۔ اضواء علی السنة،۲۰۴

۶۰۔ بخاری، الجامع، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنباً ،۲/۲۳۲،دارالفکر بیروت؛ الموطا ،کتاب الصیام، باب ماجاء... ،۱۸۰،دارالفکر،بیروت،۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء؛ مسلم،الجامع، کتاب الصیام، باب صحة صوم... ،۳/۱۳۷؛ترمذی،الجامع، کتاب الصوم، باب ماجاء فی الجنب یدرکه الفجر... ۳/۱۴۹

۶۱۔ ابن حجر،فتح الباری،۴/۱۱۸؛خطابی،حاشیۃ علی سنن ابی داؤد،۲/۷۸۱حاشیہ۱

۶۲۔ بخاری،الجامع، کتاب الجنائز، باب فضل اتباع الجنائز ۲/۸۹؛ابوداؤد، السنن،کتاب الجنائز باب فضل الصلاة.... ،۳/۵۱۵،۵۱۶؛ترمذی، الجامع ، کتاب الجنائز، باب ماجاء ،۳/ ۳۵۸؛مسلم، الجامع، کتاب الجنائز،فضل الصلاة...، ۳/۵۲، دارالفکر،بیروت؛البدایة،۸/۱۵۶؛المستدرک،۳/۵۸۴، دارالکتب العلمیۃ،بیروت،۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

۶۳۔ حاکم،المستدرک،۳/۵۸۸

۶۴۔ علامہ بدرالدین زرکشی نے روایات میں صحابہ کے ان اختلافات کو اپنی کتاب الاجابة لایراد ماستدرکته عائشة، میں جمع کردیا ہے۔تفصیل کا طالب رجوع کرسکتا ہے۔

۶۵۔ مسلم،الجامع،کتاب الآداب، باب الاستئذان،۶/۱۷۷،۱۷۸؛ابوداؤد، السنن، کتاب الأدب، باب الاستئذان ،۵/۳۷۲؛الموطا،کتاب الاستئذان، باب الاستئذان، ۶۴۱ ،دارالفکر،بیروت،۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۶۶۔ ابوداؤد،السنن،کتاب الادب، باب الاستئذان،۵/۳۷۲

۶۷۔ ترمذی،الجامع،کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل من غسل المیت، ۳/ ۳۱۸،داراحیاءالتراث العربی،بیروت؛ابوداؤد، السنن، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل المیت،۳/۵۱۱-۵۱۲

۶۸۔ جامع بیان العلم،۲/۸۵

۶۹۔ ترمذی،الجامع،کتاب المناقب، باب مناقب ابی هريرة،۵/۶۸۱؛

Marfat.com

المستدرک،۳/۵۸۴؛المحدث الفاصل،۵۵۷؛البدایة و النهایة،۸/۱۵۶

۷۰۔ مسلم،الجامع،کتاب البیوع، باب الأمر بقتل الکلاب،۵/۳۶-۳۷؛ترمذی، السنن، کتاب الأحکام، باب ماجاء من أمسک کلباً،۴/۸۰؛ابوداؤد، السنن، کتاب الصید،۳/۳۶۶

۷۱۔ ضحی الاسلام،۲/۱۳۱،۱۳۲؛شیخ المضیرة،۱۴۳

۷۲۔ شرح مسلم للنووی،۱۰/۲۳۶؛سنن ابی داؤد کے شارح خطابی بھی کہتے ہیں:أراد ابن عمر تصدیق أبی هریرة وتوکید قوله(ابوداؤد، السنن،۳/۲۶۶،حاشیه ۱)

۷۳۔ اضواء علی السنة،۲۱۲؛شیخ المضیرة،۲۱۷،۲۲۹،۲۳۶

۷۴۔ اضواء علی السنة،۲۱۴؛شرف الدین،ابوهریرة،۳۵؛ شیخ المضیرة،۲۴۰

۷۵۔ اضواء،۲۱۳-۲۱۴؛شیخ المضیرة،۲۴۰

۷۶۔ احمد بن حنبل، المسند،۱۳/۲۶،۶۹؛۱۴/۲۶۰وغیرہ

۷۷۔ ایضاً،۱۳/۲۴،۶۹؛۱۴/۲۶۰

۷۸۔ اضواء علی السنة،۲۰۷،۱۲۵

۷۹۔ اضواء علی السنة،۲۰۷؛ ابوهریرة،۵۷

۸۰۔ بخاری،الجامع، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل،۴/۱۴۵؛ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحدیث...،۵/۴۰؛ الرسالة،۳۹۷،۳۹۸،۳۹۹

۸۱۔ فجر الاسلام،۲۲۰

۸۲۔ محمد عجاج الخطیب،ابوهریرة راویة الاسلام،۳۱۵

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

❄	اصول الحدیث (جلد اول)	پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
❄	علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت	ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
❄	مسلمان مؤرخین کا اسلوب تحقیق	ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
❄	اصطلاحاتِ حدیث (ترجمہ)	ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
❄	علمِ تفسیر۔عہد بہ عہد	ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
❄	ذبیح کون؟ اسماعیل یا اسحٰق علیہما السلام	ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری

Marfat.com

سندِ حدیث --- مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری*

حدیث رسول علی صاحبہ الصلاۃ والسلام قرآن کریم کے بعد شریعت اسلامیہ کا دوسرا بنیادی مصدر ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تا ہنوز جس احتیاط سے احادیث نبویہ کا اہتمام کیا ہے۔ اقوام عالم ایسی شاندار مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں اس حقیقت کا اعتراف غیر مسلم محققین کو بھی ہے بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ:

> وہ (اسپرنگر) یہ دیکھ کر سخت متاثر ہوا اور حیران رہ گیا کہ مسلمان وہ پہلے لوگ ہیں جنھوں نے تاریخی واقعات کے لیے ثبوت اور شہادت کا تنقیدی طریقہ اختیار کیا ورنہ اس سے پہلے یہ طریقہ کار صرف عدلیہ تک محدود تھا۔ انھوں نے یہ کیا کہ حدیث اور تاریخ کو بھی اس کے دائرے میں لے آئے اور اس وقت تک کسی ایک بات کو بھی بطور حقیقت قبول نہیں کیا جب تک چشم دید گواہ کی شہادت نہ ہو اور روایت کا سلسلہ اس راوی سے جس کے سینہ میں پہلی بار اس حدیث کا محافظ ہوا تھا اس تک جیسے یہ حدیث پہنچی، تواتر سے قائم نہ رہا ہو(۱)

یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے بہت سے ممتاز سکالروں نے سراہا ہے۔

---

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

سند کی لغوی تعریف

ابنِ منظور لکھتے ہیں:

مارتفع من الارض من قبل الجبل أوالوادی. (۲)

پہاڑ یا وادی میں جو جگہ زمین سے بلند ہو اسے سند کہتے ہیں۔

فلان سند أی معتمد. (۳)

فلاں سند ہے یعنی معتمد ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

سند کی اصطلاحی تعریفات درج ذیل ہیں۔امام سیوطی سند کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

هو الاخبار عن طريق المتن. (۴)

متون کے طریق (راستے) کی خبر ہے۔

الطريق الموصل الى المتن.

ایسا راستہ جو متن تک پہنچاتا ہو اسے سند کہتے ہیں۔

لغوی اور اصطلاحی معنی کے درمیان مناسب واضح ہے۔

عہد نبوی میں سند کا اہتمام

عہد نبوی میں ہی صحابہ کرام کے درمیان سند حدیث کے اہتمام کا رواج ہو گیا تھا صحابہ کرام جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث ایک دوسرے کو بیان کرتے تو ایسے صیغوں سے بیان کرتے جن سے سماع یا رؤیت کی صراحت ہوتی مثلاً سمعتُ، رأیت وغیرہ۔حضرت عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ”میں اور میرا انصاری پڑوسی باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں، جب میں جاتا تو اس دن کی وحی سے متعلقہ تمام چیزیں اسے بیان کرتا اور جب وہ جاتا تو وہ بھی ایسا کرتا۔(۵)

عہد صحابہ میں سند کا اہتمام

صحابہ کرام کا عہد مبارک حقیقتاً وہ دور ہے جب اسانید کے ذکر کرنے کا التزام شروع ہوا۔ اس کی ابتداء حضرت ابو بکرؓ نے کی آپ کسی صحابی کی روایت اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک اس

Marfat.com

کے ساتھ کوئی دوسرا شخص گواہی نہ دیتا کہ یہ واقعتاً حدیث نبوی ہے۔اس بارے حضرت قبیصۃ بن ذؤیب فرماتے ہیں کہ ''ایک دادی یا نانی حضرت ابوبکر کے پاس آئی اور اپنے پوتے کی وراثت سے میراث کا سوال کرنے لگی حضرت ابوبکر نے فرمایا میرے علم کے مطابق قرآن وسنت سے تیرے لئے کوئی وراثت ثابت نہیں ہوتی تو اس وقت واپس چلی جا تاکہ میں لوگوں سے مزید استفسار کرلوں پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے عرض کیا: ''میں اس وقت رسول اللہؐ کے پاس حاضر تھا جب آپ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ عطا کیا تھا۔حضرت ابوبکر نے پوچھا تیرے ساتھ کوئی اور بھی اس کی گواہی دیتا ہے تو حضرت محمد بن سلمہؓ کھڑے ہوئے اور حضرت مغیرہ کی طرح ہی حدیث بیان کی تو حضرت ابو بکر نے فیصلہ نافذ کر دیا۔(٦)

اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری کا واقعہ بھی مشہور ہے جب حضرت عمرؓ نے ان سے دلیل طلب کی کہ یہ واقعۃً نبی کی حدیث ہے۔(٧)

عہد تابعین میں سند کا اہتمام

عہد تابعین میں تو اس بات کا بکثرت اہتمام ہوگیا کہ ہر راوی حدیث کی سند لازماً ذکر کرتا حتی کہ مراسیل بھی ناقابل اعتبار ٹھہریں صرف چند یک معتبر اور ثقہ رواۃ کی مراسیل قابلِ قبول تھیں۔

امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ابتداء محدثین سند کے بارے بہت سختی نہ کرتے تھے لیکن جب فتنہ واقعہ ہوا تو محدثین فرماتے ہمارے سامنے اپنے رجال کا تذکرہ کرو اگر تو وہ رجال حدیث اہل سنۃ ہوتے تو حدیث قابل قبول ہوتی اگر اہل بدعۃ ہوتے تو مردود ہوتی۔(٨)

استشراقی نقطہ نظر

سند حدیث کی ابتداء کے بارے میں مستشرقین مختلف فیہ دکھائی دیتے ہیں ذیل کی سطور میں ان کے نقطہ نظر کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

مستشرق کایتانی اور سند

ابتدائے سند کے بارے میں کایتانی رقم طراز ہے:

سب سے پہلے احادیث کی جمع آوری کا کام عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ نے سرانجام دیا۔عروہ اسانید کا استعمال نہیں کرتے تھے اور نہ ہی قرآن کریم کے علاوہ اپنے کلام کا مصدر ذکر کرتے تھے۔جیسا

Marfat.com

کہ طبری نے جو کچھ ان سے بیان کیا ہے سے واضح ہوتا ہے۔ کایتانی کا نقطہ نظر ہے کہ عروہ' عبدالملک کے عہد خلافت میں جب احادیث نبویہ میں اسناد کا استعمال شروع ہوا تو اس وقت معروف نہیں رہا۔

اس کی اس رائے پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ احادیث میں اسناد کا استعمال عروہ متوفی ۹۴ھ اور ابن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ کے عرصہ حیات کے درمیان شروع ہوا۔

اس اعتبار سے کتب حدیث میں موجود اسانید کا ایک بڑا حصہ یقیناً دوسری صدی ہجری بلکہ تیسری صدی ہجری میں محدثین کا وضع کردہ ہے۔(۹)

حقیقت یہ ہے کہ عروہ کی تحریروں کے اقتباسات صرف تاریخ طبری میں ہی مذکور نہیں ہیں بلکہ تاریخ طبری سے قبل کتب احادیث مثلاً مسند اُحمد وغیرہ میں موجود ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان کتب میں عروہ اپنے مصدر و ماخذ کو ذکر کرتے ہیں جیسا کہ مسند احمد میں عروہ حضرت عائشہ سے روایت بیان کرتے ہیں جس کی سند یوں ہے۔

حدثنا يعقوب حدثناأبى عن صالح قال ابن شهاب أخبرنى عروة بن الزبير أن عائشة قالت: والله لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم. يقوم على باب حجرتى و الحبشة يلعبون فى المسجد ... الخ.(۱۰)

اور اس روایت کو امام بخاری اپنی صحیح میں اپنی سند سے یوں بیان کرتے ہیں:

حدثنا عبدالعزيز بن عبدالله قال: حدثنا ابراهيم بن سعد عن صالح بن كيسان عن ابن شهاب قال: اخبرنى عروة بن الزبير أن عائشة قالت: لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يوما على باب حجرتى والجشة يلعبون... الخ.(۱۱)

اور اسی روایت کو امام مسلم نے اپنی سند سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حدثنى ابو الطاهر أخبرنا ابن وهب أخبرنى يونس عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير قال: قالت عائشة: والله! رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم على باب حجرتى.(۱۲)

Marfat.com

مسند احمدؒ، صحیح بخاری و مسلم میں بہت سی ایسی روایات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ عروہ بن زبیر اسناد کا اہتمام کرتے تھے اور ان روایات سے کایتانی اور سپرنگر کے دعویٰ کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔

مستشرق سپرنگر اور سند

سپرنگر کایتانی کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عروہ کی تحریریں بنام عبدالملک اسانید سے خالی ہیں۔ لہٰذا عروہ کی طرف سند کے استعمال کی نسبت یقیناً بعد کی معلوم ہوتی ہے۔ (۱۳)

مستشرق "ہوروونز" اور سند

ہوروونز نے سند کے استعمال کے آغاز پر تحقیق کی اور اپنی کتاب Alter and Ursprung des Isnad Der Islam میں کایتانی اور سپرنگر کے موقف کا رد کیا اور واشگاف الفاظ میں کہا کہ جن لوگوں نے عروہ کے استعمال سند کی نفی کی ہے۔ حقیقت میں انھوں نے اس کی تحریروں اور اسانید کا مکمل طور پر مطالعہ نہیں کیا۔ اس کے بعد ہوروونز سند کے استعمال کی ابتداء کب ہوئی' کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> The first entry of the isnad into the literature of tradition was in the last 3rd of first century (۱۴)

ادب حدیث میں اسناد کے استعمال کی ابتداء پہلی صدی کے آخر تہائی میں ہوئی۔

مستشرق کولسن اور سند

کولسن اسانید کے بارے میں اپنے غلط نقطہ نظر کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اہل حدیث نے قرآن حکیم میں ثابت شدہ احکام کی اتباع کو ضروری قرار دینے کے لیے بہت سے قواعد اور احکام کو غلطی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا اور انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معین مقامات پر اقوال و افعال کو قصص و اخبار کی صورت میں کرتے تھے۔ اور حقیقت میں یہ ان کے اس پختہ عقیدے کا نتیجہ تھا کہ اگر نبی کو ہماری طرح مسائل و مشاکل درپیش آئے تو آپ بھی اپنی طرف منسوب احکام سے ہی ان کو حل کرتے۔ (۱۵)

کولسن کا یہ دعویٰ بودہ ہے کیونکہ اگر اس کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل ہوتی تو کولسن ضرور پیش کرتا جبکہ مسلمانوں کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام پر جھوٹ باندھنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

مستشرق مونٹگمری واٹ اور سند

مونٹگمری کا اسناد کے بارے میں یہ نقطہ نظر ہے کہ سند کی ابتداء ایک نامکمل شکل میں ہوئی۔ مونٹگمری اپنے اس دعویٰ کی دلیل واقدی اور ابن اسحاق کی کتاب سے پیش کرتا ہے کہ ابن سعد واقدی کا کاتب تھا اور وہ واقدی سے تقریباً بیس سال چھوٹا تھا۔ سلسلہ رواۃ کو کامل طور پر ذکر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ واقدی کے ہم عصر امام شافعی نے کامل طور پر سلسلہ رواۃ کو بیان کرنے پر زور دیتے رہے۔ یہاں تک کہ جب مکمل سند کا بیان کرنا عام ہو گیا تو محدثین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرین تک سند کو اتنا پہنچانے لگے کہ جب وہ رواۃ کی طرف نسبت کرتے تو ان کی اضافت صحیح ہوتی کیونکہ انھوں نے اپنے سے پہلے لوگوں کی معلومات کے چشمہ کو جان لیا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ سلسلہ روایت کے ابتدائی حلقے تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی جس طرح بعد کے حلقات میں ممکن ہے۔

مونٹگمری کے اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں شاخت وغیرہ سے مختلف نہیں ہے کہ اسانید بعد کی پیداوار ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس ظن وتخمین کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے۔

مستشرقین روبسن اور سند

روبسن نے سند کے موضوع پر گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد کہا کہ قرن اول کے نصف میں آدمی سند جیسی چیز کی توقع کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تحقیق کی بنیاد اس تصور پر رکھتا ہے:

> It is during the middle years of the first century of islam that one would first expect anything like an Isnad. By then many of the companions were dead, and people who had not seen the Prophet would be telling stories about him. It might then naturally occur to some to ask these men for their Authority. The growth of a hard and fast system must have been very gradual(۱۶)

اسلام کی پہلی صدی کے وسط میں انسان پہلی بار اسناد جیسی چیز کی توقع کر سکتا ہے کیونکہ اس وقت تک بہت سے صحابہ کرام وفات پا چکے تھے اور جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ

Marfat.com

آپؐ کے بارے میں قصے بیان کرنے لگے۔ لہذا یہ ایک طبعی بات تھی کہ اُن سے اُن کی ثقاہت کے بارے میں استفسار کیا جائے۔ اسناد کا باضابطہ دقیق نظام بتدریج ظہور پذیر ہوا۔

اس سلسلے میں روبسن اپنی رائے کو اور بھی واضح طور پر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

کہ ہم جانتے ہیں کہ دوسری صدی کے نصف اول میں ابن اسحاق اکثر معلومات بغیر سند کے بلکہ اکثر روایات کو بغیر کامل سند کے بیان کرتے ہیں۔ ان کے پیشرو تو ان سے بھی کم اسناد کا اہتمام کرتے تھے مگر یہ کہنا درست ہوگا کہ سند کی ابتداء زہری کے دور میں ہوئی اور عروہ کے دور میں نہیں تھی جبکہ اسانید کے نظام کو کامل ارتقائی شکل تک پہنچنے میں کافی لمبا عرصہ لگا ہے اور آہستہ آہستہ پروان چڑھا ہے اور یہ بات بھی تسلیم کرنا ممکن ہے کہ بعض اسانید کا مرجع ابتدائی دور ہو جیسا کہ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے۔ (۱۷)

مذکورہ بالا رابسن کی گفتگو سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگرچہ اس کا اسلوب واقعی ہے لیکن اس کی گفتگو کا نتیجہ دوسرے مستشرقین سے مختلف نہیں ہے کہ قرن اول کے مابعد مسلمان علماء نے اسانید کو اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے۔

حقیقت میں روبسن بھی شاخت کے نظریہ سند کے دلائل کی تائید کر رہے ہیں۔

مستشرق شاخت اور سند

شاخت نے فقہی احادیث اور ان کے ارتقاء کا مطالعہ کیا ان احادیث میں اسناد کو نہ پانے کی وجہ سے یہ رائے قائم کی کہ اسناد کا آغاز وارتقاء مختلف گروہوں کے ہاتھوں ہوا جنھوں نے اپنے نظریات کو متقدمین میں سے ممتاز شخصیتوں کی طرف منسوب کرنا چاہا۔ اس بارے میں شاخت رقمطراز ہے کہ:

> There is no reason to suppose that the regular practice of using isnad is older than the beginning of the second century A.H.(۱۸)

اس مفروضے کو قائم کرنے کی کوئی دلیل نہیں کہ اسناد کے باقاعدہ استعمال کا رواج دوسری صدی ہجری کے آغاز سے قبل کا ہے۔

مزید کہتے ہیں کہ حدیثوں کی اسانید کا ایک بڑا حصہ من گھڑت اور بناوٹی ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اسانید کا آغاز ابتدائی شکل میں ہوا اور تیسری صدی ہجری کے نصف میں اپنے کمال کو پہنچی اور اس دور میں اسانید کا بہت زیادہ استعمال بڑھ گیا جس کا پہلے کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور جس گروہ نے اپنی آراء

Marfat.com

کومتقدمین کی طرف منسوب کرنا چاہا وہ ان شخصیات کا انتخاب کرتے اور اسناد میں ان کو بیان کردیتے۔(۱۹)

۞۞۞

حواشی وحوالے

۱۔ ڈاکٹر سید حسین الحق، سیرت محمد رسول اللہ تاریخ کے تناظر میں، فضلی سنز، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۵۴۔

۲۔ ابن منظور الافریقی، لسان العرب، دار لسان العرب، بیروت، مادہ سند۔

۳۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، موئسسة الحلبی، قاہرہ، ج۱، ص ۳۰۳۔

۴۔ السیوطی، جلال الدین بن ابی بکر، تدریب الراوی، دار احیاء السنة، ۱۹۷۹ء، ص ۶۔

۵۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری بشرح، صحیح البخاری، مکتبہ سلفیہ، قاہرہ، ۱/۱۸۵۔

۶۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، المکتبة السلفیة، مدینہ منورہ، ۳/۲۸۳

۷۔ ابن حنبل، احمد بن محمد، مسند أحمد، تحقیق: احمد محمد شاکر، دار المعارف للطباعة، مصر، ۱۹۹۴م، ۴/۲۹۳

۸۔ القشیری، مسلم بن الحجاج بن مسلم، صحیح مسلم، مطبعة محمد علی صبیح واولادہ، قاہرہ، ۱/۱۱؛ بغدادی، احمد بن علی الخطیب، الکفایة فی علم الروایة، مجلس دائرة المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۹۷۰ء، ص: ۱۶۲۔

۹۔ J. Robson, The Isnad in Muslim Tradition, Glasgow University Oriental Society, vol xv, P18.

۱۰۔ مسند أحمد، ۴۳/۳۵۰۔

۱۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار السلام، ریاض، باب اصحاب

Marfat.com

الحراب فی المسجد، ح:۴۳۵

۱۲۔ صحیح مسلم، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصية فيه فی ایام العید، ح۱۴۸۱۔

۱۳۔ J. Robson, **The Isand in Muslim Tradition,** Glasgow University Oriental Society, vol xv, P18

۱۴۔ Ibid, p39

۱۵۔ مناهج المستشرقین فی الدراسات العربیة الاسلامیة، مکتب التربیةالعربی لدول الخلیج، ریاض، سعودیه، ۱/۲۲۹۔

۱۶۔ J. Robson, **The Isnad in Muslim Tradition,** Glasgow University Oriental Society, vol xv, p21, 1955.

۱۷۔ اعظمی، محمد مصطفیٰ، ڈاکٹر، دراسات فی الحدیث النبوی و تاریخ تدوینه، شرکة الطباعة العربیة السعودیة، ریاض، ۱۹۸۱ء، ۳/۳۹۳

۱۸۔ Schacht, **Origions of Muhammaden Jurispruden,** Oxford, 1959. p:36-37.

۱۹۔ Ibid, p: 163, 164

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

- ❄ Mohammad Foretold in the Bible by Name — ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری
- ❄ شرح اربعین نووی — پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ
- ❄ سید علی ہجویریؒ حالات وخدمات — پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
- ❄ Studies in Hadith — ڈاکٹر جمیلہ شوکت
- ❄ Ishaq b. Rahawayh: Life and Works — ڈاکٹر جمیلہ شوکت
- ❄ حدیث نبوی اور مستشرقین — ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

لمحات من منهج الامام النووى
فى شرح صحيح مسلم

عبد الكريم مستور القرنى*

تمهيد: التعريف بالامام النووى

لقد ترجم له علماء كثيرون منهم من ترجم له ضمن علماء المذهب حيث كان رحمه الله شيخ المذهب كالسبكى فى الطبقات الشافعية الكبرى. ومنهم من ترجم له ضمن الأعلام البارزين من الحفاظ كالذهبيى فى تذكرة الحفاظ . ومنهم من أفرد له ترجمة مستقلة كتلميذه ابن العطار فى كتابه تحفة الطالبين فى ترجمة الامام محيى الدين، والسخاوى فى كتابه المنهل العذب الروى والسيوطى فى كتابه المنهاج السوى فى ترجمة الامام النووى. فرأيت أن أستخرج له ترجمة موجزة فأقول:

اسمه ونسبه: هو يحيى بن شرف بن مُرى[1]،بضم الميم وكسر الراء ، محيى الدين أور زكريا النووى[2]، ثم الدمشقى.

مولده ونشأته: ولد بنوى سنة احدى وثلاثين وستمائة ونشأ طيبة منذ زمن مبكر من عمره فاتجه الى حفظ القرآن فى صباه وأكمله وهو دون

*الاستاذ المساعد فى قسم الكتاب والسنة، كلية الدعوة واصول الدين، جامعة ام القرى، مكة المكرمة

Marfat.com

سن البلوغ، ولم یکن یلعب ولا یلهو مع أقرانہ من الصبیان، وقد تفرس فیہ أحد الصلاحین أنہ سیکون لہ شأن ومکانۃ فی الأمۃ وکانت ھذہ الفراسۃ أنفع للمسلمین اذ کان بسببہ وسعی ھذا الشیخ ظھور عالم زاھد تقی انتقع المسلمون بکتبہ۔

ذکر ھذہ الأمر ابن العطار تلمیذ النووی قال: ذکرلی الشیخ یاسین بن یوسف المراکشی رحمہ اللہ قال: رأیت الشیخ محی الدین وھہ ابن عشر سنین بنوی والصبیان یکرھونہ علی اللعب معھم وھو یھرب منھم، ویبکی لاکراھھم ویقرأ القرآن فی تلک الحال فوقع فی قلبی محبتہ وجعلہ أبوہ فی دکان، فجعل لا یشتغل بالبیع والشراء عن القرآن، قال: فأتیت الذی یقرئہ القرآن فوصیتہ بہ وقلت لہ: ھذا الصبی یرجی أن یکون أعلم أھل زمانہ وأزھدھم وینتفع الناس بہ، فقال لی: أمنجم أنت؟ فقلت : لا وانما أنطقنی اللہ بذلک ، فذکر ذلک لوالدہ فحرص علیہ الی أن ختم القرآن وقد ناھز الاحتلام[3] ۔ وقدم دمشق سنۃ تسع وأربعین[4]۔

جدہ واجتھادہ فی طلب العلم: قال الذھبی: فحفظ التنبیہ فی أربعۃ أشھر ونصف وقرأ ربع المھذب حفظا فی باقی السنۃ ولزم الاشتغال لیلا ونھارا نھو عشر سنین حتی فاق الأقرآن وتقدم علی جمیع الطلبۃ وحاز قصب السبق فی العلم والعمل ثم أخذ فی التصنیف فی حدود الستین وستمائۃ الی أن مات[5]۔

قال ابن العطار تلمیذ النووی: قذکر الشیخ قال: کنت أقرأ کل یوم اثنتی عشر درساً علی المشایخ شرحا وتصحیحا درسین فی الوسیط ودرسا فی المھذب ودرسا فی الجمع بین الصحیحین ودرسا فی صحیح مسلم ودرسا فی اللمع لابن جنی فی النحو ودرسا فی اصلاح المنطق لابن

Marfat.com

السكيت فى اللغة ودرسا فى التصريف ودرسا فى أصول الفقه تارة فى اللمع لأبى اسحاق وتارةفى المنتخب لفخر الدين الرازى ودرسا فى أسماء الرجال ودرسا فى أصول الدين۔

وقال ابن العطار: ذكر لى أنه كان لا يضيع وقتا فى ليل ولا نهار الا فى وظيفة من الاشتغال بالعلم حتى فى ذهابه فى الطريق ومجيئه يشتغل فى تكرار محفوظه أو مطالعة وأنه بقى على التحصيل على هذا الوجه نحوست سنين[6]۔

قال النووى: وجعلت أشرح وأصحح على شيخنا الامام العالم الزاهد الورع ذى الفضائل والمعارف أبى ابراهيم اسحاق بن أحمد بن عثمان المغربى الشافعى رحمه الله ولا زمته، قال: فأعجب بى لما رأى من اشتغالى وملازمتى وعدم اختلاطى بالناس وأحبنى محبة شديدة وجعلنى أعيد الدرس فى حلقته لأكثر الجماعة[7]۔

شيوخه:

فى الفقه: منهم الامام المتفق على علمه وزهده ، وورعه وكثرة عبادته ، وعظم فضله وتميزه على أشكاله: أبو ابراهيم اسحاق بن عثمان المغربى، ثم المقدسى۔

فى الحديث: وأخذ فقه الحديث عن الشيخ المحقق أبى اسحاق ابراهيم بن عيسى المرادى، الأندلسى ، الشافعى شرح عليه (مسلماً) ومعظم (البخارى)، وجملة مستكثرة من (الجمع بين الصحيحين) للحميدى۔

وقرأ على الشيخ الحافظ الزين أبى البقاء خالد بن يوسف بن سعد النابلسى (الكمال فى أسماء الرجال)للحافظ عبد الغنى المقدسى، وعلق عليه حواشى، وضبط عنه أشياء حسنة۔

Marfat.com

فی أصول الفقہ: وقرأ علی العلامۃ القاضی أبی الفتح عمر بندار بن عمر بن علی التفلیسی، الشافعی: (المنتخب) للفخر الرازی، وقطعۃ من (المستصفی) للغزالی[8]۔

وسمع الحدیث من الرضی بن البرهان وشیخ الشیوخ عبد العزیز بن محمد الأنصاری وغیر هما، وسمع الکتب الستۃ والمسند والموطأ وشرح السنۃ للبغوی وسنن الدار قطنی وأشیاء کثیرۃ[9]۔

تلامیذہ: تخرج بہ جماعۃ من العلماء منهم علاء الدین ابن العطار وأخذ عنہ الشیخ شمس الدین النقیب وقاضی القضاۃ بدر الدین بن جماعۃ وحدث عنہ المزی وغیر واحد[10]۔

ثناء العلماء علیہ: قال ابن العطار تلمیذ النووی: کان قد صرف أوقاتہ کلها فی أنواع العلم والعمل بالعلم[11]۔

وقال الذهبی: وکان مع تبحرہ فی العلم وسعۃ معرفتہ بالحدیث والفقہ واللغۃ وغیر ذلک مما قد سارت بہ الرکبان رأسا فی الزهد قدوۃ فی الورع عدیم المثل فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر قانعا بالیسیر تعلوہ سکینۃ وهیبۃ[12]۔

وقال ابن کثیر: شیخ المذهب وکبیر الفقهاء فی زمانہ ، وقد کان من الزهادۃ والعبادۃ والورع والتحری۔۔ علی جانب کبیر لا یقدر علیہ أحد من الفقهاء وغیرہ[13]۔

مؤلفاتہ: اعتنی بالتصنیف فألف مؤلفات متنو عۃ فی الحدیث وعلومہ والفقہ وغیر ذالک من المؤلفات التی تشهد لہ بمکانتہ فی العلم وحسن التألیف۔

Marfat.com

قال الذهبی: وقد نفع اللہ تعالی الأمۃ بتصانیفہ وانتشرت فی الأقطار وجلبت الی الأمصار فمنها المنهاج فی شرح مسلم[14].

وألف فی الحدیث ریاض الصالحین والأذکار والأربعین وهیی من الکتب المهمۃ التی لا تکاد تخلو بیت مسلم منها۔

وفی علوم الحدیث کتاب الارشاد ومختصره التقریب، وفی الفقہ لہ باع طویل فقد ألف مؤلفات معتمدۃ فی الفقہ فی المذهب الشافعی کالمجموع شرح المهذب وروضۃ الطالبین ومنهاج الصالحین۔

قال ابن کثیر جمع شیئا کثیرا منها ما أکملہ ومنها ما لم یکملہ فمما أکملہ شرح مسلم والروضۃ والمنهاج والریاض ومما لم یکملہ ولو کمل لم یکن لہ نظیر فی بابہ شرح المهذب الذی سماه المجموع وصل فیہ الی کتاب الربا[15].

وفاتہ: عاد الی نوی فمرض عنده والده فحضرتہ المنیۃ فی الرابع والعشرین من رجب سنۃ ست وسبعین وستمائۃ[16].

فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وأسکنہ بحبوح جنتہ وجزاه اللہ خیرا فی الدارین وأعلی قدره علی ما قدم للاسلام والمسلمین ، فقد کان نورا ساطعا فی زمانہ وبلسما شافیا لحل قضایا المسلمین، فلا غرابۃ أن یتأسف الخاصۃ والعامۃ من الخلق علی فراقہ وفقده۔

المبحث الأول: لمحات من منهج الامام النووی فی شرح صحیح مسلم

فان شرح الامام الحافظ أبی زکریا یحیی بن شرف بن مری النووی المتوفی 676ھ لصحیح الامام أبی الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسا بوری المتوفی 261 ھ والمسمی'' المنهاج فی شرح صحیح

Marfat.com

مسلم بن الحجاج'' يعد من الشروح المحمة ذات الجوانب المتعددة ولا يطغى جانب على جانب آخر بل يوازى بين الجوانب مما يتعلق بعلم الاسناد أو بشرح الحديث أو باهتمام اللغة والضبط أو باقتباس الفوائد من الحديث كما نرى عند بعض شراح الحديث يطول فى بعض الجوانب ويوجز فى جوانب أخرى۔

وقد ألقى النووى النظر على الشروح السابقة لصحيح مسلم "كالمعلم بفوائد مسلم" للامام أبى عبد الله محمد بن على التميمى المازرى المتوفى سنت 536ھ واكمال المعلم فى شرح صحيح مسلم للقاضى عياض المتوفى سنة 544ھ والتحرير فى شرح صحيح مسلم لمحمد بن اسماعيل بن محمد بن الفضل التميمى الأصبهانى الشافعى وغيرهم، فاستخلص الخلاصة العلمية من تلك الشروح وغيرها وأضاف من عنده فوائد واستنباطات مما جعله أهم الشروح المطبوعة اليوم لصحيح مسلم، وهو من الشروح المتوسطة التى يستوعبها طالب العلم فهو ليس بالطو يل الممل ولا بالموجز المخل، قال الدكتور أبو شهبة: وهو شرح وسط راعى فيه مؤلفه ؤن لا يكون قصيراً مخلاً ولا طويلاً مملاً"[17]۔

ومن خلال مطالعتى لهذا الشرح أحببت أن أشارك بابراز أهم النقاط البارزة فى منهجه فى هذا الشرح المبارک ولا أدعى الاستقصاء فى ذلک بل حاولت وقاربت ما استطعت الى ذلک سبيلا۔

وقد جعلت بحث هذا المنهج فى النقاط التالية:

أولاً: من منهجه وضع تراجم لأبواب صحيح مسلم لأن صحيح مسلم لم يضع له الامام مسلم تراجم الأبواب بل اكتفى بترتيب كتابته على الأبواب وقد ذكر الامام النووى فى المقدمة وفى أثناء شرحه أنه قام بذلک فقد قال فى مقدمة شرحه لصحيح مسلم: ثم ان مسلماً رحمه الله رتب كتابه

Marfat.com

على أبواب فهو مبوب فى الحقيقة ولكنه لم يذكر تراجم الأبواب فيه لئلا يزداد بها حجم الكتاب أو لغيره ذلك ثم قال النووى: وقد ترجم جماعة أبوابه بتراجم بعضها جيد وبعضها ليس بجيد أما لقصور فى عبارة الترجمة واما لركاكة لفظها واما لغير ذلک، وأنا ان شاء الله أحرص على التعبير عنها بعبارات تليق بها فى مواطنها والله أعلم[18].

وقد ذكر النووى فى أثناء حديث فى شرح مسلم فقال: "وهو ظاهر فيما ترجمنا له وهو مراد ملسم بادخال هذا الحديث هنا"[19].

ثانيا: ومن منهجه ـ رحمه الله ـ اهتمامه اهتماماً كثيراً فى شرحه برفع التعارض الظاهر بين النصوص الشرعية بحمل كل منها على محمل صحيح حيث قال رحمه الله: والجمع بين الأحاديث التى تختلف ظاهرا ويظن بعض من لا يحقق صناعتى الحديث والفقه وأصوله كونها متعارضات[20].

مثال ذلک

ورد عن النبى صلى الله عليه وسلم من حديث أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لن يدخل أحداً منكم عمله الجنة قالوا: ولا أنت يا رسول الله قال: ولا أنا الا أن يتغمدنى الله منه بفضل ورحمة''.

فرأى الامام النووى أن هذا الحديث بعارض فى الظاهر قوله تعالى (ادخلو ا الجنة بما كنتم تعملون)[21]، وقوله تعالى (وتلک الجنة التى أورثتموها بما كنتم تعملون[22].

فرفع هذا التعارض الظاهر بين هذا الحديث وبين الأيتين وما أشبههما، وقال : معنى الأيات أن دخول الجنة بسبب الأعمال ثم التوفيق للأعمال والهداية للاخلاص فيها وقبولها برحمة الله وفضله فيصح أنه لم

Marfat.com

يدخل بمجردالعمل وهو مراد الأحاديث ويصح أنه دخل بالأعمال أى: يسببها وهيى من الرحمة والله أعلم[23].

مثال (2)

عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان لا يصلى الضحى الا أن يجى من مغبيه وأنها ما رأته صلى الله عليه وسلم يصلى سبحة الضحى قط قالت وانى لأسبحها وان كان رسول الله ليدع العمل وهو يحب أن يعمل به خشية أن يعمل به الناس فيفرض عليهم وفى رواية عنها أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلى الضحى أربع ركعات ويزيد ما شاء، وفى رواية ما شاء الله وفى حديث أم هانى أنه صلى الله عليه وسلم صلى ثمان ركعات، وفى حديث أبى هريرة وأبى الدر داء ركعتان. هذا الأحاديث كلها متفقة لا اختلاف بينها عند أهل التحقيق وحاصلها أن الضحى سنة مؤكدة وأن أقلها ركعتان وأكملها ثمان ركعات وبينهما أربع أو ست كلاهما أكمل من ركعتين ودون ثمان وأما الجمع بين حديثى عائشه فى نفى صلاته صلى الله عليه وسلم الضحى واثباتها فهو أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصليها بعض الأوقات لفضلها ويتركها فى بعضها خشية أن تفرض كما ذكرته عائشه ويتأول قولها ما كان يصليها الا أن يجى ء من مغبيه على أن معناه ما رأته كما قالت فى الرواية الثانية ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى سبحة الضحى وسببه أن النبى صلى الله عليه وسلم ما كان يكون عند عائشه فى وقت الضحى الا فى نادر من الأوقات فانه قد يكون فى ذلك مسافراً وقد يكون حاضراً ولكنه فى المسجد أو فى موضع آخر واذا كان عند نساءه فانما كان لها يوم من تسعة فيصح قولها ما رأيته يصليها وتكون قد علمت بخبره أو خبر غيره أنه صلاها أو يقال قولها ما كان يصليها أيه ما يداوم عليها فيكون نفياً للمداومة لا لأصلها والله أعلم.

وأما ما صح عن ابن عمر أنه قال فى الضحى هى بدعة فمحمول على

Marfat.com

صلاتها فی المسجد والتظاهر بها کما کانو یفعلونه بدعة لا أن أصلها فی البیوت ونحوها مذموم أو یقال قوله بدعة أی المواظبة علیها لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یواضب علیها خشیه أن تفرض وهذا فی حقه صلی اللہ علیہ وسلم وقد ثبت التحباب المحافظة فی حقنا بحدیث أبی الدرداء وأبی ذر أو یقال أن ابن عمر لم یبلغه فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الضحی وأمره بها وکیف کان فجمهور العلماء علی استحباب الضحی وانما نقل التوقف فیها عن ابن مسعود وابن عمر واللہ اعلم[24]۔

مثال (3)

ورد عن النبی من حدیث عبد اللہ بن زید بن خالد الجهنی أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ألا أخبرکم بخیر الشهداء الذی یاتی بشهادته قبل أن یسألها''[25]۔

وورد عن النبی من حدیث فی معرض ذم من یأتی بالشهادة قبل أن یستشهد۔

وقد یفهم من هذین الحدیثین تعارضاً ظاهراً أیضاً فوجهها الامام النووی بما یزیل هذا التعارض حیث قال: قوله : ''ألا أخبرکم بخیر الشهداء الذی یأتی بشهادته قبل أن یسألها''۔وفی المراد بهذا الحدیث تأویلان أصحهما وأشهر هما تأویل مالک وأصحاب الشافعی أنه محمول علی من عنده شهادة لانسان بحق ولا یعلم ذلک الانسان أنه شاهد فیأتی الیه فیخبره بأنه شاهد له۔

والثانی: أنه محمول علی شهادة الحسبة وذلک فی غیر حقوق الأ دمیین المختصة بهم فما تقبل فیه شهادة الحسبة الطلاق والعتق والوقف والوصایا العامة والحدود ونحو ذلک فمن علم شیئا من هذا النوع وجب علیه رفعه الی القاضی واعلامه به والشهادة قال تعالی (وأقیموا الشهادة للہ)[26]۔

Marfat.com

وكذا فى النوع الأول يلزم ن عنده شهادة لانسان لا يعلمها أن يعلمه اياها لأنها أمانة له عنده .... الخ.

ثم قال: وليس فى هذا الحديث مناقضة للحديث الأخر فى ذم من يأتى الشهادة قبل أن يستشهد فى قولهﷺ ''يشهدون ولا يستشهدون''.

وقد تأول العلماء هذا تأويلات:

أصحها تأويل أصحابنا أنه محمول على من معه شهادة لأدمى عالم بها فيأتى فيشهد بها قبل أن تطلب منه.

والثانى: أنه محمول على شاهد الزور فيشهد بما لا أصل له ولم يستشهد

والثالث: أنه محمول على من ينتصب شاهد وليس هو من أهل الشهادة.

الرابع : أنه محمول على من يشهد لقوم بالجنة أو بالنار من غير توقف وهذا ضعيف والله أعلم[27].

وهذا التوجيه الذى وجه المؤلف هذه الأحاديث وغيرها مما يوهم تعارضاً انما هو تقرير لأمر ظاهر وتأكيد لقضية مهمة وهى أنه لا يوجد بين النصوص الشرعية الصحيحة تعارض فى حقيقة الأمر بل يستحيل التعارض الحقيقى بين نصوص الوحى المطهر فانه كلها حق وصدق.

قال ابن القيم الجوزية : ليس بين أحاديث رسول اللهﷺ تعارض ولا تناقض ولا اختلاف، وحديثه كله يصدق بعضه بعضاً[28].

ثالثاً: من منهجه أنه يستنبط من الأحاديث النبوية قواعد أصولية حيث قال رحمه الله: وأذكر فيه ان شا ء الله جملا من علومه الزاهرات من أحكام الأصول والفروع...وبيان نفائس من أصول القواعد الشرعيات[29].

Marfat.com

مثال

حديث أم المؤمنين عائشه رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم ‘‘من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد’’[30].

استنبط الامام النووى ـ رحمه الله ـ من هذا الحديث مسألة أصولية حيث قال : وفى هذا الحديث دليل لمن يقول من الأصوليين أن النهى يقتضى الفساد، يقول: هذا خبر واحد ولا يكفى فى اثبات هذه القاعدة المهمة، وهذا جواب فاسد[31].

ومثال (2) يدل على عنايته واهتمامه بالمسائل الأصولية.

فقد روى مسلم ـ رحمه الله ـ حديث أبى سعيد الخدرى قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب بالمدينة قال: يا أيها الناس ان الله تعالى يعرض بالخمر ولعل الله سيترل فيها أمراً فمن كان عنده منها شىء فليبعه ولينتفع به قال فما لبثنا الا يسيراً حتى قال النبى صلى الله عليه وسلم : ان الله تعالىٰ حرم الخمر فمن أدركته هذه الأية وعنده منها شىء فلا يشرب ولا يبيع، قال : فاستغل الناس بما كان عنده منها فى طريق المدينة فسفكوها’’[32].

قال الام النووى ـ رحمه الله ـ فى حديث تحريم الخمر واراقتها فى المدينة ، قال: وفى هذا الحديث دليل على أن الأشياء قبل ورود الشرع لا تكليف فيها بتحريم ولا غيره وفى المسأله خلاف مشهور للأصوليين الأصح أنه لا حكم ولا تكليف قبل ورود الشرع لقوله تعالى (وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا)[33].

وبهذا يصبح الامام النووى من كبار العلماء المستنبطين من نصوص السنة قواعد كلية ومسائل أصولية وغير ذلك مما تدل عليه الأحاديث النبوية، ولذلك ترجم له المراغى فى الفتح المبين فى طبقات الأصوليين[34].

Marfat.com

رابعاً: من منهجه ذكر الأحكام الفقهية المستنبطة من الأحاديث بايجاز مع ذكر أقوال الأئمة فى المسألة وتوجيه هذه الأقوال بذكر وجه استد لا لها باأحاديث

مثال

حديث عائشة : (فرضت الصلاة ركعتين ركعتين فى الحضروالسفر فأقرت صلاة السفر وزيد فى صلاة الحضر).

قال النووى : اختلف العلماء فى القصرفى السفر فقال الشافعى ومالك بن أنس وأكثر العلماء : يجوز القصر والاتمام والقصر أفضل ، ولنا قول الاتمام أفضل، ووجه أنهما سواء والصحيح المشهور أن القصر أفضل، وقال أبو حنيفة وكثيرون: القصر واجب ولا يجوز الاتمام، ويحتجون بهذا الحديث وبأن أكثر فعل النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه كان القصر، واحتج الشافعى وموافقوه بالأحاديث المشهورة فى صحيح مسلم وغيره أن الصحابة رضى الله عنهم كانو يسافرون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فمنهم القاصر ومنهم المتمم ومنهم الصائم ومنهم المفطر لا يعيب بعضهم على بعض ، وبأن عثمان كان يتم، وكذلك عائشه وغيرها، وهو ظاهر قول الله عز وجل : (فليس عليكم جناح أن تقصرو ا من الصلاة)[35] وهذا يقتضى رفع الجناح والا با حة، وأما حديث: فرضت ركعتين، فمعناه فرضت ركعتين لمن أراد الاقتصار عليهما، فزيد فى صلاة الحضر ركعتان على سبيل التحتيم وأقرت صلاة السفر على جواز الاقتصار، وثبت دلائل جواز الاتمام فوجب المزير اليهما والجمع بين دلائل الشرع[36].

خامساً: ومن منهجه رحمه الله الاعتناء بالضبط.

كان المحدثون وغير هم يعتنون بضبط ما يشكل عليهم تجنباً من

Marfat.com

تطرق التصحيف والتحريف الى حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى لا يقول ما لم يقله ولذلك قال ابن الصلاح فى الاعتناء بالضبط: هذا فن جليل انما ينهض بأعبائه الحذاق من الحفاظ، قال: والدار قطنى منهم[37].

والامام النووى كان يعتنى بضبط ألفاظ الحديث والأماكن الواردة فيه والأعلام وله باع طويل فى ذلك ومن طالع كتابه وتأمله تبين له ذلك جلياً.

قال النووى رحمه الله فى مقدمة شرحه مبينا منهجه فى ذلك: وايضاح معانى الألفاظ اللغوية وأسماء الرجال وضبط المشكلات . . وضبط جمل من الأسماء المؤتلفات والمختلفات[38].

مثال : روى مسلم فى صحيحه حديث عدى بن حاتم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما منكم من أحد الا سيكلمه الله ليس بينه وبنيه ترجمان . . . الحديث[39].

قال الامام النووى رحمه الله فى ضبط لفظ ترجمان: بفتح التاء وضمها وهو المعبر عن لسان بلسان[40].

مثال (2): أخرج مسلم حديثا مرفوعا قال فيه : من استطاع منكم أن يستتر من النار ولو بشق تمرة فليفعل[41] .

قال النووى فى ضبط كلمة ''شق تمرة'' بكسر الشين نصفها وجانبيها ، وفيه الحث على الصدقة، وأنه لا يمنع منها لقلتها وأن قليلها سبب للنجاة من النار[42].

مثال (3) لضبط ما يشكل ويخاف تصحيفه كقوله فى حديث عوف بن مالك الأشجعى قال : خرجت مع من خرج مع زيد بن حارثة فى غزوة مؤتة[43].

قال النووى : قوله ''غزوة مؤته'' هى بضم الميم ثم همزة ساكنة،

Marfat.com

ویجوز ترک الهمزة کما فی نضاعره وهی قریة معروفة فی طرف الشام عند الکرک[44].

سادساً: من منهجه بعد شرح الحدیث محاولة اقتناص الفوائد واستنباط الفوائد من الحدیث فیسرد مثلاً فوائد منتزعة من الحدیث قریبه أو بعیده ویسردها حسب ما استنبطه من الحدیث قال رحمه الله مبینا منهجه فی ذلک: وأنبه علی ما یحضرنی فی الحال فی الحدیث من المسائل العلیات وأشیر الی الأدلة فی کل ذلک اشارات الا فی مواطن الحاجة الی البسط للضرورات وأحرص فی جمیع ذلک علی الایجاز وایضاح العبارات[45].

ومثال ذلک ما أخر جه ملسم فی صحیحه عن عروة أن أسامة بن زید أخبره أن النبی صلی الله علیه وسلم رکب حماراً علیه اکاف تحته قطیفة فدکیة وأردف أسامة وهو یعود سعد بن عبادة فی بنی الحارث وذلک قبل وقعة بدر حتی مر بمجلس فیه أخلاط من المسلمین والمشرکین عبدة الأوثان والیهود فیهم عبد الله بن أبی وفی المجلس عبد الله بن رواهة ، فلما غشیت المجلس عجاجة الدابة خمر عبدالله بن أبی أنفه بردائه ثم قال: لا تغبروا علینا فسلم علیهم النبی صلی الله علیه وسلم ثم وقف . . . الخ[46].

قال النووی: وفیه جواز الارداف علی الحمار وغیره من الدواب اذا کان مطیقاً وفیه جواز العیادة راکباً وفیه أن رکوب الحمار لیس بنقص فی حق الکبار وفیه جواز الابتداء بالسلام علی قوم فیهم مسلمون وکفار[47].

سابعاً: ومن منهجه رحمه الله تعالیٰ عزو ما ینقله عن غیره من العلماء ویذکر الأعلام عند أول ذکر هم بشیء من البیان بذکر نسبهم وعلو منزلتهم فی فنهم وبین منهجه فی ذلک بقوله: وحیث أنقل شیئا من أسماء الرجال واللغة وضبط المشکل والأحکام والمعانی وغیرها من المنقولات فان کان مشهورا لا أضیفه الی قائلیه لکثرتهم ال نادرا لبعض المقاصد

Marfat.com

الصالحات، وان كان غريبا أضفته الى قائليه الا أن أذهل عنه فى بعض المواطن لطول الكلام أو كونه مما تقدم بيانه فى الأبواب الماضيات[48].

مثال

قال رحمه الله فى اختلاف العلماء فى الايمان والاسلام : قال الام أبو سليمان أحمد بن محمد بن ابراهيم الخطابى البستى الفقيه الأديب الشافعى المحقق رحمه الله فى كتابه معالم السنن. . . .[49]

ثم نقل عن البغوى وقال عنه: وقال الامام أبو محمد الحسين بن مسعود البغوى الشافعى رحمه الله فى حديث سوال جبريل . . .

ثم قال : وقال الام أبو عبد الله محمد بن اسماعيل بن محمد بن الفضل التميمى الأصبهانى الشافعى رحمه الله فى كتابه التحرير فى شرح صحيح مسلم: الايمان فى اللغة هو التصديق..

ثم نقل عن ابن بطال قال النووى: وقال الام أبو الحسن على بن خلف بن بطال المالكى المغربى فى شرح صحيح البخارى: مذهب جماعة أهل السنة من سلف الأمة وخلفها أن الايمان قول وعمل يزيد وينقص....[50]

وقال فى ترجمته لمعبد الجهنى: وأما معبد الجهنى فقال أبو سعيد عبد الكريم بنم محمد بن منصور السمعانى التميمى المروزى فى كتابه الأنساب : الجهنى بضم الجيم نسبة الى جهينة قبيلة من قضاعة...[51]

ثامنا: ومن منهجه رحمه الله الجواب عن مسلم فيما استدركه العلماء عليه كالدار قطنى.

مثال ذلك قول النووى: واعلم أن حديث كعب بن عجرة هذا، ذكره الدار قطنى فى استدراكاته على مسلم، وقال: الصواب أنه موقوف على كعب لأن من رفعه لا يقاومون من وقفه فى الحفظ ، وهذا الذى قاله الدار قطنى أيضاً من طرق أخرى مرفوعة ، وانما روى موقوفاً من جهة منصور

Marfat.com

وشعبة، وقد اختلفوا عليهما أيضاً فى رفعه ووقفه، وبين الدار قطنى ذلك ، وقد قدمنا فى الفصول السابقة فى أول هذا الشرح أن الحديث الذى روى موقوفاً ومرفوعاً يحكم بأنه مرفوع على المذهب الصحيح الذى عليه الأصوليون والفقهاء والمحققون من المحدثين ، منهم البخارى وآ خرون حتى لو كان الواقفون أكثر من الرافعين حكم بالرفع، كيف والأمر هنا بالعكس ودليله ما سبق أن هذه زيادة ثقة، فوجب قبولها ولا ترد لنسيان أو تقصير حصل بمن وقفه ، والله أعلم[52].

تاسعا: ومن منهجه رحمه الله ذكر اختلاف النسخ وذكر أقوال العلماء فى توجيه هذا الاختلاف وبيان الراجح فى ذلك.

مثال: روى مسلم حديث عبد الله بن سرجس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ، اذا سافر، يتعوذ بالله من وعثاء السفر، وكآبة المنقلب، والحور بعد الكون. الحديث

قال النووى: قوله ''والحور بعد الكون'' هكذا هو فى معظم النسخ من صحيح مسلم بعد الكون بالنون بل لا يكاد يوجد فى نسخ بلادنا لا بالنون وكذا ضبطه الحفاظ المتقنون فى صحيح مسلم.

قال القاضى: وهكذا رواه الفارسى وغيره من اواة صحيح مسلم . قال : ورواه العذرى بعد الكور بالراء.

قال : والمعروف فى رواية عاصم الذى رواه مسلم عنه بالنون.

قال القاضى: قال ابراهيم الحربى: يقال ان عاصماً وهم فيه وأن صوابه الكور بالراء . قلت وليس كما قال الحربى ، بل كلاهما روايتان وممن ذكر الروايتين جميعاً الترمذى فى جامعه وخلائق من المحدثين وذكر هما أبو عبيد وخلائق من أهل اللغة وغريب الحديث.

قال الترمذى بعد أن رواه بالنون ويروى بالراء أيضاً ثم قال: وكلاهما

Marfat.com

له وجه قال: ويقال هو الرجوع من الايمان الى الكفر أو من الطاعة الى المعصية ومعناه الجوع من شىء الى شىء من الشر هذا كلام الترمذى.

وكذا قال غيره من العلماء : معناه بالراء والنون جميعاً الرجوع من الاستقامة أو الزيادة الى النقص. قالوا: ورواية الراء مأخوذة من تكوير العمامة وهو لفها وجمعها ورواية النون مأخوذة من الكون مصدر كان يكون كوناً اذا وجد واستقر.

قال المازرى فى رواية الراء: قيل أيضاً ان معناه أعوذبك من الرجوع عن الجماعة بعد أن كنا فيها يقال كار عمامته اذا لفها وحارها اذا نقضها وقيل نعوذ بك من أن تفسد أمورنا بعد صلاحها كفساد العمامة بعد استقامتها على الرأس.

وعلى رواية النون قال أبو عبيد : سئل عاصم عن معناه فقال: ألم تسمع قولهم حار بعد ما كان أى انه كان على حالة جميلة والله اعلم[53].

عاشرا: من منهجه أنه ينقد الأحاديث الضعيفة والأراء الشاذة فهو ناقد وليس ناقل فحسب.

مثال: أخرج مسلم من حديث ابن عمر قال: اتخذ رسول الله صلى الله على وسلم خاتماً من ورق فكان فى يده ثم كان فى يد أبى بكر ثم كان فى يد عثمان . . الخ[54].

قال النووى : وقد أجمع المسلمون على جواز خاتم الفضة للرجال وكره بعض علماء الشام المتقدمين لبسه لغير ذى سلطان وروروافيه أثراً، وهذا شاذ مردود.

قال الخطابى: ويكره للنساء خاتم الفضة لأنه من شعار الرجال ، قال : فان لم تجد خاتم ذهب فلتصفره بز عفران وشبهه.

قال النووى: هذا الذى قاله ضعيف أو باطل لا أصل له والصواب أن

Marfat.com

لا كراهة فى لبسها خاتم الفضة[55].

وسبق نقده لمن وضع تراجم لصحيح مسلم فى قوله: وقد ترجم جماعة أبوابه بتراجم بعضها جيد وبعضها ليس بجيد أما لقصور فى عبارة الترجمة واما لر كاكة لفظها واما لغير ذلک، وأنا ان شاء الله أحرص على التعبير عنها بعبارات تليق بها فى مواطنها والله اعلم[56].

الحادى عشر: من منهجه - رحمه الله- احالته على بعض مؤلفاته وربط بعضها ببعض كما أنه اذا عرض لمسألة أثنا ء الشرح سبق الكلام عنها فانه يحيل الى ذلک أيضاً ولعل هذا الصنيع منه لئلا يكرر بعض القضايا التى شرحها فى بعض كتبه أو غيرها ولكى يطلع القارى على بحث هذه المسألة هناک وهذا يدل على صفاء ذهنه وقريحته واستيعابه وتذكره لماكتبه فى مصنفاته.

مثال: أخرج مسلم من حديث أبى هريرةؓ أن رسول اللهﷺ قال : صلاة الجماعة أفضل من صلاة أحدكم وحده بخمسة وعشرين جزء اً[57].

قال النووى: واحتج أصحابنا والجمهور بهذا الأحاديث على أن الجماعة ليست بشرط لصحة الصلاة خلافاً لداود ولا فرضاً على الأعيان خلافاً لجماعة من العلماء والمختار أنها فرض كفاية وقيل : سنة ، وبسطت دلائل كل هذا واضحة فى شرح المهذب[58].

المبحث الثانى: ثناء العلماء على شرح الامام النووى لصحيح ملسم واقتباسهم منه

فقد اعتنى علماء الحديث بشرح الامام النووى لصحيح مسلم فتد اولوه فيما بينهم وكثرت نسخه وانتشرت[59]، وأفادوا منه فى شروحهم للأحاديث فمامن شارح للأ حاديث النبوية الا وألقى النظر عليه واقتبس منه

Marfat.com

فی الغالب، ولهذا کثر ثناء العلماء علی هذا الشرح۔

قال العلامۃ الحسین بن عبد اللہ الطیبی المتوفی سنۃ 743 ھ فی کتابہ ''الکاشف عن حقائق السنن'' وکان اعتمادی وغایۃ اهتمامی بشرح ملسم للامام المتقن محی الدین النووی لأنہ کان أجمعها فوائد وأکثر عوائد وأضبطها للشوارد والأوابد[60]۔

کما اقتبس أمیر المؤمنین فی الحدیث الحافظ الحامل لواء الحدیث وعلومہ فی زمانہ من شرح الامام النووی واستفاد فی کتابہ العظیم فتح الباری، فمثلاً قال الحافظ ابن حجر فی شرح حدیث أنس بن مالک قال: کان المؤذن اذا أذن قام ناس من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبتدرون السواری حتی یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهم کذلک یصلون الرکعتین قبل المغرب ولم یکن الأذان والا قامۃ شیء وفی روایۃ : لم یکن بینهما الا قلیل۔

وقال الحافظ ابن حجر: قال النووی فی شرح مسلم: قول من قال ان فعلهما یؤدی الی تأخیر المغرب عن أول وقتها خیال فاسد منابذ للسنۃ ومع ذلک فزمنهما زمن یسیر لا تتأخر بہ الصلاۃ عن أول وقتها[61]، وانظر أیضاً مواضع الاقتباسات[62]۔

وقل من شرح صحیح مسلم بعد النووی الا واستفاد منہ فممن شرح مسلم وضمن کتبا النووی فی شرحہ العلامۃ عیسی بن مسعود الزواوی المتوفی سنۃ 744 ھ فی کتابہ اکمال الاکمال حیث جمع فیہ بین المعلم والاکمال والمفهم والمنهاج۔

وفعل مثلہ العلامۃ الأبی المتوفی سنۃ 827 ھ فی کتابہ اکمال اکمال المعلم فی شرح مسلم۔ وقت أثنی علی هذا الشرح العظیم الأئمہ الأعلام منهم الامام الذهبی والامام ابن کثیر والامام السخاوی۔

Marfat.com

قال الذهبی فی تاریخ الاسلام فی ترجمۃ النووی : وقد نفع اللہ تعالیٰ الأمۃ بتصانیفہ وانتشرت فی الأقطار وجلبت الی الأمصار فمنها المنهاج فی شرح مسلم[63].

قال ابن کثیر فی وصف شرح مسلم: أنہ جمع فیہ شروحات من تقدم من المغاربۃ وغیرهم وزاد فیہ ونقص[64].

وقال السخاوی فی الثناء علی شرحہ لصحیح مسلم: قلت: وهو عظیم البرکۃ[65].

فلا غرو من ذلک فقد ألفہ وأکملہ الامام النووی قبل وفاتہ فی أقل من سنتین أی بعد تمکنہ من العلم یدل علی ذلک قولہ فی شرح مسلم[66]: وقد أوضحت هذا فی جزء جمعتہ فی قسمۃ الغنائم حین دعت الضرورۃ الیہ فی أول سنۃ أربع وسبعین وستمائہ.

الخاتمۃ

ظهرت لی أثناء البحث بعض النتائج من خلال مراجعتی لشرح الامام النووی لصحیح مسلم أجملها فیما یأتی:

1. هذا الشرح لہ قیمۃ علمیۃ حیث اطلع علی شروح من سبقہ من العلماء لصحیح مسلم کشرح المازری وشرح القاضی عیاض وشرح القرطبی فأخذ زبد شروحهم وأضاف الیہ فوائد من ثمرات فکرہ النیرۃ .

2. أن هذا الشرح شرح وسط کتب لہ القبول بین العلماء ولذلک کثرت نسخہ الخطیۃ وانتشرت فی مکتبات العالم وکثرت مطبوعا تہ الیوم أیضاً.

3. أن هذا الشرح تمیز بأنہ جمع فیہ ما یحتاج الیہ القاری لکتابہ من شرح اللغات وضبط ما یحتاج الی ضبط وتو جیہ للأحادیث المشکلۃ ونقد الأقوال الضعیفۃ واستخراج الفوائد من الحدیث .

Marfat.com

4۔ أن هذا الشرح هو من آخر ما ألفه الامام النووى بعد تمكنه من العلم، فقد ألفه بعد سنة أربع وسبعين وستمائة أى قبل وفاته فى أقل من سنتين۔

فهرس المراجع

- القرآن الكريم۔
- أعلام المحدثين للدكتور محمد محمد أبو شهبة، طبعة دار الكتاب العربى بالقاهرة 1381هـ ۔ 1962م۔
- البداية والنهاية لا بن كثير، دار الفكر ، بيروت۔
- تاريخ التراث العربى تأليف فؤاد سزكين، طبعة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية 1403۔
- تاريخ الأدب العربى تأليف برو كلمان، الطبعة الثالثة، دار المعارف بمصر۔
- تاريخ الاسلام للذهبى حوادث 671 ۔ 680، تحقيق د /عمر عبد السلام تدمرى، دار الكتاب العربى۔
- تحفة الطالبين فى ترجمة الامام محى الدين للامام علاء الدين على بن ابراهيم ابن العطار المتوفى724 ضبط وتعليق أبو عبيدة مشهور بن حسن ، دار الصميعى للنشر والتوزيع، الطبعة الأولى 1414هـ۔
- تذكرة الحفاظ للذهبى دار المعارف، حيد ر آباد 1375هـ۔
- شذرات الذهب فى أخبار من ذهب، لابن عماد ، شهاب الدين أبى الفلاح عبد الحى الحنبلى الدمشقى دار المسيرة، بيروت۔
- شرح صحيح مسلم للنووى دار الكتب العلمية بيروت ط أولى 1415هـ، ونشرة دار الفكر ، بيروت۔

Marfat.com

- العبر فی خبر من ذهب للذهبی ت محمد السعید زغلول، ط أولی 1405 دار الکتب العلمیة بیروت 1415۔
- علوم الحدیث لابن الصلاح الامام أبی عمرو عثمان بن عبد الرحمن، تحقیق د /نور الدین عتر، سوریا ، دمشق۔
- فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر العسقلانی۔
- فتح المبین فی طبقات الأصولیین تألیف الشیخ عبد اللہ مصطفی المراغی، الطبعة الثانیة 1394 ھ بیروت۔
- المنهاج السوی فی ترجمة الامام النووی للامام السیوطی تحقیق أحمد دمج ، دار ابن حزم ، الطبعة الأولی۔

الحواشی

[1] قال السیوطی فی المنهاج السوی فی ترجمة النووی، ص25: بضم المیم وکسر الراء کما رأیته مضبوطا بخطه۔

[2] بحذف الألف، ویجوز اثباتها فتکون النسبة النواوی کما فی تحفة الطالبین لابن العطار، ص 39 وشذرت الذهب 354/5، ونوی قریة من قری حوران قاله ابن کثیر فی البدایة278/13۔

[3] تحفة الطالبین، ص 43 وانظر طبقات الشافعیة الکبری 396/8، المنهاج السوی فی ترجمة الامام النووی للسیوطی، ص 31۔

[4] البدایة 287/13

[5] العبر 312/5

[6] تحفة الطالبین فی ترجمة الامام محی الدین لابن العطار، ص 50، 68

[7] تحفة الطالبین، ص 47

[8] المنهل العذب الروی فی ترجمة النووی للسخاوی، ص 43۔51۔

Marfat.com

[9] تذکرة الحفاظ للذهبی 1473/4۔

[10] انظر المنهاج السوی، ص 520۔

[11] شذرت الذهب 354/5۔

[12] العبر 312/5۔

[13] البدایة والنهایة 278/13۔

[14] تاریخ الاسلام ، ص 252۔

[15] البدایة والنهایة 278/13۔

[16] تذکرة الحفاظ 1473/4۔

[17] ینظر أعلام المحدثین للدکتور: محمد محمد أبو شهبة، ص 201۔

[18] شرح صحیح مسلم للنووی 26/1۔

[19] شرح صحیح مسلم للنووی 164/4۔

[20] شرح صحیح مسلم 13/1۔

[21] سورة النحل آیة 32۔

[22] سورة الزخرف آیة 72۔

[23] شرح صحیح مسلم 160/17۔

[24] صحیح مسلم بشرح النووی 193/5۔195۔

[25] صحیح مسلم بشرح النووی 17/12۔

[26] سورة الطلاق آیة 2۔

[27] شرح صحیح مسلم النووی 17/12۔

[28] زاد المعاد 282/3

[29] شرح صحیح مسلم النووی 13/1۔

[30] صحیح مسلم بشرح النووی 160/12۔

[31] شرح صحیح مسلم 160/12۔

[32] صحیح مسلم بشرح النووی 2/11۔

[33] شرح صحیح مسلم 2/11، والأیة فی سورة الاسراء آیة 15۔

[34] الفتح المبین 81/2۔

Marfat.com

[35] سورة النساء آية 101.

[36] صحيح مسلم بشرح النووى 165/5.

[37] علوم الحديث ص 279.

[38] شرح صحيح مسلم للنووى 13/1.

[39] صحيح مسلم بشرح النووى 101/7.

[40] شرح صحيح مسلم 101/7.

[41] صحيح مسلم بشرح النووى 100/7.

[42] شرح صحيح مسلم 101/7.

[43] صحيح مسلم بشرح النووى 65/12.

[44] شرح صحيح مسلم للنووى 65/12.

[45] شرح صحيح مسلم للنووى 13/1.

[46] صحيح مسلم بشرح النووى 157/12-158.

[47] شرح صحيح مسلم 157/12-158.

[48] شرح صحيح مسلم للنووى 13/1-14.

[49] شرح صحيح مسلم للنووى 129/1.

[50] شرح صحيح مسلم للنووى 130/1.

[51] شرح صحيح مسلم للنووى 137/1.

[52] صحيح مسلم بشرح النووى 80/5-81.

[53] شرح صحيح مسلم 94/9.

[54] صحيح مسلم بشرح النووى 68/14.

[55] شرح النووى لصحيح مسلم 67/41.

[56] شرح صحيح مسلم للنووى 26/1.

[57] صحيح مسلم بشرح النووى 151/5.

[58] شرح صحيح مسلم 151/5.

[59] ينظر تاريخ التراث العربى لفؤاد سزكين، 212/1-214؛ تاريخ الأدب العربى لبرو كلمان 181/3 فقد ذكر ا أهم المكتبات التى تحتوى نسخا من هذا الشرح.

Marfat.com

[60] الکاشف عن حقائق السنن، 2/ب۔

[61] فتح الباری شرح صحیح البخاری، 2/108-109۔

[62] 34/1، 47/2، 282/3، 5/4،51/123، 7/6،149/582، 502/8، 214/9، 28/10، 160/11، 66/12۔

[63] تاریخ الاسلام، ص 252 حوادث 271-280۔

[64] نقلہ عنہ السیوطی فی المنہل العذب الروی فی ترجمۃ النووی ،ص 89۔

[65] انظر المنہل العذب الروی، ص 91۔

[66] شرح مسلم، 57/12۔

Marfat.com

تالیفاتِ اساتذہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

❄ اللؤ لؤ والمر جان (ترجمہ وتشریح)	ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر
❄ اللہ میاں کے نام اداس خطوط (نثری ادب)	حافظ عثمان احمد
❄ ریت کے گھروندے (شعری مجموعہ)	ڈاکٹر شاہدہ پروین
❄ بیاض مناظر (مولانا مناظر احسن گیلانی کی ذاتی بیاض کی تحقیق)	حافظ عثمان احمد
❄ علوم الحدیث: مصطلحات وعلوم (جلد دوم)	ڈاکٹر خالد علوی
❄ عصری وعائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات	ڈاکٹر شاہدہ پروین

❁ ❁ ❁

Marfat.com

الشیخ رشید احمد الکنکوهی ـــ حیاته و جهوده فی علم الحدیث (دراسة تحقیقیة)

الحافظ عبدالباسط خان*

ترجمة الشیخ الکنکوهی

ولد الشیخؒ یوم الخمیس من شهر ذیقعدة سنة ۱۲۴۴ من الهجرة بکورة کنکوه و کانت ولادته فی البیت الذی ملحق ببیت الشیخ عبدالقدوس الکنکوهی. (۱)

و کنکوه من قدیم کورات سهارنفور. وسمیت هذه الکورة بهذه التسمیة لان سلطانها کان راجه کنک. وهذه تبعد بثلث وثلاثین میلاعن سهارنفور فی الجنوب.(۲) وقد أشتهرت کاشتهار کورات آخری من "دوابه" (۳) لتدین اهلها و کثرة علمائها. فالشیخ عبد القدوس الکنکوهی والشاه ابو سعیدؒ قد دفنا فیها فما زالت معروفة و مشهورة بین اهل الهند (۴)

کان والد الشیخ الکنکوهی هدایت احمد من الخلفاء المجازین للشاه غلام علی المجددی الدهلوی (۵) وقد توفی والشیخ الکنکوهی هو ابن سبع سنین. ثم ربّته امه و کانت بایعت السید احمد الشهید ولذا کانت مستقیمة فی العقائد والاعمال. (۶)

اخذ الشیخ مبادئ الکتب الفارسیة والعربیة من اخیه مولانا محمد عنایت وعمه مولانا محمد تقی. ثم قرء بعض الکتب العربیة علی مولانا محمد غوث وهذا هو الذی امره ان یرحل لتحصیل العلوم الدینیة الی دهلی (۷) فالشیخ الکنکوهی سافر

---

* الاستاذ المساعد، بمرکز الشیخ زاید الاسلامی، بجامعة بنجاب لاهور، باکستان

Marfat.com

الی دھلی بسنة ١٢١٦ھ. قال الشیخ انوار الحسن صاحب "انوار قاسمی"

"صاحب الشیخ القاسم النانوتوی تلمیذ آخر بسنة ١٢٦١ھ.

وھذا التلمیذ قد ارتقی بعد الی درجة قطب الارشاد یعنی الشیخ

رشید احمد الکنکوھی" (٨)

وکانت دھلی یومئذ عروس البلاد ومرکز الثقافة والعلم وکان لکل شیخٍ حلقة مستقلةٌ. فالشیخ الکنکوھی ما اختار حلقة من الحلقات علی التعجیل بل شاھد اسلوب تدریس اھلھا ثم انشرح صدرہ بحلقة الشیخ مملوک العلی النانوتویؒ کما قال صاحب "نزھة الخواطر."

"ثم لازم الشیخ مملوک العلی النانوتوی وقرء علیه اکثر الکتب الدرسیة."(٩) وحصل علم الحدیث من الشیخ الشاہ عبدالغنی المجددی الدھلوی. وکان من اساتذته کذلک الشیخ مفتی صدر الدین آزردہ الدھلوی.

ما سکن الشیخ فی دھلی الاالاربع سنوات لکن قد تبرع وتفوق علی اقرانه وتمھر فی العلوم الدینیة بحذائھا فی مثل ھذہ المدة القلیلة. ثم عاد الی وطنه وتزوج الشیخ ببنت عمه وھو ابن احد وعشرین ثم تشوق الی حفظ القرآن فحفظه فی سنة کاملة بغیر تلمذ علی احد ثم أَمَّ الناس فی صلوة التراویح (١٠)

وکان الشیخ متفکرا من زمن تعلیمه لا صلاح الباطن والتزکیة لکنه ما عجل فیه کما لم یتعجل فی اختیارہ الاستاذ ثم مال قلبه الی الشیخ امداد الله المھاجر المکی فبایعه فی السلاسل الاربعة ومکث عندہ اربعین یوما ثم لمّا رحل اجازہ الشیخ امداد الله للتزکیة والارشاد(١١)

وحقا ان الشیخ قدافنی عمرہ لا حیاء العلوم و خدمة الخلق. وھاھنا نحن نبحث عن جھودہ:

Marfat.com

جهودہ فی الاصلاح و التزکیة

قد بین الله سبحانه و تعالیٰ وظیفة الانبیاء المبعوثین فقال :﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾(۱۲)

والعلماء ورثة الانبیاء فانهم کانوا ما مورین بهذه الامور نیابة عن الاتبیاء. لتزکیة النفوس الاعمال والاذکار التی دوّن العلماء طرقها وجعلها علما مستقلا بعنوان "التصوف" عرفه العلماء فقالوا: "هو علم یعرف به احوال تزکیة النفوس وتصفیة الاخلاق وتعمیر الباطن والظاهر لنیل السعادة الابدیة ویحصل به اصلاح النفس والمعرفة ورضاء الرب." (۱۳)

وقد اکتنف، هذا العلم المبارک بکثیفات کثیرة مثل الشرک والرهبانیة وتخریب الدین والاباحة المطلقة والتفاق والمداهنة. (۱۴) ولم یزل العلماء نزهوه عن مثل هذه الخرافات فالشیخ الکنکوهی کذلک باقواله و مکاتیبه الی خلفائه هذبه وقرره باصوله. وکان الشیخ دائما یُحثّ خلفائه علی اصل المقصود و عین المرام، فقال فی احد مکتوبه.

"المقصد الاصلی هو السکون و ربط القلب بالله لا الکیفیات. مثل الوجدو الحال وما نقل عن احوال الاولیاء فما کان موجودا فی الصحابة علی الاقل." (۱۵) والخلفاء المجازون للشیخ الکنکوهی کانوا عالمین عاملین مبلغین من اهمهم الشیخ محمد الیاس الدهلوی. مؤسس جماعة الدعوة والتبلیغ، والشیخ خلیل احمد سهارنفوری، والشیخ سید حسین احمد المدنی والشیخ محمد انور شاه الکشمیری والشیخ محمد یحیی الکاندهلوی والشیخ المفتی عزیز الرحمن وشیخ الهند محمود حسن. (۱۶)

Marfat.com

شر کته فی الجهاد

کان تسلط الفرنجیون علی شبه القارة بمکرو احتیال فالخواص والعوام لم یقبلوا امارتهم و سلطتهم من اول یوم ثم لما زاد ظلمهم و کثر استبدادهم صارو یجتهدون لا سقاط نظامهم ما استطاعوا. فمن ابتداء القرن التاسع عشر اهل الهند وضعوا المشروعات وخططوا واهم خطتهم ما انتجت بصراع اللتی وقعت فی سنة ۱۸۵۷ء واهل الهند باسرهم سوی السیخ وبعض ملوک العلاقات الشخصیة قد شار کوافی هذه المعرکة العظیمة الداسیة بکل تدبیر وقصد. والعلماء افتوا بان هذا الجهاد جهاد شرعی (۱۷) وحثوا العوام علیه ثم تشارکوا فیه فی اول الصف فالشیخ الکنکوهی تحت امارة شیخه امداد الله ومع اقرانه القاسم النانوتوی و آخرین شارکوا فیه فی معرکة میدان الشاملی بشجاعة وبسالة. (۱۸)

کان بعض الناس قد تشککوا فی شرکة هذه الطائفة فی هذا الجهاد او جعلو شرکتهم امرا اتفاقیا (۱۹) ولکن الامر قد تحقق بانهم قد تشارکوا فیه بکل قصدونیة (۲۰) والامر بید الله انهزم اهل الهند وعارض للشیخ الاسارة لستة اشهر. (۲۱)

جهوده فی تدریس العلوم الدینیة

قد حج الشیخ ثلث مرات و بعد الحجة الثالثة ترک تدریس سائر الفنون والعلوم الاالحدیث الشریف وکان یدرس قبلها جمیع العلوم المتداولة فمرة اخبر احد تلمیذه بانه قد درس الهایة اربعة عشر مرة له (۲۳) وکان فی تدریس علوم الحدیث الشریف اولیات للکنکوهی.

بداء الشیخ تدریس العلم الدینیة حین کان متعلما فقد تلمذ عنده جماعة فی زمن سکونته فی دهلی. ولکن بداء بالتدریس الرسمی بعد الرجوع عن دهلی. ثم قد تسلسل له التدریس لتسع واربعین سنة مع الانقطاع فتارة یرحل الی الحج وتارة یعرض له الصدمات والحادثات مثل وفاة زوجته وعمه وبنته. وقد تلمذ عنده

Marfat.com

جماعة من العلماء المشتهرين مثل الشيخ انور الكشميرى و الشيخ يحيى الكاندهلوى والد الشيخ محمد زكريا و الشيخ حسن على الفنجابى فثلاث مائة طالب حصلوا منه شهادة الحديث و التحديث بتكميل الصحاح الستة. (۲۴)

وكان درس حديثه من اشهر الدروس فى الهند. فالطلاب كانوا ياتون اليه من كل فج عميق. وكان اسلوبه انه يترجم الحديث اولاً ثم يبحث عن لغته ثانياً ثم يشرحه ثالثاً ويرفع تعارضه ان كان يتعارض بنص ثم يبسط مذاهب الفقهاء ودلائلهم ثم يذكر ترجيحات المذهب الحنفى بكل بسط وتفصيل ولكن هذا الاسلوب مخصوص بدرس الترمذى (۲۵) وكان من اولياته انه يقدم السنن الترمذى على سائر الكتب وكذلك هو اول من بسط وفصل ما خذ الحنفية ودلائلهم فى درس الحديث (۲۶)

ثم فى درس الكتب الباقية صار القارى يقرء بطريق "السرد"

مصنفاته

ما اعتاد الشيخ التصنيف و التاليف لكن لما طعنت الحنفية و رميت بانهم تاركوا الحديث فصار يدفع عنهم ويبسط مستدلاتهم ويظهر ماخذهم من القرآن والسنة فقد الف الشيخ رسائلَ منها موجزة ومنها مبسوطة فى مسائل الخلافية مثل الجمعة فى القرى والقراء ة خلف الامام، ومسئلة التآمين بالجهر ورفع اليدين والجماعة الثانية فى المسجد وكفى لهذه الرسائل قيمة واهمية بان انوار البارى وهو ابسط شرح الصحيح البخارى باللغة الاردوية و "اعلاء السنن" وهو اكبر كتب فقه الحديث فى القرن العشرين قد استفاد مصنفاهما منها وكثر فيهما آراء ه العلمية نقلا عن هذهِ الرسائل.

ومذكراته العلمية للصحاح الستة قد دونها تلميذهِ البارع محمد يحى الكاندهلوى فى اللغة العربية. ثم المذكرات على الجامع الصحيح للبخارى طبعت باسم "لامع الدرارى" مع التعليق لابن المدون محمد زكريا الكاندهلوى كما ان

Marfat.com

المذکرات علی السنن للترمذی طبعت باسم "الکوکب الدری" کذلک بتعلیق ابن المدون و کفی بحسن هذین التعلقین وغزارتهما العلمیة اسم المعلق الذی اذا اطلق مصطلح "شیخ الحدیث" بدون تصریح المسمیٰ یعرف القاری والسامع انه له ثم المذکرات علی السنن النسائی کذلک طبعت باسم "الفیض السمائی" ولا یسعنا هذهٖ المقالة الا ذکر خصائص لامع الدراری والقارئ بعد ملاحظة خصائصهٖ سیکون علی بصیرة فیما سواه من شرحیه علی الترمذی والنسائی.

خصائص الجامع الصحیح للبخاری

لا بد ان نذکر نبذة من خصائص الجامع الصحیح للبخاری (٢٧) کی نلاحظ ما استوفی هذا الشرح بحقه.

١ . ان من اعظم خصائصه ترجمة ابوابه. یذکر البخاری احادیث بعناوین مختلفة وهی اللتی سمیت "ترجمة الباب" والبخاری یشیر الی کثیر من الاشیاء بترجمة ابوابه فتارة یدعی بها العموم ثم یذکر تحتها الخصوص و کذلک عکسه وتارة یقید اطلاق حکم الحدیث بها وتارة یجعل الحدیث عنوانا للباب. وقد قید العلماء الاصول لحل هذه التراجم فعدها اکثر من أربعین. و کذلک افردوا لها التصانیف مثل الرسالةِ للشاه ولی الله، وشیخ الهند محمود حسن والشیخ محمد زکریا. فهذه هی التراجم اللتی بها یصعب الکتاب ویشکل علم غرض البخاری بها فکل مدرس یسعیٰ بتوجیه الذی یقرب بغرض البخاری ویطبق علی سائر الاحادیث تحت الباب فما أصدق قول الشاعر فی وصف التراجم.

اعیا فحول العلم حل رموزما

ابداه فی الابواب من اسرار

٢. من خصائصه ذکر الآثار للصحابة والتابعین لا ثبات الاحکام.

٣. ومن خصائصه انه تارة یشیر الی ابتداء الاحکام مثلا باب بدء الحلق،بدء

Marfat.com

الحیص، بدء الاذان

۴. ومن میزاته انه یقطع الحدیث الطویل تقطیعًا بحسب احکام الوارد فیه.

۵. ومن میزاته ثلاثیات الکتاب حیث یتصل سند البخاری الی النبیﷺ بثلث وسائل. وبالجملة ان هذا الکتاب مخزن الفقه والحدیث ویسمی هذا الکتاب جامعا لا حتوائه علی ثمانیة انواع الحدیث بابا و کتاباً، وهی هذه.

۱. السیر ۲. الادب ۳. التفسیر ۴. العقائد

۵. الفتن ۶. الاحکام ۷. الا شراط ۸. المناقب

التعریف بکتاب لا مع الدراری

هو مجموع افادات الشیخ اللتی ضبطها تلمیذه محمد یحیی الکاندهلوی. کما ذکرنا قریبا ان الشیخ الکنکوهی کان یقدم الجامع الترمذی علی سائر الکتب الستة لان الامام الترمذی یهتم بذکر المذاهب والدلائل و یعتنی بتضعیف الحدیث وتحسینه وتصحیحه ویرمز الی احادیث ما فی الباب. فلذا کان الشیخ یبحث و یبسط المذاهب فی درس الترمذی ویفرغ عن ذکر الابحاث فی الکتب الباقیة. ولذ لا نجد للمذاهب الفقهیة البسط والتفصیل فی لامع الدراری بل نجد الرموز والاشارات الی الا بحاث الطویلة. ولاجل هذا یصعب الاستفادة لمن یقراء ہ فکان القاری لا یفهمه بسهولة.

الشیخ محمد زکریا ابن ضابط الشرح محمد یحیی الکاندهلوی قد تحشی علیه بحاشیة تقرب بالکتاب المستقل والشیخ محمد ز کریا قد أجاد وأبدع فیها وهو یفتح مغلقات البخاری کما یذکر الابحاث المتعلقة بالباب فالکتاب لامع الدراری مع تلک الحاشیة قد طبع اولاً بالمکتبة الیحیویةِ بسهارنفور ثم قد طبع له الطبعة المنضدة من المکتبة الامدادیة بمکة المکرمة والنسخة المستعملة هنا مطبوعة ایج، ایم سعید کمبنی اللتی هی عکس نسخة المکتبة الیحیویة.

Marfat.com

خصائص الكتاب ومزاياه

ان من اهم خصائص هذا الشرح هى التوجيهات المجودة لتراجم الجامع الصحيح.

١. حل تراجم البخارى

ان التوجيهات التى ذكر ها الشيخ لحل تراجم البخارى هى احسن من التوجيهات اللتى بينها شراح هذ الكتاب. نحن نذكر نبذة من الامثلة.

١. عقد الامام البخارى بابا بعنوان "باب قول الله تعالىٰ ﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَ أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (٢٨) ثم جاء تحته بحديث وفد عبد القيس.

قدم هذا الوفد الى النبىﷺ للايمان والاسلام وسئلوا عنه ما كان كافيا لهم عملا وابلاغا الى ما ورائهم اعتذارا بانه لا يمكن لهم ان ياتوا الا فى الاشهر الحرام لان بينهم وبين النبىؐ قبيلة مضر للكفار. فقال النبىﷺ

"آمركم باربع وانهاكم عن اربع الايمان بالله ثم فسرها لهم شهادة ان لا اله الا الله وانى رسول الله واقام الصلوة وايتاء الزكوة وان تودوا الى خمس ما غنمتم وانهاكم عن الدباء والحنتم والنقير والمذفت."(٢٩)

فغرض البخارى من ترجمة الباب واضح بانه يريد ان يذكر فضيلة واهمية للصلوة لكن اعترض عليه بان الآية المذكورة فى ترجمة الباب اقترن فيها اقامة الصلوة بنفى الشرك وحديث الباب تذكر فيه اقامة الصلوة باقامة التوحيد فاصبح هذا تضاذًا و تناقضا كما قاله العينى.(٣٠)

ولو كان ذكر اقامة الصلوة مقترنا بالشرك او بالتوحيد فى كلا المقامين لكان هذا مناسبة وموافقةً. ثم اجاب عنه ابن حجر والعينى بان هذا التناقض هو الذى

Marfat.com

یکون مناسبة وارتباطا لان التوحید هو نفی الشرک و نفی الشرک هو التوحید.
فهذا التضاد یکون مناسبة بین ترجمة الباب والحدیث المذکور فیه.(۳۱)

والمحدث الکنکوهی ذکر مناسبة آخر الذی اجود واحسن مما قاله العینی وابن حجر فقال ان مذهب البخاری هو کون الاعمال اجزاء للایمان فاراد ان یاتی علی هذا المذهب بالدلیل فعقد هذا الباب والآیة المذکورة فی ترجمة الباب والحدیث الوارد فیه یبینان بان الاعمال اجزاءً للایمان. لان الایة تقرن اقامة الصلوة بنفی الشرک والحدیث یقرنه بالتوحید فالمعنی اقیموا التوحید واجتنبوا الشرک باقامة الصلوة (۳۲) قال الشیخ زکریا فی وصفه.

"وهذا الذی افاده الشیخ قدس سره، فی المناسبة اجود مما قاله الحافظ والعینی"(۳۳)

والعلامة السندهی ایضا مال الیه (۳۴) وکذلک ابن بطال اشار الیه (۳۵)

مثال آخر

عنوَن البخاری بابا "باب فضل صلوة الفجر" وفی بعض نسخ البخاری یکون العنوان "باب فضل صلوة الفجر والحدیث" (۳۶) فهذه الترجمة من التراجم المشکلة کما قاله الشیخ زکریا "هذه الترجمة من التراجم المشکلة وهی عدیدة فی البخاری قد تقدم بعضها" (۳۷)

وبصعوبتها اول کل شارح بتأویله.

فقال الحافظ ابن حجر ان زیادة لفظ "الحدیث" من وهم الکاتب. فاصل العبارة "باب فی بیان فضل صلوة الفجر والعصر" ولکن الکاتب وَهَم فکتب الحدیث مکان "العصر" (۳۸)

وقال العینی ان هذا التوجیه باطل ثم صحح توجیه العلامة الکرمانی (۳۹)
وهی ان العبارة تکون "باب فی بیان فضل صلوة الفجر وفی بیان الحدیث الوارد فیه

Marfat.com

"واراد البخاری بهذا الباب ذکر فضیلة الفجر والحدیث الوارد فی فضیلته.

وقال صاحب الخیر الجاری (۴۰) ان الحدیث بمعنی الکلام فالمعنی باب فی بیان فضیلة الفجر والحکم بالکلام بعدها اهو مکروه ام مباح (۴۱) وجاء الشیخ الکنکوهی بتوجیهة منفردة ممتازة عن تلک التوجیهات. فقال ان مراد البخاری هو بیان فضیلة صلوة الفجر وبیان فضیلة الحدیث الوارد فیه اما الحدیث فهو حدیث رؤیة الناس ربهم یوما القیمة فلاشک ان هذا الحدیث بالنسبة الی هذا البیان منهم حدا فمعنی ترجمة الباب باب فضل صلوٰة الفجروفضل الحدیث الوارد فی رؤیة الرب یوم القیمة .(۴۲)

ب. الایجاز فی مسائل الخلاف

هذا الشرح لا یبحث وینا قش المسائل الخلافیة بکل البسط و التفصیل لان الشیخ کان یدرس الجامع الترمذی اولا ویبسط فیها المذاهب والمسالک والدلائل و یذکر مالها وما علیها. لان الامام الترمذی یذکر المسالک والدلائل کما یذکر البحث عن الرواة جرحا وتعدیلا وکما یحکم علی الحدیث بکونه صحیحا ام حسنا. مشهوراً ام غریباً.

وتقدیم هذا الکتاب تدریسا وتعلیما علی الکتب الاخری الباقیة من الستة یصیربه الطالب علی بصیرة فی فقه الحدیث فیسهل له قراء ة الکتب الخمسة الباقیة من الستة وفهمها فکان تقدیمه من اولیات الکنکوهی وخصائصه وکذلک کان السیوطی یری ان یقدم الجامع لاترمذی علی الکتب الخمسة ولذا لا نجد فی مذکرات الکنکوهیؒ للکتب سوی الجامع الترمذی بسطا وشرحا للمذاهب وکان یوخر الجامع للبخاری علی الکتب الاخریٰ ولاجل هذا لا یستفاد من اللامع الا بعد الرجوع الی تعلیقه للشیخ زکریا.

عنون البخاری بابا "باب من لم یکره الصلوة الا بعد العصر والفجر"(۴۳)

Marfat.com

وذکر تحته واقعة اداء صلوة بعد صلوة العصر ولما سئل عنه اجاب بان الناس شغلوه فقضاهما بعد العصر قال الشیخ ما لفظه النبیؐ. (۴۴)

"فیه دلالة علی جواز القضاء فی ذلک الوقت غیر ان السنن لما لم تکن مقضیة لعدم الوجوب لیس لاحد قضاؤها فی الاوقات سیما المکروهة ثم ان الرکعتین من خصوصیات النبیؐ ومن صلی من الصحابة فانما صلی لحمله فعله علی التشریع مع انه لم یکن تشریعیًا وکان یصلیهما یوم عائشه لابتدائهما اولا فی یومها" (۴۵)

واشار فی مثل هذا الکلام الموجز الی ستة ابحاث طویلة. فاشار ب "فیه دلالة" الی تعیین غرض البخاری من اتیان هذا الباب ثم رمز ب "غیران السنن" الی خلاف العلماء فی قضاء السنن اهی واجبة ام سنة ثم بجملة "سیما المکروهة" اشار الی مسلک الاحناف بانهم لم یجوزوا الصلوة فی الاوقات الثلثة (استواء الشمس، الغروب، الطلوع) ثم اوجز بحث الصلوة بعد العصر اهی من خصائص النبی ﷺ ام امر تشریعی ثم اجاب عن فعل الصحابة الذین کانوا یصلون بعد العصر بعبارة "ومن صلی من الصحابة' واخیرا جعل یطبق الاقوال المختلفة فیها یعنی اکان النبی ﷺ یداوم علیها ام کان یصلیها احیانا و یترکها احیانا فقال "و کان یصلیها یوم عائشة...... الخ (۴۶)

فثبت من هذا المثال ان الشیخ کان یوجز فی درس البخاری وجمله الموجزة تشمل الابحاث الطویلة.

ج. الدفاع عن الحنفیة

کان الشیخ حنفیا غیر متعصب فانه کان لا یرجح ویقدم مذهبه مخالفا للمذاهب الاخری. ولکن لما کثر الاعتراض علی الحنفیة بانهم غیر عاملین بالحدیث بل تارکون له فبتدء بذکر دلائلهم و باظهار مآخذهم من القرآن والسنة فانه اول من ابتدء بذکر دلائل الحنفیة فی درس الصحاح الستة کما قال الشیخ

Marfat.com

مناظر احسن ما تعریبه.

ان منهج تدریس الحدیث المسمیٰ ب "السدر" الذی ابتدء ہ الشاہ ولی اللّٰہ قد زاد فیہ الشیخ الکنکوهی بیان مآخذ الحنفیة فی مسائل الخلاف الفقهیة لا سیما المسائل اللتی رمیت بها الحنفیة بانهم تارکوا الحدیث الصحیح (۴۷)

وکان البخاری مجتهداً لا مقلداً فی الاصح فلذا یشیر بتراجم ابواب الجامع الصحیح الی مذهبه وما یکتفی بذکره بل یعترض علی مخالفیهم فالشیخ الکنکوهی کان یجیب عن ایرادته واعتراضاته بتوجیهات حدیثة و تاویلات نادرة اللتی خلت عنها الاسفار والیک بعض الامثلة.

اورد البخاری تحت باب جهر الامام بالتامین أثر ابی هریرةؓ وکان ابو هریرةؓ ینادی الامام لا تسبقنی بآمین." (۴۸)

واستدل به البخاری علی ان یجهر الامام بالتامین لکن الحنفیة خالفوه وقالوا باسراره. واجاب عن هذا الاثر الحنفیة باجوبة مختلفة. فقال الشیخ انور:

"وقال ابو هریرةؓ حین کان مؤذنا فی البحرین فانظر ان ابا هریرةؓ یهتم بالتامین ما لا یهتم بالفاتحة فاین ذهبت الفاتحة...... فهمّه بالتامین اکثر منه بالفاتحة مع انه لا تعلق له بالجهر." (۴۹)

فکأنَّ الشیخ انور اکتفی بهذا الجواب علی سبیل الالزام لان روایة قرأة خلف الامام مرویة عن ابی هریرةؓ والجهر یتعلق بالقراة اکثر ما یتعلق بالتامین. فاین ذکر القراة.

وقال بعض الحنفیة ان ابا هریرةؓ کان یوذن و یقیم الصفوف ویسویها فی خلافة مروان والخلیفة کان یسرع باقامة الصلوة دون ان ینتظر ابا هریرةؓ. فاوصیٰ وأکدهُ ان لا یعجل بها کی یوافقه بالقراة والتأمین. (۵۰)

Marfat.com

وقال المحدث الکنکوهی ان هذ الاثر دلیل علی اسرار التا مین دون ان یکون علی جهره لان مظنة الفوت من موافقة الامام بالتامین لا یمکن اذا کان الامام یجهر به بل یقع فی صورة اسراره لان المقتدی صامت منتظر لانتهاء قرأته بالفاتحة فتکون معه بالتامین (۵۱)

المثال الثانی

یستحب عند الحنفیة رکعتان بعد الوتر مستدلین بحدیث عائشةؓ ان النبی ﷺ کان یصلی رکعتین بعد الوتر (۵۲) والشافعی لا یستحبهما بل یجعل الوتر آخر الصلوة مستدلا بحدیث "اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا"(۵۳)

فاجاب المحدث الکنکوهی عن هذا الحدیث بانه ورد فی الصلوة المفروضة فمعناه "اجعلوا آخر صلوتکم المفروضة باللیل وترا"(۵۴)

قال الشیخ زکریا ان هذا التوجیه تفید ثلاثا احدها کون الوتر واجبا. ثانیها تجویز النفل بعده، ثالثها عدم تجویزه قبل صلوة العشاء. (۵۵)

المثال الثالث

عقد الامام البخاری بابا "باب اذا لم یوقت الخیار هل یجوز البیع" ثم ذکر تحته حدیث ابن عمر" البیعان بالخیار مالم یتفرقا" (۵۶)

ذکر المحدث الکنکوهی ان فی تعیین غرض الامام البخاری احتمالین اوله انه اراد ان یؤید مذهب من لم یحدد الخیار فی البیع لکن لما کانت الحنفیة والشافعیة حددا هذا الخیار بثلثة ایام فأذًا یعبرُ بان الغرض هو بیان الحکم اذا لم یحدد ام یحدد اکثر بثلثة ایام فهل یجوز البیع ام یفسد.(۵۷)

(هـ) رفع التعارض بین النصوص

ان الشیخ الکنکوهی کان یطبق بین النصو ص المتعارضة بقدر الامکان. وهذا الشئی یجده القارئ کثیرا فی مصنفاته لا سیما فی شروح کتب الحدیث .

طبق الشیخ فی مسئلة الماء بین مذهب الحنفیة والشافعیة والحنابلة فقال

Marfat.com

ان اعتبار الکثرة والقلة سواء بینهم بان قُلَّتِی الماء یبلغان الی حد بانه لو یلقیان الی حفر یحرک احد طرفیه فلا یتحرک طرفه الاخر (۵۸) فصار المذهبان مطابقین موافقین. لکن لا یکثر هذه المزیة فی هذا الشرح لا یجازه ولان الشیخ کان یهتم بذکر الابحاث فی درس الترمذی.

النکت اللطیفة والتوجیهات الدقیقه

وجد فی هذا الکتاب کثیر من اللطائف والتوجیهات اللتی تخبر عن صاحبها انه وهب له حصةٍ وفیرة من علوم شاه ولی الله واسرته.

والحق ان هذا الشرح مع ایجازه واختصاره یفوق علی الشروحات الاخری بالنسبة الی هذه النکت اللطیقة.

المثال الاول: ذکر البخاری تحت باب نصر المظلوم آیات من القرآن (۵۹)

﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾(۶۰)

اثبت الشیخ الکنکوهی من هذه الایات خلافة الخلفاء الاربعة حسب ترتیبهم فقال الشیخ ان الایة الاولی ترمز الی خلافة ابی بکر الصدیق لانه ما ارتکب فحشا ولا اثما کبیرا لا فی الجاهلیة ولا فی الاسلام. والآیة الثانیة تشیر الی خلافة عمرؓ لانه هو الذی قد اتصف بالصفات المذکورة فی الآیة "وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ" تخبر عن خلافة سیدنا عثمان لانه قدر عارض له البغی "هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ" یستفاد بها خلافة سیدنا علی لانه قد انتصر من قتلة عثمان (۶۱)

المثال الثانی: قال النبیﷺ صلٰوة الرجل فی الجماعة تصعف علی صلاته فی بیته وفی سوقه خمسا وعشرین ضعفا وذلک انه اذا توضا فاحسن وضوئه ثم خرج الی المسجد لا یخرجه الا الصلوة لم یخط خطوة الا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطیئة (۶۲)

Marfat.com

قال ابن حجر: ان هذه الدرجات يحصلها المصلى باسباب: منها احسانه بالوضوء، ذهابه الى المسجد بنية الصلاة و انتظاره لها ونحوها. (٦٣)

وشارح البخارى ابن بطال قد اثبت هذه الدرجات بضوء القرآن و السنة (٦٤) والمحدث الكنكوهى امتاز بذكر توجيه آخر فقال:

"ليس ذلك بيانا لنفس المضاعفة بل هو تنبيه على منة الله و انعامه على عباده حيث جعل فى هذه الامور مثوبة وليست بمقاصد فيكف لايثيب على الصلوة وهى قربة مقصودة واما ان مشيه و اتيانه هذا هو الباعث للمضاعفةِ فغير مراد اذلو كان كذلك لزم ان لا يثاب مقيم المسجد ومتوطنه ومن لا يخرج منه ابدا شئى من تلك المضاعفة فافهم فانه غريب"(٦٥)

فهذا الشرح كالشروح الآخرى لمحدث كنكوه مع وجازته ذخيرةٌ قيمة لعلوم الحديث لا سيما فقه الحديث كما انها تخبر عن تبحر العلم لصاحبه.

الهوامش

١۔ عزیر الرحمن، مفتی، تذکرہ مشائخ دیوبند، کراتشی، ایج ، ایم سعید کمبنی،١٩٦٤ء، ص١٠٨،١٠٧

٢۔ نفس المصدر، ص١٠٥

٣۔ ویقال لها 'دوآبة" لانها وقعت بین نهرین نهر جمن ونهر کنك وتشتمل على دهلی میرت، مظفر نکر وسهارنفور، (محمد زکریا، مولانا،شریعت وطریقت کا تلازم، کراتشی، مکتبة الشیخ،١٩٩٣ء، ص٣)

٤۔ نفس المصدر

٥۔ میرتی، عاشق الهی،تذکرہ الرشید، لاهور، اداره اسلامیات، ١٩٨٦ء،١٧/١

٦۔ عبدالحی، الحسنی، دهلی اور اس کے اطراف، دلی، اردو اکادمی،١٩٨٨ء، ص١٠٨

Marfat.com

۷۔ تذکرہ مشائخ دیوبند،ص ۱۰۸

۸۔ انوار قاسمی، شیرکوٹی، انوار الحسن، لاہور، ادارہ سعدیہ، ۱۹۶۹ء، ۶۷/۱

۹۔ عبدالحی، الحسنی، نزھة الخواطر، کراتشی، اصح المطابع،۱۹۸۶ء، ۱٤۸/۸

۱۰۔ i۔ تذکرۃ الرشید، ۳۹/۱-۳۷ ii۔ تذکرہ مشائخ دیوبند،ص ۱۱۰

۱۱۔ تذکرۃ الرشید، ۵۱/۱، ۵۰

۱۲۔ الانعام ۳:۱٦٤

۱۳۔ اللہ یار، خان، مولانا، دلائل السلوک، جکوال، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ،۱۹۹۸ء، ص۱٦

۱٤۔ جشتی، یوسف سلیم،اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، لاہور، انجمن خدام القرآن، ۱۹۸۳ء، ص۹

۱۵۔ مکاتیب رشیدیہ، میرتی، عاشق الہی، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹٤ء، ۵۸/۱

۱٦۔ انظر لاسماء خلفائھم i۔ تذکرۃ الرشید ، ۱٦۰/۲-۱۵٤ واحوالھم مفصلا، الدکتور فیوض الرحمن ، مولانا رشید احمد کنکوھی اور ان کے خلفاء ، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، س ن

۱۷۔ کان الشیخ عبدالعزیز الشاہ ابن ولی اللہ الدھلوی افتی بان شبہ القارۃ دار الحرب منذ سلطۃ الافرنجیین (عبدالعزیز، الشاہ، فتاوی عزیزی، دھلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۱۱ھ ۳٤/۱، ۳۳ ثم افتی العلماء بان ھذا جھاد شرعی (حسین احمد، نقش حیات، مدنی، کراتشی، دار الاشاعۃ،۳۵٦/۲-٤۵٤

۱۸۔ انظرللتفصیل (i) نقش حیات، ٤۷۳/۲-٤٦۳ (ii) غلام رسول، مہر، ۱۸۵۷ء کے مجاھد، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۱۹ء، ص۲۵٤، ۲۵۳ (iii) قریشی، محمد صدیق، جنگ آزادی کے مسلم شاہیر، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸، ص۱۵۷-۱۵٤ (iv) جانباز مرزا، انگریز کے باغی مسلمان، لاہور ، مکتبہ تبصرہ، ۱۹۸۰ء ص۱۹۹-۱۹۳

۱۹۔ انظر لھذا الرأی (i) جالندھری، رشید احمد، برطانوی عھد میں مسلمانوں کا نظام تعلیم، اسلام آباد، نیشنل بك فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹، ص۱۱۵-۱۱۳ (ii) مرتب عبدالشاھد، باغی ہندوستان (حاشیہ)، لاہور

۲۰۔ واکبر دلیلھم ھو اسلوب بیان ھذہ الواقعۃ الذی اختارہ صاحب تذکرۃ الرشید، فانظر لھذا الاسلوب وسببہ الذی بینہ الیشخ زکریا وجوابہ الذی اجاب عن سؤال الشیخ عاشق الہی بلند شھری۔

Marfat.com

(i) تذکرۃ الرشید (حاشیہ) ۷۳/۱ (ii) نفس المصدر ضمیمۃ ۶۲۲/۲-۶۲۰

۲۱۔ نقش حیات، ۷۰/۲، ۴۶۹

۲۲۔ تذکرۃ الرشید، ۶۴/۱

۲۳۔ تذکرۃ الرشید، ۹۳/۱

۲۴۔ عثمانی، ظفر احمد، سلسلہ شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث، معارف، اعظم کرہ، جون ۱۹۴۴م ص ۴۰۲

۲۵۔ نفس المصدر

۲۶۔ نفس المصدر

۲۷۔ انظر لخصائص الصحیح البخاری ، لامع الدراری، (مقدمہ) محمد زکریا، مولانا، کراتشی، ایچ ، ایم سعید کمبنی، ۳۶/۱، ۳۷

۲۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کراتشی، قدیمی کتب خانہ س ن ۷۵/۱

۲۹۔ نفس المصدر

۳۰۔ عینی، محمد بن احمد، عمدۃ القاری، مصر، ادارۃ الطباعۃ، س ن ۶۰۷/۳

۳۱۔ (i) عسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۶، ۱۸۷/۲ (ii) عمدۃ القاری، ۶۰۷/۳

۳۲۔ لامع الدراری، ۶۰۸/۱

۳۳۔ لامع الدراری (حاشیہ) ۶۰۸/۱

۳۴۔ حاشیہ السندھی علی الجامع الصحیح، کراتشی، قدیمی کتب خانہ س ن، ۱۴۱/۱

۳۵۔ ابن بطال، علی بن خلف، شرح الصحیح البخاری، ریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۰ھ، ۱۵۲/۲

۳۶۔ الجامع الصحیح، ۸۱/۱

۳۷۔ لامع الدراری (حاشیہ) ۲۲۴/۱، ۲۲۳

۳۸۔ فتح الباری، ۲۴۶/۲

۳۹۔ عمدۃ القاری، ۷۰/۳-۴۱، کرمانی، محمد ابن یوسف، الکوکب الدراری شرح الجامع الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۱ھ، ۲۱۵/۴

۴۰۔ وقد اشتھر بھذا الاسم شرحان، للجامع الصحیح، احدھما وھواقدم من الاخر للشیخ الیعقوب الیمانی (م۔۱۰۰۳ھ) وجزئہ الاول محفوظ بمکتب فتنہ

Marfat.com

بالهند وقد استفادمنه كثير الشيخ احمد على السهارنفوى فى تحشية البخارى (انظر مباركفورى، عبدالسلام، سيرة البخارى، لاهور، اهلحديث اكادمى ۱۹۶۸، وثانيهما هو للشيخ محمد سرور الصوفى شيخ الحديث بالجامعة، الاشرفية طبع من ادارة عتيقية بطبعات عديدة۔

۴۱۔ لمحمد سرور، الخير الجارى، مولانا، لاهور، ادارة عتيقيه، ۱۴۱۵ھ ۱۹۱/۱

۴۲۔ لامع الدرارى، ۲۲۴/۱

۴۳۔ الجامع الصحيح، ۱۸۳/۱

۴۴۔ نفس المصدر

۴۵۔ لامع الدرارى، ۲۳۰/۱-۲۲۶

۴۶۔ لامع الدرارى (حاشيه) ۲۳۰/۱-۲۲۶

۴۷۔ احاطه دار العلوم میں بیتے ہوئے دن، ص ۶۹،۷۰

۴۸۔ الجامع الصحيح، مع شرح ابن ابطال، ۳۹۴/۲

۴۹۔ كشميرى، انور شاه، فيض البارى بشرح صحيح البخارى، مرتب، ميرتى، بدر عالم، لاهور المطبعة الاسلامية، ۱۹۷۹، ۲۹۰/۲

۵۰۔ الخير الجارى، ۶۷،۶۸/۱

۵۱۔ لامع الدرارى، ۳۱۰/۱

۵۲۔ جامع الترمذى، ۳۲۵/۲

۵۳۔ الجامع الصحيح، ۱۳۵/۱

۵۴۔ لامع الدرارى، ۵۰/۲

۵۵۔ لامع الدرارى (حاشيه) ۵۰/۲

۵۶۔ الجامع الصحيح، ۲۸۳/۱

۵۷۔ لامع الدرارى، ۲۹۱،۲۹۲/۲

۵۸۔ كنكوهى، رشيد احمد، الكوكب الدرارى، شرح جامع الترمذى، مرتب، محمد يحيىٰ الكاندهلوى، كراتشى، ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه، ۱۹۹۵، ۹۲/۱

۵۹۔ الجامع الصحيح، ۳۳۱/۱

۶۰۔ الشورىٰ: ۳۷-۳۹

۶۱۔ لامع الدرارى، ۳۸۱،۳۸۲/۲

۶۲۔ الجامع الصحيح مع شرح ابن بطال، ۲۷۲/۲

۶۳۔ فتح البارى، ۳۴۹/۲-۳۴۶

۶۴۔ شرح ابن بطال، ۲۷۵/۲-۲۷۲

۶۵۔ لامع الدرارى، ۲۴۵/۱

Marfat.com

شرکاء کا تعارف

مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں متعدد مناصب پر خدمات انجام دے کر ریٹائر ہو چکے ہیں۔ علم حدیث پر انکی خدمات نمایاں ہیں۔ بیس سے زیادہ کتب تالیف کیں۔ علمی و تحقیقی مقالات کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں طویل عرصے تک پروفیسر شعبہ اسلامیات اور ڈائریکٹر سیرت چیئر رہے۔ متعدد قومی اور بین الاقوامی کانفرنسز کا انعقاد کرانے میں پیش پیش رہے۔ امریکہ کے مختلف اداروں میں لیکچر دیئے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں قائم کردہ Centre of Excellence in Islamic Studies کے دس سال تک ڈائریکٹر رہے۔ ایم۔اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے بے شمار علمی و تحقیقی مقالات کی نگرانی کی۔ آج کل سرگودھا یونیورسٹی میں علمی و تحقیقی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر میمونہ تبسم

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم۔اے کیا۔ پی ایچ ڈی کراچی یونیورسٹی سے کی۔ آج کل لاہور کالج خواتین یونیورسٹی میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ متعدد مقالات کی مصنفہ ہیں۔

ظلِ ہما صاحبہ

شیخ زاید اسلامک سنٹر سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ آج کل شعبہ علومِ اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کر رہی ہیں۔ تحقیق سے دلچسپی ہے۔ علوم حدیث کے مختلف پہلوؤں پر متعدد مضامین تحریر کر چکی ہیں۔

Marfat.com

جناب عثمان احمد

2009ء سے شعبہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں بطور لیکچرر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بی اے آنرز شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی سے کیا، ایم بی اے انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن، پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ ادیب و شاعر اور ابھرتے ہوئے محقق اور ناقد، متعدد کتب کے مؤلف ہیں۔ ایچ ای سی سے منظور شدہ جرائد میں متعدد تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، ملائیشیاء میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر

اسلامیات اور عربی میں ایم اے کی ڈگری مدینہ منورہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ درسِ نظامی بھی کیا۔ پی ایچ ڈی شعبہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی سے کی۔ متعدد مقالات اور کتب کے مولف ہیں۔ قومی سیرت کانفرنس منعقدہ اسلام آباد میں مقالات پر سندِ امتیاز، گولڈ میڈل اور سلور میڈل متعدد بار حاصل کیے۔ اس وقت بھی شعبہ علوم اسلامیہ کے ایک پروجیکٹ پر ہمہ تن مصروف ہیں۔ شعبہ علومِ اسلامیہ میں طویل عرصے تک تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اب کنٹریکٹ پر شعبہ ہذا کی خدمت میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم۔ اے کیا۔ پی ایچ ڈی کے لیے ترکی تشریف لے گئے اور وہاں انقرہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری امتیازی حیثیت میں حاصل کی۔ اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ سے عربی زبان و ادب میں سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اس وقت گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج گوجرہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پندرہ سے زیادہ علمی و تحقیقی مقالات مؤقر جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ قومی و بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی اور مقالات بھی پیش کیے۔ متعدد ایم اے اور ایم فل مقالات کی نگرانی کی۔

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حال پروفیسر اور صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی۔ پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی اور ملائیشیاء سے پوسٹ ڈاکٹریٹ کیا۔ متعدد کتب تالیف کیں۔ چالیس تحقیقی و علمی مقالات تحریر کیے۔

Marfat.com

ایم۔اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کی نگرانی کی۔مختلف قومی اور بین الاقوامی کانفرنسز میں شرکت کی اور مقالات بھی پیش کیے۔عالمی رابطہ ادبِ اسلامی کے صدر اور پنجاب قرآن بورڈ کے رُکن ہیں۔ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے دینی پروگرامی میں باقاعدہ شرکت کرتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر عاصم نعیم

2009ء سے شعبہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ایم فل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے کیا۔ پی ایچ ڈی کی ڈگری شعبہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔تفسیر، حدیث اور تاریخ دلچسپی کے خصوصی مضامین ہیں۔ قومی سطح کے معروف مجلّات میں مقالات شائع ہو چکے ہیں۔دس سے زائد قومی اور بین الاقوامی سطح پر کانفرنسوں میں شرکت کی اور مضامین بھی پیش کیے۔

ڈاکٹر محسنہ منیر

ایم اے اور پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔اس وقت لاہور کالج خواتین یونیورسٹی میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔پندرہ سے زیادہ علمی و تحقیقی مقالات تحریر کیے، متعدد قومی کانفرنسز میں شرکت کی اور مقالات بھی پیش کیے۔ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے متعدد مقالات کی نگرانی کر رہی ہیں۔ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کی مقرر کردہ Curriculum Reviewe Commttee کی ممبر ہیں۔ان کی ایک کتاب سید مودودی کی حدیث میں خدمات شائع ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر ساجد اسد اللہ داودی

پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کیا۔پی ایچ ڈی کی ڈگری اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے 1998 میں حاصل کی۔ لیکچرار گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سمن آباد فیصل آباد میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ملکی اور غیر ملکی مجلّات میں سات (۷) تحقیقی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔متعدد کانفرنسوں میں شریک ہوئے۔مطالعہ کا خصوصی میدان صحائف Dead Sea Scroll ہے۔

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

پروفیسر امیریطس، کنویز ارمغان کمیٹی۔ کیمبرج یونیورسٹی (برطانیہ) سے پی ایچ ڈی کی۔ پروفیسر و چیئر پرسن ادارہ علومِ اسلامیہ، ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی اور ڈین اورئینٹل اینڈ اسلامک فیکلٹی پنجاب یونیورسٹی لاہور میں طویل عرصے تک خدمات انجام دیں۔ ایم۔اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء کے تحقیقی مقالات کی نگرانی کی۔ علمی و تحقیقی مضمون (انگریزی، اردو، عربی) ملک و بیرونِ ملک کے مؤقر مجلّات میں شائع ہوئے۔ متعدد کتب کی مؤلفہ ہیں۔

ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں 2004ء سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ شعبہ علومِ اسلامیہ سے 2008ء میں پی ایچ ڈی کی۔ خصوصی دلچسپی کے مضامین تقابلِ ادیان اور بائیبل کی استنادی حیثیت ہے۔ بارہ سے زیادہ تحقیقی مقالات ایچ ای سی سے منظور شدہ مجلّات میں شائع ہو چکے ہیں۔ دو کتب کے شریک مصنف۔

ڈاکٹر عبدالباسط خان

عبدالباسط خان عرصہ 13 سال سے شیخ زاید اسلامک سنٹر میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اسلامک سنٹر سے ایم۔فل اور شعبہ علومِ اسلامیہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ اشرفیہ سے درسِ نظامی اور افتاء کی تعلیم حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی ہی سے ایل۔ایل۔بی کی ڈگری حاصل کی۔ مقالات گیلانی پر تحقیقی کام کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کی حیات و خدمات اور جدید فقہی مسائل پر فقہائے پاک و ہند کے اجتہادات پر کتابیں لکھیں اور چھ بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی اور لگ بھگ 16 تحقیقی مقالات لکھے۔

❁ ❁ ❁

Marfat.com

Marfat.com

(And if all the trees in the earth were pens, and the sea will seven more seas added to it (were ink), the words of Allah would not be exhausted).

101 Art. The Challenge of Modern Ideas and Social Values to Muslim Society, P. 5. (Islamic Colloquium papers, Lahore, 1958).

102 Dr. Fazlur Rehman, op. cit., P. 9.

103 Supra, P. 25.

104 Abdul Hayee Al-Kattani, Al-Taratib Al-Idariyya, Vol. II, P. 169. (Beirut, n. d.)

105 E. W. Lane, Arabic-English Lexicon, BK. I, Pt. 2, P. 616.

106 Al-Qur'an, 3 : 80.

107 Ibid., 4 : 113, C. f. 2 : 231.

108 Ibid., 2 : 129.

109 Ibid., 3 : 163; 2 : 151; 62 : 2.

110 Al-Risalah (Ahmad Shakir Edition, Cairo, 1938) P. 78.

111 Imam Shafi`i, Idem.

112 Imam Shafi`i, Idem.

113 Khalil I. Semaan, Ash-Shafi`i's Risalah : Basic Ideas, (Lahore, 1961) P. 2.

114 Kitab al-Umm, (Bulaq, 1321 - 5 A.H.) VII, PP. 282 - 287.

115 Al-Qur'an, 33 : 34.

116 `Islam'.

117 Cf. Mukhtalaf al-Hadith (Cairo, 1909) PP. 194, 232.

118 Kitab-al-Ruh, 2nd Ed. (Hyderabad Deccan, 1324 A.H.) P. 119.

119 Abu Dawud, Sunan, P. 47.

120 Al-Qur'an, 57 : 25.

121 Ibid., 42 : 17.

122 Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence, (Oxford University Press, 1950) P. 2.

123 H. A. R. Gibb, Muhammadanism, (London, 1950), P. 101.

124 Al-Qur'an, 5 : 15 - 16.

125 Ibid., 33 : 45 - 46.

Marfat.com

95 Al-Qur'an : 5 : 3.
اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا
(This day have I perfected for you your religion and completed My favour to you and chosen for you Islam as a religion.) All the authorities agree that this verse was revealed towards the close of the holy Prophet's life and no precept was revealed after it. It is even an explicit testimony to the perfection of religion in Islam, no such claim being put forward by any other revealed book or religion. It was regarding this occasion that some Jews told Hadrat `Umar : O, Amir al-Mu'minin, "Had this verse been revealed to us, we would have celebrated the occasion as *Id*-day. Thereupon Hadrat `Umar replied, "Do'nt you know the day it was revealed on us, the Muslims enjoyed two *Ids*. It was revealed on the day of *`Arafah*, Friday-afternoon, the 10th A.H., on the occasion of Farwell-Pilgrimage, where more than forty thousand pious companions gathered around the holy prophet and he survived only for eighty one days after that".

96 F. Rahman op. cit., P. 78. (It appears to be a great childishness of the twentieth century to name the "living *Sunnah*" of the 2nd century A.H. with all the legal religious and moral idea's wealth, on one hand, as chaotic and on the other hand to argue for and aim at again to recast the *Hadith* material into living *Sunnah* terms by historical interpretation.)

97 Ibn Hisham, The Sira, P. 969.

98 Supra, Ch. I, Tradition and Christianity, P. 60.

99 Joseph Schacht, Art. Shari`a, Shorter Ency. of Islam, (E. J. Brill, Leiden, 1953), P. 524.

100 Cf. Al-Qur'an, 18 : 109 :
قل لو كان البحر مدادا لكلمت ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمت ربي ولو جئنا بمثله مددا
(Say : If the sea were ink for the words of my Lord, the sea would surely be exhausted before the words of my Lord were exhausted, though We brought the like of it to add (thereto); Ibid., 31 : 27 :
ولو ان ما في الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت كلمت الله

Marfat.com

66 Hadith Literature (Calcutta, 1961), P. 1 - 2.
67 Abu`l Baqa op. cit., P. 288.
68 Subhi Salih op. cit., P. 12.
69 Al-Qasimi, Qawaid al-Tahdith, P. 65.
70 Abu`l Baqa, Idem.
71 Muhammad b. Ja`far al-Kattani, Al-Risalat Al-Mustatrafa, (Karachi, 1960), P. 68.
72 Mustafa as-Saba`i, Al-Sunnah wa Makanatuha fi, al Tashri` al-Islami, (Cairo, 1961) P. 59.
73 Cf. Ignaz Goldziher, Muhammedanische Studien, P. 11 F.; A. Guillaume, `The Traditions of Islam', P. 10. Dr. M. Z. Siddiqi, op. cit., P. 2.
74 Shorter Encyclopaedia of Islam, (Leiden, E. J. Brill, 1953) Art. *Sunnah*, P. 552 f.
75 Cf. *Sunnah*, Lane, op. cit., Bk. 1, Pt. IV, P. 1438.
76 Lisan al-`Arab, Vol. XIII, P. 225.
77 Cf. Al-Shatibi, Al-Muwafaqat, Vol. IV, P. 3.
78 Sharh Nukhbat al-Fikar, (Deoband, U. P., 1371 A.H.) P. 79. F.
79 A. Guillaume, op. cit., P. 10.
80 Ignaz Goldziher, Muhammedanische Studien, 1961, II, P. 12.
81 Ulum al-Hadith wa Mustalihuhu, (Beirut, 1965, 3rd Ed.), P. 9.
82 Subhi Salih, op. cit., P. 10.
83 A. Manual of Hadith, (Lahore n.d.) P. 3.
84 Al-Zurqani, Sharh al-Muwatta, 1, P. 4, Cf. Goldziher, loc. cit.,; A. Guillaume, op. cit., P. 11; Fazlur Rahman, Islamic Methodology in History, (Karachi, 1965) P. 1.
85 Ibn Nadim, Al-Fihrist, P. 230.
86 A. Guillaume, loc. cit.
87 Fazlur Rahman, loc. cit., (F. N. 22. P. 146.).
88 Abu Da'ud, Sunan, Vol. II, P. 48.
89 Cf., Fazlur Rehman, op. cit., P. 70.
90 Cf., Ibid., P. 6.
91 Ibid., P. 78.
92 Ibid., P. 19.
93 Fazlur Rahman, `Islam', vide Islamic Methodology in History, P. 12.
94 Fazlur Rahman, `Islam', vide Islamic Methodology in History, P. 80.

Marfat.com

33 Al-Qur'an, 3 : 32.
34 Al-Qur'an, 6 : 50.
35 Cf. Moore, op. cit., II. P. 386.
36 J.B. Noss, op. cit., P. 683.
37 Supra, Ch. I, P. 2.
38 Ibn Manzur, Lisan al-Arab (Beirut, 1958) II, P. 131.
39 E. W. Lane, Arabic English Lexicon. BK. I, Pt. II, P. 529.
40 Cf. Murtada Al-Husaini, Taj al-`Arus (Egypt, 1306 A.H.), I. P. 612.
41 Al-Qur'an, 12 : 111.
42 `Allama Ibn Kathir, Tafsir, (Egypt, 1348), IV, P. 492.
43 Al-Qur'an, 18 : 6.
44 Tafsir, op. cit., V. P. 252.
45 Al-Qur'an, 39 : 23.
46 Tafsir, op. cit., V. P. 252.
47 Al-Qur'an, 52 : 34.
48 Tafsir, op. cit., VIII, PP. 7 - 8.
49 Al-Qur'an, 7 : 185.
50 Jami' al-Bayan, (Egypt), XII, P. 290.
51 Al-Qur'an, 79 : 15.
52 Ibid., 4 : 78.
53 Ibid., 33 : 53.
54 Tafsir, op. cit., VI, P. 586.
55 Nasa'i, K. Zinah, 33, III, p. 188.
56 Abu Dawud, (Cairo, 1280 A.H.), P. 240.
57 Abul-Baqa, Kulliyat, (Al-Am`riya, 1280 A.H.) P. 152.
58 Jalal al-Din al-Syuti, Tadrib al-Rawi (Egypt, 1966), I. P. 42.
59 Muhammadanische Studien, (Halle, 1889), II, P. 4.
60 Subhi Salih, Ulum al-Hadith, (Beirut, 1965), P. 5.
61 Sahih al-Bukhari, Kitab al-Riqaq, No. 51.
62 Ibid., 1, 20.
63 Al-Darimi, Sunan, (Kanpur, 1292 - 93 A.H.) P. 46.
64 Al-Dhahabi, Tadhkirat al-Huffaz, (Hyderabad 1330 A. H.), I. p. 6.
65 Ahmad b. Muhammad al-Qastallani, Al-Mawahib al-Ladunniyah, (Egypt, 1291 A.H.), V, P. 454.

Marfat.com

References

1 Supra, P. 13.
2 G. F. Moore, op. cit., II, P. 386.
3 Al-Qur'an, 10 : 16.
4 Al-Qur'an, 6 : 33.
5 Ibid., 26 : 214.
6 Sahih al-Bukhari, Vol. 6, P. 140. (Egypt, 1345 A. H.)
7 Alfred Guillaume, The Life of Muhammad, P. 151 - 2, (London, 1955).
8 Sahih al-Bukhari, I, P. 5, (Egypt, 1345 A. H.).
9 Ibid., I, P. 3.
10 Ibn Hisham, Sirat, P. 162, (Cairo, 1355 A. H.)
11 Ibem.
12 Al-Qur'an, 56 : 10 - 12.
13 Al-Qur'an; 52 : 30.
14 Ibid., 74 : 24.
15 Ibid., 52 : 29.
16 Ibid., 68 : 2.
17 Ibid., 21 : 5.
18 Ibid., 25 : 8.
19 Al-Qur'an, 9 : 30.
20 Ibid., 25 : 7.
21 Ibid., 25 : 20.
22 Ibid., 6 : 8 - 9.
23 Ibid., 17 : 93.
24 Ibid., 17 : 94.
25 Ibid., 17 : 95.
26 Ibid., 7 : 140.
27 Ibid., 2 : 34.
28 Ibid., 3 : 160.
29 Ibid., 21 : 25 - 27.
30 Ibid., 2 : 213.
31 Ibid., 6 : 4.
32 Ibid., 6 : 7.

Marfat.com

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾
يَهْدِى بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَٰمِ
وَيُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِهِۦ وَيَهْدِيهِمْ
إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾ 124

(Indeed, there has come to you from Allah, a light and a clear Book. Whereby Allah guides such as follow His pleasure into the ways of peace, and brings them out of darkness into light by His will, and guides them to the right path.)

It makes clear that the Apostle of Allah is the greatest spiritual Light to guide humanity to the right goal. Still more, the Prophet has been spoken of as a light-giving Sun also!

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا
إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا 125

(O Prophet, surely We have sent thee as a witness, and a bearer of good news and a warner, And as an inviter to Allah by His permission, and as a light-giving sun.)

The Prophet thus, was alloted the central seat of guidance to make the fallen humanity rise to its highest eminence.

To sum up, the Divine origin of the practices and utterances of the Prophet assigned a sublime status to tradition and it is therefore not surprising that from the very beginning of Islam the believers accepted it as the second infallible basis with the Qur'an.

Marfat.com

Besides the *Hikmah*, the Apostles were granted *al-Mizan* as mentioned in the *Surah* Al-Hadid:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِٱلْبَيِّنَٰتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْمِيزَانَ لِيَقُومَ ٱلنَّاسُ بِٱلْقِسْطِ [120]

(Certainly We sent Our messengers with clear arguments, and sent down with them the Book and the Balance, that men may conduct themselves with equity.....)

On another occasion, it has been mentioned with special reference to the Holy Prophet:

ٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ وَٱلْمِيزَانَ [121]

(Allah is He, Who revealed the Book with truth, and the Balance...)

The purpose of revealing the Balance is that people may justly conduct their lives by adhering to the example of the Prophet who acts according to the ordinances contained in the Book. The Prophet thus, is not only a preacher but also an examplar. He translates the Divine Commandments into deeds, so that it is by following his example that people are led aright. The Balance is therefore apparently the standard conduct or *Sunnah* of the Prophet, which is as essential for the exact guidance of people as The Book itself. That is why it has been acknowledged even by the non-muslim orientalists that all rules and regulations are found in the Qur'an and in the *Sunnah*, the ``Model Behaviour" of the Prophet,[122] and are derived from the ``Methods of utilizing"[123] these two sacred sources.

In *Surah Al-Ma'idha* the Holy Prophet has been referred to as a *Noor*:

Marfat.com

the jurist al-Shafi`i d. 820) was so clearly unchallengeable that it was perforce accepted in principle by all the schools of Law".[116]

In the same way Ibn Qutayba has elucidated the thesis of the Divine origin of the *Sunnah* by putting forth very sound arguments and relevant examples.[117]

Similarly, Ibn Qayyim al-Jawzi asserts :

والکتاب هو القرآن والحکمة هی السنة باتفاق السلف وما اخبر به الرسول عن الله فهو فی وجوب تصدیقه والایمان به کما اخبر به الرب تعالی علی لسان رسوله هذا اصل متفق علیه بین اهل الاسلام۔ لا ینکره الا من لیس منهم وقد قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم انی اوتیت الکتاب ومثله معه [118]

(The Book referred to is the Qur'an, and the *Hikmah* is the *Sunnah* with the unanimity of the predecessors. And whatever was narrated by the Apostle on the authority of Allah is to be compulsorily testified and believed upon in the same way as that was narrated by Lord Almighty on the tongue of His Apostle. This is a basic fact agreed upon by all the Muslims and none denies it save those who are outside the pale of Islam. And the Prophet (peace be upon him) said, ``verily I am given the Book and the like besides.")

Thus it must be fully recognized that everything that the Prophet ordained, especially in religious matters, was decreed at Allah's Command :

ان الله شرح لنبیه سنن الهدی[119]

- the theological term is *Sunan al-Huda*; and it was revealed to the Prophet as was the Holy Qur'an, with the difference that in the Qur'an, the Prophet was given the actual words of Allah, while in the case of *Sunnah*, the words used were his own but uttered under Divine guidance:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

Marfat.com

very interesting discussion has been recorded by Imam Shafi`i in this connection.[114] When A critic of *Hadith* objected to Imam Shafi`i's point of view and put forward the argument that the wives of the Prophet were required by the Qur'an to recite the *Hikmah* :

وَٱذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِى بُيُوتِكُنَّ مِنْ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ وَٱلْحِكْمَةِ ج [115]

(And remember that which is recited in your houses of the messages of Allah and the *Hikmah*.....)

Hence, it is evident that *Hikmah* is included in the Qur'an, otherwise, who recites the traditions. Imam Shafi`i pleaded that in the verse: (يعلمهم الكتاب والحكمة) two separate things were mentioned, because conjunction (عطف) demanded distinction (تغاير). Therefore, *Hikmah* is something besides the Qur'an and that is tradition. The critic questioned about the nature of recitation of *Hikmah* or tradition. The Imam replied, ``Recitation in Arabic language does not mean reading by sight from an opened book, but it signifies speech (نطق). And as the communication of the Qur'an is proved through the word of mouth of the Prophet, similar is the case with *Hadith*. Had the meaning of recitation been the reading of an opened book, it would have, consequently followed, that the Holy Prophet used to read before his Companions the Qur'an by sight". It silenced the critic and he approved the significance of *Hadith*.

Prof. H. A. R. Gibb remarks :

``Where such traditions were found to exist, it was held, the rulings they contained, explicitly or implicitly, were decisive and mandatory for all Muslims. The *Sunnah* of the Prophet obviously superseded all other *Sunnahs*, and still more any speculative reasoning. This argument (elaborated by

Marfat.com

(So Allah mentioned His Book - which is the Qur'an - and Wisdom, and I have heard those whom I approve as learned in the Qur'an saying that Wisdom is the *Sunnah* of the Messenger of Allah.)

وهذا يشبه ما قال، والله اعلم لان القرآن ذكر وأ تبعته الحكمة ـ وذكر الله منه على خلقه بتعليمهم الكتاب والحكمة فلم يجز ـ والله اعلم. ان يقال الحكمة ها هنا الا سنة رسول الله [111]

(This is similar to that what He said; but Allah knows best! For the Qur'an is mentioned first, followed by *Hikmah*; and Allah mentioned His favour to His creation by teaching them the Book and the *Hikmah*. So it is not permissible - and Allah knows best - For *Hikmah* to be called here except the *Sunnah* of the Messenger of Allah.) He continues:

و ذالک انها مقرونة مع كتاب الله وان الله افترض طاعة رسوله و حتم على الناس اتباع امره. فلا يجوز ان يقال لقول فرض الالكتاب الله ثم سنة رسوله. لما وصفنا. من ان الله جعل الايمان برسوله مقرونا بالايمان به. وسنة رسول الله مبينة عن الله معنى ما اراد ـ دليلا على خاصه وعامه. ثم قرن الحكمة بها بكتابه فاتبعها اياه. ولم يجعل هذا لاحد من خلقه غير رسوله [112]

(And this is because *Hikmah* is linked with the Book of Allah and He has imposed the obligation of obedience to His Messenger, and imposed on people the duty to obey his orders. So it is not permissible to consider anything obligatory except that contained in the Book of Allah, then the *Sunnah* of His messenger. As we have stated, Allah made the faith in Him. And the *Sunnah* of the Messenger of Allah clarifies the meaning of what Allah intended; indicating His general and specific (orders). Then He linked the Wisdom implied in the *Sunnah* with His Book and made it subservient to the Book. Allah has never prescribed this for any one of His creatures except His Messenger.)

In short, Imam Shafi`i is very emphatic in declaring *Hikmah* referred to in the Holy Qur'an as *Sunnah* of the Apostle of Allah, ``which complements the Qur'an".[113] A

Marfat.com

In fact it was beseeched in the Prophetical prayer made by Hadrat Abraham while raising the foundations of the Sacred House at Macca :

رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَـٰتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَـٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ
ٱلۡحَكِيمُ [108]

(Our Lord, and raise up in them a Messenger from among them who shall recite to them thy messages and teach them the Book and the Wisdom, and purify them. Surely thou are the Mighty, the Wise.)

As such, the appointment of the Holy Prophet has been termed a great favour of Lord Al Mighty; and the fourfold functions of the Prophet mentioned in this connection do include repeatedly the teaching of *Hikmah* as well :

لقد من الله علي المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا
عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة [109]

(Certainly Allah conferred a favour on the believers when He raised among them a Messenger from among themselves, reciting to them His messages and purifying them, and teaching them the Book and the Wisdom...)

All the above Qur'anic verses make it clear that the Holy Prophet was granted two things, the *Kitab* and the *Hikmah* and he transmitted and taught both these things to his *ummah*. After quoting the above mentioned verses Imam Shafi`i argues:

فذكر الله الكتاب وهو القرآن وذكر الحكمة، فسمعت من ارضى
من اهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة: سنة رسول الله [110]

Marfat.com

raised in this world,[103] but only one hundred and four Divine Books were revealed in all.

اخرج البیهقی عن الحسن قال انزل اللہ مائۃ واربعۃ کتب اودع علومها اربعۃ منها التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان ثم اودع علوم الثلاثۃ الفرقان [104]

It was possible because all the Prophets were equipped with *Hikmah*, a highly developed intellectual faculty,[105] which bestowed upon them not only knowledge of the true natures of things but also acquainted them with excellent ways and means of performing exemplary deeds according to the requirements thereof. It was a type of Divine Inspiration as is evident from the following quotations from the Holy Qur'an.

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا۟ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ أَرْبَابًا ۗ
أَيَأْمُرُكُم بِٱلْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ [106]

(And when Allah made a convenant through the Prophets: Certainly what I have given you of Book and Wisdom -- then a messenger comes to you verifying that which is with you, you shall believe in him, and you shall aid him.)

Again, in *Surah* al-Nisa', it has been mentioned with particular reference to the Holy Prophet Muhammad (Peace be upon him) as such :

وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ
تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا [107]

(And Allah has revealed to thee the Book and the Wisdom, and taught thee what thou knewest not, and Allah's grace on thee is very great.)

Marfat.com

a book must be as big as the Universe itself. And who will read such a big book?[100]

Therefore, it is only through the medium of a reasonable length of time that the spirit in which the more fundamental day to day situations of all times are to be met can be made known. No message can be sent to men except with reference to actual concrete situations. The Eternal Word of God speaks with reference to actual concrete situations. The Eternal Word of God speaks with reference to the human situations and events of the last twenty-three years of the Prophet's life, in particular. These years are the historical context of the Eternal Divine Word".[101]

Even Dr. Fazlur Rahman was constrained to acknowledge it and declared as such :

``It goes without saying that the Qur'an was taught as the nucleus of the new Teachings. But the Qur'an is obviously not intelligible purely by itself...... It would be utterly irrational to suppose that the Qur'an was taught without involving in fact the activity of the Prophet as the central background activity which included policy, commands, decisions, etc. Nothing can give coherense of the Qur'anic teaching except the actual life of the Prophet and the milieu in which he moved".[102]

Never in the history of the religions of the world we find a Book being revealed without the appointment of a Prophet, yet on the other hand, thousands of the Prophets were raised without being given individual, separate revealed Books. It is said that approximately one hundred and twenty-four thousand Prophets were

Marfat.com

تركت فيكم امرين، لن تضلوا ما تمسكتم بهما۔ كتاب الله وسنت رسوله[97]

(I have left with you two things, if you hold fast to them you will never fall into error - the book of Allah and the *Sunnah* of his messenger.)

After the Holy Prophet, none can claim in Islam the infallibility, neither absolute nor relative, such as guaranteed by revelation or inspiration as assumed by the Christian Church.[98] Hence, the talk about the Prophetic *Sunnah* being ``progressively developed'' by the early generation of Muslims is not only an acute crisis of human confidence and uncompromising cynicism but an utter nonsense and religious dishonesty. Particularly important is the belief that Islam is the last revealed religion. Therefore, it is blasphemous to assign to anyone other than the Prophet the task of the formulation of the Divine religion. Though, it is a truth never to be surrendered that each Muslim must believe in the Holy Qur'an, as the words of Allah, yet, it is equally true that no one can attain a genuine faith which is not largely the product of Prophetic instructions.

بمصطفی برسان خویش را که دین همه اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولهبیست

With the above spirit, the word ``*Sharī* is used as a technical term for the Prophet as the preacher of the *Sharī`a*, but more frequently it is applied to Allah as the law-giver''.[99]

Dr. Muhammad Da'ud Rahbar, once elucidated the above point by saying :

``Human situations are inexhaustible. No book comprehensible by men can exhaust them, for such

Marfat.com

المرتدين			
الاكراه	*(Ikrah)*	الوكالة	*(Wakalah)*
الحيل	*(Hiyal)*	الحرث والمزارعة	*(Al-Harth wa'l-Muzara'a)*
تعبيرالرويا	*(Ta'bir al-Ru'ya)*	الشرب (المساقاه)	(Sharb) *(Musakat)*
الفتن	*(Fitan)*	الاستقراض واداى الديون	*(Istiqrad wa Ada 'al-Duyun)*
الاحكام	*(Ahkam)*	الخصومات	*(Khusumat)*
التمني	*(Tamanni)*	اللقطة	*(Luqta)*
اخبارالاحاد	*(Akhbar al-Ahad)*	المظالم والغصب	*(Al-Mazalim wa l-Ghadab)*
الاعتصام بالكتاب والسنة	*(I'tisam bi'l Kitab wa'l-Sunnah)*	الشركة	*(Shirka)*
التوحيد	*(Tawhid)*	الرهن	*(Rehn)*
		العتق	*(`Itq)*

When the biggest Islamic Republic of Pakistan founded in the name of religion itself refers in her constitution to *Kitab* and *Sunnah*, it is aimed at something very specific by the later terms *Sunnah*, though flexible and not rigid, yet left well-bounded and well-formulated by the Prophet himself. He is reported to have said in his sermon of the Farewell Pilgrimage :

Marfat.com

الاطعمة	(At'ima)	العمل في الصلاة	(Al-'Amal fi'l Salat)
العقيقة	(`Aqiqa)	السهو	(Sahw)
الذبائح والصيد والتسمية	(Zaba'ih)	الجنائز	(Jana'iz)
الاضاحي	(Adahi)	الزكاة	(Zakat)
الاشربة	(Ashriba)	الحج	(Hajj)
المرضي	(Al-Marda)	العمرة	(`Umra)
الطب	(Tibb)	المحصر	(Muhsar)
اللباس	(Libas)	جزاء الصيد	(Jaza 'al-Said)
الادب	(Adab)	فضائل المدينة	(Fada'il al-Madina)
الاستئذان	(Isti'dhan)	الصوم	(Sawm)
الدعوات	(Da'awat)	صلاة التراويح	(Tarawih)
الرقاق	(Riqaq)	فضل ليلة القدر	(Fadl Lailat al-Qadar)
القدر	(Qadar)	الاعتكاف	(I'tikaf)
الايمان والنذور	(Al-Aiman wa'l Nuzur)	البيوع	(Buyu')
الكفارات	(Kaffarat)	المسلم	(Salam)
الفرائض	(Fara'id)	الشفعة	(Shuf'a)
الحدود	(Hudud)	الاجارة	(Ijara)
الديات	(Diyat)	الحوالات	(Hawalat)
الستتابة	(Istitabat al-Murtaddin)	الكفالة	(Kafalah)

Marfat.com

(`Ilm)	علم	(Shahadat)	الشهادات
(Wudu')	وضو	(Sulh)	الصلح
(Ghusl)	الغسل	(Shurut)	الشروط
(Haid)	الحيض	(Wasaya)	الوصايا
(Tayammum)	التيمم	(Jihad)	الجهادوالسير
(Salat)	الصلاة	(Fard al-Khums)	فرض الخمس
(Mawaqit al-Salat)	مواقيت الصلاة	(Jizya)	الجزية
(Adhan)	الاذان	(Bad 'al-Khalq)	بدء الخلق
(Jum'a)	الجمعة	(Anbiya')	الانبياء
(Salat al-Khawf)	صلاة الخوف	(Manaqib)	المناقب
(Idain)	في العيدين	(Fada'il Ashab al-Nabi)	فضائل اصحاب النبي
(Witr)	الوتر	(Manaqib al-Ansar)	مناقب الانصار
(Istisqa')	الاستسقاء	(Maghazi)	المغازي
(Kusuf)	الكسوف	(Tafsir al-Qur'an)	تفسير القرآن
(Sudjud al-Qur'an)	سجود القرآن	(Fada'il al-Qur'an)	فضائل القرآن
(Taasir al-Salat)	تقصير الصلاة	(Nikah)	النكاح
(Tahajjud)	التهجد	(Talaq)	الطلاق
(Al-Salat fi Masjid Makka wa'l-Madina)	الصلاة في مسجد مكة والمدينة	(Nafaqat)	النفقات

Marfat.com

A complete critical analysis of the same shall be presented in its proper place in the present study; here it is enough to point out that it is not only utterly irrational and completely nonsensical but also religiously dishonest and deceitful to hoodwink the real issue in the name of ``progressiveism". The essential point we wish to make here is, that the religion of Islam was completed with the completion of the last revelation,[95] and the gate-way of Tashri`was closed till the doom's day with the expiry of the Holy Prophet's time. As such, only the Prophetic *Sunnah*, in addition to the Holy Qur'an is the infallible, the authoritative and the perfect Model covering the whole code of life, distinctly preserved for all times to come. So we do'nt need ``to recast the *Hadith* into living Sunnah terms by historical interpretation" to modify and restate the case of determinism and free-will,[96] (taken for example by The learned Dr. Sahib, as if with him this is the most fundamental religious problem of Islam, agitating the minds of Muslims of the world). In fact the 23 years' exemplary conduct of the Holy Prophet not only covered prayer, *zakat*, fasting and pilgrimage in their minute details but also laid down specific rules for the minutiae of all walks of life, covering almost every topic on which guidance may be sought. A cursory look over the subjects covered by Imam Bukhari in his *Sahih*, which is divided into 97 books, will well illustrate the above claim, such as:

(*Bad'al-Wahy*)	بدءالوحي	(*Mukatab*)	المكاتب
(*Iman*)	ايمان	(*Hiba*)	الهبة

Marfat.com

Sunnah and that Ijma' was the guarantee for the rectitude, i.e., for the working infallibility (as opposed to absolute or theoretical infallibility, such as assumed by the Christian Church) of the new content".[92]

4. The Holy Prophet sought the advice of his major Companions on important policy decisions with regard even to religion and ``thus in the behaviour of the Prophet, religious authority and democracy were blended with a finesse that defies description".[93]

5. Though *Hadith* is not to be regarded in general as strictly historical, yet the terms ``forgery" or ``concoction" should not be used with reference to it. Instead the term ``formulation" may be employed.

   ``This is because although *Hadith*, verbally speaking, does not go back to the Prophet, its spirit certainly does, and *Hadith* is largely the situational interpretation and formulation of this Prophetic Model or spirit. We cannot call *Hadith* a forgery because it reflects the living Sunnah and the living Sunnah was not a forgery but a progressive interpretation and formulation of the Prophetic Sunnah".[94]

The overall character of the above findings, in its essential features is open to question and no conscientious Muslim is expected to share it.

Marfat.com

like Ignaz Goldziher and Joseph Schacht, may be summed up in the context of our present study as under:

1. That the *Sunnah* of the Prophet was very meagre, situational, and unspecific and there was a valid organic relationship between the *Sunnah*, *Ijtihad* and *Ijma*'. Thus the free thinking activity of the early legists of Islam enriched the content of *Sunnah* to a great extent.[90]

2. That the mass-scale *Hadith* movement destroyed the *Sunnah*, *Ijtihad* and *Ijma*' organic relationship and in order to make *Ijtihad* and *Ijma*' operative again, we must infer the *Sunnah* validily from the *Hadith*-material. A thorough reinterpretation and revaluation of different elements in *Hadith* under the changed moral and social conditions of today is prescribed. ``This can be done only by a historical study of the *Hadith* - by reducing it to the ``living Sunnah" and by clearly distinguishing from the situational back ground the real value embodied in it".[91]

3. The Prophetic *Sunnah* or Ideal Sunnah in sense (1), meaning thereby, an ``authoritative" or ``normative" precedent, progressively developed through the personal free-thought activity of the early generations of Muslims (*Ra`y*, *Qiyas* and *Ijtihad*) into living *Sunnah* in sense (2) - an agreed practice, identical with Ijma'.

   ``This shows that the community as a whole has assumed the necessary prerogative of creating and recreating the content of the Prophetic

Marfat.com

كتاب السنن بشوا□د الحدیث[86]

Dr. Fazlur Rahman argues from the above illustration ``that *Hadith* meant the traditional materials whereas *Sunnah* signified the deduction of practical norms from these meterials by the exercise of understanding". And as such treading on the heals of Goldziher, he further justifies his stand by asserting :-

> ``Similarly, Abu Dawud (apud Goldziher, ibid, P. 11, footnote 6). after narrating a *Hadith* about a person who kills an animal during the state of *ihram*, quotes Ahmad b. Hanbal as saying : `There are five *Sunnahs*' (i.e. points of law) that follow from this *Hadith*".[87]

The wordings of Imam Ahmad b. Hanbal i.e.,

فی هذا الحدیث خمس سنن[88]

> (Five *Sunnahs* are contained in this *Hadith*), are not honestly rendered into English by learned Dr. Sahib).

In reality, he has left no stone unturned in creating confusion and obscuring the whole issue of *Hadith* and *Sunnah*, simply, inorder to decimate the authority of the Prophetic tradition, in the name of so-called modern scholarship and Islamic methodology in history. In fact his prepossessions led him astray. But the conscientious scholars of Islam in general and the Muslim Community of Pakistan in particular, have neither shared his progressivism, nor forgiven his ``Confusionism and obscurantism".[89]

The main points discovered by the minute researches of our distinguished modern scholar, mostly based on the presumptions of the learned orientalists,

Marfat.com

identical.[82]

Maulavi Muhammad `Ali reiterates the above fact in the preface of his compendium on *Hadith* as under:

> ``It shows what the Holy Prophet Muhammad, peace and blessings of Allah be on him, said and did, and what lives his Companions led. This is technically known as the *Sunnah* (lit., a manner of acting or a mode of life) of the Holy Prophet and is popularly known as *Hadith* (lit., a saying) being a record of what he said, did or approved".[83]

On the other hand, several attempts have been made by the orientalists and our so-called modernists, not only to keep `*Sunnah*' and `*Hadith*' permanently distinct from one another, but to explore the possibility of showing the contents of *Hadith* contradicting *Sunnah* and vice versa. In this connection a saying of `Abd al-Rahman b. al-Mahdi is often quoted :

> ان سفیان الثوری امام فی الحدیث والا وزاعی امام فی السنة
> ولیس بامافی الحدیث وما لک بن أنس امام فیهما جمیعا[84]

> (That Sufyan al-Thawri was an *Imam* in the *Hadith* (but not in the *Sunnah*); and al-Awza'i was an *Imam* in the *Sunnah*, but not in the *Hadith*; and Malik b. Anas was an authority in the both.)

While introducing the above mentioned great merit and masterly expert qualities of Malik b. Anas, Alfred Guillaume opines :

> ``But there is no necessary connexion between them (*Hadith* and *Sunnah*), and we often find that tradition is in conflict with custom".... He further states : ``Perhapes the best example of the distinction is in the title of a book cited by the Fihrist",[85] `the book of the *Sunnahs* with confirmatory *hadith*'.

Marfat.com

Shihab reported, I asked Salim, ``Was that the doing of the Prophet?" He replied, ``And do they mean by that except the *Sunnah* of the Prophet (peace be upon him)". So Salim, who is one of the seven jurists of Madina and one of the *huffaz* from amongst the successors, narrated on the authority of the Companions that when they applied the term *Sunnah*, they meant not but the *Sunnah* of the Prophet only (peace by on him)".

To be more precise, *Hadith* is the record of Sunnah and as such ``*Hadith* enshrines the *Sunnah*"[79] and the knowledge of both of them is rooted in tradition.[80] Dr. Subhi Salih, in order to prove the two terms, *Hadith* and *Sunnah*, as indentical or relatively synonymous, poses the following questions:

فهل السنة العملية الا الطريقة النبوية النبى كان الرسول صلوات الله عليه يويدها باقواله الحكيمة واحاديثه الرشيدة الموجهه؟ وهل موضوع الحديث يغاير موضوع السنة؟ الا يدوران كلا هما حول محور واحد؟ الا ينتهيان اخيراً الى النبى الكريم فى اقواله المئو يدة لا عماله وفى اعماله المئو يدة لا قواله؟[81]

(Is the *Sunnah* pertaining to action not the same Prophetic way which is supported by the sagacious utterances of the Prophet (peace be upon him) and his rightly guiding and directing *Ahadith*? And is the caption of *Hadith* incompatible to that of *Sunnah*? Do, they both, not revolve around the same pivot? Do, both of them, finally, not end at the sayings of the Holy Prophet supporting his doings and at the deeds of the Prophet supportings his utterances?)

In consequence thereof, Dr. Subhi Salih concludes, that when such questions arise in the minds of the critics, they do not find any hesitation in acknowledging the unrefutable reality, that barring the etymological application, *Hadith* and *Sunnah* are one and the same thing. Hence, most of the traditionists declare them

Marfat.com

ـ ـ ـ ـ ـ قول الصحابی من السنۃ کذا، فالا کثر علی ان ذلک مرفوع ونقل ابن عبد البر فیہ الاتفاق قال واذا قالها غیر الصحابی فکذلک ما لم یضفها الی صاحبها کسنۃ العمر بن وفی نقل الاتفاق نظر فعن الشافعی فی اصل المسئلۃ قولا ن وذهب انہ غیر مرفوع ابوبکر الصیر فی من الشافعیۃ وأبو بکر الرازی من الحنفیۃ وابن حزم من اهل الظاهر واحتجوا بان السنۃ تتردد بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین غیره واجیبوا بان احتمال ارادة غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعید وقد روی البخاری فی صحیحہ فی حدیث ابن شهاب عن سالم بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ فی قصتہ مع الحجاج۔ حیث قال لہ ان کنت ترید السنۃ فهجر بالصلواة قال ابن شهاب فقلت لسالم افعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال وهل یعنون بذلک الا سنتہ صلی اللہ علیہ فنقل سالم وهو احد الفقهاﺀ السبعۃ من اهل المدینۃ واحد الحفاظ من التابعین من الصحابۃ انهم اذا اطلقوا السنۃ لا یریدون بذلک الا سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ـــ[78]

``(As regards the assertion of the Companion of the Prophet that such and such belongs to *Sunnah* - Majority considers it *marfu'* and Ibn `Abd al-Barr has conveyed agreement on it. He asserted that the above saying will be taken as *marfu'*, even if uttered by a non-Companion - so far as it is not associated with its performer like, the *Sunnah* of `Umarain, (i.e., Abu Bakr and `Umar). But the report of agreement is questionable. In this matter two versions have come down from Imam *Shafi`i.* Abu Bakr al-Sairafi, Abu Bakr al-Razi and Ibn Hazm, from amongst the Shafi`ites the Hanafites and the Zahirites respectively, do'nt consider it *marfu'* and they argue that *Sunnah* is frequented between the Prophet (peace be upon him) and others. On the other hand, it is contended by others that the likelihood of aiming at *Sunnah* of anyother than the Prophet is remote. And Bukhari has reported in his Sahih a tradition on the authority of Ibn Shihab from Salim b. `Abdullah b. `Umar from his father in his account with Hajjaj, when he told him (Hajjaj), ``If you aim at the *Sunnah* then perfom the noon prayer before time''. Ibn

Marfat.com

"That Muhammad's *Sunnah* in the sense of his words, actions and silent approval is fixed orally and in writing in the *Hadith*. In theory the conceptions of *Sunnah* and *Hadith* are separate but in practice they often coincide, which may be due to the fact that some of the collections of *Hadith* have the title *Sunan* (e.g., the collections of Abu Da'ud, Ibn Maja and al-Nasa'i.)"[74]

Though originally the word *Sunnah* stood for mode or manner of acting or conduct, whether good or bad, approved or disapproved,[75] yet it has been used by the Muslims for the doings and practices of Muhammad only. The distinction between them is theoretical. The great Lexicographer Ibn Manzur Afriqi observes in connection with *Sunnat*:

والاصل فیہ الطریقۃ والسیرۃ واذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بہا ما امر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونہی عنہ وندب الیہ قولا وفعلا مما لم ینطق بہ الکتاب العزیز ولہذا یقال لہ فی ادلۃ الشرع الکتاب والسنۃ ای القرآن والحدیث [76]

(In reality (literally) it is the way and the conduct but when applied in *shari`ah* (law), it signifiies only what the Prophet (peace be upon him) has commanded or prohibited and what he has recommended to do by word or deed or such things as are not mentioned in the Holy Qur'an.[77] That is why, while discussing the sources of law, it is said, The Book and the *Sunnah* i.e., al-Qur'an and *al-Hadith*.)

According to the present writer, by Sunnah is to be understood Muhammad's Sunnah only (peace be upon him.) The point under discussion has been completely elaborated in the fuller statement of the famous traditionist Hafiz Ibn Hajar 'Asqalani:

Marfat.com

(That the Qur'an contains the words and meanings both from Allah, revealed through explicit revelation.)

Allama Ibn Arabi has collected one hundred and one such Holy traditions in a book entitled:

مشکاة الانوار فی ماروی عن اللہ سبحانہ و تعالی من الاخبار

and after that, Shaikh Abdur Rauf al-Munawi compiled a booklet containing only the Holy traditions, arranged in an alphabetical order but without mentioning the chains of narrators and named it :

الاتحافات السنیة بالا حادیث القدسیة[71]

It, therefore, concludes that though mostly *Hadith* contains implicit revelation, yet on the other hand each and every Holy *Hadith* (حدیث قدسی) is believed to be the direct revelation but next to the Holy Qur'an only.

With the above connotation of the term *Hadith*, is closely connected the meanings of *Sunnah* of the Holy Prophet. In the terminology of the traditionists Sunnah signifies:

ما اثر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او
صفة خلقیة او خلقیة او سیرة، سواء کان قبل البعثة او بعدھا ۔
وھی بھذا ترادف الحدیث عند بعضھم [72]

(What relates to the saying or doing or unspoken approval or trait of the personality, innate or acquired or life (itself), of the Prophet (peace be upon him), whether before appointment or after that. As such it has been treated identical with *Hadith* by some.)[73]

The modern Orientalist A. J. Wensinck opines,

Marfat.com

than once. When Muhammad said to Abu Hurayra that he knew his anxiety about the *Hadith*,[62] he did not mean but his own *Hadith*. `Utba referred to this kind of *Hadith* only when he said that Ibn `Abbas related only two or three *Ahadith* in a month.[63] `Umar I did not mean but the *Hadith*[64] of Muhammad when he asked his friends not to relate too many *Ahadith*. When `Ali said: ``If you write the *Hadith* write it with the *Isnad*"[65] he meant the *Hadith* of Muhammad only".[66]

A certain type of *Hadith*, on the other hand, is designated *Hadith Qudsi* (حديث قدسی) or also *Hadith Ilahi* (حديث الهی) or *Hadith Rubbani* (حديثِ ربانی) i.e., ``Holy" or ``divine" tradition. Abu`l-Baqa says in his *Kulliyat* :

واما الحديث القدسی، فهو ما كان لفظہ من عند الرسول، ومعناه من عند الله بالالهام اوبالمنام[67]

(And as regards *Hadith al-Qudsi*, it means what God has told to his Prophet by inspiration or in a sleep and the Prophet has proclaimed it in his own phraseology.) Such traditions usually begin with :

قال رسول الله صلی الله عليہ وسلم فيما يروی عن ربہ[68]

(The Messenger of Allah, peace be upon him, said while narrating from his Lord) or

قال الله تعالی فيما رواه عنہ رسول الله صلی الله عليہ وسلم[69]

(Allah Almighty says through the narration of the messenger of Allah, peace be upon him.)

So in contradistinction to the ordinary *Hadith Nabawi* (حديث نبوی). Prophetic tradition, it is designated *Hadith Qudsi* (حديث قدسی). Divine tradition. Although a Divine tradition is supposed to convey Divine revelation, yet the Holy Qur'an is esteemed above it because it is believed:

ان القرآن ما كان لفظہ ومعناه من عند الله بوحی جلی[70]

Marfat.com

The German Orientalist, Ignaz Goldziher while commenting upon the tradition : (احسن الحدیث کتاب اللہ۔۔ الخ) writes :

> ``A certain type of *Hadith* is here particularly praised and favoured, and it is for this type also that the term is later used in preference to others. The book of Allah, however, `this most beautiful and perfect *hadith*', is contrasted with the general concept of *hadith* as being the highest of all religious authorities, and the term *hadith* is restricted to the Prophet's sayings, made either on his own initiative or in response to a question".[59]

The Prophet of Islam himself termed his saying as Hadith,[60] most probably to discriminate it from the Word of God on the one hand and from the sayings of other people on the other. Imam Bukhari narrates that when Hadrat Abu Hurayra put to the Prophet the question:

(من اسعد الناس بشفا عتک یوم القیامۃ)

(Who is the most likely to be made happy by your intercession on the day of the resurrection?)

The Prophet replied to him :

انہ علم ان لن یسالہ عن ھذا الحدیث احد قبل ابی ھریرۃ خوصہ علی طلب الحدیث[61]

(That he knew that Abu Huraira would be the first to question him about this *Hadith*, as he has observed how eager he was for the *Hadith*.)

Dr. Muhammad Zubayr Siddiqi, while elucidating this point, writes that :

> ``The Muslims since the very life-time of Muhammad called the reports with regard to his sayings and doings the best *Hadith*, and by and by its use was confined to the reports of Muhammad's words and deeds only. Muhammad himself as well as his immediate followers have used it in this sense more

Marfat.com

The above quotations from the Holy Qur'an make it clear that the word *Hadith* could be applied to any kind of news or information and throughout the revealed Book it has been used in its literal sense.

The Prophet himself applied in his sermons the word of *Hadith* for the Holy Qur'an itself :

وعن جابر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فى خطبته: اما بعد! فان اصدق الحديث كتاب الله--- وفى رواية: اما بعد، فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد - - الحديث، رواه الامام احمد ومسلم وغير هما [55]

``The most truthful *Hadith* or the best *Hadith* is the book of Allah, and the best guidance is that of Muhammad".[56]

But, from the very beginning of Islam, this word was given a new technical sense when used in connection with information about the Prophet Muhammad (peace be upon him), telling what he said and did, and his reaction to things said or done in his presence.[57] Thus, it acquired in the life-time of the Prophet its narrowed distinctive connotation of an oral tradition ascribed to him. It has also been asserted :

وقال شيخ الاسلام ابن حجر فى شرح البخارى المراد بالحديث فى عرف الشرع ما يضاف الى النبى صلى الله عليه وسلم وكانه اريد به مقابلة القرآن لانه قديم [58]

(That Shaikh al-Islam Ibn Hajar has maintained in his commentary on *Sahih Bukhari* that in the terminology of *Sharia'h* the word *Hadith* means that which is ascribed to the Prophet (peace be upon him). And as if it has been used in contradistinction to the Holy Qur'an which is *Qadim*.)

Marfat.com

Commenting upon this verse of the Holy Qur'an `Allama Ibn Jarir Tabari writes:

فبای تخویف و تحذیر و ترهیب بعد تحذیر کتاب اللہ هل اتک حدیث موسی [50]

هَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ مُوسَىٰٓ [51]

(Has not there come to thee the story of Moses.)

فَمَالِ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا [52]

(But what is the matter with these people that they make no effort to understand anything.)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُوا۟ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُوا۟ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ [53]

(O you who believe, enter not the houses of the Prophet unless permission is given to you for a meal, not waiting for its cooking being finished - but when you are invited, enter, and when you have taken food, disperse - not seeking to listen to talk.)

While discussing the occasion of revelation of the above (آیت الحجاب) (the verse of seclusion), Ibn Kathir informs us that when the Prophet married Zainab bint Jahsh, he invited his Companions, to the wedding feast. The Companions after taking food dispersed except three of them who stayed on indulging in table-talk in the house of the Prophet.

وبقی ثلاثۃ رهط یتحدثون فی البیت [54]

Marfat.com

Allama Ibn Kathir again writes that the word *Al-Hadith* means here Al-Qur'an.[44]

ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ كِتَـٰبًا مُّتَشَـٰبِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ ٱلَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ [45]

(Allah has revealed the best announcement a Book consistent, repeating (its injunctions), whereat do shudder the skins of those who fear their Lord.)

While discussing (احسن الحدیث) Ibn Kathir explains:

هذا مدح من الله عزوجل بکتابہ القرآن العظیم[46]

(This is the approbation of the Book, Al-Qur'an al-`Azim by Lord Almighty.)

فَلْيَأْتُوا۟ بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِۦٓ إِن كَانُوا۟ صَـٰدِقِينَ [47]

(Then let them bring a saying like it, if they are truthful.)

In connection with this verse Ibn Kathir's comments are as under :

ان کانوا صادقین فی قولهم تقولہ وافترائ فلیا توا بمثل محمد من هذا القرآن[48]

(If they are truthful in their claim which we have mentioned that he has forged it, they are permitted to bring the like of the Qur'an brought by Muhammad.)

أَوَلَمْ يَنظُرُوا۟ فِى مَلَكُوتِ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ ٱللَّهُ مِن شَىْءٍ وَأَنْ عَسَىٰٓ أَن يَكُونَ قَدِ ٱقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَىِّ حَدِيثٍۭ بَعْدَهُۥ يُؤْمِنُونَ [49]

(In what announcement after this will they then believe.)

Marfat.com

though it is believed to contain an element of implicit Divine revelation (وحی خفی) or revelation not to be recited (وحی غیر متلو). It is argued that while the Qur'an is the eternal, uncreated Word of God, which is not subject to any human adaptation of wording, the tradition conveys the words of the Prophet, but uttered under divine guidance. Literally speaking, `*Hadith*' (حدیث) stands for any thing new,[38] an announcement or narrative in general, and in its primary sense, it really means a story or a report,[39] and so represents an account of what happened whether secular or religious, historical or legendary, of whatever sort it may be.[40] This word has been used in the Holy Qur'an on several occasions, but always in its literal sense; sometimes it has been used even for the Holy Qur'an itself. Let us consider a few instances :

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي ٱلْأَلْبَٰبِ ۗ مَا كَانَ
حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ ٱلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ
وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ [41]

(In their histories there is certainly a lesson for men of understanding. It is not a narrative which could be forged.)

The commentator Allama Ibn Kathir explains that the word *Hadith* here signifies the Holy Qur'an.[42]

فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَٰذَا
ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا [43]

(Then may be thou wilt kill thyself with grief, sorrowing after them, if they believe not in this announcement.)

Marfat.com

Word of God as explicit Divine revelation (وحی جلی) or revelation to be recited (وحی متلو), under the most sacred title of Al-Qur'an, from its very beginning. Every part revealed was both written down and committed to memory by the Prophet's Companions under his direct dictation and supervision as soon as it was revealed. Thus, the whole of the Holy Qur'an revealed by God during the twenty three years of Prophetic career of the unlettered Prophet of Islam, was preserved in manuscripts by the specially appointed amanuenses on one hand, and in the memories of *huffaz* on the other, both, in the life time of the Prophet. The written manuscripts were gathered together in the book form immediately after the death of the Prophet by the order of Hadrat Abu Bakr, his first successor, and ``of the authenticity of its contents there has never been any (substantial) question."[35] The historians of Comparative study of religions do agree that Islam does not overburden the minds of its adherents ``With a multitude of scriptures and a plethora of abstruse doctrines. It has kept to one basic scripture, preserved from the first in a state of textual purity such that no variant readings have ever arisen to confuse the commentators".[36]

Beside the word of God in the Holy Qur'an, the words of the Prophet Muhammad (peace be upon him), in his own name, were dealt with separately along with the record of his decisions and regulations on questions of justice or morals or religious observance under the specific title of the Prophetic tradition or (حدیث) *Hadith*. The word *Hadith* is treated as equivalent to tradition[37] and in its technical use strictly excludes the Holy Qur'an,

Marfat.com

would willingly have accepted him. But he told the people plainly that he was but a man; he had no treasures, nor did he lay claim for himself as a man to know the secrets of the future, nor did he profess to be any more than a mortal. What distinguished him from the rest of mankind was that Allah revealed His will to him, and he faithfully followed and translated into practice everything that he received from on High. His main object was to make people true followers of the high principles of life, which had been revealed to him, through his own personal example.

قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ
وَلَآ أَقُولُ لَكُمۡ إِنِّى مَلَكٌۖ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّۚ قُلۡ
هَلۡ يَسۡتَوِى ٱلۡأَعۡمَىٰ وَٱلۡبَصِيرُۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ [34]

(Say : I say not to you, I have with me the treasures of Allah, nor do I know the unseen, nor do I say to you that I am an angel; I follow only that which is revealed to me. Say : Are the blind and the seeing alike? Do you not then reflect?)

The unique greatness of the Holy Prophet lies in the fact that he never tried to put himself before people as superhuman. As a Prophet he did his utmost to abolish all sorts of superstitions and to remove all types of misconceptions regarding the Prophethood, in order to establish the doctrine of Divine unity in all its purity. For this object in view, for the first time in the history of religious literature, Islam draws a distinct line of demarcation between the Word of God and the words of the Prophet. It was made possible by safeguarding the

Marfat.com

They must have disbelieved the Book even if it would have been sent down to them in a material shape.

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَـٰبًا فِى قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ
لَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ [32]

(And if We had sent down to thee a writing on paper, then they had touched it with their hands, those who disbelieve would have said : This is nothing but clear enchantment.)

The meaning is that the Book itself even if revealed in the physical form would not have served the purpose. It was only the charm and irresistable attraction of the character and personality of the Prophet that first of all convinced the people and they were constrained to accept him as an infallible model. It was actually the magnetic force of the irresistable words and deeds of the mortal messenger that fascinated the people to accept the Divine revelation in its entirety. Never in the history of religion, since the dawn of humanity, a Book was sent down without a Prophet. The revealing God had to choose and appoint men for the job as it was the only course possible for the betterment of humanity :

قُلْ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ
ٱلْكَـٰفِرِينَ [33]

(Truly Allah chose Adam and Noah and the descendants of Abraham and the descendants of Amran above the nations.)

The Holy Prophet of Islam, appearing among superstitious and ignorant people, could have claimed any supernatural powers for himself, and the people

Marfat.com

supposed to be sinless, both their words and deeds being in accordance with Divine Commandments.

ما کان لنبیی ان یغل [28]

(And it is not for a Prophet to act dishonestly.)

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ وَقَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱلرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَٰنَهُۥ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُۥ بِٱلْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِۦ يَعْمَلُونَ [29]

(And We sent no messenger before thee but We revealed to him.....! Nay, they are honoured servants. They speak not before He speaks and according to His Command they act.)

The Prophets were given books for the guidance of their people.

فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ فِيمَا ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ [30]

(So Allah raised Prophets as bearers of good news and as Warners and He revealed with them the Book with truth, that it might judge between people concerning that in which they differed.)

As the disbelievers were destined to reject all sorts of signs from God :

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ ءَايَةٍ مِّنْ ءَايَٰتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا۟ عَنْهَا مُعْرِضِينَ [31]

(And there comes not to them any sign of the signs of their Lord but they turn away from it),

Marfat.com

(Say : Glory to my Lord : am I aught but a mortal messenger.)

Similarly the Holy Qur'an asserts :

وَمَا مَنَعَ ٱلنَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓا۟ إِذْ جَآءَهُمُ ٱلْهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَبَعَثَ ٱللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا [24]

(And nothing prevents people from believing, when the guidance comes to them, except that they say : Has Allah raised up a mortal to be a messenger.)

A very convincing and logical argument has been put forward to counteract the above conventional stupidity of the disbelievers :

قُل لَّوْ كَانَ فِى ٱلْأَرْضِ مَلَٰٓئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُولًا [25]

(Say: Had there been in the earth angels walking about as settlers, We would have sent down to them from the heaven an angel as messenger.)

In short, according to Islam, the Prophet must be a human being to whom Divine will is revealed, because only a man could serve as a model for men; the reformation of mortals could be entrusted to mortals alone. Even an angel could not have served that purpose because man had been made to excel all created things,[26] including the angels, who were required to make obeisance to man.[27]

Moreover, Islam has affirmed in the clearest words that as Prophets are needed to enable man to rise to higher stages of life by reforming and purifying him, they must be free from all impurities. They are rather

Marfat.com

بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ
بَصِيرًا [21]

(And we did not send before thee any messengers but they surely ate food and went about in the markets.)

As regards the second objection, that why an angel has not been sent down to him to be a warner with him, it is thus overruled :

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ
الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا
وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ [22]

(And if we send down an angel, the matter would be decided and then they would not be respited. And if We had made him an angel, We would certainly have made him a man, and (thus) made confused to them what they confuse.)

Again, when the disbelievers demanded from the Prophet to work for them wonders in proof of his claim, like, causing a spring to gush forth from the earth or cause the heaven to come down or ascend into heaven and bring Allah and the angels face to face or bring from heaven a book to read and so forth and so on, the Prophet was commanded to proclaim :

أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن
نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ قُلْ
سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا [23]

Marfat.com

doctrines of divinity of Ezra and Jesus Christ by the Jews and Christians respectively:

وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ عُزَيْرٌ ٱبْنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلْمَسِيحُ
ٱبْنُ ٱللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَٰهِهِمْ ۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوْلَ
ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَبْلُ ۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ [19]

(And the Jews say : Ezra is the son of Allah; and the Christians say: The Messiah is the son of Allah. These are the words of their mouth.)

Their very conception of a Prophet of God, if any, was so confused that they remarked about the Prophet, Muhammad (peace be upon him), as under:

وَقَالُوا۟ مَالِ هَٰذَا ٱلرَّسُولِ يَأْكُلُ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشِى فِى
ٱلْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُۥ نَذِيرًا [20]

(What a Messenger is this? He eats food and goes about in the markets. Why not an angle been sent down to him to be a warner with him?

It is a unique contribution to human civilization by the Prophet Muhammad (peace be upon him), that he raised the dignity of man to the noblest of God's creation by declaring all Prophets and messengers of God including himself as human beings, subject to human laws. The Holy Qur'an emphatically declares :

وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ
لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا

Marfat.com

There lies for the present study a point of paramount importance in these earliest converts. They all declared their belief in whatever was said and claimed by Muhammad (peace be upon him), simply because they had a faith in his unimpeachable truthfulness and infallible veracity. What was the actual condition or state of new religion being presented by the Holy Prophet at that time? Save a few revealed verses of the Holy Qur'an which again were being honoured on the authority and reliability of Muhammad b. `Abdullah, firstly as a noble man and then as a Prophet and messenger of God, there was neither any revealed scripture, nor any religious schedule of Do's and don'ts. Even the concept of revelation and that of the revaealing God was being introduced by Muhammad (peace be upon him), as if for the first time in the Arab world. Inspite of the missionary efforts of the Jews and Christians, carried on for hundreds of years one after the other with material power of the kingdom at their back, the Arabs and especially the non-believers and polytheists of Makkah were completely ignorant even of the remotest idea of Prophethood and Divine revelation. The native Arab movement of the *Hanifs* proved an even greater failure in this regard. That is why, the non believers in their height of enmity accused the Prophet of being a poet,[13] a sorcerer,[14] a soothsayer,[15] a madman,[16] a dreamer,[17] and of being possessed.[18] They could not even think of a human being, being appointed as an apostle from on High, presumably due to the distorted and perverted impression regarding Prophethood created through the

Marfat.com

كلا واللہ ما يخزيک اللہ ابدأ انک لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق[9]

(That God would certainly never disgrace you because you loved his kinsmen, and bore the burden of those who were weary, and helped the poor and honoured the guest and gave relief to those who were in distress).

She was followed by `Ali b. Abi Talib, Zaid b. Haritha, freedman of the apostle, and Abu Bakr b. Abu Quhafa. These were either closely related to the Prophet or were his most intimate friends. When Abu Bakr became a Muslim, he began to call to Islam all whom he trusted of those who came to him and sat with him. At his invitation, `Uthman b. `Affan, Zubair b. Al-`Awwam, Abdul-Rahman b. `Auf, Sa`d b. Abi Waqqas and Talaha b. `Ubaidullah, all the five, accepted Islam.[10] The Prophet of Islam used to say : ``I have never invited anyone to accept Islam but he has shown signs of reluctance, suspicion, and hesitation, except Abu Bakr. When I told him of it he did not hold back or hesitate".[11] These were the first earliest eight converts to Islam who believed in the divine inspiration of the apostle. They are referred to in the Holy Qur'an as under :

وَٱلسَّـٰبِقُونَ ٱلسَّـٰبِقُونَ أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلْمُقَرَّبُونَ فِى جَنَّـٰتِ ٱلنَّعِيمِ[12]

(And the foremost are the foremost. These are drawn nigh (to Allah) in Gardens of Bliss).

Naturally, those who accepted the Holy Prophet in the earliest stage of his mission and had to make greatest sacrifices, had the greatest reward. Those foremost in doing good are foremost in reaping their reward.

Marfat.com

engagements, mindful of the ties of kinship and kindly hospitality, and to refrain from crimes and bloodshed. He forbade us to commit abominations and to speak lies, and to devour the property of orphans, to vilify chaste women .... We confessed his truth and believed in him, and we followed him in what he had brought from God, and we worshipped God alone without associating aught with Him. We treated as forbidden what he forbade, and as lawful what he declared lawful. Thereupon our people attacked us, treated us harshly... circumscribed our lives, and came between us and our religion, we came to your country (for asylum)".[7]

Still later, when opposition of the Quraish was at its highest, rather they were at war with the Prophet, the King of Rome, Heraclius, called Abu Sufyan, the Quraish leader of opposition, who was then in Syria for trading purposes, and asked him numerous questions regarding the Prophet. One of these questions was :

فهل کنتم تتهمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قال ـ قلت لا‌ـ‌ـ‌ـ[8]

(Did you ever blame him for telling a lie before he said that he was a Prophet? Abu Sufyan's reply was ``No")

Another strong corroborative fact of Muhammad's truthfulness is that the earliest converts to Islam were not only of upright character, but his own bosom friends and people of his household, who, intimately acquainted with his private life, could not fail otherwise to have detected any discrepancy between his words and deeds. His wife, Khadija, was the first to believe in him and accepted as true what he brought from God, and helped him in his work. She strengthened him, lightened his burden, proclaimed his truth and comforted him, saying:

Marfat.com

ارایتکم لو اخبر تکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر
علیکم أکنتم مصدقی؟ قالوا: نعم، ماجربنا علیکَ الا صدقا [6]

(Tell me, if I were to inform you that a mighty army in the valley lies in wait to make a raid upon you, would you believe me?

They all replied in one voice :

``Yes, we would; We have never known anything but truth from thee".

In the early days of Islam, when Abu Bakr was told that his friend Muhammad claimed to have received revelation from his God, he abruptly remarked that he must be true in his claim, because a man who had never uttered a falsehood against his fellowbeings could not utter a falsehood against God.

Similarly, the statement given by Ja'far b. Abu Talib before Negus, the King of Abyssinia, when a deputation of polytheists of Makkah petitioned the King for the extraditon of the first muslim emigrants to his country, throws a flood of light on the sublime character of Muhammad, on one side, and the vices of his contemporary countrymen on the other. He stated :

``O king, we were an uncivilized people, worshipping idols, eating corps of dead animals, committing abominations, breaking natural ties, treating guests badly, and our strong devoured our weak. Thus we were untill God sent us an apostle whose lineage, truth, trustworthiness, and clemency we know. He summoned us to acknowledge God's unity and to worship him and to renounce the stones and images which we and our fathers formerly worshipped. He Commanded us to speak the truth, be faithful to our

Marfat.com

قُل لَّوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرَىٰكُم بِهِۦ
فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ 3

(I have lived among you a life time before it. Do you not then understand).

It was in his youth that, on account of his pure and praise worthy character and his love for truth and honesty, he received from his compatriots the title of *al-Amin* (the Truthful or the faithful one). His worst enemies, even at the height of their enmity, admitted that he had never told a lie on any occasion during his entire life. The Holy Qur'an testifies the truthfulness of the Prophet of Islam in the clearest terms on another occasion as below:

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُۥ لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِى يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا
يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ 4

(For surely they give not thee the lie, but the wrongdoers give the lie to Allah's messages).

The argument is, that it was only after he received the Divine revelation that he was belied, otherwise he was known before it as the truthful one; hence it was in reality the denial of the Divine revelation, not a denial as to the Prophet's truthfulness. Similarly, when the Prophet was Commanded by God as under:

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ 5

(And warn your nearest relations),

he called out all the various families of the Quraish at Mount *Safa*, among those assembled was his bitterest opponent, abu Lahab - The Holy Prophet thus addressed them:

Marfat.com

Tradition and Islam

Malik Muhammad Aslam*

In the light of the observations, already made in the introduction of the present study,[1] regarding the epistemological and theistic view points of Islam, it is quite obvious that the Divine revelation is the fundamental characteristic of Islam. It is also an established historic fact that the Prophet of Islam, Hadrat Muhammad (peace be upon him), claimed to have received the Divine call at the age of forty. Now, the whole structure of Islam rests on the correctness of the above claim and the assurance of its correctness comes from corroborative testimony of the truthfulness of the Prophet, before he received the Prophetic call. Fortunately, Islam being the most recent of the revealed religions, ``Its rise and early progress lie more fully than any other in the daylight of history".[2] The Holy Qur'an, which contains the most trustworthy account of the Prophet's life, invites our attention to his sublime character during the forty years that he had passed among the non-believers and polytheists of Makkah, before he received the Divine call, as follows:

*Ex-Chairman (Late) Department of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

Marfat.com

Marfat.com

ARMUGHAN-E-
Prof. Malik M. Aslam

Compiled By

Prof. Dr. Hafiz Mahmood Akhtar
Prof. Dr. Jamila Shaukat

Department of Islamic Studies
University of the Punjab, Lahore

Marfat.com

ارمغانِ
پروفیسر ملک محمد اسلم رح

مرتبین

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

شعبہ علوم اسلامیہ

جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com